

ایک ہزار سے زائد اکابر و مفید کلام کا اہم تذکرہ

حرمین الاصفیاء

تالیف لعلیت
مغنی غلام محمد لاہوری

ترجمہ: پیرزادہ اقبال احمد قادری

مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور

صوفیہ کے مختلف سلاسل

خزینۃ الاصفیاء

ایک شہرارشہ سے زائد اکابر صوفیہ کرام کا اہم تذکرہ

تالیف لطیف

مفتی غلام سرور لاہوری

ترتیب و ترجمہ

پیرادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ایم اے



ملک کے نئے نئے

کنج بخش روڈ ○ لاہور

تعارف کتاب

نام کتاب _____ خزینۃ الاصفیاء
مؤلف _____ مفتی غلام سرور لاہوری قدس سرہ
مترجم _____ علامہ امتیاز احمد فاروقی
موضوع _____ تذکرہ صوفیہ خاندانہ مختلفہ
مخزن _____ ششم و ہفتم
سال تالیف _____ ۱۲۸۱ھ
سال طباعت فارسی _____ ۱۸۷۳ھ
سال طباعت ترجمہ _____ ۱۹۹۰ء
طابع _____ کمپنن پرنٹرز لاہور
ناشر _____ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور
صفحات _____ ۲۶۳
قیمت _____ ۷۵/-
کتابت _____ چوہدری محمد ندیم اشرف کابلوں

فہرست موضوعات کتاب

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۳۸	شیخ بشرحانی قدس سرہ	۱۲	خواجہ اولیس قرنی رضی اللہ عنہ
۴۰	شیخ احمد بن الخوارمی قدس سرہ	۱۷	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
۴۱	شیخ حاتم بن اصم قدس سرہ	۱۸	حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ
۴۳	شیخ احمد خضرویہ قدس سرہ	۱۸	حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ
۴۶	شیخ حارث محاسبی قدس سرہ	۱۹	حضرت صابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
۴۷	شیخ ذوالنون مصری قدس سرہ	۱۹	حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ
۵۳	شیخ ابوتراب بخشی قدس سرہ	۲۵	حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ
۵۴	شیخ ابراہیم بن عیسیٰ قدس سرہ	۲۶	حضرت داؤد طائی قدس سرہ
۵۵	شیخ زکریا بن یحییٰ قدس سرہ	۲۸	عقبہ بن الغلام قدس سرہ
۵۵	شیخ عبداللہ سنجرمی قدس سرہ	۳۰	امام عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ عنہ
۵۶	محمد بن غلی ترمذی قدس سرہ	۳۳	حضرت محمد سماک قدس سرہ
۵۸	شیخ عبداللہ دارمی قدس سرہ	۳۳	حضرت شفیق لمخنی رحمۃ اللہ علیہ
۵۹	شیخ محمد بن اسماعیل قدس سرہ	۳۶	حضرت یوسف الباطر رحمۃ اللہ علیہ
۵۹	شیخ یحییٰ بن معاذ رازی قدس سرہ	۳۶	حضرت ابوسلیمان درانی رحمۃ اللہ علیہ
۶۲	مسلم بن حجاج نیشاپوری قدس سرہ	۳۷	حضرت شیخ بشر مرسی رحمۃ اللہ عنہ
۶۲	شیخ ابو حفص حداد قدس سرہ	۳۷	شیخ فتح بن علی موصلی قدس سرہ

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۸۹	شیخ ابو عثمان حیرنی قدس سرہ	۶۵	شیخ علی بن موفق بغدادی قدس سرہ
۹۰	شیخ ابو العباس احمد قدس سرہ	۶۶	شیخ احمد بن وہب قدس سرہ
۹۱	شیخ یوسف بن حسین قدس سرہ	۶۶	شاہ شجاع کرمانی قدس سرہ
۹۶	شیخ عبداللہ بستی قدس سرہ	۶۹	شیخ حدود قصار قدس سرہ
۹۶	شیخ ابو عبد اللہ بن جلد قدس سرہ	۶۹	شیخ فتح بن شجرت قدس سرہ
۹۶	حسین بن منصور قدس سرہ	۷۰	شیخ ابو داؤد بن اشعب قدس سرہ
۱۰۶	ابو العباس بن عطاء قدس سرہ	۷۰	شیخ ابو عبد اللہ مختار قدس سرہ
۱۰۶	شیخ ابو بکر رازی قدس سرہ	۷۰	شیخ ابو عبد اللہ مغربی قدس سرہ
۱۰۷	شیخ ابو الخیر حضمی قدس سرہ	۷۱	شیخ ابو عبد اللہ فاقانی قدس سرہ
۱۰۷	شیخ ابو محمد جبیری قدس سرہ	۷۲	شیخ محمد بن علی ترمذی قدس سرہ
۱۰۸	شیخ محمد بنان بن محمد جمال قدس سرہ	۷۲	شیخ سہیل بن عبد اللہ تبری قدس سرہ
۱۰۹	شیخ محمد بن فضل قدس سرہ	۷۵	شیخ ابو سعید خراز قدس سرہ
۱۰۹	شیخ ابو الحسن دراق قدس سرہ	۷۶	شیخ عباس بن حمزہ قدس سرہ
۱۰۹	شیخ ابو الحسین دراج قدس سرہ	۷۷	شیخ ابو حمزہ بغدادی قدس سرہ
۱۱۰	شیخ خیر نجاج قدس سرہ	۷۷	شیخ ابو حمزہ خراسانی قدس سرہ
۱۱۲	شیخ ابو بکر واسطی قدس سرہ	۷۸	شیخ ابو بکر دقاق قدس سرہ
۱۱۲	شیخ ابو بکر کتابی قدس سرہ	۷۸	شیخ ابراہیم خواص قدس سرہ
۱۱۵	شیخ ابراہیم بستی قدس سرہ	۸۱	شیخ ابو الحسن نوری قدس سرہ
۱۱۵	شیخ ابو الحسن مزین قدس سرہ	۸۶	شیخ عمر بن عثمان قدس سرہ
۱۱۶	شیخ ابو علی ثقفی قدس سرہ	۸۶	شیخ سمعون محب قدس سرہ

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۱۳۱	شیخ ابو بکر معتد قدس سرہ	۱۱۷	شیخ ابو محمد مرتعش قدس سرہ
۱۳۲	شیخ اسماعیل نیشاپوری قدس سرہ	۱۱۸	ابو یعقوب ابوالحسن دینوری قدس سرہ
۱۳۲	شیخ ابو عبد اللہ مقرئ قدس سرہ	۱۱۹	شیخ ابو بکر بن طاہر قدس سرہ
۱۳۳	شیخ ابو عبد اللہ دروہاری قدس سرہ	۱۲۰	شیخ عبد اللہ منازل قدس سرہ
۱۳۳	شیخ ابو سہیل صقلوکی قدس سرہ	۱۲۰	شیخ ابراہیم بن شیبان قدس سرہ
۱۳۳	شیخ ابراہیم بن ثابت قدس سرہ	۱۲۱	شیخ ابو علی متوفی قدس سرہ
۱۳۳	شیخ ابو بکر ذرا قدس سرہ	۱۲۱	شیخ ابو سعید اعرابی قدس سرہ
۱۳۵	شیخ ابوالحسین حصری قدس سرہ	۱۲۲	شیخ جعفر خدا قدس سرہ
۱۳۷	شیخ ابوالقاسم نصیر آبادی	۱۲۲	شیخ ابو بکر مولیٰ قدس سرہ
۱۳۹	شیخ ابو بکر طوطوسی قدس سرہ	۱۲۳	شیخ ابوالقاسم حکیم سمرقندی قدس سرہ
۱۳۹	شیخ عبدالواحد سیاری قدس سرہ	۱۲۳	شیخ ابوالعباس سیاری قدس سرہ
۱۴۰	شیخ عبد اللہ بوقت قدس سرہ	۱۲۵	شیخ ابوالخیر قدس سرہ
۱۴۰	شیخ ابونصر سراج قدس سرہ	۱۲۷	شیخ ابو عمر زجاجی قدس سرہ
۱۴۱	شیخ ابوالقاسم روزی قدس سرہ	۱۲۷	شیخ جعفر خدی قدس سرہ
۱۴۲	شیخ ابو بکر کلا آبادی قدس سرہ	۱۲۸	شیخ ابوالحسن سخی قدس سرہ
۱۴۲	شیخ ابوالخیر حبشی قدس سرہ	۱۲۹	شیخ ابن حسین صوفی قدس سرہ
۱۴۳	شیخ ابراہیم منسوجی قدس سرہ	۱۳۰	شیخ عبد الملک بن علی قدس سرہ
۱۴۴	شیخ ابوالحسین بن شمعون قدس سرہ	۱۳۰	شیخ علی بن حسین قدس سرہ
۱۴۵	شیخ ابوطالب محمد قدس سرہ	۱۳۱	شیخ ابو بکر دتی قدس سرہ
۱۴۵	شیخ ابو بکر سوسی قدس سرہ	۱۳۱	شیخ میلان بن احمد قدس سرہ

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۱۴۲	شیخ علی گنج بخش لاہوری قدس سرہ	۱۴۶	شیخ سلطان شہکتین بادشاہ قدس سرہ
۱۴۶	شیخ ابوالقاسم قسیری قدس سرہ	۱۴۷	شیخ ابوالقاسم دینوری قدس سرہ
۱۴۶	شیخ الاسلام عبداللہ انصاری قدس سرہ	۱۴۷	خواجہ یحییٰ بن عمار قدس سرہ
۱۴۷	شیخ ابوجہد اللہ حمیدی قدس سرہ	۱۴۸	شیخ ابوعلی دقاق قدس سرہ
۱۴۷	شیخ ابوالحسن بخاری قدس سرہ	۱۴۹	ابوجہد الرحمان سلمیٰ قدس سرہ
۱۴۷	شیخ ابونصر ہروی قدس سرہ	۱۵۰	شیخ ابوسعید پالینی قدس سرہ
۱۴۹	امام غزالی طوسی قدس سرہ	۱۵۰	شیخ ابوالحسین تیموری قدس سرہ
۱۸۳	حکیم سنائی قدس سرہ	۱۵۱	شیخ ابواللہ طاقی قدس سرہ
۱۸۳	تاج العارفین ابوالوفاء قدس سرہ	۱۵۱	شیخ ابوجہد اللہ داتانی قدس سرہ
۱۸۶	خواجہ ابوجہد اللہ قدس سرہ	۱۵۲	شیخ ابومنصور اصفہانی قدس سرہ
۱۸۶	شیخ ابونصر احمد جام قدس سرہ	۱۵۲	مسعود غازی شہید قدس سرہ
۱۸۸	شیخ عبدالاول شعیب قدس سرہ	۱۶۱	شیخ ابوعلی سیاه قدس سرہ
۱۸۹	شیخ عبدی بن مسافر قدس سرہ	۱۶۲	شیخ ابواسحاق قدس سرہ
۱۸۹	شیخ ماجد گروی قدس سرہ	۱۶۵	شیخ ابومنصور قدس سرہ
۱۹۰	شیخ سخی سرور سلطان قدس سرہ	۱۶۶	شیخ احمد قادری قدس سرہ
۱۹۳	شیخ شہاب الدین مقتول قدس سرہ	۱۶۶	شیخ ابوسعید بن ابوالخیر قدس سرہ
۱۹۵	شیخ عبدالرحیم مغربی قدس سرہ	۱۶۹	شیخ ابوجہد اللہ ماکو قدس سرہ
۱۹۵	شیخ نظام الدین گنجوی قدس سرہ	۱۶۹	شیخ اسماعیل لاہوری قدس سرہ
۱۹۷	شیخ عبداللہ قریشی قدس سرہ	۱۷۰	شیخ ابوالحسن علی قدس سرہ
۱۹۷	سید حسین زنجانی قدس سرہ	۱۷۱	شیخ ابوالفضل قدس سرہ

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۲۴۰	شیخ سعد الدین جموی قدس سرہ	۱۹۸	سید احمد توختہ قدس سرہ
۲۴۱	شیخ ابولغیث جمیل مینی قدس سرہ	۱۹۹	صدر دیوان لاہوری قدس سرہ
۲۴۲	شیخ ابوالحسن شافعی رحمۃ اللہ علیہ	۲۰۰	شیخ روز بہان صیفی بقی شیرازی قدس سرہ
۲۴۳	شیخ نجم الدین رازی قدس سرہ	۲۰۱	شیخ ابولاسحاق اعراب قدس سرہ
۲۴۴	عین الزمان جمال گیلی قدس سرہ	۲۰۲	سید امیر حسین خٹک سوار قدس سرہ
۲۴۵	شیخ سیف الدین باغزی قدس سرہ	۲۰۳	شیخ عزیز الدین مکی لاہوری قدس سرہ
۲۴۶	شیخ زاہدی قدس سرہ	۲۰۴	شیخ ابوالحسن گردویہ قدس سرہ
۲۴۶	حضرت سید مٹھہ لاہوری قدس سرہ	۲۰۴	شیخ مجدد الدین بغدادی قدس سرہ
۲۴۷	خواجہ عزیز کی کہ کی قدس سرہ	۲۰۷	شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ
۲۴۷	شیخ جمال الدین احمد حورکانی قدس سرہ	۲۱۰	شیخ یونس بن شیخ یوسف شیبانی قدس سرہ
۲۴۸	مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ	۲۱۰	شیخ علی ادیس یعقوبی قدس سرہ
۲۵۰	شیخ حسام الدین چلیپی قدس سرہ	<h2>مقالہ صوفیائے ششم صدی ہجری</h2>	
۲۵۳	قاضی بیضادی قدس سرہ		
۲۵۳	شیخ عبداللہ طیبانی قدس سرہ	۲۲۶	شیخ فرید الدین عطار قدس سرہ
۲۵۴	شیخ یسین مغربی حجام قدس سرہ	۲۲۸	شیخ بہاء الدین قدس سرہ
۲۵۴	شیخ عقیف الدین تامسانی قدس سرہ	۲۲۹	شیخ زین العاض الجموی لمصوی قدس سرہ
۲۵۴	شیخ نور الدین عبدالرحمان سفرائی کشمیری	۲۳۰	شیخ اوصد الدین کرمانی قدس سرہ
۲۵۵	نور الدین ملک یار پیران قدس سرہ	۲۳۴	شیخ صوفی بدہنی قدس سرہ
۲۵۶	شیخ ابو محمد مرجان قدس سرہ	۲۳۵	شیخ رضی الدین علی لالا قدس سرہ
۲۵۶	شیخ ابو عبداللہ ابن مقرب اندلی	۲۳۶	شیخ شمس الدین تبریزی قدس سرہ

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۲۶۶	شیخ مظفر بلخی قدس سرہ	۲۵۷	قطب الدین علامہ قدس سرہ
۲۶۸	مولانا زاہد مرغابی قدس سرہ	۲۵۷	شیخ حافظ الدین نسفی قدس سرہ
۲۶۹	خواجہ شمس الدین حافظ شیرازی قدس سرہ	۲۵۸	شیخ سلطان ولد قدس سرہ
۲۸۱	مولانا ظہیر الدین خلوتی قدس سرہ	۲۵۸	شیخ سلطان ترکمان قدس سرہ
۲۸۱	شیخ جنجندی قدس سرہ	۲۵۹	شیخ بدر الدین اسحاق سمرقندی قدس سرہ
۲۸۴	مولانا سعد الدین تفتازانی قدس سرہ	۲۵۹	شیخ نجم الدین صفہانی قدس سرہ
۲۸۲	مولانا محمد شربین قدس سرہ	۲۶۰	شیخ رکن الدین فردوسی قدس سرہ
۲۸۳	شیخ میر محمد ہمدانی قدس سرہ	۲۶۱	حضرت فرید الدین بلبل شاہ کشمیری
۲۸۵	پیر سید شریف علامہ جرجانی قدس سرہ	۲۶۳	شیخ نجیب الدین فردوسی
۲۸۵	شیخ عبداللہ شطاری علیہ رحمۃ	۲۶۳	شیخ حسن محمد تمینی قدس سرہ
۲۸۸	شیخ علی پیر گجراتی قدس سرہ	۲۶۳	شیخ شمس الدین صفی الموسوی
۲۸۹	شیخ علی بن احمد ہمایمی قدس سرہ	۲۶۴	شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی قدس سرہ
۲۸۹	شاہ قاسم انوار قدس سرہ	۲۶۵	شیخ اوصد الدین لاصفہانی قدس سرہ
۲۸۹	شیخ زین الدین خوانی قدس سرہ	۲۶۵	شیخ ہیبت اللہ بازربی قدس سرہ
۲۹۰	شیخ بدیع الدین مدار کشمیری	۲۶۵	شیخ اسحاق مغربی قدس سرہ
۲۹۲	حضرت شیخ نور الدین ولی قدس سرہ	۲۶۶	شیخ نجم الدین الامکانی قدس سرہ
۲۹۴	شیخ بہاد الدین گنج شکر قدس سرہ	۲۶۶	شیخ محمد زاہد مرغابی قدس سرہ
۲۹۵	شیخ احمد کھنوق قدس سرہ	۲۶۷	شیخ شرف الدین یحییٰ منیری قدس سرہ
۳۰۱	شیخ جمال گوہر قدس سرہ	۲۶۸	شیخ اسحاق گادرونی المشہور بپیر بادشاہ
۳۰۲	مولانا جلال الدین پورانی قدس سرہ	۲۷۰	سید علی ہمدانی قدس سرہ

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۳۲۰	سید خیات الدین گیلانی قدس سرہ	۳۰۳	شیخ بلال الدین کشمیری قدس سرہ
۳۲۱	مولانا درویش واعظ قدس سرہ	۳۰۴	خواجہ شمس الدین محمد کوسوی قدس سرہ
۳۲۱	شیخ وجیبہ الدین گجراتی قدس سرہ	۳۰۵	مولانا جلال الدین محلی قدس سرہ
۳۲۲	بابا ولی کشمیری قدس سرہ	۳۰۶	مولانا علی توشیحی قدس سرہ
۳۲۳	شیخ یعقوب صوفی کشمیری قدس سرہ	۳۰۶	سید محمد امین بابا ریشی قدس سرہ
۳۲۴	سید محمد غوث گیلانی قدس سرہ	۳۰۸	شیخ محمد میرک قدس سرہ
۳۲۴	سید عبدالحق جامی قدس سرہ	۳۰۹	شیخ علی صوفی قدس سرہ
۳۲۶	میر محمد بن احمد کشمیری قدس سرہ	۳۰۹	مولانا حسین واعظ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ
۳۲۶	سید محمد کشمیری قدس سرہ	۳۱۰	شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
۳۲۸	مولانا محمد کمال کشمیری قدس سرہ	۳۱۱	شاہ احمد شرعی قدس سرہ
۳۲۹	مولانا شاہ گدا کشمیری قدس سرہ	۳۱۱	ملک زین الدین قدس سرہ
۳۲۹	شیخ حبیب اللہ نوشہروی قدس سرہ	۳۱۲	شیخ یوسف قتال قدس سرہ
۳۳۰	شیخ موسیٰ بلدمیری قدس سرہ	۳۱۳	مولانا شعیب قدس سرہ
۳۳۱	شیخ محمد شریف کشمیری قدس سرہ	۳۱۳	شاہ جلال الدین شیرازی قدس سرہ
۳۳۲	شاہ نعمت اللہ حصاری قدس سرہ	۳۱۴	شیخ سلیمان بن عفان دہلوی قدس سرہ
۳۳۲	سید قاسم حقانی قدس سرہ	۳۱۵	شیخ حسین خوارزمی قدس سرہ
۳۳۳	خواجہ زین الدین ڈار قدس سرہ	۳۱۵	سید رفیع الدین صفوی قدس سرہ
۳۳۳	شیخ پیر میرٹھی شطاری	۳۱۶	سید عبد الوہاب حمید قدس سرہ
۳۳۴	شیخ ناظر اکبر آبادی	۳۱۶	سید محمد غوث گوالیاری علیہ الرحمۃ
۳۳۴	شیخ محب اللہ اکبر آبادی قدس سرہ	۳۱۸	بابا قدس کشمیری قدس سرہ

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۳۵۰	خواجہ عبدالرحیم کشمیری قدس سرہ	۳۳۶	شیخ بابا علی کشمیری قدس سرہ
۳۵۰	مرزا حیات بیگ کشمیری قدس سرہ	۳۳۷	میر صالح الکشفی قدس سرہ
۳۵۱	شیخ حسین بکلی قدس سرہ	۳۳۷	مولانا محمد بن فاروقی جوپوری
۳۵۱	قاضی حیدر کشمیری قدس سرہ	۳۳۸	شیخ مجتبیٰ شطاری قدس سرہ
۳۵۲	مولانا عنایت اللہ قدس سرہ	۳۳۸	شیخ ساقی اکبر آبادی قدس سرہ
۳۵۳	حکیم عنایت اللہ قدس سرہ	۳۳۸	مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی قدس سرہ
۳۵۳	سلطان میر جو کشمیری قدس سرہ	۳۳۹	خواجہ محمد نیازی قدس سرہ
۳۵۴	میر ابو الفتح کشمیری قدس سرہ	۳۴۰	شیخ سرمد دہلوی قدس سرہ
۳۵۴	شیخ محمد کشمیری قدس سرہ	۳۴۰	شیخ داؤد بلندالو کشمیری قدس سرہ
۳۵۴	قاضی دولت بخاری قدس سرہ	۳۴۱	سید شاہ گدا حسینی قدس سرہ
۳۵۵	شیخ احمد جویون فاضل قدس سرہ	۳۴۲	شیخ نجم الدین ریشی قدس سرہ
۳۵۶	شیخ مرزا کامل کشمیری قدس سرہ	۳۴۳	میر محمد علی کشمیری قدس سرہ
۳۵۶	شیخ عبداللطیف قادری قدس سرہ	۳۴۴	شاہ نور الحق دہلوی قدس سرہ
۳۵۷	میر شرف الدین قادری قدس سرہ	۳۴۵	بابا زاہد ناگامو کشمیری قدس سرہ
۳۵۷	میر محمد ہاشم گیلانی قدس سرہ	۳۴۵	سید حمید بن عبدالقادر جیلانی قدس سرہ
۳۵۸	مولانا علی اصغر قدس سرہ	۳۴۶	خواجہ ابو الفتح کشمیری قدس سرہ
۳۵۹	بابا محمد ہمدی قدس سرہ	۳۴۷	مولانا محمد امین کافی قدس سرہ
۳۵۹	فتح شاہ لاہوری قدس سرہ	۳۴۸	میرزا جو کشمیری قدس سرہ
۳۶۰	شیخ محمد اسماعیل کشمیری قدس سرہ	۳۴۸	شاہ محمد کشمیری قدس سرہ
۳۶۱	خواجہ ایوب لاہوری قدس سرہ	۳۴۹	بابا عثمان کشمیری قدس سرہ

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۳۸۸	مفتی غلام محمد لاہوری قدس سرہ	۳۶۳	عبد الباقی کشمیری قدس سرہ
۳۹۲	شیخ احمد شاہ کشمیری قدس سرہ	۳۶۴	مولانا رستم علی قنوجی قدس سرہ
		۳۶۵	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ
		۳۶۵	میر محمد یعقوب لاہوری قدس سرہ
۳۹۳	مخزن مفتی	۳۶۶	شیخ عبد الخالق اویسی قدس سرہ
		۳۶۹	محکم الدین صاحب سیر قدس سرہ
۳۹۵	اہبات المؤمنین رضی اللہ عنہم	۳۷۴	سید شاہ حسین لاہوری قدس سرہ
۳۹۶	حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا	۳۷۵	سید بجاون شاہ لاہوری قدس سرہ
۳۹۷	حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا	۳۷۸	مولوی غلام فرید لاہوری قدس سرہ
۳۹۷	حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	۳۷۸	مولوی عبد الباسط قدس سرہ
۳۹۸	حضرت سودہ رضی اللہ عنہا	۳۷۹	مفتی رحیم اللہ لاہوری قدس سرہ
۳۹۹	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا	۳۸۰	نور حسین قادری قدس سرہ
۳۹۹	حضرت جیبہ رضی اللہ عنہا	۳۸۱	شاہ عبد العزیز دہلوی قدس سرہ
۴۰۰	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا	۳۸۳	سلطان بالادین اویسی قدس سرہ
۴۰۰	حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا	۳۸۳	مولانا عبد القادر دہلوی قدس سرہ
۴۰۱	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	۳۸۴	مولوی محمد ولی اللہ قدس سرہ
۴۰۳	حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا	۳۸۴	مولانا غلام رسول لاہوری قدس سرہ
۴۰۳	حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا	۳۸۶	قاضی عبد السلام بداولی قدس سرہ
۴۰۳	نبات الرسول رضی اللہ عنہم	۳۸۶	مولانا محمد اسحاق دہلوی قدس سرہ
۴۰۳	حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا	۳۸۷	مولانا غلام اللہ لاہوری قدس سرہ
۴۰۴	حضرت زینب رضی اللہ عنہا		

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۴۲۵	بی بی فاطمہ واعظہ قدس سرہا	۴۰۴	حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا
۴۲۵	بی بی فاطمہ بنت نصر قدس سرہا	۴۰۵	حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا
۴۲۵	بی بی سارہ قدس سرہا		
۴۲۶	بی بی فاطمہ سام قدس سرہا	۴۰۶	عارفات صالحات
۴۲۷	بی بی قرسم قدس سرہا		
۴۲۸	بی بی زینجا قدس سرہا	۴۰۶	بی بی زابدہ قدس سرہا
۴۲۹	بی بی اولیاء قدس سرہا	۴۰۸	بی بی حاج و تاج پاکد امنان لاہور
۴۲۹	بی بی راستی قدس سرہا	۴۱۰	بی بی شعوانہ عجمی قدس سرہا
۴۳۰	بی بی لکھ کشمیری قدس سرہا	۴۱۱	بی بی غفیرہ قدس سرہا
۴۳۲	بی بی فاطمہ گیلا نیہ قدس سرہا	۴۱۱	بی بی رابعہ قدس سرہا
۴۳۳	بی بی جمال خاتون قدس سرہا	۴۱۷	بی بی نفیسہ قدس سرہا
	مجدوبان اسلام	۴۱۷	بی بی فاطمہ نیشاپوری قدس سرہا
۴۳۵	سرننگا مجذوب قدس سرہا	۴۱۸	بی بی تحفہ قدس سرہا
۴۳۷	سہو بہن مجذوب قدس سرہا	۴۲۱	بی بی ام محمد قدس سرہا
۴۳۸	حسن مجذوب قدس سرہا	۴۲۲	بی بی امتہ الواحد قدس سرہا
۴۳۸	الہہ دین مجذوب قدس سرہا	۴۲۲	بی بی امتہ الاسلام قدس سرہا
۴۳۹	مخروف مجذوب قدس سرہا	۴۲۳	بی بی سمیونہ الواعظہ قدس سرہا
۴۴۰	منصور مجذوب قدس سرہا	۴۲۳	بی بی ام محمد قدس سرہا
۴۴۰	علاء الدین مجذوب قدس سرہا	۴۲۴	بی بی سیدہ خدیجہ قدس سرہا
۴۴۱		۴۲۴	بی بی کریمہ مروزیہ قدس سرہا

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۴۵۰	شاہ فیروز مجذوب قدس سرہ	۴۴۱	شیخ حسن بودلہ مجذوب قدس سرہ
۴۵۰	بابا خورشیدی مجذوب قدس سرہ	۴۴۲	شاہ ابوالغیث قدس سرہ
۴۵۱	درویش محمد مجذوب قدس سرہ	۴۴۳	شاہ عبداللہ ابدال قدس سرہ
۴۵۲	سٹھا مجذوب قدس سرہ	۴۴۴	بابن مجذوب قدس سرہ
۴۵۲	شاہ عبداللہ مجذوب قدس سرہ	۴۴۵	بابا کپور مجذوب قدس سرہ
۴۵۳	نانو مجذوب قدس سرہ	۴۴۶	صونگر مجذوب قدس سرہ
۴۵۳	حافظ طاہر مجذوب قدس سرہ	۴۴۶	یوسف مجذوب قدس سرہ
۴۵۴	معصوم شاہ لاہوری قدس سرہ	۴۴۶	جلیتی شاہ مجذوب قدس سرہ
۴۵۶	مستقیم شاہ لاہوری قدس سرہ		محمد یوسف مجذوب قدس سرہ
۴۵۶	تاجی شاہ مجذوب قدس سرہ	۴۴۷	شاہ بدیع الدین قدس سرہ
۴۵۶	نظام شاہ مجذوب قدس سرہ	۴۴۸	داؤد مجذوب قدس سرہ
۴۶۰	ستان شاہ لاہوری قدس سرہ	۴۴۹	محمد یوسف مجذوب قدس سرہ
		۴۴۹	شاہ مرتضیٰ مجذوب قدس سرہ
۴۶۳	خاتمہ الکتاب	۴۵۰	شاہ دنا مجذوب قدس سرہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صوفیاء سلاسل مختلفہ

حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ

جناب رسالتنا ب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے بعد سر دفتر اولیاء اللہ حضرت سہیل مینی المعروف اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی آتا ہے آپ کی فصیلت کے لئے یہ دلیل بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ آپ سرکارِ دو عالم کے عاشق بنا رہے تھے۔ آپ نے حضور کے دیدار پر انوار کے بغیر اور خدمت اقدس میں حاضر ہونے بغیر ہی دولت ایمان اور عظمت اسلام حاصل کی۔

حضرت خواجہ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تذکرۃ الاولیاء میں فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات یمن کی طرف منہ کر کے فرمایا کرتے۔ اِنِّیْ لَا جِدُّ لِنَفْسِیْ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبْلِیْ یَمِّنْ ط (مجھے یمن کی طرف سے اللہ کی خوشبو آتی ہے) حضور فرمایا کرتے قیامت کے دن حضرت اویس قرنی کی شکل میں ستر ہزار فرشتوں کا مجمع آپ کو اپنی جلو میں لے کر جنت میں داخل ہوگا تاکہ اس عاشق نبی کو کوئی پہچان نہ سکے۔

شہزادہ داراشکوہ اپنی تصنیف سفینۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ آپ کا اسم گرامی اویس تھا نجد کے قبیلہ قرن سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ دو وجوہ کی بنا پر اپنے محبوب جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے ایک تو آپ کی والدہ ماجدہ ضعیف تھیں۔ آپ اپنی خدمت

میں حاضر رہتے دوسرے حضور کے عشق میں غلبہ حال اور مغلوب الاحوال رہتے ضروریات زندگی شتربانی سے پوری کرتے۔ جو کچھ کھاتے والدہ کی خدمت میں لار کھتے۔ جو بیچ باتا غریبوں میں بانٹ دیتے۔ آپ نے جنگ احد میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک کی شہادت کی خبر سنی۔ تو تفصیل معلوم نہ کر سکے کہ کون سا دانت شہید ہوا تھا۔ غلبہ محبت میں اپنے سارے دانت توڑ ڈالے۔ حضور سرور دو عالم نے اپنی رحلت سے پہلے حضرت علی اور عمر رضی اللہ عنہما کو وصیت فرمائی۔ کہ میرا مرقع میرے اویس قرنی کے پاس لے جانا۔ اور میرا سلام پہنچانا۔ اور میری امت کے لئے دعا طلب کرنا۔ کیونکہ اویس کی دعا میری امت کے لئے مقبول ہوگی۔ جب آپ لوگ یمن میں جاؤ گے۔ تو اویس کو تیرا نون کے درمیان بیٹھا پاؤ گے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمر اور حضرت علی دونوں قبیلہ قرن میں گئے۔ لوگوں سے پوچھا کہ آپ لوگوں میں نجد کا رہنے والا کوئی شخص ہے۔ اس کا نام اویس ہے۔ لوگوں نے بتایا۔ ہاں۔ ایک دیوانہ آدمی عام لوگوں سے علیحدہ بیٹھا رہتا ہے۔ وادی عرنہ میں شتربانی کرتا ہے۔ دونوں حضرات وادی عرنہ میں پہنچے۔ دیکھا کہ آپ نماز میں مشغول ہیں اور آپ کے اونٹوں کی نگہبانی پر فرشتے مامور ہیں۔ صحابہ کے قدموں کی آواز آپ کے کانوں میں آئی تو آپ نے سجدے سے سر اٹھایا صحابہ نے حضور کا سلام پہنچایا۔ جواب میں کہا۔ وعلیکم السلام یا اصحاب وانبائے رسول اللہ! دونوں حضرت اویس کے سامنے بیٹھ گئے حضور کا مرقع مبارک دیا۔ امت محمدیہ کے لئے دعا، مغفرت طلب کی حضرت اویس نے مرقع اٹھایا۔ چونا اور سبز سجود ہو گئے۔ اور روتے ہوتے کہنے لگے۔ اے اللہ کے محبوب کا مرقع اس وقت تک نہیں پہنوں گا جب تک امت محمدیہ نہ بخش جائے، تیرے محبوب نے یہ کام میرے ذمہ لگا دیا ہے۔ غائب سے آواز آئی۔ اتنے ہزار افراد امت تمہارے لئے بخش دیئے گئے۔ اویس نے کہا۔ میں تو سب کی مغفرت کا طلب گار ہوں۔ آواز آئی اتنے ہزار مزید بخش دیئے گئے مگر آپ اصرار کرتے رہے۔ حتیٰ کہ آواز آئی تمہاری التجا پر اتنی امت محمدیہ بخش دی گئی جتنی تعداد میں نبی ربیع اور بنی مضر کی بکریوں کے بدنوں کے بال ہیں

حضرت اویس رضی اللہ عنہ یہ بشارت پا کر بجد سے سے اٹھے۔ مرقع پہنا اور حضرت علیؓ اور عمر رضی اللہ عنہما کو اللہ کی رحمت سے آگاہ کیا۔ یاد رہے کہ بنی ربیع اور بنی مضر دوائے قبائل تھے جو کوفے میں لاتعداد بکریوں اور بھیڑوں کے مالک تھے۔ یہ بھیڑ بکریاں اپنے بالوں کی کثرت کی وجہ سے سارے عرب میں مشہور تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اویس کی دعا کی برکت اس صدی کی ساری امت کے علاوہ اتنی تعداد میں امت محمدیہ بخش دی تھی۔

ہرم بن خبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی شفاعت کا مقام معلوم کیا تو بذات خود کوفہ میں پہنچا تاکہ ان بھیڑ بکریوں کی تعداد دیکھ سکوں۔ حضرت اویس قرنی کے متعلق معلوم کیا تو لوگوں نے مجھے بتایا کہ وہ دریائے فرات کے کنارے پڑیٹھے ہیں۔ میں وہاں پہنچا تو آپ کو کپڑے دھوتے دیکھا۔ میں نے پہچان لیا۔ سلام عرض کیا جو اب میں آپ نے وعلیکم السلام کہا۔ میں نے آگے بڑھ کر دست بوسی کی۔ آپ کی کمزوری کی وجہ سے مجھے اتنا خیال آیا کہ میں رونے لگا۔ آپ نے مجھے تسلی دی۔ اور فرمایا: حیاک اللہ یا ہرم۔ اے ہرم اللہ تجھے عمر دے۔ تم یہاں کیسے آئے ہو اور مجھے کیسے پہچانا ہے۔ میں نے بتایا کہ جس طرح آپ نے مجھے پہچان لیا ہے۔ دراصل میری روح نے آپ کو پہچان لیا ہے۔ کیونکہ دونوں کی رگوں کو ایک دوسرے سے آشنائی ہوتی ہے۔ میں نے کہا: اگر اجازت ہو تو میں کچھ عرصہ آپ کے زیر سایہ گزاروں۔ آپ نے فرمایا: جلاؤ! اور اللہ کے ذکر کے سلسلے میں رہو۔ میں نے گزارش کی: کوئی نصیحت فرمائیں۔ فرمایا: جب سونے لگو تو موت کو اپنے سر ہانے کے نیچے خیال کرو۔ جب اٹھو تو اپنے سانس کھڑی پاؤ۔ تم جانتے ہو تمہارے والد فوت ہوئے۔ حضرت آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، داؤد اور میری آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اسی موت کے ہاتھوں اللہ کے پاس پہنچے ہیں۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر جو خلفاء رسول تھے فوت ہو گئے۔ میں نے یہ بات سن کر کہا: اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ کیا امیر المومنین حضرت عمرؓ فوت ہو گئے ہیں؟ آپ نے فرمایا: مجھے اللہ نے خبر دی ہے کہ حضرت عمرؓ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ بعد میں جب میں مدینہ پہنچا تو مجھے اس خبر کی تصدیق ہو گئی۔

ایک وقت ایسا آیا کہ حضرت اویس رضی اللہ عنہ کو تین روز تک کھانے کو کچھ نہ ملا۔ چوتھے روز آپ باہر نکلے تو راستے میں سونے کا ایک دینار پڑا پایا۔ آپ نے نہ اٹھایا۔ اور صحرا و بیابان کو نکل گئے۔ اور چاہا کہ درختوں کے پتوں سے پیٹ بھریں صحرا میں ایک بکری کو دیکھا کہ منہ میں ایک روٹی دبانے آپ کی طرف دوڑی چلی آرہی ہے۔ آپ کے سامنے آکر رک گئی۔ حضرت اویس نے سوچا کہ یہ بکری غالباً اپنے مالک کی روٹی اٹھالائی ہے۔ اس کے منہ سے روٹی کھینچنا اچھی بات نہیں بکری نے زبان حال سے کہا میں اللہ کے بندوں میں سے ایک ہوں۔ یہ روٹی آپ کے لئے لائی ہوں۔ آپ نے منہ سے روٹی پکڑی تو بکری اسی وقت غائب ہو گئی۔

کشف المحجوب کے مولف نے لکھا ہے کہ حضرت اویس قرنی عمر کے آخری دنوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملے کچھ دن آپ کی خدمت میں رہے۔ پھر جنگ صفین میں شریک ہوئے اور حضرت علی کے زیر قیادت شہادت کے مرتبہ کو پہنچے بعض اجاب نے آپ کے لئے قبر تیار کی۔ مگر سامی کی جگہ ایک سخت پتھر آگیا۔ جسے کاٹنا مشکل تھا۔ مگر غائب سے پتھر میں تمکات پڑ گیا۔ اور آپ کے لئے لحد بن گئی۔ آپ کے کفن کے لئے کپڑے کی تلاش ہوئی تو آپ کے صندوقے کو کھولا گیا تو کفن کا کپڑا پایا گیا۔ مگر اسے کسی انسانی ہاتھ نے نہیں بنا تھا۔ اسی کفن میں آپ کو دفن کیا گیا۔

حضرت اویس قرنی نے نوم رجب المرجب ۳۲ھ کو وفات پائی۔ مگر امام عبد اللہ رضی اللہ عنہ اریاض میں ۳۹ھ اور صاحب مجز الواصلین نے ۳۹ھ سال وصال لکھا ہے۔

تاریخ وصال : شاہ دور زمن اویس قرن - گل باغ مین اویس قرن

رفت چوں از جہاں بغر و جلال - گشت زاہد حبیب سال وصال

ہادی بود - زاہد ہادی - سرور حبیب - ہادی واحد - ہادی ادیب - تاریخہا وصال ہیں

آپ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق جاننا زاہد

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ :- رفیق و ساز تھے جلیل القدر صحابہ رسول میں شمار

ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کی دعائے سے آپ کو بے پناہ قوت حافظہ عطا فرمائی۔ یہ بات سن

لیتے دماغ میں نقش ہو جاتی۔ آپ کو حفظ صحابہ کا خطاب ملا تھا۔ آپ اصحاب صفہ میں سے تھے ایک دن آپ بلی کا بچہ لے حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے حضور نے محبت سے ابو ہریرہ (بلی کا باپ) کا خطاب دیا۔ حضور کے وصال کے بعد آپ کی زبان سے ہزاروں احادیث نبویہ روایت کی گئیں۔ رضی اللہ عنہ۔

آپ کا وصال ۵۷ھ یا ۵۹ھ میں ہوا۔

سالِ ترحیل اوزمہدی ہو۔ گر تو خواہی دوبار حسامی گو

جلوہ احد - زیب ابدال - پاک دل - مجید - محب سے سن تاریخ برآمد ہوتا ہے۔

آپ کی والدہ ماجدہ ام الفضل

۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ :- تھیں جو ام المومنین حضرت

میمونہ رضی اللہ عنہا کی سگی ہمشیرہ تھیں۔ حضور آپ کو بہت پیار فرماتے۔ اور بار بار ان کے حق میں دعا فرمائی اَللّٰهُمَّ عَلِّمِ الْحِكْمَةَ دَاوُدَ الْكَلْبِ عَطَا فَرَمَا اس دعا کی کیا اثر سے آپ کو تاویل القرآن کا علم نصیب ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد قرآن کی تفسیر آپ ہی بیان فرمایا کرتے۔ آپ کے علم حدیث اور تفسیر سے دنیا عرب نے دامن مراد بھرا۔

آپ بن چونسٹھ ۶۴ھ میں فوت ہوئے۔ مدفون کرنے کے بعد لوگ اپنے گھر میں کو

آنے لگے تو غیب سے آواز آئی يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً

اور تحالِ پاک اوبے گفت گو۔ زیب آدم ہست آں پاکیزہ رو

نیز جانبا ز جلال لے نیک خو۔ زاہد والی و گرط الب حبیب

آپ کی کنیت عبدالرحمان تھی بستانم

حضرت عبداللہ بن عمر الخطاب رضی اللہ عنہ :- کے اعظم محدثین میں تھے بہ کثرت

صدقات میں معروف تھے وفات ۳۲ھ میں ہوئی۔

جناب شاہ عبداللہ عالی - کہ ذاتِ او براہِ حق دلیل ست

سالِ رحلتش شد سوزِ تاریخ - محبِ پاک - گنجِ ست و جلیل است

جلیل القدر صحابی رسول تھے

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

ساتھ انیس غزوات میں شریک رہے حضور کے وصال کے بعد آپ نے اکثر احادیث روایت کی ہیں آپ کا وصال ۳۲ھ میں ہوا۔

زیب انصار جابر عبداللہ - رفت چوں از جہاں بدار جنان

سالِ تاریخِ رحلتش سرور - گفت سید بگو جمالِ سخوان

آپ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے

حضرت مالک دینار رضی اللہ عنہ :- ہم مجلس اور محبت تھے صوفیاء میں ممتاز

مقام رکھتے ہیں۔ اگرچہ غلام زادے تھے مگر دو جہان کی خواہشات سے آزاد تھے۔

ایک بار حضرت مالک رضی اللہ عنہ کشتی میں سفر سمندر کر رہے تھے۔ سمندر کے درمیان

پہنچ کر ملاحوں نے مسافروں سے کرایہ وصول کرنا شروع کیا حضرت مالک کے پاس کرایہ نہیں

تھا ملاحوں نے لڑنا جھگڑنا شروع کیا۔ اور حضرت مالک کو اتنا مارا کہ آپ بے ہوش ہو گئے ہوش

میں آئے تو پھر کرایہ کا مطالبہ کرنے لگے اور دھمکی دی کہ اگر تم کرایہ ادا نہ کرو گے۔ تو تمہیں سمندر

میں پھینک دیا جائے گا۔ آپ نے سمندر پر ایک نگاہ ڈالی۔ تو پانی میں ایک ارتعاش پیدا ہوا

ہزاروں ٹھیلیاں اپنے مونہہ میں سونے کے دینار پکڑے ظاہر ہوئیں حضرت مالک نے ہاتھ

بڑھا کر ایک ٹھیلی کے منہ سے سونے کا دینار پکڑ کر ملاحوں کو دیا۔ ملاح اس صورت حال کو دیکھ

کر حیران و ششدر رہ گئے اور آپ کے قدموں میں آگرے۔ آپ چپ رہے۔ اور کشتی سے

باہر نکل کر پانی پر چلنے لگے۔ اسی دن سے آپ کا نام مالک دینار پڑ گیا۔

آپ کی توبہ کا واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دمشق میں ایک مسجد تعمیر کر دائی۔ اور بہت سی املاک مسجد کے لئے وقف کر دیں۔ اور امام مسجد کے لئے خاص وظیفہ مقرر کیا۔ حضرت مالک دینار کو لالچ نے آگھیرا۔ دل میں خیال آیا کہ اس مسجد کا متولی بنا جائے تو بہت سامان و دولت ہاتھ آجائے گا۔ چنانچہ ریاکاری کے طور پر مسجد کے ایک کونے میں معتکف ہو گئے اس طرح آپ کی پارسائی اور عبادت گزاری کی شہرت سارے شہر میں پھیل گئی۔ لوگوں نے حضرت مالک کو ہی مسجد کی امامت و تولیت کے لئے مقرر کرنے پر زور دیا۔ اس طرح ایک سال تک عبادت میں مشغول رہے صبح و شام عبادت کرتے رہتے بگراؤن کے دل سے آواز آئی کہ تم منافق ہو۔ ایک سال بعد اپنے حجرے سے باہر نکلے۔ تو غیب سے ایک آواز آئی۔ یا مالک! یا مالک۔ اَنْتَ لَا تَتُوبُ! (اے مالک وہ کب وقت آئے گا کہ تو توبہ کرے گا؟) یہ آواز سنتے ہی عالم حیرت میں حجرہ میں واپس آگئے۔ اور پھر خلوص دل کے ساتھ عبادت کرنے لگے۔ دوسرے دن شہر کے لوگ مسجد میں جمع ہو گئے۔ اور سابقہ امام مسجد کے خلاف ایک تہمت لگاتے ہوئے شور و غل کرنے لگے۔ اور اسے نہایت بے عزت کر کے مسجد سے نکال دیا۔ حضرت امام مالک سے التجا کی کہ وہ مسجد کی امامت قبول فرمائیں۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ۔ پورا ایک سال منافقانہ عبادت کرتا رہا ہوں۔ کسی نے بات تک نہیں کی۔ ایک دن خلوص دل سے سر بہ سجدہ ہوا ہوں۔ تو لوگ مجھے امامت اور تولیت کے لئے منتخب کر رہے ہیں۔ لوگوں کو کہا سجدہ میں یہ کام نہیں کروں گا۔ مسجد کے حجرے سے نکلے۔ اور صحرا و بیابان میں جا کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہو گئے۔

ایک دفعہ حضرت مالک دینار ایک دہریے سے مناظرہ کرنے لگے۔ یہ مناظرہ طویل ہوا تو حکام وقت نے فیصلہ کیا کہ دونوں کا ہاتھ ایک دوسرے کے ہاتھ کے ساتھ باندھ دیا جائے۔ اور دونوں کو آگ میں پھینک دیا جائے جو جل جائے وہ جھوٹا ہے ایسا ہی کیا گیا دونوں میں سے کسی ایک کو کوئی تکلیف نہ پہنچی تھی کہ آگ ٹھنڈی ہو گئی حضرت مالک

بڑے افسردہ ہوئے۔ گھر گئے۔ سجدہ میں سر رکھ کر روئے کہ اللہ میں اس دہریے بے دین کے برابر ہو گیا۔ آواز آئی کہ اس بات سے افسردہ خاطر نہ ہونا۔ دراصل دہریے کا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں تھا جس کی وجہ سے آگ ٹھنڈی ہو گئی۔ اگر وہ اکیلا آگ میں آتا تو جل کر خاک ہو جاتا۔ ایک دن حضرت مالک دینار بیماری کے عالم میں بازار سے گزر رہے تھے۔ آپ سے چلا نہیں جاتا تھا۔ ناگاہ امیر شہر کا وہاں سے گزر ہوا۔ اس کے ملازموں نے سب لوگوں کو ڈنڈے مار مار کر راستہ صاف کیا۔ ایک ملازم نے حضرت مالک کو بھی ایک ڈنڈا دے مارا۔ آپ نے فرمایا قطع اللہ بیک (اللہ تمہارے ہاتھ توڑ دے) دوسرے روز ہی اسے چوری کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔ اور اس کے ہاتھ کاٹ دیئے گئے۔ آپ کی وفات ۱۲۸ھ میں ہوئی۔ بعض تذکرہ نگاروں نے سال وفات ۱۳۴ھ لکھا ہے۔

جناب مالک دینار مالک دو جہاں - کہ میر مملکت و شاہ ملک دین آمد
 وصالش ہادی حق نیز زاہد عالی - جلال دین عزیز و دل حسین آمد
 ۱۲۸ ۱۲۸ ۱۲۸ ۱۲۸

آپ شیوخ طریقت میں صاحب صدق و صفا
 حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ :- مالک جو دو سخا اور حامل ہمت و مروت تھے۔
 خوارق و کرامات میں ممتاز اور بلند پایہ تھے۔ ابتدائی زندگی میں بڑے دولت مند تھے۔ اپنی دولت سو پر لگا دیا کرتے تھے۔ اور سود کی آمدنی سے ہی زندگی بسر کرتے۔ ایک دن ایک مقروض کے گھر گئے۔ تاکہ سودے آئیں۔ قرض دار تو گھر پر موجود نہ تھا۔ مگر اس کی بیوی موجود تھی۔ حبیب عجمی نے اس کی بیوی کو اصرار کیا کہ جب تک سود نہ وصول کروں۔ میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ اس عورت نے کہا۔ میرا خاوند موجود نہیں۔ اور گھر میں ایک بکری کے سوا کوئی چیز نہیں یہ بکری بھی آج چند مہانوں اور بچوں کے لئے ذبح کر دی ہے۔ ہاں۔ اس کے سری پائے موجود ہیں۔ اگر چاہو تو تمہیں دسے دوں حبیب اپنی سخت گیری اور حرص کے پیش نظر بکری کے سری و پائے لے آیا۔ اور گھر آ کر اپنی بیوی کو کہنے لگا۔ اسے بھون کر تیار کر دو۔ بیوی نے

کہا۔ آج تو گھر میں ایندھن بھی نہیں کس طرح تیار کروں۔ اسے یاد آیا کہ ایک لکڑہارا بھی اس کا مقروض ہے۔ اس کے پاس جا کر سود میں بکڑیاں لے آیا۔ اسی طرح ایک نانباتی سے سود میں پکی پکائی روٹیاں بھی لینے گیا۔ عورت نے سری پائے پکانے کے لئے ہانڈی چولہے پر رکھی آگ جلائی۔ تیار ہونے پر ایک برتن میں سالن ڈالا تو باہر سے کسی فقیر کی آواز آئی۔ کھانے کے لئے کچھ دو عورت نے بتایا کہ اس کا خاوند بھی آتا ہے تم انتظار کرو۔ تمہیں روٹی اور سالن ملے گا سائل ناامید ہو کر آگے چلا گیا۔ عورت نے برتن میں چھہ بلایا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ شور سے کی بجائے برتن میں خون تیر رہا ہے۔ خاوند گھر آیا تو عورت نے بتایا کہ تمہاری بد اعمالیوں کے منحوس اثر سے آج یہ واقعہ ہوا ہے۔ جبیب نے چھہ ہاتھ میں لے کر ہانڈی میں ڈالا تو واقعی ساری ہانڈی خون سے بھری نظر آئی۔ جبیب یہ واقعہ دیکھتے ہی سود کی کمائی سے تائب ہو گیا۔ اس واقعہ سے اسے ساری رات نیند نہ آئی۔ دوسرے دن اس نے ارادہ کر لیا کہ وہ اپنے قرض داروں سے صرف اصل مال لے گا۔ سود کا مطالبہ نہیں کرے گا۔

جمعہ کا دن تھا۔ راستے میں لڑکے گیند بلا کھیل رہے تھے۔ جبیب کو دیکھتے ہی کہنے لگے ہٹ جاؤ! جبیب سود خوار آرہا ہے۔ اس کا منحوس سایہ ہم پر نہ پڑے کہیں ہم بھی اس کی طرح بدبختی کا شکار نہ ہو جائیں۔ یہ بات سنتے ہی جبیب کا دل زخمی ہو گیا سوچنے لگا میں استفادہ بدبخت ہوں کہ شہر کے بچے بھی میرے سائے کو منحوس خیال کرتے ہیں۔ اسی وقت شہر کے معروف ولی اللہ حضرت خواجہ حسن بھری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ سود تو سود تمام قرض داروں کا اصل مال بھی معاف کرنے کا اعلان کر دیا اور اپنے گھر کو لوٹا۔ راستے میں لڑکوں کے ایک غول کو کھیلتے دیکھا۔ انہوں نے دیکھتے ہی کہا ہٹ جاؤ۔ جبیب آ رہے ہیں۔ یہ توبہ کر کے آتے ہیں ان کا ادب کرو۔ ایسا نہ ہو ہماری دھول ان پر پڑے اور ہم بے ادبی کے مرتکب ہوں۔ جبیب دل میں کہنے لگے سبحان اللہ! آج میں نے توبہ کی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے خیالات بدل دیئے ہیں۔ گھر پہنچے۔ تمام قرض داروں کو بلایا۔ اور

قرضہ معاف کرنے کے کاغذات تحریر کر دیئے گھر کا سارا ساز و سامان اس کی راہ میں تقسیم کر دیا۔
 حبیب اور اس کی بیوی کے پاس صرف تن کے کپڑے باقی رہ گئے۔ باقی زندگی دریلے فرات
 کے کنارے۔ ایک حجرے میں یاد الہی میں گزار دی۔

ایک دن حبیب عجمی کی بیوی نے تنگدستی اور فقر و فاقہ کی شکایت کی۔ اور مشورہ دیا کہ وہ
 گوشہ نشینی کی بجائے کچھ کمائے حبیب نے کہا۔ فکر نہ کرو۔ میں صبح سے مزدوری پر جاؤں گا۔ اور
 تمہارے لئے بہت کچھ کما کر لاؤں گا۔ دوسرے روز بھی ایک کونے میں جا کر سارا دن یاد الہی میں
 گزار دیا۔ رات کو بیوی نے مزدوری طلب کی تو آپ نے بتایا۔ کہ آج جس کی مزدوری کی ہے اس
 نے نقد نہیں دی۔ فکر نہ کرو کل لاؤں گا۔ وہ ایسا شخص ہے کہ بے طلب مزدوری ادا کر دیا کرتا ہے۔
 مجھے روزانہ طلب سے شرم محسوس ہوتی ہے۔ اب میں دس دن کے بعد مزدوری طلب کروں گا۔
 عورت نے بڑی تکلیف سے دس دن نکالے دسویں دن حبیب گھر کو آ رہے تھے۔ دل میں شرم رہے
 تھے۔ آج بھی خالی ہاتھ ہوں۔ بچوں کے لئے کیا لے کر جاؤں۔

اور اللہ تعالیٰ نے حبیب کے گھر ایک شخص کو بھیجا۔ جو ایک بوری آٹا اور ایک بھنی ہوئی بکری
 حبیب کی بیوی کو دے آیا۔ ایک اور شخص گھی اور شہد پہنچا آیا اور ایک اور شخص تیس ہزار دینار کی
 تھیلی دے کر کہنے لگا۔ کہ آپ کے غاوند جس شخص کے گھر مزدوری کرتے ہیں۔ اس نے ساری چیزیں
 بھیجی ہیں۔ اب حبیب کو کہہ دیں۔ کہ اگر وہ زیادہ محنت سے کام کرے گا۔ تو اسے زیادہ مزدوری دی
 جائے گی۔ رات کے وقت حبیب شرم سار خالی ہاتھ گھر لوٹے۔ اور اپنی بیوی کو جواب دینے کو کوئی بہانہ
 سمجھ میں نہ آ رہا تھا گھر سے مزے دار کھانے کی خوشبو آئی۔ بیوی خوش خوش سامنے آئی۔ کہ جس شخص
 کے پاس کام کرتے ہو وہ تو بڑا سخی ہے یہ چیزیں۔ اور اتنی رقم پہنچا کر کہہ گیا ہے۔ کہ اور محنت کرو۔
 زیادہ مزدوری ملے گی۔

ایک روز خواجہ حسن بھری رحمۃ اللہ علیہ حبیب عجمی کے گھر تشریف لائے حبیب نے آپ
 کی خدمت میں ایک روٹی اور نمک پیش کیا۔ خواجہ نے روٹی کھانی شروع کی تو دروازے پر ایک

سائل نے آواز دی۔ تو حبیب نے حضرت خواجہ کے دسترخوان سے نمکدانی اٹھائی اور سائل کو دے

دی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا۔ حبیب! تم علم نہیں پڑھے۔ اگر تمہیں علم ہوتا تو تم چاہتے کہ بہانہ کا حق کسی دوسرے کو نہیں دیا جاتا۔ اگر ایسی صورت پیش آئے تو ساری چیز دینے کی بجائے کچھ مقدار دے کر سائل کو راضی کرنا چاہیے۔ دونوں بزرگ یہ بات کہہ رہے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ ایک

غلام کھانوں سے سجا ہوا۔ ایک طباق اٹھائے اندر آیا اور ایک تھیلی جس میں دینار تھے۔ لاکر سامنے رکھ

دیتے۔ حضرت حبیب نے عرض کی۔ اتنا دکر کم! آپ کو علم تو تھا اگر یقین بھی ہوتا۔ تو کس قدر اچھی بات ہوتی

ایک دن حضرت خواجہ حسن بھری رحمۃ اللہ علیہ۔ شام کے وقت حبیب عجمی کے حجرے کے سامنے

سے گزرے دیکھا کہ شام کی نماز کے لئے حبیب نے تکبیر کہی ہے اور نماز میں مشغول ہو رہے ہیں خواجہ

حسن نے بھی آپ کی اقتداء میں نماز شروع کر دی۔ دورانِ قرأت حبیب عجمی نے سورۃ فاتحہ پڑھتے ہوئے

ہائے حطی کی آواز ہائے ہوز کی طرح نکالی جس طرح عام عجمی تمیز نہیں کرتے۔ نماز سے فارغ ہوئے۔

تو خواجہ حسن نے فرمایا غلط قرأت کرنے والے حبیب عجمی کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، کیونکہ اس طرح

تلاوت سے تو معنی بدل جاتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے نماز کا اعادہ کیا۔ رات کو خواب میں اللہ تعالیٰ

نے حضرت خواجہ حسن بھری کو فرمایا۔ تم میرے حبیب کے لفظوں کی وجہ نماز ٹوٹتے رہے ہو۔ کاش

تم اس کے دل کو بھی دیکھ لیتے کہ میرا کلام کس درد اور خلوص سے پڑھتا ہے۔

ایک دن حجاج بن یوسف نے حکم دیا کہ حسن بھری کو گرفتار کر کے میرے سامنے لایا جائے

تاکہ اس کا سر قلم کر دوں۔ حضرت خواجہ اپنے مکان سے بھاگ کر حبیب عجمی کے حجرے میں جا چھے۔

پاہی آپ کے حجرے تک گئے۔ اور حبیب سے پوچھا یہاں حسن تو نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ وہ

میرے حجرے میں نظر نہیں آتے۔ پاہی اندر گئے تو انہیں حسن نظر نہ آئے۔ باہر نکلے تو کہنے لگے حجاج

کو آپ کے بارے میں بڑا حسن اعتقاد ہے۔ مگر آپ بھوٹ بول رہے ہیں۔ ہم نے حسن کو ابھی ابھی

آپ کے حجرے میں داخل ہوتے دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ بات درست ہے۔ وہ ابھی ابھی

اندر داخل ہوا۔ مگر تمہیں نظر نہ آئے تو کیا کیا جائے۔ پاہی پھر اندر گئے مگر کچھ دکھائی نہ دیا۔ مایوس

واپس آئے اور چلے گئے حضرت حسن بصری کہنے لگے۔ جبیب تم نے تو مردا دیا تھا۔ یہ حق استاد ادا کر رہے ہو۔ کہ تم نے سپاہیوں کو رد کرنے کی بجائے اندر بھیج دیا۔ آپ نے فرمایا۔ استاد محرم میری است گونی آپ کی نجات کا باعث بن گئی تھی۔ اگر بھوٹ بولتا تو دونوں گرفتار کر لئے جاتے۔

ایک دن جبیب رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر میں بیٹھے تھے کہ میں سخت اندھیرا تھا۔ آپ کے ہاتھ سے سوتی گر پڑی۔ نور کی ایک شعاع ابھری سارا گھر روشن ہو گیا۔ جبیب نے سوتی اٹھائی اور اپنا کام کرنے لگے۔

تذکرہ نگاروں نے آپ کا سن وصال ۱۵۶ھ لکھا ہے مگر مخبر احوالین کے مصنف نے

۱۲۰ھ اور ۱۳۱ھ بھی لکھا ہے۔

۵ آں جبیب حنا جبیب اللہ - اہل صدق و صفا جبیب اللہ

ہست تاریخ رحلتش سور ہادی اولیا جبیب حنا

یوسف - محبوب زمان عالی جاہ محب کامل تاریخ ہائے وفات ہیں

آپ کی کنیت ابو عبد اللہ اور والد کا نام سعید

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ :- تھا۔ کوئی الاصل تھے۔ ظاہری اور باطنی علوم میں

اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ ان کی توبہ کا آغاز اس واقعہ سے ہوا کہ ایک دن مسجد میں داخل ہوتے

ہوئے لا پرواہی سے بایاں قدم اندر رکھا غیب سے آواز آئی۔ اے سفیان! کیا تم ثور ہو یعنی

چوپایا ہو۔ یہ بات سنتے ہی بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو افسوس سے اپنے منہ

پر طمانچہ مارتے اور کہتے تم نے چوپاؤں کی طرح مسجد میں بایاں قدم رکھا تمہیں ادب نہیں تو

تیرا نام انسانوں میں کیسے رکھا جا سکتا ہے۔

ایک دن خلیفہ وقت نماز کی جماعت کرا رہا تھا۔ مگر دوران نماز خلیفہ نے بے خیالی سے

اپنے کپڑوں پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ تمہاری یہ نماز تو نماز نہیں۔ قیامت کے

دن ایسی نماز کو منہ پر مارا جائے گا۔ خلیفہ وقت نے کہا۔ بات آہستگی سے کریں۔ مگر آپ نے

فرمایا کہ میں ایسے کلمہ حق سے باز رہوں تو میرا پیشاب خون بن جائے گا خلیفہ نے یہ بات بُری جانی۔ دوسرے دن حکم دیا کہ سولی نسب کی جائے اور سفیان ثوری کو تختہ دار پر کھینچا جائے۔ تاکہ دوسرے گستاخوں کو عبرت ہو حضرت سفیان نے سنا تو رونے لگے۔ اور کہا۔ اے اللہ۔ ان ظالموں کو سزا دے خلیفہ وقت اس وقت تخت پر بیٹھا تھا۔ اور اس کے وزراء اور امراء بھی حلقہ بنائے کھڑے تھے۔ اچانک چست گری۔ اور خلیفہ اور اس کے وزراء بھت کے نیچے آکر ہلاک ہو گئے۔

آپ مخلوقِ خدا سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ ایک دن بازار سے گذر رہے تھے۔ کہ ایک پنجرے میں پرندہ فریاد کر رہا تھا۔ آپ نے اسے خرید لیا اور آزاد کر دیا۔ یہ پرندہ ہر روز حضرت سفیان کے گھر آتا۔ آپ کو دیکھتا۔ سر اور بازوؤں پر بیٹھتا۔ حضرت سفیان فوت ہوئے۔ تو یہ پرندہ آپ کے جنازے پر اڑتا دکھائی دیا اس کی تشریح سے جنازے میں شریک لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ جب آپ کو دفن کر دیا گیا۔ تو وہ پرندہ آپ کی قبر پر تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ حضرت سفیان کی قبر سے آواز آئی۔ کہ ہم نے سفیان کو خلقِ خدا کی محبت کے بدلے بخش دیا ہے۔

آپ کی وفات ۱۶۱ھ میں ہوئی۔ بعض تذکرہ نگاروں نے تاریخ سال وفات ۱۵۵ھ لکھا ہے۔

حضرت سفیان ثوری شیخ دیں - مقتدائے پیشوائے دو جہاں

ہر دو سال وصل آن والابجاب - کعبہ دین ہائے وعالم بدل

نیز بااقوال بعضے از عوام - والی حق سال تر حلیش بدان

حضرت داؤد طائی اکابر وقت یہ ہمار ہوتے

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ - تھے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ فضیل ابراہیم

بن ادم جیسے جلیل القدر علماء و اولیاء کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ آپ نے ایک مجلس میں

ایک نوحہ خواں سے یہ شعر سنا۔

بِأَيِّ خَدَيْكَ تَبَدِّي لَيْلًا . وَأَيِّ عَيْنَيْكَ إِذَا سَالَ ط

وہ کونسا منہ ہے جس پر خاک نہیں ڈالی گئی ۔ اور کونسی آنکھ ہے جو زمین میں نہیں ملی۔

یہ بات سنتے ہی آپ کے دل میں بڑا اور دہش پیدا ہوا۔ اور آپ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے۔ آپ نے صورتِ حال دریافت کی تو کہنے لگے کہ میرا دل دنیا کے معاملات سے ٹھنڈا ہو گیا ہے۔ حضرت امام نے فرمایا تمہیں مبارک ہو۔ تم اللہ کے ہو گئے ہو۔ اس دن کے بعد آپ نے صرف اللہ کے ذکر کو اپنی زندگی بنا لیا۔

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے باپ کے ورثہ سے صرف بیس دینار ملے تھے۔ یہ بیس دینار آپ نے اپنی عمر کے بیس سالوں میں خرچ کئے فرمایا کرتے تھے۔ مجھے اتنا ہی کافی ہے آپ ہمہ وقت یاد خدا میں رہتے۔ صرف کھانا یا پینا اختیار کرتے۔ بااوقافاً روٹی کا ٹکڑا پانی میں بھگو لیتے اور کھاتے فرمایا کرتے میں جتنا وقت کھانے اور پینے میں ضائع کرتا ہوں اتنے وقت میں بچاؤس آیت قرآنی تلاوت کر سکتا تھا۔

حضرت داؤد طائی ایک بہت بڑی حویلی کے مالک تھے جس میں کئی کمرے تھے۔ ایک کمرہ گر جاتا تو دوسرے میں قیام کر لیتے لوگوں نے پوچھا آپ عمارت کی تعمیر و مرمت کیوں نہیں کرتے فرماتے میں نے اللہ سے عہد کیا ہے۔ کہ میں دنیا کی تعمیر میں حصہ نہیں لوں گا۔ چنانچہ آپ کی ساری حویلی گر پڑی صرف آپ کی دبلیزج گئی۔ وہ بھی آپ کے انتقال کے وقت گر پڑی ایک دفعہ کسی دوست نے بتایا کہ آپ کے گھر کی چھت گرنے والی ہے۔ آپ نے فرمایا بیس سال گزر گئے میں نے کبھی چھت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔

ایک دن ہارون الرشید نے حضرت امام یوسف کو کہا کہ مجھے حضرت داؤد طائی کے پاس لے چلو۔ تاکہ میں ان کی زیارت کر لوں۔ حضرت امام یوسف آپ کے مکان پر تشریف لائے دروازہ کھٹکایا۔ مگر آپ باہر نہ آئے۔ آپ کی والدہ سے گزارش کی کہ حضرت داؤد طائی کو

ہارون الرشید سے ملنے کی سفارش کریں۔ بایں ہمہ آپ نہ مانے اور اپنی والدہ کو کہا۔ میں اس ظالم سے ملنا نہیں چاہتا۔ والدہ نے کہا کہ میرے دودھ کی قسم ایک بار ہارون الرشید کو زیارت کی اجازت دو۔ آپ مان گئے۔ ہارون الرشید آئے۔ اور ایک ہزار دینار کی تھیلی پیش کی۔ اور عرض کی۔ یہ مالِ حلال سے لایا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ میں نے اپنے مکان کا ایک حصہ فروخت کر دیا ہے۔ اس سے گذراوقات کر لیتا ہوں۔ میں نے اللہ سے التجا کی ہے کہ جب یہ خرچ ختم ہو جائیگا۔ میرا انتقال ہو جائے۔ حضرت امام یوسف نے آپ کی والدہ سے پوچھا۔ کہ اب حضرت داؤد طائی کے پاس کتنا خرچہ موجود ہے۔ اس نے بتایا۔ دس درہم۔ ہر روز ایک دینار خرچ کر لیتے ہیں۔ امام یوسف نے حساب دل میں رکھا۔ آخری دن کہنے لگے۔ آج حضرت داؤد طائی کی وفات کا دن ہے۔ اس دوران خبر آئی کہ آپ کا انتقال ہو گیا ہے۔ آپ نے نمازِ عشاء کی ادائیگی کے لئے مسجد سے میں رکھا تھا۔ کہ داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ نے وصیت کی تھی۔ کہ مجھے کسی دیوار کے سایہ میں دفن کرنا تاکہ کوئی میرے سامنے سے نہ گذرے۔

آپ کی وفات ۱۶۲ھ کو ہوئی۔ بعض کتابوں میں ۱۶۵ھ لکھی ہے۔

چوں آں شاہ زمان داؤد و سعود - نجلد آمد بصد صدق و صفائی

ترجیش بگو سلطان داؤد - دوبارہ زیب حق داؤد طائی

آپ خواجہ حسن بھری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد

حضرت عقبہ بن الغلام رضی اللہ عنہ - اور مرید تھے۔ زہد و تقویٰ میں کمال رکھتے

تھے۔ ایک دن آپ خواجہ حسن بھری کے ساتھ دریا کے کنارے بیٹھے تھے عقبہ دریا پر چلنے

لگے۔ حضرت حسن نے پوچھا کہ آپ کو یہ مقام کیسے حاصل ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ تیس سال ہو

چکے ہیں۔ میں وہ کرتا ہوں جو وہ چاہتا ہے۔ مگر تم وہ کام کرتے ہو۔ جو وہ فرماتا ہے۔ یہ

مقام اس کی تسلیم و رضا سے حاصل ہوا ہے۔

آپ کے توبہ کرنے کا واقعہ بھی تذکرہ نگاروں نے یوں بیان کیا ہے کہ ایک دن ایک عورت سر پر چادر پیٹے جا رہی تھی۔ اس نے مراد دیکھا تو پیچھے عقبہ جا رہے تھے جو نہی اس کی خوبصورت آنکھیں عقبہ کی نگاہوں میں آئیں وہ بدل و جان عاشق ہو گئے۔ اس کی خوب صورت آنکھوں کی کشش نے انہیں جذب کر لیا۔ عورت نے پوچھا تو نے میرے اندر کیا دیکھا کہ عاشق ہو گئے ہو کہنے لگے کہ تمہاری آنکھوں نے مجھے مسح کر ڈالا ہے۔ اس پاک دامن عورت نے اپنی دونوں آنکھوں کو نکال ڈالا۔ اور ایک پلیٹ میں رکھ کر عقبہ کے پاس بھیج دیا۔ اور کہلا بھیجا کہ جسے تم دیکھ کر عاشق ہو گئے ہو وہ تمہاری نذر کر رہی ہوں۔ عقبہ نے دیکھا تو ان کے دل کی آنکھیں کھل گئیں۔ خواب غفلت سے بیدار ہوئے توبہ کی۔ اور خواجہ حسن نظامی کی خدمت میں حاضر ہوئے مرید ہوئے اور یگانہ عالم بن گئے۔

ایک بار عقبہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قدیم دوست آپ کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ لوگ مجھے آپ کی کرامات اور بلند عادات کا پوچھتے ہیں۔ کوئی ایسی چیز دکھائیں کہ میں انہیں تسلی دے سکوں۔ آپ نے فرمایا تم کیا چاہتے ہو کہنے لگا۔ اس موسم میں کجوریں نہیں ہوتیں۔ مجھے تازہ کجوریں چاہئیں۔ آپ نے اپنی زینبل کی طرف اشارہ کیا۔ اس شخص نے دیکھا کہ زینبل کجوروں سے بھری پڑی ہے۔

ایک رات آپ نے خواب میں حور کو دیکھا۔ اس نے کہا عقبہ خبردار کوئی ایسا کام نہ کرنا جو تمہیں مجھ سے جدا کر دے۔ آپ نے فرمایا۔ آج سے میں نے دنیا کے حسن و جمال کو طلاق دے دی ہے جب تک میں تمہیں پانہ لوں۔ دنیا کی کسی چیز سے رغبت نہیں کروں گا۔

آپ ۱۶۶ھ میں فوت ہوئے۔

شیخ نامی عقبہ ابن الغلام - بود مستبول جناب کبریا

سال ترحیلش بگو عالی جناب ہم امین اللہ بخوان با صد صفا

بہدی حق سے بھی تاریخ و نجات نکلتی ہے۔

آپ حضرت امام ابوحنیفہ کے مرید اور
 حضرت امام عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ عنہما شاگرد تھے۔ آپ علوم و فنون میں
 جامع تھے۔ اور کشف و کرامت میں مشہور زمانہ تھے۔ آپ کے ہم عصر فضیل ابن عیاض اور
 ابوسفیان تھے۔ اپنے زمانہ میں سخاوت، علم، شجاعت اور عبادت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے،
 ابتدائی عمر میں ایک کنیز کو دل سے بیٹھے۔ سرویوں کی ایک اندھیری رات جب کہ آسمان
 سے برف باری ہو رہی تھی۔ غلبہ محبت میں اپنی معشوقہ کے گھر کی دیوار پر چڑھ کر بیٹھ گئے کہ
 شاید اس طرح معشوقہ باہر آئے اور آپ دیکھ سکیں۔ اس آرزو میں ساری رات گذر گئی
 آپ انتظار میں بیٹھے رہے۔ موزن نے صبح کی اذان دی۔ آپ نے سمجھا کہ عشاء کی اذان ہے
 اس طرح محویت میں سارا دن بیٹھے رہے۔ حتیٰ کہ شام ہو گئی۔ شام کو دل سے آواز آئی۔
 ابن مبارک تمہیں شرم آنی چاہیے۔ ایک دنیاوی معشوقہ کے انتظار میں ساری رات اور دن
 ایک جگہ بیٹھے رہے ہو۔ وہ بھی نہیں آئی ساگر یہی محویت اللہ کی راہ میں ہوتی تو مقبولانِ بارگاہ
 رب العالمین ہوتے۔ اس خیال سے شائب ہو گئے۔ اور عبادت الہیہ میں مشغول ہو گئے ایک
 ایسا مقام آیا۔ کہ ایک دن آپ کی والدہ نے دیکھا۔ کہ حضرت عبداللہ ابن مبارک اپنے باغ
 میں سو رہے ہیں۔ ایک کالا سانپ زگس کی ٹہنی منہ میں لئے عبداللہ کے چہرے سے مکھیاں
 ہٹا رہا ہے۔ اور آپ آرام سے سو رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ عنہما ایک سال حج کرتے۔ ایک سال عمرہ اور
 ایک سال پوری طرح تجارت کرتے۔ تجارت سے جو کچھ حاصل ہوتا حج پر صرف کرتے۔ اور باقی
 غرباء میں تقسیم فرما دیتے۔ اور درویشوں کو کھجوریں خرید کر مفت دیتے۔ اور اپنے سامنے بٹھا
 کر کھلاتے۔ ہر ایک کے سامنے جتنی گھلیاں ہوتیں۔ اتنی ہی مزید عنایت فرماتے۔ اور بڑی
 محبت سے کھلا کھلا کر خوش ہوتے تھے۔

ایک دن آپ ایک راہ پر جا رہے تھے۔ کہ ایک نابینا ملا۔ آپ نے اسے کہا کہ دیکھو!

عبداللہ ابن مبارک آرہے ہیں وہ بہت سخی آدمی ہیں۔ ان سے کچھ مانگ لو۔ نابینا اسی وقت اٹھا۔ اور آواز دے کر کہنے لگا۔ اے عبداللہ! میں آنکھوں سے نابینا ہوں مجھے روشنی چاہیے۔ حضرت عبداللہ نے گردن جھکا کر کہا اے اللہ اب میری شرم رکھنا اور اسے روشنی عطا فرما دے۔ نابینا اسی وقت بینا ہو گیا۔ ایک سال حضرت عبداللہ حج پر نہ جاسکے۔ ذوالحجہ کی چھ تاریخ آگئی آپ کو بڑا افسوس ہوا۔ کہ میں اس سال حج پر نہیں گیا۔ صحرا میں نکلے تو ایک بوڑھی عورت کو دیکھا جس کی کمر جھک کر کھان ہو چکی تھی۔ بڑھیا نے پوچھا۔ عبداللہ! تم حج کرنا چاہتے ہو۔ آپ نے کہا۔ ہاں! کہنے لگی آؤ میں تمہیں میدان عرفات میں پہنچا دوں۔ آپ نے خیال کیا۔ کہ چھ ماہ کا دُور دراز راستہ اب چند روز میں کس طرح طے ہو سکتا ہے۔ اس بڑھیا نے کہا۔ اگر آج تم صبح کے وقت دریا کے جھون کے کنارے دو نفل پڑھ لو۔ تو جس رفتار سے سورج جاتا ہے۔ تم بھی میدان عرفات تک پہنچ جاؤ گے۔ آپ نے کہا۔ بسم اللہ! اگر یوں ہو سکتا ہے تو مجھے اور کیا چاہیے۔ بڑھیا حضرت عبداللہ کو لئے دریا کے کنارے پہنچی۔ تو کہنے لگی۔ عبداللہ! آنکھیں بند کرو۔ حضرت عبداللہ نے آنکھیں بند کر کے کھولیں۔ تو دونوں میدان عرفات میں کھڑے تھے۔ حج سے فارغ ہوئے تو بڑھیا نے حضرت عبداللہ کو کہا۔ میرا ایک بیٹا ہے جو ایک عرصہ سے ایک پہاڑ کی غار میں محو عبادت ہے۔ آؤ۔ اس سے مل آئیں۔ غار میں پہنچے تو ایک خوب رو جوان کو دیکھا جس کے چہرے پر نور کی کرنیں ٹپک رہی ہیں۔ رنگ زرد ہونے کے باوجود اس کے چہرے پر ایک کشش تھی۔ اٹھا۔ اور اپنی والدہ کے قدموں میں گہ پڑا کہنے لگا مجھے پتہ ہے آپ اپنی خواہش سے مجھے ملنے نہیں آئیں۔ بلکہ اللہ کے حکم سے یہاں آئی ہو۔ اللہ نے میرے تجہیز و تکفین کے انتظام کے لئے بھیجا ہے۔ کیونکہ آج میری عمر کا آخری روز ہے۔ نوجوان کا انتقال ہو گیا۔ تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے۔ تو حضرت عبداللہ سے کہنے لگی۔ اب مجھے دنیا میں کوئی کام نہیں میں تو بیٹے کی قبر پر رہوں گی۔ تمہیں اجازت ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مبارک کا ایک غلام تھا۔ ہر روز دن کو آپ کی خدمت بجالاتا اور

رات کو غائب ہو جاتا حضرت عبداللہ نے ایک دن پوچھا۔ تم رات کو کہاں غائب ہو جایا کرتے ہو۔ وہ کہنے لگا۔ حضرت! یہ ایک راز ہے اس سے پردہ نہ اٹھائیے۔ میں اس رازداری کے عوض آپ کو ہر روز ایک دینار دیا کروں گا۔ لوگوں میں یہ مشہور تھا کہ حضرت عبداللہ کا غلام رات کو چوری کرتا ہے۔ اور حضرت عبداللہ کو اپنی چوری کی کمائی سے ایک دینار دے دیتا ہے۔ حضرت عبداللہ کو اس بات سے بڑا صدمہ ہوا۔ ایک رات حضرت عبداللہ اس کے تعاقب میں نکلے۔ ایک قبرستان میں پہنچا۔ ایک قبر کو تھوڑا سا کھولا۔ اور اس کے اندر جا گھسا۔ ایک بوریا زیب تن کیا۔ اور عبادت میں مشغول ہو گیا۔ صبح کی اذان تک مشغول عبادت رہا۔ قبر کے منہ کو بند کیا۔ مسجد میں نماز فجر ادا کی۔ دعا کرنے لگا۔ اے اللہ! رات تیری بارگاہ میں گزری۔ صبح مالک مجازی ایک دینار طلب کرے گا۔ میری مفلسی کا سرمایہ تو تو ہی ہے۔ ایک نور کا شعلہ نمودار ہوا۔ اور اس غلام کے ہاتھ پر ایک دینار پڑا تھا۔ غلام باہر جانے لگا۔ تو حضرت عبداللہ واقعہ دیکھ کر بے حال ہو گئے۔ اٹھے۔ غلام کو گلے لگایا۔ سر کو چوما۔ اور کہنے لگے۔ تمہاری غلامی پر میرے جیسے ہزاروں مالک قریبان ہوں۔ کاش کہ تم مالک ہوتے اور میں غلام ہوتا۔ یہ سنتے ہی غلام نے آسمان کی طرف منہ اٹھایا۔ اور کہا اے اللہ! میرا راز فاش ہو گیا ہے۔ اب مجھے سکون نہیں رہے گا۔ مخلوق مجھے تنگ کرے گی۔ تو اس فتنہ سے محفوظ رکھ اور مجھے دنیا سے اٹھالے۔ ابھی اس کا سر حضرت عبداللہ کی بغل میں ہی تھا۔ کہ جان اللہ کے حوالے کر دی۔ حضرت عبداللہ نے اسی بوریے میں آپ کو کفنایا۔ دفن کرنے کے بعد چند روز تک فاتحہ خوانی میں مصروف رہے۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ حضور پُر نور سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے۔ فرمایا۔ عبداللہ تم نے ہمارے دوست کو بوریے میں کفنایا اور قبر میں دفن کر دیا۔ کیا اچھا ہوتا۔ تم اس سے بہتر اہتمام کے ساتھ دفن کرتے۔ آپ کی وفات ۱۸۱ھ میں ہوئی۔

آں امام دین کہ عبد اللہ بود - باد بر رویش سلام اہل دین
سال تر حلیش جو بستم از فرد - شدند از دل امام اہل دین

ابوالعباس حضرت محمد سماک قدیم علماء دین اور شائخ اہل

حضرت محمد سماک رحمۃ اللہ علیہ :- یقین میں سے تھے۔ حافظ قرآن تھے۔ زاہد تھے۔ عابد تھے۔ متقی تھے۔ اور واعظ تھے۔ کلام کرتے تو عقل و حکمت کے پھول گرتے۔ بیان کرتے تو شافی اور دافی ہوتا۔ وعظ و نصیحت میں اپنی مثال آپ تھے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے صحبت رکھتے تھے۔ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی باتوں کو پسند فرماتے تھے۔ ساری عمر تنہا گزاری لوگوں نے کہا۔ شادی کیوں نہیں کر لیتے۔ فرمایا کرتے میں دو شیطانوں سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ایک شیطان ابلیس اور دوسرے بیوی جس کے قبضہ میں شیطان ہوتا ہے۔

حضرت شیخ احمد حواری رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت سماک بیمار ہو گئے۔ میں قارورہ طبیب کے پاس لئے جا رہا تھا کہ راہ میں ایک پرورش ضمیر سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے پوچھا۔ کہاں جا رہے ہو۔ میں نے بتایا۔ کہ سماک بیمار ہیں۔ اُن کے لئے طبیب سے دوائی لینے جا رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ سبحان اللہ۔ اللہ کا دوست غیر اللہ سے استمداد کر رہا ہے! واپس چلے جاؤ اور سماک کو کہو کہ جہاں تمہیں تکلیف ہے وہاں ہاتھ رکھ کر کہو اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنَاہُ وَبِالْحَقِّ نُنزِلُہُ: میں واپس آیا۔ صورت حال بیان کی حضرت سماک نے ایسے ہی عمل کیا۔ فوراً صحت یاب ہو گئے۔ آپ نے بتایا۔ وہ خضر علیہ السلام تھے۔ جنہوں نے یہ نسخہ بتایا تھا۔

حضرت سماک تذکرہ نگاروں کے اتفاق سے ۱۸۳۱ء میں واصل بحق ہوئے۔

رفت چوں ایں سماک از دایرہ ہر شد جو گنج پاک جسمش زیر خاک

سالِ ترحیمش محمد کامل است ہم عیاں است طالب ہادی سماک

حضرت ابوعلی شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ قدیم شائخ

حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ :- میں سے تھے۔ صاحب کرامات اور خوارق تھے

روحانیت کے بلند مقامات پر فائز تھے۔ حضرت امام موسیٰ رضا اور سلطان ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہما

کی مجالس میں شریک ہوتے۔ حضرت امام ابو حنیفہ کے مذہب پر زندگی بسر کی۔ توکل و قناعت پر کار بند رہے۔ مختلف علوم و فنون میں تصانیف بطور یادگار چھوڑیں۔

ایک بار مال تجارت لاؤ کر ترکستان کو روانہ ہوئے ایک بت خانہ سے گزر رہا۔ وہاں ایک بت پرست بت کے سامنے رو رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا۔ کہ اے بت میری حاجت پوری کر۔ آپ نے فرمایا۔ ارے بیوقوف تمہارا خالق موجود ہے۔ جو تھی و قیوم ہے۔ قاضی الحاجات ہے۔ اس بے جان کے سامنے کیوں سجدہ کرتا ہے۔ اور روتا رہتا ہے۔ اس بت پرست نے کہا کہ اگر وہ تاد مطلق ہے۔ رازق و خالق ہے تو پھر تو تلاش رزق میں کیوں مارا مارا پھرتا ہے حضرت شفیق یہ بات سنتے ہی غفلت سے بیدار ہو گئے۔ اور دنیا و مافیہا کو ترک کر دیا۔

ایک سال حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ سفر حج کو روانہ ہوئے۔ بعد ازیں پینچ خلیفہ ہارون الرشید نے آپ کو اپنے پاس بلایا۔ اور پوچھا کیا۔ زائد شفیق آپ ہی ہیں! آپ نے فرمایا۔ شفیق تو میں ہی ہوں۔ مگر زاہد نہیں ہوں۔ ہارون الرشید نے کہا۔ مجھے کچھ نصیحت کر۔ آپ نے فرمایا۔ یاد رکھو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حضرت صدیق اکبر کی جگہ بٹھایا ہے۔ تجھ سے صدق ظاہر ہونا چاہیے اللہ نے تمہیں فاروق اعظم کی جگہ بٹھایا ہے۔ ہذا حق و باطل میں تمیز کرو۔ حضرت عثمان فوالنورین کی جگہ بیٹھے ہو۔ حیا اور کرم کو اختیار کرو۔ حضرت علی کی جگہ ہو۔ علم و عمل کو زندگی کا اوڑھنا چھوڑنا بناؤ۔ ہارون الرشید نے کہا مجھے مزید نصیحت فرمائیں آپ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ایک ہراتے سے بے دوزخ کہتے ہیں۔ تم اس کے دربان ہو۔ اللہ نے تمہیں تین چیزیں دی ہیں۔ مال تلوار۔ اور تازیانہ ان تینوں چیزوں سے لوگوں کو دوزخ سے دور رکھو۔ ضرورت مند کو مالی امداد دو۔ سرکشوں کو تازیانے سے تادیب کرو۔ اور مظلوموں کو ظالموں سے نجات دلانے کے لئے تلوار کا استعمال کرو۔

ہارون الرشید نے کہا۔ مجھے اور نصیحتوں کی ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا تم ایک چشمہ ہو۔ تمہارے اعمال بہریں ہیں۔ اگر چشمہ صافی ہوگا۔ تو نہروں کی تیرگی کا کچھ اثر نہیں ہوگا۔ لیکن

اگر چشمہ ہی تاریک ہو تو نہریں کتنی ہی شفاف ہوں۔ لوگوں کو صاف پانی نہیں مل سکتا۔ ہارون نے کہا مجھے مزید نصیحت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تم تنہا کسی بیابان میں جا رہے ہو۔ اور وہاں تمہیں شدت پیاس سے جان پر بن آئے۔ اور تمہیں جان بچانے کے لئے ایک پیالہ شربت خریدنا پڑے تو تم کتنی قیمت ادا کرو گے۔ ہارون الرشید نے کہا کہ اپنی نصف سلطنت دے کر جان بچا لوں گا۔ آپ نے فرمایا اگر تم وہ شربت نصف سلطنت دے کر خرید لو۔ اور اسے پی لو۔ اور اتفاقاً اس شربت کے پینے سے پیٹ میں درد شروع ہو جائے اور تمہاری جان پر بن جائے اور ایک شخص پہنچ کر کہے کہ میں تمہارا علاج کر سکتا ہوں۔ بشرطیکہ تم مجھے نصف سلطنت دے دو۔ تو تمہارا کیا فیصلہ ہو گا۔ ہارون الرشید نے کہا۔ میں اسے دے دوں گا۔ تاکہ میری جان بچ جائے۔ آپ نے فرمایا۔ پھر تم اس عظیم مملکت عباسیہ پر کیا ناز کرتے ہو۔ جو نصف پیالہ شربت پر فروخت ہو سکتی ہو اور نصف علاج معالجہ پر دی جا سکتی ہو۔ یہ بات سن کر ہارون الرشید رو پڑے۔ اور کہا آپ واقعی زاہد بھی ہیں اور سچے بھی ہیں! یہ دنیاوی سلطنتیں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ میں حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کو ملے۔ پوچھا۔ ابراہیم زندگی کا گزارا کیسے کر رہے ہو کہا اگر مل جائے تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اگر نہ ملے۔ تو صبر کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ہماری گلی کے کتے بھی بونہی کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہمیں تو مل جائے تو نثار کر دیتے ہیں اگر نہ ملے پھر شکر کرتے ہیں حضرت ابراہیم فرمانے لگے۔

۵۔ ایں کار از تو آید و مرداں چنین کنند !

صاحب سفینۃ الاولیاء نے آپ کی شہادت کا سال ۱۹۴ھ لکھا ہے مگر مخبر الواصلین

میں ۱۹۵ھ ہے۔ واقعہ شہادت کی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی۔

آن شفیق بلخ پیسہ و شکر ۔ شد چو از دنیا یہ ملک جاوداں

سال وصلش صدق یا صادق بگو ۔ ہم بجز از مطلب جان جہان

صاحب مقامات بلند۔ مالکِ کرامات۔ ارجمند۔

حضرت یوسف ابا طر حمتہ اللہ علیہ :- ماہر علوم ظاہر و باطن واقف روزِ تجرید و توکل۔ یگانہ آفاق حضرت یوسف ابا طر حمتہ اللہ علیہ اولیاء اللہ میں ممتاز مقام رکھتے تھے آپ کو ایک ہزار درہم ملا۔ تمام کے تمام اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیئے خود کھجور کے پتے جمع کرتے اس کی مزدوری سے روزی کماتے۔ چالیس سال عریاں رہے۔ اور بجز ضرورت ستر کپڑا نہیں خریدیا۔ سردیوں میں ایک پرانا بوری اڑھ لیتے اور اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے۔
آپ کی وفات ۱۹۶ھ میں ہوئی۔

پروفیسر بر رخ خود پردہ بر بست ۔ رواں شد روح پاک او با فلاک
بگو سلطان ولی تاریخ و صلش ۔ ذکر نہ ما کہ یوسف زاہد پاک
۱۹۶ھ

آپ کا اسم گرامی عبد الرحمان بن احمد
حضرت ابوسلیمان الدارانی قدس سرہ :- بن عطیہ تھا۔ شام قدما، شامخ میں سے تھے۔ زہد و ورع میں یگانہ اور مقتدائے زمانہ میں سر بر آوردہ تھے۔ دمشق کے مضافات میں ایک گاؤں میں رہا کرتے تھے۔ آپ زبان کے شیرین اور مخلوق خدا پر بے پناہ شفقت فرماتے لوگ آپ کی اس عادت کی بنا پر آپ کو ایمان القلب کہا کرتے۔ حدیث اور تفسیر کے علوم میں ماہر تھے۔ صبر و تقویٰ میں لاثانی آپ نے مہوک اور فاقہ پر جس قدر صبر و شکر کیا اس کی مثال نہیں ملتی۔

آپ نے اپنا واقعہ اپنی زبانی بیان کیا کہ موسم سرما کی شدت میں ایک رات مجھے مسجد میں اس قدر سردی لگی۔ کہ اسے دور کرنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ میں نے اپنا ایک ہاتھ دعا کے لئے اور دوسرا بغل میں دبایا۔ مجھے قدرے سکون ملا۔ نیند آگئی۔ خواب میں ہاتھ نے کہا۔ اے سلیمان۔ تم نے ایک ہاتھ دعا کے لئے بڑھایا۔ اگر دوسرا بھی پھیلا دیتے تو اس سے زیادہ سکون ملتا۔ اس کے بعد میں نے ارادہ کر لیا کہ گرمی ہو یا سردی میں دعا کے وقت

دونوں ہاتھ پھیلا کر مل گا۔

آپ نے اپنی ایک اور خواب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے ایک عورت کو دیکھا جس کی سکرہٹ سے ایک ایسا حسن چمکا جس سے مشرق و مغرب روشن ہو گئے۔ میں نے عورت سے پوچھا تمہیں یہ نور کہاں سے ملا کہنے لگی۔ اللہ کے خوف کے چند آنسو گرنے سے مجھے اللہ نے یہ عظمت دی۔ آپ کی وفات ۲۱۵ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک داران میں ہے۔

چوسلیماں ولی دارانی - ختم برذات او سلیمانی

سید عالم است وہم طاہر - سال ترحیل دے اگر دانی

صاحب ارشاد شائع میں سے تھے آپ

حضرت شیخ بشر مرسی قدس سرہ :- کے والد کا نام غیاث تھا۔ مرسی گاؤں میں رہتے تھے۔ یہ گاؤں مسر کے مضافات میں سے تھا۔ آپ فرمایا کرتے۔ دنیا میں گننے والے دل آخر کار مایوس ہوتے ہیں۔ آپ فرمایا کرتے کہ مجھے زندگی بھر کسی صوتی کا قول مطمئن نہ کر سکا۔ تا وقتیکہ مجھے قرآن و حدیث کی گواہی نہ ملی۔

آپ کی وفات ماہ ذوالحجہ ۲۱۸ھ میں ہوئی۔

خواجہ جن و انس و شیخ بشر - رفت چوں زین جہان خرن و طلال

رحلتش حسن اہل دین گفتم - نیز واصل کمال سال وصال

صاحب ہمت اور عالی قدر بزرگ تھے ورع و مجاہد

شیخ فتح علی موصلی رحمۃ اللہ علیہ :- میں مقدر تھے اپنی ذات پر اللہ کا خوف اور کیفیت

حزن طاری رکھتے تھے۔ ہمیشہ گریاں رہتے۔ مخلوق خدا سے علیحدگی کا یہ عالم تھا کہ اپنے احوال کو

چھپانے کے لئے اپنے ہاتھ میں چابیوں کا ایک گچھا ٹکائے رکھتے تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ آپ بہت

سے مندوقوں کے مالک ہیں۔ جہاں جاتے چابیاں اپنے سامنے رکھا کرتے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو

جائے کہ وہ کیا ہیں ایک دن ایک صاحب دل نے پوچھا کہ ان چابیوں سے کیا کرتے ہو۔ فرمانے

لگے جس دن سے میں نے چابیاں اٹھائی ہوئی ہیں۔ چوروں کی چوری سے چھوٹ گیا ہوں۔
 حضرت عبداللہ علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات حضرت خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے
 گھر سویا ہوا تھا۔ رات کا ایک حصہ گزرا تھا۔ تو حضرت خواجہ پاکیزہ کپڑے پہنے کندھوں پر چادر
 اوڑھے باہر نکلے۔ میں نے پوچھا۔ اس وقت آپ کہاں جا رہے ہیں کہنے لگے حضرت فتح موصلی
 بیمار ہیں۔ میں انہیں دیکھنے جا رہا ہوں۔ رات کو سپردہ دار پولیس نے آپ کو پکڑ لیا۔ اور رات
 کو حوالات میں بند کر دیا۔ دوسرے دن حاکم نے حکم دیا کہ تمام حوالاتوں کو کوڑے مارے جائیں
 ایک سپاہی نے خواجہ سری سقطی کو کوڑا مارنا چاہا تو اس کا ہاتھ ہوا میں معلق ہو گیا۔ اور زور کے باوجود
 وہاں ہی اکڑ گیا۔ حاکم نے کہا۔ کوڑا کیوں نہیں مارتے۔ سپاہی کہنے لگا۔ میرے سامنے ایک بوڑھا
 کھڑا ہے وہ مجھے روک رہا ہے۔ جتنی کہ میرا ہاتھ بیکار ہو کر رہ گیا ہے۔ لوگوں نے دیکھا تو فتح موصلی
 تھے۔ حضرت سری کو آپ کے حوالے کر دیا۔ اور آپ سے معافی کے طلب گار ہوئے۔

ایک دن ایک عارف نے حضرت فتح موصلی سے صدق کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ
 نے ایک لوہار کی بھڑکتی ہوئی بھٹی میں اپنا ہاتھ رکھا۔ اور لوہے کا ایک آتشین ٹکڑا پکڑ کر
 باہر لائے۔ اور تھیلی پر رکھ کر فرمایا۔ کہ صدق اس کا نام ہے۔

حضرت شیخ فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ عید الاضحیٰ کے دن ۲۱۹ھ کو فوت ہوئے عید الاضحیٰ
 کو لوگ قربانی دے رہے تھے۔ آپ نے آسمان کی طرف منہ کیا اور کہا اے اللہ! تم جانتے
 ہو۔ میرے پاس قربانی کے لئے کچھ نہیں ہے۔ میری جان حاضر ہے۔ اسے ہی قبول فرمائے۔
 انگشت شہادت گلے پر رکھی اور جان، جان آفرین کے سپرد کر دی۔

ہست تاریخ آن خدا آگاہ - قطب حق یا محب حستانی

سال ترمیل دے عیاں گردد - گر تو سلطان اہل دل خوانی

کنیت ابو نصر۔ والد کا نام عارث بن عبدالرحمان بن عطا

شیخ بشرحانی رحمۃ اللہ علیہ :- بن ہامان بن عبداللہ تھا۔ آپ کا اصلی وطن مرو تھا

عراق کے اونا میں شمار ہوتے تھے۔ بغداد میں مقیم رہے۔ ابتدائی عمر میں شوریدہ روزگار تھے۔ شراب نوشی کرتے۔ ایک دن شراب میں بدست بازار سے گزر رہے تھے۔ ایک کاغذ کا ٹکڑا زمین پر پڑا اٹھایا۔ اس پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی ہوئی تھی۔ بازار سے عطر خرید اس میں کاغذ کو معطر کیا۔ بڑی تعظیم و تکریم سے ایک صاف مقام پر رکھا۔ رات کو شہر کے ایک مشہور بزرگ نے خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کی جس نے فرمایا: بشر حافی کو کہہ دو۔ اس نے میرے نام کی عزت اور توقیر کی ہے۔ میں نے اس کی عزت و توقیر کے لئے اس کا نام دنیا و آخرت میں بلند کر دیا ہے۔ وہ بزرگ خواب سے بیدار ہوئے سوچنے لگے کہ بشر حافی تو ایک فاسق اور شرابی ہے۔ اس کے بارے میں یہ بشارت درست نہیں ہو سکتی۔ لیکن اللہ کی یہ عنایت ضرور کسی وجہ سے ہے۔ گھر سے اٹھے بشر حافی کے گھر گئے دیکھا کہ محفل شراب سچی ہوئی ہے۔ اور بشر حافی بدست پڑا ہے۔ آپ نے لوگوں کو فرمایا: اسے ہوش میں لاؤ۔ اور اسے کہو کہ میں اللہ کا ایک پیغام لے کر آیا ہوں۔ سن لو بشر حافی اٹھے۔ پوچھا کہ کس کا پیغام ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین کا پیغام ہے بشر حافی اٹھے۔ دوستوں کو کہنے لگے آج میری خیر نہیں اللہ کا عتاب یا عقاب آگیا۔ اب میں تمہارے پاس نہیں آسکوں گا۔ بزرگ کے پاس پہنچے۔ ننگے پاؤں اس بزرگ کے پاس حاضر ہوئے۔ پیغام سن کر سن ہو گئے۔ بے ہوش ہو گئے۔ ہوش میں آئے تو بہ کی مرید ہوئے مجاہدہ اختیار کیا۔ بروقت ننگے پاؤں رہتے اور کہتے جس دن میں اللہ کا پیغام سننے آیا تھا۔ ننگے پاؤں تھا۔ اب میں پاؤں میں جوتے کیسے پہن سکتا ہوں۔ میں اللہ کی سز میں رہ جوتے کیسے پہن سکتا ہوں۔

جب تک حضرت بشر حافی زندہ ہے۔ بغداد شہر میں کسی چوپائے نے سڑک پر پیشاب یا گوبر تک نہیں کیا۔ یہ حضرت کے ادب کے پیش نظر تھا کہ آپ کے ننگے پاؤں اس نجاست سے آلودہ نہ ہونے پائیں۔ ایک بار ایک چوپائے نے بمرہ گوبر کیا۔ تو اس کے مالک نے چلاتے ہوئے کہا لوگو! کیا حضرت بشر حافی انتقال کر گئے ہیں۔ واقعی اس دن آپ کا وصال

ہو گیا تھا۔

ابن کثیر شامی کی تحقیق کے مطابق حضرت بشر حافی بروز چہار شنبہ دہم محرم الحرام
۲۲۶ھ واصل بحق ہوئے۔ آپ کا مزار بغداد کے مضافات میں ہے۔

شہ دو جہاں اکرم الاولیا - کریم النفس بشر حافی معین

بخواں طالب حق بہ تولیداد - بوصلش بگو واصل اہل دین

۲۲۷

محبوب حقانی سے بھی سن وفات نکلتا ہے۔

۲۲۷

ابوالحسن شیخ احمد ابن الخواری رحمۃ اللہ علیہ دمشق

شیخ احمد ابن الخواری رحمۃ اللہ علیہ :- کے رہنے والے تھے حضرت ابوسلیمان دارانی

رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص تھے۔ آپ کے والد ماجد بھی عارفانِ حق میں سے تھے۔

شیخ احمد ابن الخواری نے اپنے مرشد سے یہ عہد کیا تھا۔ کہ ان کے فرمان کے خلاف

ایک قدم بھی نہیں اٹھائیں گے۔ ایک دن حضرت ابوسلیمان اپنی مجلس میں بہت اچھی گفتگو

فرما رہے تھے۔ سامعین پر بہت اچھا تاثر تھا۔ اسی دوران شیخ احمد خواری مجلس میں داخل ہوئے

اور گزارش کی۔ حضرت تنور گرم ہو گیا ہے۔ مجھے کیا حکم ہے۔ حضرت مرشد نے توجہ نہ فرمائی

شیخ احمد نے دوبارہ گزارش کی۔ تو حضرت سلیمان دارانی نے جواب نہ دیا۔ مگر ان کی یہ تکرار انہیں

اچھی نہ لگی۔ اور غصے میں کہہ دیا۔ جاؤ۔ تنور میں بیٹھو۔ شیخ احمد اسی وقت اسٹھ۔ اور پتے ہوئے

تنور میں داخل ہو گئے۔ چند لمحوں بعد حضرت سلیمان نے اپنے مرید شیخ احمد کو بلایا۔ لوگوں نے

تلاش کیا مگر ان کا کہیں پتہ نہ ملا۔ آپ نے فرمایا تنور میں دیکھو وہ اس میں بیٹھا ہوگا۔ کیونکہ اس

نے مجھ سے عہد کیا ہے۔ کہ میرے فرمان کے خلاف وہ قطعاً کوئی کام نہ کرے گا۔ لوگوں نے

دیکھا۔ کہ آپ تنور میں بیٹھے ہیں۔ آگ نے ان کا ایک بال تک نہیں جلایا۔ آپ کی وفات

۲۳۲ھ میں ہوئی تھی۔

احمد کہ سر آمد جہاں بود - یکتائے جہاں بد و جہاں طاق
 دل گفت کبیر سال وصلش سرمود خرد محب آفاق
 ۲۳۲
 آپ کی کنیت ابو عبد الرحمنؓ تھی بلخ کے
 شیخ حاتم بن عنوان رحمۃ اللہ علیہ رہنے والے تھے حنفی المذہب تھے۔ اور
 حضرت شیخ شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص تھے شفیق بلخی کے بعد آپ نے حضرت شیخ
 احمد خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ خراسان کے بزرگوں میں آپ کا مقام زہد و عبادت
 ادب و ورع میں بہت بلند تھا۔

ایک دن بلخ میں وعظ فرما رہے تھے۔ جوش میں آکر فرمایا۔ اے اللہ اس مجلس میں جو
 شخص سب سے زیادہ گناہکار ہے۔ اسے بخش دے۔ اس مجلس وعظ میں ایک ایسا شخص موجود تھا
 جو مردوں کے کفن چورایا کرتا تھا۔ دوسری رات وہ ایک قبرستان میں اپنے معمول کے مطابق کفن
 چوری کرنے لگا۔ ایک قبر کھودی۔ مگر صاحب قبر نے آواز ہی بکل تجھے حضرت حاتمؓ کی مجلس میں
 بخشش کی بشارت بھی ملی۔ مگر تم اپنی بڑی حرکت سے باز نہیں آئے۔ اس شخص نے اس بڑے
 کام سے توبہ کر لی۔

شیخ محمد رازی فرماتے ہیں کہ میں کئی سال حضرت اہم کی مجلس میں رہا صبح و شام ان کی
 خدمت میں گزارے۔ میں نے ایک دن بھی آپ کو خشمگین نہیں دیکھا۔ ایک دن آپ بازار سے
 گزر رہے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ آپ کے ایک شاگرد کو ایک سبزی فروش نے پکڑا ہوا ہے۔
 اور اسے کہہ رہا ہے کہ تو مجھ سے ترکاری ادا کر لے گیا تھا۔ اسے ہضم بھی کر لیا ہے۔ مگر ابھی تک
 مجھے قرضہ ادا نہیں کیا آج میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا حضرت دکان کے پاس رک گئے اور دکاندار
 بتال کو کہا کہ چند رز صبر کر۔ یہ قرضہ ادا کر دے گا۔ اس نے کہا میں تو اسے نہیں چھوڑوں گا
 اگر آپ کو اپنے شاگرد پر اتنا ترس آتا ہے۔ تو اپنی جیب سے ادا کر دیں۔ یہ سنتے ہی آپ جلال میں
 آگئے۔ اپنے کندھے سے چادر اتار کر غصے کے عالم میں زمین پر پھینک دی دیکھتے دیکھتے چادر کا دامن

اشرفیوں سے بھر گیا بقال کو فرمایا۔ اپنا قرضہ اٹھا لو۔ اگر اپنے حق سے زیادہ اٹھاؤ گے تو سزا پاؤ گے بقال نے اپنا حق اٹھایا۔ مگر لالچ کی وجہ سے مزید ہاتھ بڑھایا۔ اور مزید اشرفیاں اٹھانا چاہیں۔ اس کا ہاتھ وہاں ہی خشک ہو کر رہ گیا۔

ایک شخص نے حضرت اہم کو دعوت طعام دی آپ نے فرمایا میری تین شرطیں ہیں جہاں چاہوں گا بیٹھوں گا۔ جو چاہوں گا کھاؤں گا۔ جو چاہوں گا کہوں گا۔ آپ دعوت پر پہنچے۔ تو آپ جوتوں کی جگہ بیٹھ گئے۔ صاحب خانہ نے عرض کی حضرت یہ بیٹھنے کی جگہ نہیں۔ آپ صدر نشین ہیں آپ نے فرمایا میری شرط تو یہی تھی۔ کھانا لگایا گیا۔ تو آپ نے جو کی روٹی نکالی اور کھانا شروع کر دی۔ صاحب دعوت نے گذارش کی حضور میں نے آپ کے لئے یہ چیزیں تیار کر دانی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں یہ میری شرط تھی۔ فرمایا میری شرط تھی کہ جو چیز مجھے اچھی لگے گی کھاؤں گا۔ پھر آپ نے حکم دیا۔ لوہے کا ایک ٹکڑا جب خوب گرم ہو جائے۔ تو مجلس میں لے آنا۔ وہ سُرخ لوہا تیار کر کے آیا۔ آپ نے اس لوہے کو زمین پر رکھا۔ اور اپنا پاؤں اوپر رکھتے ہوئے کہا۔ یہ نان جوین کھانے کا حساب ہے۔ قیامت کے دن ہر دانے پر اللہ تعالیٰ حساب لے گا۔ وہ اس سے بھی زیادہ سخت ہو گا۔ اب تم لوگ ایک ایک کر کے اس لوہے پر پاؤں رکھنے جاؤ تاکہ تمہیں اس کھانے کا حساب یہاں ہی ادا کرنے کا موقع مل جائے۔ سب نے کہا۔ ہمیں تو ہمت نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ پھر تم قیامت کے دن کس طرح حساب سے فارغ ہو گے۔ آپ کی یہ بات سنتے ہی اہل دل دھاڑیں مارنے لگے۔ اور مجلس طعام ماتم کدہ بن گئی۔

ایک عورت حاتم اہم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ ایک مسئلہ دریافت کیا۔ مگر اسی دوران اُس کی ہوا سرک گئی۔ وہ بڑی شرمندہ ہوئی۔ آپ نے زور سے فرمایا کہ بلند آواز سے بات کرو۔ میں اہم (اونچا سنتا ہوں) ہوں۔ آپ کی مراد یہ تھی۔ کہ اس عورت کی شرم ساری جاتی رہے۔ اس عورت نے بلند آواز سے اپنا مسئلہ دریافت کیا۔ جب تک وہ عورت زندہ رہی آپ نے اپنے آپ کو اہم مشہور رکھا۔ تاکہ اسے احساس ندامت نہ ہو۔

ایک دن آپ سفر میں تھے۔ آپ کے ایک ہمراہی نے گزارش کی۔ حضرت مجھے نصیحت فرمائیں
 آپ نے فرمایا۔ اگر تمہیں درست کی ضرورت ہو۔ تو اللہ ہی کافی ہے۔ اگر ہمراہی کی ضرورت ہو۔ تو کوٹا
 کاتبین اچھے ساتھی ہیں۔ اگر مونس جان کی ضرورت ہو تو تلاوت قرآن سے بڑھ کر اور کوئی نہیں ہو
 سکتا۔ کام کرنا چاہو۔ تو عبادت سے بڑھ کر دنیا میں کوئی کام نہیں اگر وعظ چاہو تو موت ہی
 کافی ہے۔ لیکن جو باتیں میں نے کہی ہیں۔ اگر تمہیں پسند نہیں تو تمہارے لئے درزخ ہی کفایت
 کر سکتی ہے۔

حضرت حاتمِ اصم رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۳۴ھ میں دنات پائی۔

شد چوارہ دنیائے دُور سے جہاں - سالِ وے محبوب مسعود آمدہ

حضرت حاتمِ اصم والا ہم ہم عیساں گردوز مقبول جہاں

ابو حامد حضرت احمد خضرو یہ رحمۃ اللہ

حضرت احمد خضرو یہ رحمۃ اللہ علیہ - علیہ بلخ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ

خراسان کے معتبر شایخ اور کاملانِ طریقت میں سے تھے۔ آپ سلطان ولایت اور صاحبِ

تصانیف بزرگوں میں سے تھے۔ آپ کے مریدوں میں ہزار ایسے ہوئے ہیں جو کمالِ ولایت پر

پہنچے۔ اور حضرت حاتمِ اصم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اول تھے۔ ابوتراب سلطان ابراہیم ادھم شیخ

بازید بسطامی اور ابو حفص رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی مجالس میں بیٹھا کرتے۔ آپ عام طور پر سپاہیانہ

لباس زیب تن فرمایا کرتے۔ آپ کی اہلیہ حضرت بی بی فاطمہ آیات الہیہ میں سے ایک نشانی تھیں

آپ کے والد مکرم امرائے بلخ میں سے معروف تھے۔ جب فاطمہ بالغ ہوئیں۔ تو انہوں نے شیخ احمد

کو پیغام بھیجا کہ وہ ان کے والد سے رشتہ طلب کریں۔ لیکن احمد نے یہ بات قبول نہ کی۔ پھر

دوسری بار پیغام بھیجا کہ میں آپ کو اپنا رہبر تصور کرتی ہوں۔ لہذا یہ کام کرنا نہایت ضروری

ہے۔ حضرت احمد نے مجبوراً کسی کو بھیجا۔ اور ان کے والد سے رشتہ طلب کیا۔ جس نے بخوشی

قبول کر لیا۔ اس طرح اپنی بیٹی کو حضرت احمد خضرو یہ رحمۃ اللہ علیہ کے نکاح میں دے دیا۔ فاطمہ نے

نکاح کے بعد دنیا کی مصروفیات کو ترک کرتے ہوئے صرف احمد سے عزت گزینی اختیار کر لی۔

ایک بار حضرت احمد خضرویہ حضرت بایزید بسطامی کی زیارت کو گئے۔ فاطمہ بھی آپ کے ساتھ گئیں۔ جب بایزید کی مجلس میں پہنچیں۔ اپنے منہ سے نقاب اٹھالیا۔ اور حضرت بایزید سے بے تکلفانہ گفتگو کرنے لگی۔ احمد کو یہ بات ناگوار گزری اور کہا فاطمہ بزرگوں سے یوں بے تکلفانہ گفتگو گستاخی خیال کی جاتی ہے۔ فاطمہ نے کہا تم میری طبیعت کے محرم ہو۔ وہ میری طریقت کے محرم ہیں۔ تمہیں تو اپنی محبت سے ملتی ہوں اور انہیں اللہ کی محبت میں ملتی ہوں۔ وہ میری محبت سے بے نیاز ہیں اور تم میری محبت کے مشتاق رہتے ہو۔ فاطمہ ہمیشہ حضرت بایزید سے گستاخی سے پیش آیا کرتیں۔ ایک دن بایزید کی نگاہ فاطمہ کے ہاتھ پر پڑی تو ان پر مہندی لگی ہوئی تھی۔ حضرت بایزید نے پوچھا۔ یہ مہندی تم نے کیوں لگائی ہوئی ہے۔ فاطمہ نے کہا۔ بایزید! جب تک تم نے میرے ہاتھ کی مہندی نہیں دیکھی تھی۔ مجھے آپ سے مل کر خوشی ہوتی تھی۔ اب تمہاری نگاہ میرے ہاتھ کی مہندی پر پڑی ہے اب میرا ملنا حرام ہے۔

ایک رات آپ کے گھر میں ایک چور گھس آیا۔ سارا گھر بھان مارا۔ کچھ نہ ملا۔ آپ اس وقت جاگ رہے تھے۔ آواز دی۔ بھائی! یہ ڈول اٹھا کر کنویں سے پانی لاؤ۔ اور وضو کر کے نماز پڑھو۔ صبح خالی ہاتھ نہیں جاؤ گے۔ میں تمہیں کچھ دوں گا۔ چور نے سوچا۔ چلو آج یونہی کما کر دیکھ لیں حیرت انگیز ایسا ہی کیا۔ حضرت سودینار کی تھیلی لائے اور چور کے سامنے رکھی۔ اور فرمایا۔ تمہاری آج کی رات کی عبارت کی یہ مزدوری ہے۔ یہ سن کر چور کے دل میں رقت طاری ہو گئی۔ کہنے لگا۔ اب میں کچھ نہیں لوں گا۔ مجھے صرف اللہ کا راستہ دکھائیں۔ کیونکہ میں ابدی دولت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ شیخ نے اسے مرید بنا لیا۔ اور وقت کے اولیاء کی صف میں لاکھڑا کیا۔

سفر کے دوران حضرت احمد خضرویہ ایک بہت بڑی خانقاہ میں پہنچے۔ چونکہ آپ سپاہیانہ لباس پہنتے تھے۔ کسی نے آپ کو نہ پہچانا۔ چند دن وہاں قیام فرمایا۔ صوفیوں نے اپنے پیر سے احتجاج کیا۔ کہ اس سپاہی کو اب یہاں سے چلتا کرنا چاہیے۔ یہ نہ صوفی ہے نہ درویش۔ اور خانقاہ میں

ایسے لوگوں کے لئے نہیں مہنیں۔ پیرازراہ مروت آپ کو کچھ نہ کہتے۔ اتفاقاً حضرت احمد ایک دن کنویں سے پانی نکال رہے تھے۔ ڈول کنویں میں جاگرا۔ درویشوں اور صوفیوں نے آپ کو لعن طعن کیا۔ آپ خانقاہ کے پیر کے پاس گئے۔ اور فرمانے لگے آپ سورہ فاتحہ پڑھیں تاکہ کنویں سے ڈول نکل آئے۔ شیخ سوچنے لگے کہ فاتحہ سے ڈول نکل سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر آپ متوقف اور متردد ہیں تو میں پڑھتا ہوں۔ پیر نے اجازت دی۔ جب آپ نے اجازت پالی۔ ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ کنویں کے پانی میں جوش آیا۔ وہ کنویں کے کناروں تک آپہنچا۔ ڈول اٹھا یا گیا۔ پیر نے اپنی ٹوپی اتار کر آپ کے قدموں میں رکھ دی اور پوچھا۔ سچ بتاؤ تم کون ہو۔ کہ میرا سارا کمال تمہارے فرض کمال کے سامنے ایک دانے کی حقیقت رکھتا ہے۔ حضرت شیخ احمد نے فرمایا۔ اپنے مریدوں کو فرما دیجئے کہ مسافروں کو بچشم حقارت نہ دیکھا کریں۔ وہاں سے روانہ ہو کر اپنی منزل کی طرف بڑھے۔

خاکساراں جہاں راجحقارت منگر - توچہ دانی کہ درین گردسوارے باشد

ایک دن حضرت خواجہ احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ایک درویش بطور مہمان آیا۔ آپ نے ستر شمعیں روشن کیں درویش نے کہا۔ حضرت مجھے یہ تکلفات اور اصراف پسند نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ان تمام شمعوں کو میں نے اللہ کے لئے روشن کیا ہے۔ کسی ایک کو گل کر دو۔ درویش ساری رات پانی اور ریت لے کر کوشش کرتا رہا۔ کہ ایک شمع کو بجھا سکے۔ مگر ایک کے گل کرنے میں بھی کامیاب نہ ہوئے۔

اگر گیتی سراسر باد گیرو - چہ راغ مقبلاں ہرگز نہ نیرو
شیخ کی وفات کے دن قریب آئے۔ تو آپ کے پاس ستر ہزار درہم موجود تھے۔ آپ نے عزباد مساکین کو بلایا اور سب کے سب بانٹ دیئے۔ حالت نزع میں آپ کے قرض خواہ جمع ہوئے۔ اور اپنے قرضہ کا مطالبہ کرنے لگے۔ شیخ احمد نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا۔ اللہ مجھے ان قرض خواہوں سے نجات دے۔ میری جان انہوں نے گروی

کہی ہے۔ یہ بات کہہ ہی رہے تھے کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ اور اس نے آواز دی کہ حضرت کے تمام قرض خواہ آجائیں۔ یہ لوگ باہر آئے اس شخص نے ہر ایک کو قرض ادا کرنا شروع کر دیا۔ جب تمام قرض خواہوں کا حساب بے باقی ہو گیا۔ تو اندر حضرت خواجہ احمد نے جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

آپ دوسرے چالیس ہجری میں فوت ہوئے۔

شیخ احمد شہ فراسانی - ذات پاکش سعید و اسعد بود

سال ترمیسل دسے ندا آمد - لے بگو قطب دین احمد بود

قطب کامل - واقف احمد - زاہد حق ہیں سے بھی سن تاریخ برآمد ہوتا ہے۔

آپ ہرات کے مفکر ملی لٹرائچ میں

شیخ حارث بن اسد محاسبی قدس سرہ سے تھے۔ سجاد الدعوات تھے۔ آپ

صاحب تصانیف بزرگ ہوئے ہیں۔ مختلف علوم میں ماہر تھے۔ فراست اور صداقت میں یگانہ روزگار تھے۔ اور تجرید و تفرید میں یگانہ زمانہ تھے۔

حضرت حارث محاسبی رحمۃ اللہ نے اپنے والد مکرم سے تیس ہزار دینار میراث حاصل کی تھی آپ نے حکم دیا کہ یہ سارا اثاثہ بیت المال میں جمع کرادیا جائے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ الْقَدَرِيَّةُ مَجُوسٌ هَذَا الْأَمِيَّةُ (قدریہ فرقہ والے اس امت کے مجوسی ہیں) میرے والد فرقہ قدریہ سے تعلق رکھتے تھے۔ مجھے اس مال کی ضرورت نہیں۔ مجھے ایسا ورثہ لینا جائز نہیں۔ چنانچہ سارے ورثے سے دست بردار ہو کر بیت المال میں جمع کرادیا۔

اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں آپ پر اس قدر تھیں۔ کہ آپ مشکوک طعام کی طرف ہاتھ بڑھاتے تو آپ کی انگلیوں کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ اور انگلیوں میں طاقت نہ رہتی کہ ایسے مشکوک لقمہ کو اٹھائے اس طرح اللہ تعالیٰ خود ہی آپ کی حفاظت فرماتا حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں۔ ایک دن آپ میرے پاس آئے۔ چہرے پر بھوک کے آثار تھے۔ میں نے کہا۔ حارث اگر اجازت ہو تو گھر سے

کچھ کھانے کے لئے لاؤں۔ آپ نے فرمایا۔ کوئی مضائقہ نہیں۔ میں گھر گیا۔ رات ایک شادی کی تقریب سے ہمارے گھر کھانا آیا تھا۔ میں اٹھالایا۔ سامنے رکھا۔ میں نے دیکھا۔ کہ آپ کا ہاتھ اس کھانے تک پہنچنے میں رک رہا ہے۔ مگر آپ نے میری خاطر زور لگا کر ایک لقمہ اٹھایا اور منہ میں ڈالا میں نے دیکھا کہ وہ لقمہ بھی آپ کے حلق میں ٹھس گیا۔ آخر کار باہر نکل کر پھینک دیا۔ آپ نے پوچھا کہ جنید یہ کھانا کہاں سے لاتے ہو۔ میں نے بتایا۔ کہ ہمسایوں کے شادی تھی۔ وہاں سے آیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ مشتبہ کھانا میرے حلق سے نہیں اترتا۔ درویشوں کے سامنے ایسی تقریبات کا کھانا نہیں لانا چاہیے مجھے اپنے گھر لے گئے۔ اور ایک خشک روٹی کا ٹکڑا پیش کیا۔ خود بھی کھانے لگے۔ فرمایا۔ یہ خشک ہے مگر حلال ہے۔ درویشوں کو ایسا کھانا کھانا چاہیے۔

کہتے ہیں کہ عارث محاسبی ہر کام میں محاسبہ کیا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کا نام محاسبی رکھا گیا تھا۔

آپ کی وفات ۲۴۱ھ میں ہوئی۔

محاسب پیر محاسب شاہ ذی جاہ - کہ از دل با خدای داشت تو حیل
چورفت از دار دنیا سوتے جنت - شدہ قطب کھل سالِ ترحیل

زبدۃ دین محاسبی ابدال :-
۲۴۱

آپ کی کنیت ابو عبد اللہ اور ابو الغنیف

حضرت شیخ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ :- تھی۔ آپ بصرہ کے رہنے والے تھے۔

علماء شریعت۔ ملوک طریقت۔ سالک راہ ہدایت اور مجرم اسرار توحید میں سے تھے۔ ریاضت اور کرامت میں بے مثال تھے۔ عام لوگوں سے علیحدہ رہتے۔ اپنے آپ کا اظہار نہ فرمایا کرتے آپ کو معلوم ہوا۔ کہ فلان جگہ ایک زاہد و عابد شخص رہتا ہے۔ جو بڑا بزرگ اور صاحب کرامت ہے زیارت کے لئے گئے۔ دیکھا کہ وہ ایک درخت سے لٹکا ہوا ہے کہنے لگا۔ یا تو میری طرح اللہ کی عبادت میں ریاضت میں ساتھ دو۔ یا یہاں سے چلے جاؤ۔ اور مہو کے مرو۔ یہ بات سنتے ہی

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ رونے لگے۔ عابد نے رونے کی آواز سنی۔ تو فرمایا اس شخص پر کون رحم کرتا ہے۔ جس کے جرم زیادہ ہوں اور شرم کم ہو۔ حضرت ذوالنون اس بزرگ کے نزدیک گئے۔ اور سلام کر کے پوچھا۔ یہ کیا حالت ہے۔ زاہد نے کہا۔ میرا بدن میری روح سے متفق نہیں ہوتا۔ اسے قرار نہیں ہے۔ لوگوں سے میل ملاپ کی خواہش کرتا ہے۔ اور تنہائی سے خوف کھاتا ہے۔ ذوالنون مصری نے خیال کیا۔ کہ اس شخص نے یا تو کسی بے گناہ کو قتل کیا ہے یا کوئی بہت بڑا جرم کیا ہے۔ جس سے اس کا ضمیر مجروح ہے۔ زاہد نے کہا تمہیں معلوم ہے کہ جب تم مخلوق خدا سے ملو گے۔ کسی جرائم لاحق ہوں گے۔ حضرت ذوالنون نے کہا۔ تم بہت بڑے زاہد ہو۔ زاہد نے کہا۔ اگر مجھ سے بڑا زاہد دیکھنے کے خواہش مند ہو تو اس پہاڑ کی غاریں جاؤ۔ وہاں تمہیں مجھ سے بھی بڑا ملے گا۔ آپ وہاں پہنچے۔ دیکھا۔ کہ ایک خوبصورت نوجوان اپنے ایک پاؤں پر کھڑا اللہ کی عبادت میں غرق ہے۔ اُس کا دوسرا پاؤں کٹا ہوا اس غار کے باہر پڑا ہوا ہے۔ آپ نے سلام کیا۔ اور نوجوان سے پوچھا کہ یہ کیا حالت ہے؟ اس نے بتایا۔ ایک دن میں اسی غار میں عبادت خداوندی میں مشغول تھا۔ کہ ایک جمیلہ و شکیلہ عورت دروازے پر آئی۔ میرا دل اس کی طرف مائل ہوا۔ میں نے غار سے ایک قدم باہر رکھا ہی تھا۔ کہ آواز آئی۔ تمہیں شرم نہیں آئی۔ کہ تیس سال میرے حضور سجدہ مارنا پڑے ہے۔ ہوا اور آج اس کے پیچھے پڑے ہو۔ مجھے خیال آیا اور اپنا وہ پاؤں کاٹ کر باہر پھینک دیا۔ اب میں حیران ہوں کہ کیا کر دوں مجھے اللہ کس طرح اپنا گے گا اور میرے ساتھ کیا ہوگا۔ آپ مجھ جیسے گناہگار کے پاس آئے ہیں یہاں سے کیا لو گے۔ ہاں اگر کسی مرد کامل کو دیکھنا چاہتے ہو۔ تو اس پہاڑ کی چوٹی پر چلے جاؤ وہاں ایک مرد حق ملیں گے۔ ان کی زیارت کرو۔ حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا۔ یہ پہاڑ اس قدر بلند ہے۔ میں وہاں نہیں جا سکوں گا۔ میں نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے بتایا۔ کہ ایک شخص اس سے مناظرہ کرنے آیا۔ اور کہنے لگا کہ روزی تو کسب کے نتیجے میں ملتی ہے۔ اس دن سے اس بزرگ نے نذرمان لی۔ کہ وہ کچھ نہ کھائے گا۔ کیونکہ

کب تو مخلوق کی ذمہ داری ہے اور مخلوق کی دی ہوئی روزی مجھے منظور نہیں کچھ عرصہ گزرا۔
تو اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کو حکم دیا کہ وہ جائیں۔ میرے اس بندے کے ارد گرد
اڑتے ہوئے شہد بہم پہنچائیں۔ حضرت ذوالنون مصری نے سنا تو اسی دن سے تمام علاقے دنیا
کو ترک کر کے ریاضت میں لگ گئے۔ حضرت جامی رحمۃ اللہ نے اس واقعہ کو نغمات الانس میں ایک
اور تفصیل سے بیان کیا ہے۔

ایک دن حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ کشتی میں سوار تھے۔ اتفاقاً ایک سوداگر کا ایک
قیمتی موتی کشتی میں ہی گم ہو گیا۔ اس نے تمام سوار لوگوں کو چوری کا ذمہ دار قرار دیا۔ آخر کار سب
لوگوں نے متفقہ طور پر حضرت ذوالنون مصری کو ہی اس چوری کا مرتکب قرار دیا۔ حضرت ذوالنون
اس الزام تراشی کے جواب میں خاموش رہے۔ جب لوگوں کا اصرار اور شدت حد سے گزر گئی۔
تو آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر ہونٹوں سے کچھ پڑھا۔ لوگوں نے دیکھا کہ ہزاروں مچھلیاں
اپنے منہ میں ایک ایک موتی پکڑے پانی کی سطح پر ابھر آئیں۔ آپ نے ہاتھ بڑھا کر ایک موتی پکڑا
اور اس سوداگر کو دے دیا۔ کشتی والوں نے یہ سارا ماجرا دیکھا تو بے حد نادام ہوئے۔ آپ
کے قدم بوس ہوئے اور اپنے الزامات پر معذرت چاہی۔ حضرت اٹھے۔ اور سمندر کے پانی پر قدم
رکھا، اور لوگوں کے سامنے سے پانی پے سے گزر کر یوں چلے گئے جیسے کسی صاف میدان میں سے
جاتا ہے۔ اس دن سے لوگوں نے آپ کا نام ذوالنون رکھ دیا۔ حقیقت میں آپ کا نام ثوبان بن
ابراہیم تھا۔ آپ حضرت مالک کے شاگرد اور شیخ امر فیس کے مرید تھے۔

حضرت ذوالنون مصری کی ایک بہن تھی۔ ہر وقت آپ کی خدمت میں رہتی۔ ایک دن اللہ کے
حضور یہ آیت پڑھی **وَإِنزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّامَ وَآتَيْنَاكُمْ مِنَ السَّمَاءِ
وَالسَّلْوَىٰ**۔ ہم نے تم پر بادلوں کا سایہ کیا اور پھر من و سلویٰ نازل فرمایا، اور کہنے لگی۔ اے
اللہ تو نے اسرائیلیوں کو من و سلویٰ عنایت فرمایا۔ اور امت محمدیہ کو یہ نعمت نہیں دی۔ آج جب تک
مجھے من و سلویٰ عنایت نہیں کیا جائے گا۔ میں چین سے نہیں بیٹھوں گی۔ اسی وقت آسمان سے

من و سلوئی بر سنا شروع ہوا۔ بی بی نے جتنا چاہا۔ اٹھا کیا۔

ایک بار ایک شخص حضرت ذوالنون مصری کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا مجھے سو ہزار دینار درشہ ملا ہے۔ میں حاضر ہوا ہوں۔ کہ آپ کامرید نبوں اور یہ درشہ آپ کے حوالے کروں۔ آپ نے اس کو مرید بنا لیا۔ اور سارا روپیہ غریبوں میں بانٹ دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ کے درویشوں کو تنگ دستی نے آیا۔ اور کھانے کو کچھ نہ رہا۔ تو وہ شخص آہ بھر کہنے لگا۔ کاش میرے پاس آج مزید ایک سو ہزار دینار ہوتے تو میں پھر درویشوں کو دے دیتا۔ حضرت ذوالنون نے سنا۔ تو خیال کیا۔ ابھی تک اس شخص کے ہاں سو ہزار دینار کی یاد باقی ہے بحقیقت حال کو نہیں پہنچا۔ آپ نے اسے بلایا اور فرمایا فلاں عطار کے پاس جاؤ۔ اور دو درہم دے کر فلاں دوائی لے آؤ۔ وہ گیا اور دوائی لے آیا آپ نے حکم دیا کہ اسے ہاں میں کوٹ دو۔ اور تیل میں بھگو دو۔ اور اس کی تین گولیاں بنا ڈالو۔ اور ان گولیوں میں سوئی سے سوراخ کر دو۔ اور میرے پاس لے آؤ۔ اس مرید نے ایسا ہی کیا۔ حضرت شیخ کی خدمت میں لایا۔ آپ نے تین گولیوں کو ہاتھ میں لے کر ملا۔ دیکھتے دیکھتے وہ تین سُرخ یا قوت بن گئے کسی شخص نے ایسے قیمتی یا قوت نہیں دیکھے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ اب انہیں بازار لے جاؤ اور قیمت دریافت کرو۔ لیکن فروخت نہ کرنا۔ صرف انہوں نے جب یہ موتی دیکھے تو ایک موتی کی قیمت ایک ایک لاکھ دینار دینے کا اعلان کیا۔ وہ ان تینوں کو واپس لے آیا۔ اور حضرت ذوالنون مصری کے سامنے واقعہ سنایا۔ آپ نے فرمایا۔ انہیں ہاؤن میں رکھ کر باہر ایک کر دو۔ اور سمندر میں پھینک آؤ۔ اور بات سمجھ لو۔ کہ میرے درویش دنیاوی چیزوں کے نہ ملنے کی وجہ سے تنگ دست اور بھوکے نہیں بلکہ بھوک اور تنگ دستی تو ان کے عروج کی علامت ہے۔ یہ درشہ نبوی ہے۔ عطائے الہی ہے اس شخص نے آپ کی باتیں نہیں تو دنیاوی خواہشات کے تصور سے بھی توبہ کر لی۔

حضرت شیخ ابو جعفر اعور رحمۃ اللہ علیہ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت ذوالنون کی مجلس میں بیٹھا تھا۔ دوسرے اجاب بھی کافی تعداد میں موجود تھے۔ بات جہادات

کی طاعت گزاری کے موضوع پر شروع ہوئی حضرت ذوالنون نے مجلس میں پڑی ہوئی لکڑی کی تختی کی طرف نگاہ ڈالی۔ اور فرمایا۔ ان جمادات کی طاعت گزاری اور فرمانبرداری کا یہ عالم ہے کہ اگر میں اس تختی کو کہوں کہ اپنی جگہ سے اٹھ اور اس مجلس کے گرداگرد چکر لگاتی رہ تو تعمیل فرمان میں ذرہ بھر تاخیر نہیں کرے گی۔ ابھی آپ بات کر ہی رہے تھے کہ وہ تختی حرکت میں آئی اور آپ کی خانقاہ کے گرداگرد چکر لگانے لگی۔ اور پھر اپنی جگہ آکر رک گئی۔ مجلس میں ایک نوجوان نے دیکھا۔ اور رویا اور جان دے دی۔ لوگوں نے تجہیز و تکفین کے بعد اس تختی کو بھی اس نوجوان کے ساتھ دفن کر دیا۔

ایک دن حضرت ذوالنون کی خدمت میں ایک فقیر و درویش حاضر ہوا اور کچھ مانگا۔ آپ نے زمین سے ایک پتھر اٹھایا۔ اور اسے دے دیا۔ وہ سفید زرد تھا۔ فقیر نے اسے چار صد درہم میں فروخت کیا۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ مقامات بلند پر فائز ہوئے تو لوگ آپ سے آنکھ نہیں ملا سکتے تھے۔ آپ کی کرامات اور کمالات کی شہرت چاروں اطراف عالم میں پھیلی۔ عقل و فکر میں وہ باتیں نہیں آتی تھیں جو آپ کی ذات سے رونما ہونے لگیں۔ علماء، ظاہر نے آپ کو متہم کرنا شروع کر دیا۔ آپ کو زندیق کے نام سے مشہور کیا۔ خلیفہ عباسی متوکل کو آپ کے خلاف برگشتہ کیا گیا۔ خلیفہ نے حکم دیا۔ کہ اسے جیل میں بھیج دیا جائے آپ چالیس دن تک جیل میں رہے۔ حضرت بشرحانی رحمۃ اللہ علیہ کی ہمیشہ نے سنا۔ تو ہر روز روٹی پکا کر جیل میں بھیج دیتی۔ جس دن آپ کی رہائی ہوئی وہ چالیس روٹیاں اسی طرح پڑی ہوئی تھیں۔ یہ واقعہ دیکھ کر اس نیک بی بی کو بڑا گراں گزرا۔ اور کہنے لگیں۔ تمہیں معلوم تھا کہ یہ روٹیاں میں نے حلال رزق سے پکائی تھیں۔ مگر تم نے نہیں کھائیں۔ آپ نے فرمایا۔ دراصل جس طشتری میں رکھ کر بھیجی جاتی تھیں۔ اس کی پشت پاک نہیں تھی۔ پھر قیدیوں کے ہاتھوں مجھ تک پہنچتی تھی۔ آپ قید خانے سے باہر نکلے تو دروازے کے سامنے زمین پر گر گئے آپ کا ماتھا

زخمی ہو گیا۔ خون بہنے لگا۔ مگر خون زمین پر پڑتا تو جذب ہو جاتا۔ آپ کو خلیفہ کے دربار میں لے گئے اور تمام صورت حال کو پیش کیا۔ خلیفہ اور آپ کے امرا یہ سورت حال دیکھ کر نادام بھی ہوئے اور معذرت طلب کرنے لگے خلیفہ آپ کا معتقد ہو گیا۔ اور آئندہ کے لئے آپ کی عزت و حرمت کو برقرار رکھنے کا حکم دیا۔

جس دن حضرت ذوالنون مصری کا انتقال ہوا تو ستر اولیاء اللہ نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ حضور فرما رہے ہیں کہ آج اللہ کا ایک دوست ہمارے پاس آ رہا ہے۔ ہم اس کا استقبال کریں گے۔ وفات ہوئی تو آپ کی پیشانی پر سبز و شنائی سے لکھا تھا۔

هَذَا قَتِيلُ اللَّهِ مَاتَ فِي سَيْفِ اللَّهِ وَهَذَا حَبِيبُ اللَّهِ مَاتَ فِي حُبِّ اللَّهِ

یہ اللہ کا قاتیل ہے اور اللہ کی تلوار محبت سے شہید ہوا ہے۔ یہ اللہ کا محبوب ہے اور اللہ کی محبت میں فوت ہوا ہے، آپ کا جنازہ اٹھا، سورج گرم تھا۔ اللہ تعالیٰ نے لاکھوں پرندوں کو بھیجا۔ آپ کے جنازے پر پڑ پھیلانے لگے۔ آپ کے جنازے پر سایہ ہو گیا۔ یہ پرندے ایسی شکل و صورت کے تھے۔ کہ آج تک کسی نے ایسے پرندے نہیں دیکھے تھے۔ اس کرامت کو دیکھ کر آپ کے منکر بھی تائب ہوئے اور آپ کے کمالات کے قائل ہو گئے۔

سفینۃ الاولیاء میں آپ کی وفات ۲۴۵ھ اور مزار مبارک مصر میں ہے نفحات الانس کے مصنف نے ۲۴۴ھ لکھا ہے۔ مگر صاحب مجز الواصلین نے ۲۴۴ھ لکھا ہے۔

وفات کے بعد ہزاروں لوگوں نے آپ کے لوح مزار پر یہ حروف لکھے دیکھے۔

ذُو النُّونِ حَبِيبِ اللَّهِ فِي الْعَشِيقِ قَتِيلِ اللَّهِ!

(ذوالنون اللہ کے محبوب ہیں اور اسی کے عشق میں قتل ہوئے ہیں،

اگرچہ بعض منکران کرامات اولیاء اس تحریر کو مٹا دیتے تھے۔ مگر یہ تحریر پھر نمایاں

ہو جایا کرتی تھی۔

شیخ ذوالنون شاہ عالی جہا - برد چوں زین جہاں بخت راہ
 ساک صالح و عصیف بخواں - سال ترمیل آں خدانے آگاہ
 ہادی حق ولی اللہ - ^{۲۴۰} مرد - ہادی قطب واقطاب - مہر پر تو فلگند چوں قمر
 قبلہ حق - ^{۵۲۴۰} گہرے بے ہا - ^{۵۲۴۴} سے بھی تواریخ وفات نکلتی ہیں۔
 ۲۴۵ ۲۴۵

آپ کا اسم گرامی عسکر ابن الحسین

حضرت شیخ ابوتراب بخشتی تدس سمرہ :- تھا بعض کتابوں میں عسکر بن

محمد بن حسین لکھا ہے خراسان کے کامل مشائخ خراسان میں سے تھے۔ زبد و مجاہدہ اور تقویٰ میں
 راسخ القدم تھے۔ آپ نے پورے تیس سال ریاضت و مجاہدہ میں گزارے۔ حضرت شیخ حاتم
 عطار بصری اور حاتم اصم کی صحبت میں رہے۔ فرمایا کرتے۔ ایک بار میں ایک وادی سے گزر رہا
 تھا میرے دل میں گرم روٹی۔ بیضہ مرغ۔ کھانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ میں راستہ بھول گیا۔ ایک
 ایسے قبیلہ میں جا پہنچا۔ جس کے بہت سے لوگ لاٹھیاں ہاتھ میں پکڑے کھڑے تھے مجھے دیکھتے
 ہی چلا اٹھے۔ وہ پکڑا گیا۔ مجھے گھیر لیا۔ اور کہنے لگے۔ تم نے ہمارا سامان چورایا ہے۔ تم چور ہو اور
 مجھے مارنا پٹینا شروع کر دیا۔ اسی ہنگامے میں مجھے قبیلے کے ایک بوڑھے نے دیکھا اور مجھے پہچان
 لیا۔ اور چلایا کہ بے وقوفو! یہ تو ہمارے شیخ طریقت ہیں۔ تم کیا کر رہے ہو۔ بے ادبو! تم
 مدیقان طریقت کے سردار سے بھی یوں سلوک کر رہے ہو۔ وہ لوگ بہت شرمندہ ہوئے معافی
 کے طلب گار ہوئے میں نے کہا۔ ہمیں معافی کی ضرورت نہیں۔ حقیقت یہ ہے۔ آج کے واقعے سے
 خوشتر میں نے زندگی کا کوئی واقعہ نہیں دیکھا۔ میں ایک عرصہ سے اپنے آپ اپنے نفس کو آزمانا
 چاہتا تھا۔ کہ ذاتی طور پر میری لوگوں میں کیا حقیقت ہے۔ میں نے معلوم کر لیا ہے۔

جس شخص نے مجھے پہچانا تھا۔ مجھے اپنے گھر لے گیا۔ میرے سامنے دسترخوان چن دیا
 گیا۔ جس پر گرم روٹیاں۔ انڈے اور بھنے ہوئے مرغ لگا دیئے گئے۔ میں نے ہاتھ بڑھایا
 تاکہ کچھ کھاؤں آواز آئی! ابوتراب کھاؤ۔ انہی چیزوں کے لئے تم نے دوسو تھپڑ کھائے اور

اتنی ذلت قبول کی آئندہ بھی اپنے نفس کی ہر خواہش پر اتنی سزا پایا کرو۔

ایک دفعہ حضرت شیخ ابوتراب اپنے مریدوں کے ساتھ ایک وادی سے گزر رہے تھے وادی ایک لقم ووق صحرا تھا۔ دُور دُور تک پانی اور سایہ دار درخت کا نام و نشان نہ تھا تمام اجاب تشنگی سے بے جان ہو رہے تھے۔ انہوں نے پانی مانگا۔ تو حضرت نے اپنا عصا زمین پر مارا اور ایک بکیر کھینچی۔ یہ بکیر پانی کا ایک چشمہ بن گئی۔ سب نے پانی پیا۔ وضو کیا۔ اور نماز ادا کی۔ حضرت شیخ ابولعباس بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت شیخ ابوتراب کے ساتھ ایک صحرا میں ہم سفر تھا۔ ایک ساتھی نے پانی طلب کیا۔ آپ نے زمین پر پاؤں مارا۔ اس سے چشمہ آب جاری ہو گیا۔ اس شخص نے فرمایا۔ میں تو پیالے میں پانی پینا چاہتا ہوں۔ شیخ نے ایک ہاتھ زمین پر مارا ایک خوبصورت چینی پیالہ پکڑ کر اس کے حوالے کر دیا۔ نہ صرف اس پیالے سے پانی پیتے ہیں بلکہ دوران سفر مکہ تک اپنے سامان میں ساتھ رکھا۔

.. شیخ ابوتراب، اجمادی الاول ۲۴۵ھ وادی بصرہ میں واصل بحق ہوئے۔ اس وقت آپ یکہ و تنہا ہی سفر کر رہے تھے چند سالوں بعد تاجروں کا ایک قافلہ وہاں سے گزرا۔ لوگوں نے دیکھا۔ آپ رو بقبلہ ایسے ہی نظر آ رہے ہیں۔ جیسے زندہ ہوں۔ اگرچہ آپ کا بدن خشک ہو چکا تھا۔ مگر اتنے عرصہ میں نہ تو کسی درندے نے جرات کی اور نہ موسمی تغیرات نے اثر کیا۔

بوتراب آنکہ بود در عالم - شیخ یکتا ولی حق کامل

رعلتش صاحب سعید بگو - ہم بفرما ولی حق کامل

۲۴۵

آپ اصفہان سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت

شیخ ابراہیم بن علی رحمۃ اللہ علیہ :- شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ سے فیض صحبت

حاصل کرتے متقدمین اور اجاب کشف و کرامت میں ممتاز مہرتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے

ولی اللہ کی علامت یہ ہے کہ جو کوئی اس کے پاس دنیا کی کوئی چیز لے آئے اور یہ لے لے تو مجھ کو اس میں

ولایت نہیں اگر رو کر دے تو یہی اس کی ولایت کی علامت ہے۔

آپ دو سواڑ تالیس ۲۴۸ھ میں واصل بحق ہوئے۔ سفینۃ الاولیاء کے مصنف نے آپ کی وفات ۲۴۷ھ لکھی ہے۔

شیخ ابراہیم شاہ اصفہانی - ان خلیل حق حبیب با صفا
طالب محبوب حق سانش بدال - ہم بخواں محبوب قطب اولیا
سلطان زمن قبول داراشکوہ تاریخ وفات ولی پاک مقبول ^{۲۴۸ھ} امجد حق نما
^{۲۴۷ھ} آپ مشائخ کبار میں سے تھے۔ مستجاب
شیخ زکریا بن یحییٰ ہرودی رحمۃ اللہ علیہ :- الدعوات تھے حضرت امام احمد بن حنبل
رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ زکریا بن یحییٰ ابدال وقت میں سے تھے۔ آپ کی وفات
ہرات میں ماہ رجب ۲۵۵ھ میں ہوئی۔

شیخ زکریا شہ ہر دوسرا - یافت از حق در حریم خلد جا
عابد و معتبول سال وصال او - ہم بفرمان ز اہد وین با صفا
آپ خراسان کے بزرگوں میں سے تھے حضرت شیخ
شیخ ابو بکر سنجری رحمۃ اللہ علیہ :- ابو حفص سے مجلس رہتی بڑے متوکل اور تجرید پسند
تھے۔ دنیا اور اہل دنیا سے انہیں کوئی سروکار نہ تھا۔ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں گزارش
کی۔ حضرت میرے پاس ایک دینار سرخ ہے میرا دل چاہتا ہے کہ میں آپ کو دے دوں۔
آپ نے فرمایا۔ یہ تو تمہارے کام کی چیز ہے۔ مجھے دینے سے کیا فائدہ۔ اگر مجھے دے دو گے تو
تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ اور اپنے پاس رکھو گے۔ تو میرے لئے بہتر ہوگا۔
آپ کی وفات ۲۵۵ھ میں ہوئی۔

چو عبد اللہ زین عالم سفر کرد - چو گنج اندرز میں حبش نہاں شد
ز دل سال وصال آں شہ دین - حبیب کامل عبد اللہ عیاں شد

کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ مشائخ و اولیاء میں آپ
محمد بن علی حکیم ترمذی قدس سرہ بہت بلند مقام پر فائز تھے۔ صاحب تصنیف

بزرگ تھے۔ حدیث پر عبور تھا۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی صحبت کے فیض یافتہ تھے
 حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات تھی۔ آپ کی تصانیف میں سے ختم الولاہیت اور نوادیر الاصول
 تو یادگار زمانہ کتابیں ہیں۔ آپ نے قرآن پاک کی تفسیر بھی لکھنا شروع کی مگر مکمل نہ کر سکے۔

ابتدائی زمانہ میں ایک ساتھی طالب علم کے ساتھ طلب علم میں روانہ ہوئے اپنی والدہ

سے اجازت حاصل کی۔ والدہ رو پڑیں۔ اور کہنے لگیں۔ مجھے کس کے حوالے کرتے جا رہے ہو۔ یہ

بات آپ کے دل پر اثر انداز ہوئی۔ سفر کا ارادہ ترک کر دیا۔ آپ کے ساتھی روانہ ہو گئے۔ پانچ

ماہ گزر گئے مگر طلب علم اور حکم والدہ کی کشمکش باقی تھی۔ ایک دن قبرستان میں بیٹھے تھے۔ کہ

زار زار رو رہے تھے۔ اور افسوس کر رہے تھے۔ کہ میں نے اپنا قیمتی وقت ضائع کر دیا ہے۔

میرے دوست عالم فاضل بن کر واپس آئیں گے۔ میں ان کے سامنے جاہل اور شرمسار رہوں گا

ناگاہ ایک نورانی شکل نمودار ہوئی۔ اور فرمانے لگے۔ علم کے حصول کے لئے یہ بے قراری واقعی

قابل قدر ہے۔ میں ہر روز یہاں آیا کروں گا۔ اور تمہاری علمی تشنگی دور کرتا ہوں گا۔ تم اپنے

ساتھیوں سے پیچھے نہیں رہو گے۔ آپ نے کہا یہ تو آپ کی عنایت ہوگی۔ چنانچہ اس بزرگ

نے آپ کو لگاتار تین سال تک پڑھایا۔ یہ ساری محنت اور عنایت ان کے شوق علم اور خدمت

والدہ کے صلے میں تھی۔ حقیقت میں یہ استاد بزرگ حضرت خضر تھے تعلیم مکمل ہونے کے بعد

حضرت خضر ہفتہ وار تشریف لاتے اور اپنے شاگرد کی مجلس کو تازہ فرماتے۔

حضرت شیخ ابو بکر دراق فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن حضرت شیخ محمد حکیم ترمذی میرے ہاں

تشریف لائے۔ اور مجھے کہنے لگے۔ میں تمہیں کہیں لے جانا چاہتا ہوں۔ میں آپ کے ساتھ ہو گیا۔ کچھ

وقت گزرا تھا۔ کہ ایک ویرانے سے گزرنا ہوا۔ دیکھا۔ کہ ایک درخت کے سایہ میں ایک نہری تخت

پچھا ہوا ہے۔ پانی کا ٹھنڈا چشمہ رواں ہے۔ ایک شخص شاہانہ لباس میں اس تخت پر تشریف فرما

ہے۔ شیخ اس کے قریب گئے تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کو اپنے پہلو میں بٹھالیا۔ چند لمحے گزرنے کے بعد چالیس افراد وہاں ہی بیٹھے۔ شیخ نے آسمان کی طرف اشارہ کیا تو ایک طشتری جس پر زنگارنگ کے کھانے چنے ہوئے تھے۔ اُتری۔ تمام نے کھایا۔ آپس میں بڑی اچھی گفتگو ہوئی۔ وہ ایک دوسرے سے ایسی زبان میں گفتگو کرتے کہ میری سمجھ میں نہ آتی تھی۔ شیخ ترمذی نے اجازت لی۔ اور ہم جس راستے گئے تھے۔ اسی راستے سے ترمذ میں آگئے۔ میں نے دریافت کیا۔ حضرت وہ کون سی جگہ تھی جہاں ہم گئے تھے اور وہ کون شخص تھا۔ جو تخت نشین تھا۔ آپ نے بتایا وہ صحرا تہیہ اسرائیل تھا۔ وہ شخص قطب المدار تھا۔ اور چالیس مہمان چالیس ابدال تھے جو کار و بار دنیا پر مامور ہوتے ہیں۔ وہ دنیا کے مختلف گوتوں سے وہاں آئے تھے۔ میں نے پوچھا ہم اتنی دُور دراز جگہ پر کیسے پہنچ گئے۔ اور پھر واپس بھی آگئے۔ آپ فرماتے گئے۔ ابو بکر تمہیں جانے آنے سے واسطہ ہے یا پوچھنے سے۔

شیخ وراق نے ایک اور جگہ بتایا۔ کہ حضرت حکیم ترمذی نے مجھے اپنی ایک تصنیف دی۔ اور فرمایا۔ اسے لے جاؤ اور دریا میں پھینک دو۔ میں نے دریا میں پھینکی تو دیکھا کہ دریا سے ایک صندوق نمودار ہوا۔ اور یہ کتاب اس میں جا پڑی۔ صندوق دیکھتے دیکھتے بند ہوا اور پانی کی تہہ میں چلا گیا۔ واپس آ کر حضرت شیخ کو سارا حال بتایا۔ میں نے صورت حال پوچھی تو آپ نے فرمایا میں نے کچھ چیزیں ایسی تصنیف کی تھیں کہ اس کے مطالب موجودہ زمانہ کے اہل علم سمجھنے سے قاصر تھے حضرت خضر علیہ السلام نے مجھے حکم دیا تھا کہ یہ تصنیف انہیں دے دی جائے یہ سارا انتظام تو ان کی طرف سے تھا۔ یہ تصنیف دریائی مخلوقات کے لئے کافی ہوگی۔

حضرت خواجہ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عمر میں ایک ہزار ایک بار اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا تھا۔ جوانی کے زمانے میں ایک مالدار عورت جو حسن و جمال میں بھی بے مثال تھی۔ آپ کے عشق میں مبتلا ہو گئی وہ کوشش کرتی کہ آپ سے ملاقات ہو جائے مگر اسے کامیابی نہ ہوئی ایک دن اسے خبر ملی کہ شیخ باغ میں تشریف فرما ہیں اس نے بناؤں گھاڑا کیا اور اس باغ میں جا پہنچی حضرت نے

اسے دیکھا تو رونے لگے۔ اور اس کی طرف التفات فرمایا۔ آپ باغ کی دیوار پھلانگ کر باہر چلے گئے۔ جب بوڑھے ہو گئے تو آپ کو یہ واقعہ یاد آیا۔ اور خیال آیا کہ کیا بڑا تھا اگر میں اس کی آرزو کو پورا کر دیتا۔ اور پھر توبہ کر لیتا۔ یہ خیال آتے ہی آپ نے سمجھا کہ یہ وسوسہ شیطانی ہے اپنے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جوانی کے عالم میں یہ وسوسہ تمہارے خیال میں نہ آیا۔ پڑھاپے پر آنے کے بعد اتنی ریاضات شاقہ طے کرنے کے بعد اس قسم کے شیطانی خیالات کی حقیقت کیلئے آپ بے حد مبغوم ہوئے۔ تین دن تک اس خیال فاسدہ کا ماتم کیا۔ تین دن بعد جناب سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ آپ نے تسلی دی اور فرمایا غم نہ کرو۔ یہ وسوسہ اس لئے نہیں ہے کہ تم ان خیالات کی طرف توجہ دیتے ہو۔ بلکہ بات یہ ہے کہ چالیس سال گزرے ہیں۔ کہ تم عالم ارواح سے ایک عرصہ تک دُور ہو۔ دنیائے دوں کی ایسی چیزوں کا یاد آنا۔ اس دنیائے آخرت سے دوری کا نتیجہ ہے۔

صاحبِ سفینۃ الاولیاء اور دوسرے تذکرہ نگاروں نے آپ کا سن وفات ۲۵۵ھ

لکھا ہے۔

آن محمد حکیم حاکم دل - ذاتِ اوبود متقی و ولی

سال و صلش جو از خرد جستم

گفت ہاتف محمد ابن علی

۲۵۵

قطب سید - ولی حق نامی

۲۵۵

۲۵۵

آپ عظیم محدثین میں

شیخ دارمی عبد اللہ بن عبد الرحمن سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ سے تھے۔ آپ کی

مسن دارمی مشہور کتاب ہے۔

آپ کی وفات ۲۵۵ھ میں ہوئی۔

رفت از دنیا چو در خلد بیی - دارمی آن بسامع صدق و صفاء

دارمی شد سال تر جلیش عیساں - نیز محبوب محب اہل العطاء

۲۵۵ھ

آپ امام الحدیث ہیں۔ صحیح بخاری

شیخ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ :- آپ نے ہی مرتب فرمائی۔ تاریخ کبیر بھی آپ کی تالیف ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایک لاکھ صحیح احادیث جمع کیں۔ اور دو لاکھ ضعیف احادیث جمع کیں۔ آپ نے ایک ضعیف حدیث بھی اپنے مجموعہ احادیث میں تحریر نہیں کی۔ آپ ان احادیث کو لکھنے سے پہلے وضو فرماتے۔ غسل کرتے اور پھر دو رکعت نماز ادا کرتے پھر لکھنا شروع کرتے تھے۔ صحیح بخاری چھ لاکھ احادیث سے منتخب فرمائی گئی اور پورے سولہ سال صرف ہوئے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۹۴ھ میں اور وفات ۲۵۶ھ میں ہوئی۔ ایک شاعر نے حضرت امام بخاری کی سال ولادت اور وفات کو یوں لکھا ہے۔

بہر تاریخ بخاری یاد دارم از ثقات - صدق تاریخ تو لدنور تاریخ وصال

۱۹۴ھ ۲۵۶ھ

حال تو لید چو خواہی از من - جان علم ست باد شود و ساز
رطبتش طرفہ دل شد پیدا عابد پاک محمد جان باز

آپ کی کیفیت ابو زکریا لقب واعظ۔

شیخ یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ :- ناطق حقایق۔ واعظ خلایق تھے۔ اچھا خلق کریم طبع۔ اور عام فیضان کے مالک تھے۔ صاحب تصانیف کثیرہ ہوئے ہیں۔ مشائخ کبار میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ بزرگان دین فرماتے ہیں عالم اسلام میں یحییٰ ہوئے ہیں۔ ایک تو انبیاء کرام میں سے جو یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے نام سے مشہور ہوئے۔ دوسرے یحییٰ ابن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ خلفاء کرام کے بعد جس شخص نے منبر پر کھڑے ہو کر وعظ کا آغاز کیا وہ آپ ہی تھے حضرت یحییٰ کے ایک بھائی مکہ مکرمہ میں رہتے تھے۔ انہوں نے آپ کو خط لکھا کہ میری زندگی میں تین آرزویں تھیں۔ دو پوری ہو گئی ہیں مگر ایک آرزو ابھی باقی ہے آپ دعا فرمائیں

کہ وہ بھی پوری ہو جائے۔ پہلی آرزو تو یہ تھی کہ میں اپنی زندگی زمین کے بہترین حصہ میں بسر کروں۔ الحمد للہ میں حرم پاک میں رہ رہا ہوں۔ دوسری آرزو یہ تھی کہ میرا کوئی خادم نہ ہو مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک نیک سیرت کینزدی ہے۔ جو میری خدمت کے لئے مامور ہے۔ تیسری آرزو یہ ہے کہ مرنے سے پہلے تمہیں دیکھ لوں۔ اللہ کرے میری یہ آرزو بھی پوری ہو جائے۔

حضرت یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب لکھا کہ آپ خود بہترین انسان بن جائیں تو آپ اللہ کی زمین کے جس حصہ میں رہیں گے وہی حصہ بہترین ہو گا۔ اگر آپ خود خدمت خلق میں لگ جائیں تو آپ کو خادم کی ضرورت محسوس نہیں ہوگی اور اس طرح خادم بن کر آپ مخدوم کہلائیں گے۔ آپ میرے ملنے کی آرزو رکھتے ہیں۔ اگر آپ کو اللہ کی خبر ہوتی تو مجھے ملنے کی آرزو کبھی نہ کرتے۔

حضرت یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ صوفیاء، علماء اور غازیوں کے لئے اپنا دسترخواں کھلا رکھتے۔ اس طرح آپ پر تقریباً ایک لاکھ روپیہ قرضہ آگیا۔ قرض خواہ تقاضا کرنے لگے۔ آپ کو بھی اس قرضہ کا بڑا فکر رہتا۔ جمعہ کی رات کو آپ نے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا یحییٰ تنگ دل نہ ہونا اٹھو! اور فراسان کا سفر کرو! انشاء اللہ تمہارا قرض بیاق ہو جائے گا۔ ایک شخص تمہارے لئے تین لاکھ دینار رکھے انتظار کر رہا ہے۔ آپ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ۔ اس کا نام کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تم شہر بہ شہر چرو اور اچھی اچھی باتیں سناتے چلو۔ تمہاری باتیں دلوں کی شفا ہوں گی۔ میں جس طرح تمہیں خواب میں بشارت دے رہا ہوں۔ اسے بھی خواب میں حکم دے دوں گا۔ آپ نیشاپور پہنچے۔ آپ نے مسجد میں وعظ فرمایا۔ اور کہا لوگو میں ایک لاکھ دینار کا مقروض ہوں۔ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں حکم دیا ہے کہ آپ کی طرف آؤں۔ اب یہ تمہارا کام ہے کہ میرا قرضہ ادا کرو ایک شخص اٹھا۔ اور کہنے لگا۔ میں پچاس ہزار دینار دینے کو تیار ہوں۔ ایک اور اٹھا اس نے

کہا۔ میرے پاس چالیس ہزار دینار موجود ہیں۔ میں آپ کو دسے دوں گا۔ ایک تیسرا اٹھا اس نے کہا میرے پاس دس ہزار دینار ہیں۔ میں بھی آپ کو دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ میں آپ لوگوں سے کچھ نہیں لے سکتا۔ کیونکہ مجھے تو حضور بنی کریم نے ایک شخص سے ایک لاکھ دینار لینے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ آپ نیشاپور سے بلخ کو روانہ ہو گئے۔ بلخ کے لوگوں نے آپ کا بڑا احترام کیا۔ شاندار استقبال کیا۔ ایک عرصہ تک وہاں رہے اور وعظ کرتے رہے۔ آپ اپنی خواب کی روشنی میں امراء کی تعریف و توصیف کیا کرتے تھے۔ مگر اہل بلخ نے آپ کو ایک لاکھ دینار نہ دیئے۔ آپ کی مجالس میں ایک زندہ دل درویش آیا کرتا تھا۔ اسے آپ کے منہ سے امراء کی تعریف پسند نہ آئی۔

آپ بلخ سے نکلے اور بخارا کو روانہ ہوئے۔ راستے میں راہزنوں نے آپ کو لوٹ لیا اور جو کچھ تھا۔ لے گئے۔ آپ نے کہا۔ یہ اس بزرگ کی دعا کا اثر ہے۔ آپ ہرات پہنچے اور وعظ کا سلسلہ شروع کیا۔ ساتھ ساتھ قرضہ کی ادائیگی کا واقعہ بیان کرتے رہے اور کہتے ہیں تو ارشادِ نبویہ سے یہاں آیا ہوں۔ اس شہر میں ایک امیر زادی رہا کرتی تھی۔ اس نے کہا۔ حضرت آپ اپنے قرضہ کا خم نہ کریں۔ یہ قرضہ ادا کرنے کے لئے مجھے حکم نبوی مل چکا ہے۔ میں آپ کے انتظار میں تھی۔ میں تین لاکھ دینار لے کر آپ کی راہ دیکھ رہی ہوں۔ یہ سائے دینار آپ کی دولت ہیں۔ ایک لاکھ قرض خواہوں کو دسے دیں۔ دو لاکھ دینار اپنے اخراجات کے لئے محفوظ فرمائیں۔ حضرت یحییٰ اس شہر میں مزید چار دن رہے۔ اور وعظ کرتے گئے۔ پہلے دن آپ کے وعظ کی تاثیر سے دو آدمی مر گئے۔ دوسرے دن چار جنازے اٹھائے گئے۔ تیسرے روز چالیس جنازے اٹھے۔ چوتھے روز ستر جنازے اٹھائے گئے۔ پانچویں دن آپ نے اونٹوں پر مال و اسباب لاوا۔ آپ کا بیٹا بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ اس کے دل میں شیطانی خیال آیا۔ کہ میرا والد ایک لاکھ دینار قرض خواہوں کو دے گا۔ دو لاکھ دینار نمازیوں صوفیوں اور علماء و طلباء کو بانٹ دے گا۔ میں محروم رہ جاؤں گا۔ چنانچہ اس نے فیصلہ کر لیا

کہ والد کو قتل کر دوں اور سارے دنیا ر سنبھال لوں۔ اس کام کے لئے چند اور لوگوں کو بھی آمادہ کر لیا۔ ایک دن آپ سزجود نماز ادا کر رہے تھے۔ لڑکے نے ایک بھاری پتھر مارا۔ آپ کا سر دو ٹکڑے ہو گیا۔ مگر جان دینے سے پہلے آپ نے فرمایا۔ بیٹا۔ میرا قرض بے باق کر دینا۔ آپ کا جنازہ اٹھا کر صوفیا کرام نیشاپور لے آئے اور وہاں ہی دفن کر دیا۔

سفینۃ الاولیاء نفحات الانس اور دوسری کتابوں میں آپ کا سال وفات ۲۵۸ھ لکھا ہے۔ البتہ مجز الواصلین نے ۲۵۴ھ اور ۲۵۹ھ لکھا ہے۔

جناب شیخ یحییٰ شاہ والا سرور عالم - سفروں کر دزیں دار فناء در جنت الاعلیٰ
بتاریخ بگو سلطان حق محسن امین فرما - رقم کن ہم زہادی زماں زندہ ملی بھی
۲۵۸ ۲۵۸
آپ علمائے محدثین اور فقہائے
شیخ مسلم بن حجاج نیشاپوری رحمۃ اللہ - باتمکین میں سے تھے۔ مسلم شریف
اور مسند کبیر۔ آپ ہی کے مجموعہ ہائے احادیث ہیں۔ آپ کی وفات ۲۶۱ھ میں ہوئی۔

چو سلم زینت دین۔ زیب اسلام - بخت یافت عزوت در اعلیٰ
عیان شد مسلم کامل و صالح - وگر گفتم خود قطب معلیٰ
۲۶۱ ۲۶۱
آپ کا اسم گرامی عمرو بن سلمہ تھا۔ نیشاپور کے
شیخ ابو حفص حداد رحمۃ اللہ علیہ رہنے والے تھے۔ صاحب ریاضت و عبادت
ومروت و فتوت تھے۔ شیخ عبد اللہ بادر دی کے مرید تھے۔ شیخ ابو عثمان حیر بنی رحمۃ اللہ علیہ
کے اتاد تھے سید الطائف حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔

ابتدائی جوانی میں ایک نوجوان خوش شکل عورت کے دام محبت میں پھنس گئے۔ مگر وہ
عورت کبھی مایل التفات نہ ہوئی۔ انہی دنوں نیشاپور میں ایک یہودی جادوگری میں مشہور
تھا۔ اس کے پاس گئے اور اپنا حال دل بیان کیا۔ یہودی نے کہا۔ اگر تم چالیس روز تک
کوئی عبادت نہ کرو۔ کسی نیک کام میں حصہ نہ لو۔ حتیٰ کہ اللہ اور اس کے رسول کا نام تک

زبان پر نہ لاؤ۔ تو میں ایک ایسا عمل کروں گا کہ یہ عورت تمہارے قدموں میں سر رکھ دے گی۔ ابو عثمان حداد نے ویسا ہی کیا۔ چالیس دن کے بعد یہودی کے پاس گئے۔ اس نے جادو کا عمل کیا۔ مگر کارگر ثابت نہ ہوا۔ یہودی نے کہا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے اس دوران کوئی نیک کام کر دیا ہے۔ انہوں نے یقین دلایا کہ میں نے کوئی نیک کام نہیں کیا۔ البتہ ایک دن میں نے سر راہ ایک پتھر پڑا پایا۔ اسے اٹھا کر ایک طرف پھینک دیا۔ تاکہ کسی کو ٹھوکر نہ لگے۔ یہودی نے کہا۔ کہ اللہ کی ذات کتنی مہربان اور باثروت ہے کہ تو نے چالیس دن تک اس کا نام تک زبان پر نہ لیا۔ مگر اس نے چالیس روز تک اپنے خزانہ رزق سے تمہیں رزق دیا۔ اور اس دوران نیکی کرنے کی توفیق بھی دی۔ یہ بات سنتے ہی ابو حفص کے دل میں جذبہ ایمان روشن ہوا۔ یہودی کے ہاتھ پر توبہ کی۔ اور اللہ کی عبادت میں ہمہ وقت مشغول ہو گئے۔ ظاہراً حدادی یعنی آہن گری کا کام کرتے تھے۔ جو کچھ کماتے درویشوں کو دے دیتے۔ خود شام کے اندھیرے میں گداگری کرتے۔ تاکہ ان کا نفس غرور و تکبر سے نجات پائے۔ اس طرح آپ ایک عرصہ تک گذراوقات کرتے رہے۔ آپ کے استغراق کا یہ عالم ہوتا کہ بسا اوقات کارخانہ آہن گری کی بھٹی میں ہاتھ پڑھا کر آتش شدہ لوہے کو اٹھائیتے۔ مگر آپ کے ہاتھ کو کچھ نہ ہوتا۔ بسا اوقات یوں ہوتا کہ دست پناہ (سنی) کی بجائے گرم لوہا ہاتھ سے نکال کر آرن پر رکھتے اور ہاتھ سے پکڑ کر شاگرد کو کہتے اس پر ہتھوڑے مارتے جاؤ۔ شاگرد کانپ اٹھتے کہ آپ نے ہاتھ سے لوہا گرم پکڑ رکھا ہے۔ اس بات سے آپ استغراق سے ہوش میں آتے ہاتھ کھینچ لیتے۔ اور سنی کا استعمال کرتے۔ آخر کار آپ نے اپنا تمام کارخانہ فروخت کر دیا۔ جو کچھ ملا۔ غرباد و مساکین میں تقسیم کیا۔ اور خود ہمہ وقت یاد خداوندی میں مشغول و مصروف ہو گئے۔

ایک دن اپنے احباب کے ساتھ صحرا میں نکلے۔ پہاڑ کی چوٹی سے ایک ہرن دوڑتا آیا اور آپ کی بغل میں اپنا سر یوں رکھ دیا۔ جیسے سکوں حاصل کر رہا ہو۔ ابو حفص درجۃ

اللہ علیہ) اس وقت استغراق میں تھے۔ آپ نے رونا شروع کر دیا۔ بہن تو بھاگ کر جنگل میں چلا گیا۔ مگر دوستوں نے پوچھا یا حضرت کیا بات ہے۔ فرمانے لگے۔ میرا دل چاہتا تھا۔ کاش آج میرے پاس بکری ہوتی۔ اسے ذبح کرتا۔ پکا کر سب احباب کو کھلاتا۔ دوستوں نے بتایا۔ حضرت بکری آپ کے پاس نہیں تو بہن آکر قربان ہوا جا رہا تھا۔ آپ بھلا کیوں روتے ہیں آپ نے فرمایا۔ تمہیں شاید معلوم نہیں۔ جب سائل کو اس کے سوال کے مطابق چیز دی جاتی ہے۔ تو اسے دروازے سے ہٹا دیا جاتا ہے۔ اگر فرعون کو اللہ تعالیٰ اپنے دروازے پر رکھنا پسند فرماتا تو اس کے کہنے پر دریائے نیل روان نہ کرتا۔

حضرت شیخ ابو حفص رحمۃ اللہ جب حج بیت اللہ کو گئے تو عربی سے ناواقف تھے۔ ساتھیوں نے کہا۔ ہمیں ترجمان چاہیے جو عربی جانتا ہو۔ اور ہماری باتیں ان تک پہنچانے کے بعد اپنے پیچھے تو حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مریدوں کو آپ کے استقبال کے لئے بھیجا۔ حضرت جنید کی خانقاہ میں پہنچے تو مختلف لوگ ملنے آئے ان حضرت ابو حفص نے اس وقت بلاغت سے عربی میں گفتگو کرنا شروع کی کہ اہل زبان بھی حیران رہ گئے۔

حضرت ابو حفص مکہ مکرمہ پہنچے تو وہاں بہت سے مساکین سے ملاقات کی۔ ان کی تنگ دستی دیکھی نہ گئی۔ آپ نے ایک پتھر اٹھایا اور کہنے لگے۔ اے اللہ۔ اگر ان لوگوں کو دینے کے لئے مجھے کچھ نہ ملا۔ تو اس پتھر سے تیرے گھر کے فانوس توڑ دوں گا۔ اسی وقت ایک آدمی آیا۔ ایک ہزار دینار کی تھیلی پیش کی۔ آپ نے تمام مساکین کو خیرات تقسیم کر دی۔

شیخ ابو حفص حداد رحمۃ اللہ ۲۶۳ھ میں واصل بحق ہوئے۔ بعض نے سن وفات ۲۶۵ھ لکھا ہے۔ اور بعض نے ۲۶۶ھ تحریر کیا ہے۔

شہر ہر دوسرا ابو حفص حداد - کریم و اکرم و شیخ جہانست

چورفت از عالم دنیا بخت - امام اصفیا سالتش عیاں ست

محب حق نما خدا	حداد سلطان زمان	امام آفاق	نوری
۵۲۶۲	۵۲۶۳	۵۲۶۴	۵۲۶۶

آپ عراق اور بغداد کے معروف بزرگان

شیخ علی بن موفق بغدادی قدس سرہ دین میں سے تھے حضرت شیخ ذوالنون
مصری سے محبت رکھتے تھے۔ بہت سے سفر کیے۔ اپنی عمر میں ستر بار حج بیت اللہ کیا۔

ایک دن حج کے موقع پر آپ کو خیال آیا کہ میں ہر سال حج پر آتا ہوں اور واپس چلا
جاتا ہوں۔ مجھے یہ معلوم نہیں ہوا کہ میں کیا ہوں۔ اور کس شمار میں ہوں۔ رات کو اللہ تعالیٰ
نے خواب میں ارشاد فرمایا۔ یاد رکھو۔ جسے گھر بلا تے ہو وہی تمہارے گھر آتا ہے۔ اگر تم کسی کو
گھر نہ بلاؤ تو کون تمہارے گھر آئے گا۔ تم ہر سال ہمارے گھر آتے ہو۔ تمہاری کیا مجال ہے
کہ بن بلائے ہمارے گھر آسکو۔ اور ہمارے گھر میں قدم بھی رکھ سکو۔

ایک دن شیخ کو اپنی تنگدستی اور افلاس پر بڑا خیال آیا۔ راہ میں ایک کاغذ دیکھا۔ اٹھایا
اور اپنی آستین میں محفوظ رکھ لیا۔ گھر پہنچے تو کاغذ کو آستین سے گرتا دیکھا اٹھا کر پڑھا۔ تو لکھا
تھا۔ ابن موفق! فقر سے ڈرتے ہو۔ حالانکہ میں تمہارا پروردگار ہوں۔

آپ اپنی دعاؤں میں کہا کرتے تھے اللہ! اگر میں دوزخ کے ڈر سے تیری عبادت
کرتا ہوں تو مجھے دوزخ میں ڈال دو۔ اگر بہشت کی امید سے عبادت کرتا ہوں تو مجھے بہشت
میں رکھ۔ اگر اخلاص و محبت سے کرتا ہوں تو ایک بار اپنے دیدار سے نواز کس کر۔ پھر
جو چاہے کر!

آپ کی وفات ۵۲۶۵ھ میں ہوئی تھی۔ بعض تذکرہ نگاروں نے ۵۲۶۰ھ بھی لکھی ہے۔

چورفت آہ از دار دنیا علی - مکاں یافت در خلد عالی علی

علی والی حق بگو سال او - وگر تیز فرمان معقل علی

کنیت ابو جعفر تھی۔ بصرے کے رہنے والے تھے تقدیر میں

شیخ احمد بن وہب قدم کمرہ :- اولیاء اللہ اور مقتدر صوفیاء میں پائے جاتے
تھے۔ فرمایا کرتے تھے۔ جو شخص روزی کے لئے ترو د کرتا ہے۔ فقر کا نام اس سے اٹھ جاتا ہے
آپ کی وفات بقول صاحب سفینۃ الاولیاء اور نفحات الانس و اخبار الاتقیاء ۲۷۰ھ
میں ہوئی۔

احمد بن الوہب شیخ باصفا - رفت از دنیا بخت شد مقیم

پیر محبوب ست سال وصل او - باز چوں جستم ز دل گفنا کرم

۲۷۰

۲۷۰

احمد ولی نیک نام

۲۷۰

کنیت ابو الفوارس تھی قطب الوقت تھے

شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ :- واقفان حقیقت اور علمائے اعیان طریقت

تھے۔ خواہق و کرامات میں بہت مشہور تھے۔ آپ کے والد بلا شاہ کرمان تھے۔ آپ نے ولی

عہدی کی بجائے یاد الہی کو اختیار کیا۔ شیخ ابو حفص حداد کے مرید ہو گئے۔ اور ہم عصر بزرگان

دین جن میں شیخ ابو تراب بخشی ابو ذراع مصری ابو عبیدہ بصری کے اسمائے گرامی خصوصیت

سے قابل ذکر ہیں سے صحبت خاص رکھتے تھے۔ ان بزرگان وقت سے بڑا استفادہ کیا۔ تیس

سال تک نیند سے لطف اندوز نہیں ہوئے۔ نیند آتی تو آنکھوں میں نمک کی سلاخی پھیر لیتے۔

تیس سال کے بعد ایک بار آنکھ لگی تو اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا۔ فرمانے لگے۔ جس ذات

کی تلاش بیداری میں کرتا تھا۔ نیند میں مل گئی۔ اس دن کے بعد ہر روز شوق سے سوتے

جہاں جاستے پنا بستر ہمراہ لے جاتے۔ چند ماہ سوتے سوتے گزارے۔ جب خواب میں زیارت

نہ ہوئی۔ بڑے دل برداشتہ ہوئے۔ چنانچہ ایک رات پھر زیارت ہوئی۔ تو ارشاد ہوا۔ جو خواب

تم نے دیکھا تھا۔ وہ تمہاری تیس سالہ بیداری کا صلہ تھا۔ اس طرح ہر روز یہ صلہ نہیں ملا کرتا۔
 حضرت شاہ کرمانی کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا دیا۔ جس کے سینے پر بزرگ شنائی سے لفظ
 اللہ لکھا ہوا تھا۔ یہ لڑکا جوانی کو پہنچا تو لہو و لعب میں مشغول ہو گیا۔ تار بجاتا۔ رباب پر رقص کرتا۔
 اور طرح طرح کے گانے گاتا آواز میٹھی تھی۔ رباب بجاتا اور خوب گاتا۔ اور روتا۔ ایک رات
 رباب پکڑے محلہ ربابیاں میں آ پہنچا۔ ایک تازہ بیاسی دہن نے اسے اس انداز سے رباب بجاتے
 اور گاتے سنا۔ تو اپنے آپ سے باہر ہو کر اس کا گانا سننے لگی۔ اس کا خاوند اٹھا۔ اس صورتحال
 کو دیکھ کر نہ رہ سکا۔ زور سے آواز دی۔ شجاع کے بیٹے! تم کب توبہ کرو گے؟ اس وقت خواب
 غفلت سے بیدار ہوا چلا کر کہنے لگا۔ ابھی ابھی! اٹھا۔ رباب کو توڑ پھینکا۔ غسل کیا۔ کپڑے بدلے۔
 اپنے گھر گوشہ نشین ہو گیا۔ سینے پر لکھے ہوئے اسم نے اثر کیا۔ دل کی گہرائیوں میں اتر گیا۔ چالیس
 دن تک کچھ نہ کھایا۔ ایک دن اپنے حجرے سے باہر نکلا۔ تو واصل بحق ہو گیا۔ باپ نے اس
 معاملہ کو دیکھا تو فرمایا۔ جو مقام ہم چالیس سال کی محنت سے حاصل نہ کر سکے۔ میرے بیٹے کو چالیس
 دن میں میسر آ گیا ہے۔

شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی نہایت خوش شکل تھی۔ بادشاہ کرمان نے اس بیٹی
 کا رشتہ مانگا۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے تین دن سوچ لینے دیں۔ تین دن مسجد کے گرد گشت
 کرتے رہے۔ تیسرے دن ایک درویش دیکھا۔ جو مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا۔ نماز سے فارغ
 ہوا۔ آپ نے اس سے پوچھا۔ کیوں بھائی تم شادی شدہ ہو۔ اس نے کہا۔ نہیں۔ آپ نے پوچھا
 تم شادی کرنا چاہتے ہو۔ اس نے کہا۔ مجھ جیسے مفلس کو کون بیٹی دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میں اپنی
 بیٹی کی شادی تمہارے ساتھ کرنا چاہتا ہوں۔ تم ایک درہم سے کھانا کھا لینا ایک درہم سے
 خوشبو خرید لو۔ اور ایک درہم سے شیرینی لے لو۔ اس طرح آپ نے اس درویش کے ساتھ بیٹی
 کا نکاح کر دیا۔ وہ لڑکی اس درویش کے گھر آئی۔ تو دیکھا۔ کہ اس درویش کے گھر ایک خشک
 روٹی پڑی ہے۔ پوچھا کہ یہ کیا ہے کہنے لگا۔ کل روٹی بچ گئی تھی۔ آج کے لئے رکھ لی تھی لڑکی

اسی وقت اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور کہنے لگی میں اس گھر میں نہیں رہ سکتی۔ درویش نے کہا۔ مجھے پہلے ہی علم تھا۔ کہ بادشاہ کی لڑکی ایک بے نوا درویش کے گھر نہیں رہ سکتی۔ لڑکی نے کہا۔ تمہاری بے نوائی سے نہیں بلکہ تمہاری ایمانی کمزوری سے جا رہی ہوں۔ تمہیں اللہ پر اتنا بھروسہ نہیں کہ وہ آج روزی دے گا۔ بل کی بچی ہوئی روٹی محفوظ رکھتے ہو۔ میرے باپ نے مجھے بتایا تھا کہ میں تمہیں ایک پرہیزگار کے نکاح میں دے رہا ہوں۔ مجھے اس شخص کے حوالے کیا گیا ہے جسے اللہ کی ذات پر اتنا اعتقاد نہیں۔ کہ وہ دوسرے دن کی روزی دے گا۔ درویش نے محسوس کیا کہ واقعی یہ ایمان کی کمزوری کی علامت ہے۔ اس نے پوچھا۔ کیا اس گناہ کا کوئی کفارہ ہے لڑکی نے کہا۔ اس گھر میں یا میں ہوں گی۔ یا روٹی۔ درویش نے روٹی اٹھائی اور سائل کو دے دی۔ آئندہ زندگی کے لئے اللہ کے توکل پر بھروسہ کیا۔

خواجہ علی سیرجانی حضرت شاہ شجاع کے مزار کے سامنے روٹیاں تقسیم کیا کرتا تھا ایک دن طعام سامنے رکھے کہنے لگے۔ یا اللہ۔ کوئی اپنا مہمان بھیج جس کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لوں۔ ناگاہ مسجد کے دروازے سے ایک کتا نکلتا دکھائی دیا۔ کتے کو دھتکارا۔ کتا بھاگ گیا۔ مزار سے آواز آئی۔ علی! ہم نے تمہارے لئے مہمان بھیجا تھا۔ تم نے اسے دھتکار دیا۔ خواجہ علی اٹھے۔ اور سارے شہر کی گلیاں چھان ماریں مگر اس کتے کا نشان کہیں نہ ملا۔ صحراء کی طرف گئے۔ تو ایک درخت کے زیر سایہ اسی کتے کو سویا ہوا پایا۔ اٹھایا۔ جو کچھ کھانا لائے تھے۔ اس کے سامنے رکھا۔ مگر کتے نے توجہ تک نہ دی۔ خواجہ علی بڑے شرمسار ہوئے کہ میں نے کیا کیا اپنے گناہوں سے توبہ کی۔ اپنی گڑھی اتار کر قدموں میں پھینک دی کتے نے زبان حال سے کہا اِحْسَنَتْ خَواجہ۔ تمہیں مہمان کی ضرورت ہے۔ تم چشم بنیاسے دیکھو تو مہمان مل جاتے ہیں۔ یہ کہہ کر جو کچھ سامنے تھا۔ کھانا شروع کر دیا

حضرت شاہ شجاع رحمۃ اللہ علیہ کو فوت ہوئے۔

آن شہہ کر ماں شہنشاہ جہاں - یافت چوں درجنت عالی مقام

والی اکبر بگو تاریخ او - بنیخ حق نیز مستبول انام

۲۶۰

۲۶۰

۲۶۰

اہل دین حق میں ہم از دل شہد عیاں - سال وصل آن شہہ ذی الاحترام

آپ کی کیفیت ابوصالح تھی۔ والد مکرم کا نام عمار یہ تھا

۲۶۰

شیخ حمدون قصار قدس سرہ :- سلسلہ قصاریہ آپ کے نام سے ہی منسوب ہے۔ صاحب

کرامات جلیبہ و مقامات عالیہ ہوئے ہیں اہل طامت کے پیشوا ہوئے ہیں حضرت سفیان ثوری

کی مجالس میں بیٹھا کرتے تھے۔ ابو تراب بخشی۔ علی نصیر آبادی ابو حفص قدس سرہم کی مجالس میں

حاضری دیتے تھے۔ حضرت سہل قسری اور امام الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہما فرمایا کرتے

کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہونا منظور ہوتا تو شیخ حمدون ہوتے اپنے مریدوں

کو فرمایا کرتے میں تمہیں دو چیزوں کی وصیت کرتا ہوں۔ ایک تو علماء کرام سے فیض حاصل کرو۔

دوسرے جہلا کی مجلس سے دور رہو۔

شیخ حمدون ۵۲۰ھ میں فوت ہوئے آپ کا مزار پر انوار ہرات میں ہے۔

چوں جناب شیخ حمدون شیخ حق - شد بفر دوس برین منزل گزین

شد عیاں محبوب باری سال وصل - ہم بگو سید ولی مولائے دین

۲۶۱

۲۶۱

۲۶۱

پیر عامی پیر جہان بھی تاریخ وفات ہیں

۲۶۱

۲۶۱

آپ کی کیفیت ابونصر تھی۔ مرد کے رہنے والے

شیخ فتح بن شجرف رحمۃ اللہ علیہ :- تھے خراسان کے قدیم مشائخ سے تھے۔ کہتے

ہیں حالت نزع میں کچھ کہہ رہے تھے۔ جب ہونٹوں سے کان لگائے گئے تو آواز آئی۔

اے اللہ میرا شوق تیری ذات تک بہت ہے مجھے جس لدی اپنے پاس بلا لے۔ وفات کے

بعد آپ کو غسل دیا گیا۔ تو پنڈلی پر لکھا دیکھا **الْفَتْحُ اللهُ**۔

آپ ۱۵ شعبان ۱۲۴۳ھ کو فوت ہوئے۔ آپ کے جنازے میں تیس ہزار افراد شامل ہوئے

حضرت ابو الفتح شیخ نامدار۔ چوں سفر درزید از دارالافتا

سال تاریخ و مصالحت از خرد۔ شذعیساں زاہد امام با صفا

ولی اللہ کامل اہل دل قبلہ کونین واقف مولا ۲۴۱

۲۴۱

۲۴۱

۲۴۱

آپ علماء عظام۔ فقہائے کرام اور محدثین
شیخ ابوداؤد بن اشعب قدس سرہ :- عالی مقام سے تعلق رکھتے تھے۔ اہم گرامی

سیمان تھا سنن ناسخ آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ آپ ۱۲۴۵ھ میں فوت ہوئے۔

چو بوداؤد از دنیا سفر کرد۔ بسال رحلت آن شاہ ذی حال

بگو سلطان ابوداؤد نامی۔ وگر جو اصل او از بجا جلال

۵۲۷۵

۵۲۷۵

آپ کا نام محمد بن احمد تھا اور ہرات کہنے
شیخ عبد اللہ مختار رحمۃ اللہ علیہ :- وائے تھے ہرات کے متقدمین میں سے

تھے آپ ابو العالی بن مختار العلوی الحسینی کے مرشد تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ کھانا

ایسا کھاؤ کہ معلوم ہو۔ کہ تم نے کھایا ہے۔ اتنا نہ کھاؤ کہ ایسا محسوس ہو کہ طعام تمہیں کھا

رہا ہے۔ اگر تم کھاؤ گے تو سارا کھانا نور بن جائے گا۔ اگر وہ تمہیں کھاتا رہا تو سارا کھانا دھوا

رگیس بنے گا۔

آپ ۱۲۴۷ھ میں فوت ہوئے۔ مزار مبارک ہرات میں ہے۔

اسم گرامی محمد اسماعیل تھا حضرت شیخ ابوالحسن

شیخ ابو عبد اللہ مغربی قدس سرہ :- علی زریں کے مرید تھے۔ آپ کے استاد

ابراہیم خواص۔ ابراہیم بن شیبان کرمان شاہی تھے۔ آپ کی روحانی نسبت تین واسطوں سے
 شیخ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے ملتی ہے۔ آپ حضرت شیخ ابوالحسن کے مرید تھے۔ وہ خواجہ
 عبدالواحد بن زید ودی اور وہ خواجہ حسن بصری قدس سرہم کے مرید تھے۔

ایک دن کوہ سینا پر کھڑے باتیں کر رہے تھے۔ ان کی گفتگو سے پتھر ٹوٹ کھڑاتے اور
 دریائے ہامون میں جاگرتے تھے۔

آپ ۵۲۶۹ء میں فوت ہوئے۔ آپ کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ آپ کے استاد
 ابوالحسن علی بھی ایک سو بیس سال تک زندہ رہے۔ آپ کا مزار پرنوار کوہ سینا پر ہے۔
 یہ بات مشہور ہے کہ شیخ ابوعبداللہ نے ساری عمر تاریکی نہیں دیکھی تھی۔ لوگوں کے لئے
 جو تاریک مقامات یا اوقات تھے۔ وہ بھی آپ کی نظروں میں روشن اور نورانی تھے۔
 شیخ عبداللہ پیر راہنما - شد چو از دنیاے دواند رجان
 صاحب مقبول تاریخش بگو - ہم ولی کامل عبداللہ خوان

۲۷۹

۲۷۹

آپ بغداد کے کبار مشائخ میں سے تھے۔
 شیخ ابوعبداللہ خاقانی رحمۃ اللہ علیہ بڑے صاحب کرامات اور صاحب مقامات
 جلیلہ تھے۔ ابن قصاب رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا والد بغداد کے بڑے بازار میں
 دکانداری کرتے تھے۔ میں اگرچہ نو عمر تھا۔ تاہم بعض اوقات دکان پر بیٹھا کرتا تھا۔ ایک دن میں
 دکان پر بیٹھا تھا۔ کہ ایک شخص فقیرانہ لباس میں بازار سے گذرا۔ میں اس کے پیچھے گیا اور نہایت
 ادب سے سلام کیا۔ میرے پاس ایک دینار تھا۔ پیش کیا۔ اس نے دینار لیا۔ اور اپنی راہ لی۔
 میرے دل میں خیال آیا کہ میں نے دینار خواہ مخواہ ضائع کیا۔ میں اسی خیال میں اس کے پیچھے
 پیچھے چلتا رہا۔ وہ مسجد شوینزیہ میں داخل ہونے لگا۔ دروازے پر تین اور فقیر بیٹھے تھے۔ اس نے
 وہ دینار انہیں دے دیا اور خود نماز میں مشغول ہو گیا۔ ان تینوں میں سے ایک نے دینار لیا

اور بازار کی طرف چلا گیا۔ اب میں اس فقیر کے پیچھے پیچھے ہوا۔ اس نے اس دینار سے تینوں کے لئے کھانا خریدا اور واپس آکر سانسے رکھ کر کھانے لگے۔ لیکن ابھی تک وہ شخص نماز میں ہی مشغول تھا۔ وہ کھانے سے فارغ ہوتے تو وہ بھی نماز سے فارغ ہو گیا۔ اس نے انہیں کہا۔ تمہیں معلوم ہے میں تمہارے کھانے میں کیوں شریک نہیں ہوا تھا۔ دراصل یہ دینار مجھے ایک بچے نے دیا تھا۔ میں نماز کے دوران اس بچے کے لئے دعا مانگ رہا تھا۔ اے اللہ اس بچے کو غلامی سے محفوظ رکھنا۔ اب میری دعا قبول ہوئی ہے تو میں آیا ہوں۔ اس دن سے تمام دنیا کی دولت میری نظروں میں بے وقعت ہو گئی۔ یہ اس بزرگ کی دعا کا نتیجہ ہے یہ دعا کرنے والے بزرگ شیخ ابو عبد اللہ خاقانی تھے۔

آپ کی وفات ۵۲۷ھ میں ہوئی۔

شیخ عبد اللہ خاقانی ولی - رفت از دنیا چو در خلد بریں
شد وصالش اہل دل قطب زماں - ہم بخواں ہادی حق مطلوب دین

۲۷۹

۲۷۹

جامع ترمذی کے مولف محمد علی ترمذی رحمۃ
شیخ محمد علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ :- اللہ علیہ محدث اور عالم وقت تھے۔ آپ
۵۲۷ھ میں فوت ہوئے۔

تاریخ وصالش آن شہ دین - محمد سید اقطاب فرما

دگر واقف محمد عقل نہ بود - بسال وصل آن شیخ معلیٰ

۲۷۹

آپ کی کنیت ابو محمد تھی آپ اپنے
شیخ ہبیل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ :- زمانہ کے اکابر علماء کرام اور
مفتدراولیا، عظام میں سے تھے۔ عراق کے روحانی شہنشاہ تھے۔ علوم شریعت، طریقت
حقیقت اور معرفت میں یکتائے روزگار تھے۔ حنفی مذہب کے پیروکار تھے۔ حضرت شیخ ذوالنون

مصری کے جلسے خاص تھے۔ سلسلہ سہیلیہ آپ ہی سے آغاز ہوا تھا اس طریقہ کی بنیاد اجتہاد اور مجاہدہ نفس پر رکھی گئی ہے۔

آپ مادر زاد ولی تھے۔ فرمایا کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اَلتُّ بَرُّکُم فرمایا تھا۔ تو میں ان لوگوں میں سے موجود تھا۔ جنہوں نے قانؤ بگی کہا تھا۔ مجھے ماں کے پیٹ کے حالات سارے یاد ہیں آپ فرمایا کرتے ہیں ابھی تین سال کا تھا کہ قیام الیلیل پر کار بند تھا۔ چھ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ اور روزہ رکھتا تھا۔ بارہ سال کی عمر میں علوم شرعیہ میں ممتاز ہو گیا تھا۔

نوعمری میں حضرت سہیل بن عبد اللہ سال بھر کے لئے ایک درہم کے جو خریدتے۔ اور رھاتے رہنے۔ ایک اوقیت روزہ افطار کرتے۔ پھر تین دن کا متواتر روزہ رکھتے۔ پھر سات سات دن کا روزہ ہوتا۔ پھر بس بس دن۔ پھر پچیس دن کا حتیٰ کہ ایک وقت آیا۔ کہ پچھتر دن کا روزہ رکھتے تھے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا۔ کہ پورے چالیس دن میں صرف ایک بادام کفایت کرتے۔

حضرت شیخ سہیل سن بلوغ کو پہنچے تو ہر برتن میں علیحدہ علیحدہ جنسیں رکھ لیں اور ان پر ان کے نام لکھ دیئے۔ مخلوق کو جمع کیا۔ اور ان لکھے ہوئے کا غدول کو ان کے سروں پر بچھا کر دیا جو بھی کاغذ پاتا۔ اس پر جو کچھ لکھا ہوتا پالیتا۔ اور اس جنس سے اسے اس قدر ملتا کہ ساری زندگی کے لئے کافی ہوتا۔

ایک دفعہ حضرت عمر لیث رحمۃ اللہ علیہ سخت بیمار ہو گئے۔ طبیب علاج کرتے رہے مگر صحت نہ ہوئی۔ آخر کار حضرت شیخ سہیل کو طلب کیا۔ اور دعا کی التجلو کی۔ آپ نے فرمایا۔ میری دعا مظلوموں کے حق میں پوری نہیں ہوتی۔ ہاں اگر تم گناہوں سے توبہ کرو۔ قیدیوں کو رہا کرو۔ دو۔ تو دعا قبول ہوگی۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ آپ نے دعا کی صحت ہو گئی۔ اس نے اس شکرانہ میں بہت سا مال و دولت حضرت خواجہ کے نذر پیش کیا۔ مگر آپ نے لینے صاف انکار کر دیا

اور عودیش کے محس سے باہر آگئے۔ واپسی پر صحرا سے گزرے۔ ایک مرید نے عرض کی۔ حضرت اگر نذرانہ قبول کریتے۔ تو قرض خواہوں کو ادا کر دیا جاتا۔ غریبوں میں تقسیم کر دیتے۔ آپ نے مرید کو کہا۔ اس سحر اور نظر ڈالو۔ مرید نے دیکھا تو سارا صحرا سونے اور جواہرات سے بھرا پڑا تھا آپ نے فرمایا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانوں سے یوں نوازا ہو۔ وہ اہل دنیا سے کیا لے۔

حضرت خواجہ بہل سماع سنتے تو بے ہوش ہو جاتے پچیس دن تک وجد میں رہتے۔ کھانا نہ کھاتے۔ سردیوں میں بھی جسم مبارک سے پسینہ بہتا آپ کے کپڑے شرابور ہو جاتے حضرت پانی پر پاؤں رکھتے تو پاؤں تر نہ ہوتے۔ شیر اور چھتے آپ کی تدم بوسی کرتے تو آپ ان پر مہربانی فرماتے۔ اور مختلف جانوروں کو غذا دیتے۔ آج تک آپ کا وہ گھربیت الباع میں مشہور ہے۔

حضرت کی وفات کا وقت آیا۔ تو آپ کے مریدوں میں سے چار صد کامل اور لیا، اللہ آپ کے پاس موجود تھے۔ میں نے گذارش کی کہ آپ کی مسند پر کون بیٹھے گا۔ منبر پر کون وعظ کرے گا۔ اس شہر میں ایک آتش پرست رہتا تھا جس کا نام شاد دل تھا۔ آپ نے فرمایا۔ میرے بعد میری مسند پر شاد دل بیٹھے گا۔ مریدوں نے سمجھا۔ آپ پر موت کا غلبہ ہے یوں بات کرتے ہیں۔ حضرت نے حکم دیا۔ کہ شاد دل کو بلایا جائے۔ جب وہ آیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ میں اپنے بعد تمہیں اہل اسلام کا مقتدا مقرر کر رہا ہوں۔ میرے مرنے کے بعد تیسرے دن میرے منبر پر بیٹھ کر وعظ کرنا۔ یہ کہہ کر داخل بحق ہوئے۔ تیسرے دن مسلمانوں کا بہت بڑا مجمع تھا۔ آتش پرست شاد دل اپنے مجموعی لباس میں زنا باندھے منبر پر بیٹھا اور لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ مسلمانو! آپ کے پیرو مرشد نے مجھے آپ کی طرف رسول بنا کر یہاں بٹھایا ہے اور مجھے بشارت دی ہے۔ کہ اے شاد دل اب وقت آپہنچا ہے کہ تو ظاہری اور باطنی طور پر شاد دل (خوش دل) ہو جاؤ۔ تم دیکھ لو۔ میں نے تمہارے سامنے ظاہری زنا توڑ دیا ہے۔ اور اب شاد دل ہو رہا ہوں، تم بھی اپنے اندر کے زنا توڑ کر میرے نزدیک شاد دل ہو جاؤ۔ یہ بات سن کر سے مجمع نعرۃ بکیر سے گونج اٹھا۔ لوگوں

کی دنیا بدل گئی۔ اسی دن سے شاد دل سجادہ شینیت پر جلوہ فرما ہو گیا۔ اور طالبان حق کی تکمیل میں مصروف ہو گیا۔

حضرت ابو طلحہ مالک فرماتے ہیں، حضرت سہیل جس دن ماں کے پیٹ سے باہر آئے تھے۔ اسی دن سے روزہ دار تھے جس دن فوت ہوئے روزہ دار تھے۔ ساری عمر روزہ رکھا۔ ساری عمر دن کے وقت کبھی کھانا نہ کھایا۔

آپ کی وفات ماہ محرم الحرام ۲۸۶ھ کو ہوئی۔ صاحب نفحات الانس نے ۲۸۳ھ سن وفات لکھا ہے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے ۲۸۳ھ سال وفات لکھا ہے۔

جناب سہیل شاہنشاہ ذیجا - کہ در ملک دو عالم یافت شاہی
دو اقوال اند بہر سال وصلش - چو تاریخ وصال شیخ خواہی
یکے صدیق ہادی جہاں ست - وگر معتبول محبوب الہی

۲۸۲ھ

۲۸۳ھ

سہارک ہادی سہیل عبداللہ ولی سے بھی سال وفات نکلتا ہے۔

اسم گرامی احمد بن عیسیٰ لقب خراز اور طریقت
شیخ ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ :- خرازیہ کے بانی تھے۔ آپ علماء شریعت اور شاخ
طریقت اور قطب الوقت زمانہ خود تھے۔ علم تصوف میں چار سو سے زیادہ کتابیں لکھی تھیں۔
ذوالنون مصری۔ سہری سقلی اور بشرحاتی سے صحبت رکھتے تھے۔ سب سے پہلے جس صوفی
نے فنا و بقا کی اصطلاحات رائج کیں وہ حضرت ابوسعید ہی تھے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ عنفوان جوانی میں اللہ تعالیٰ نے مجھے ظاہری حسن و جمال سے
نوازا تھا۔ ایک شخص میری اس شکل پر عاشق ہو گیا۔ میں اس سے کنارہ کشی کرتا۔ ایک دن میں
ایک وادی میں آیا۔ تھوڑا سا فاصلہ چلا تو دیکھا کہ وہ شخص میرے پیچھے پیچھے آرہا ہے۔ کہنے لگا
اس وادی میں مجھ سے کہاں بچ کر جاؤ گے۔ میرے نزدیک ہی ایک کنواں تھا۔ میں نے کنویں

میں چلا گیا لگا دی۔ اللہ نے مجھے بچا لیا۔ وہ شخص کنویں کے کنارے پر بیٹھ کر رونے لگا۔ میں نے اللہ سے پناہ مانگی اور کہا۔ اے اللہ تو اس بات پر قادر ہے کہ مجھے کنویں سے زندہ رکھے اور اس شخص کے شر سے محفوظ رکھے۔ میں نے محسوس کیا کہ ایک زوردار ہوانے نے مجھے کنویں سے باہر لایا ہے۔ وہ شخص میرے پاس آیا۔ میرے ہاتھ پاؤں چومے۔ اور معذرت خواہی کی۔ جب تک زندہ رہا۔ صدق و صفائی سے میری مصابحت میں رہا۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں وادی سے گزر رہا تھا۔ میرے پاس زوردار نہیں تھی چند دن فاقہ میں گزرے ایک دن میری نظریں ایک آبادی پر پڑیں۔ میں بڑا خوش ہوا۔ دیکھا تو یہ آبادی نہ تھی کھجوروں کا ایک باغ تھا۔ وہاں پہنچا آرام کیا۔ سکون حاصل ہوا۔ میرا خیال تھا کہ کچھ کھانے کو ملے گا۔ میرے نفس کی اس خواہش نے مجھے بے بس کر دیا۔ میں نے قسم کھائی کہ اگر کچھ ملا بھی۔ تو میں نفس کو کچھ نہ دوں گا۔ ریت میں قبر کھودی۔ اور اس میں گھس کر بیٹھ گیا۔ کچھ عرصہ بعد ایک قافلہ آیا۔ اس نے وہاں ڈیرہ جمالیا۔ میرے پاس آئے۔ نہایت ادب و احترام سے مجھے اپنے پاس لے گئے۔ میں نے دریافت کیا تمہیں کیسے معلوم ہوا۔ کہ میں اس قبر میں پڑا ہوا ہوں۔ انہوں نے بتایا۔ قدرت کی طرف سے ایک آواز آئی کہ ہمارا ایک ولی اس ریگستان میں پڑا ہوا ہے۔ اسے تلاش کرو۔ تلاش کرتے کرتے ہم یہاں تک پہنچ گئے ہیں۔

حضرت کی وفات ۵۲۸۶ھ میں ہوئی تھی۔

زاہد ولی و عابدین مقتدائے دیر - عالم سخی - اہل کرم سعد بوسید

سال وصال او تو باقوال اہل کتب گو بوسید اسعد ہم سعد بوسید

۵۲۸۶

۵۲۸۶

آپ کی کنیت ابو فضل اور اصل نیشاپور

شیخ عباس بن حمزہ قدس سرہ - تھا۔ شارح وقت میں شمار ہوتے تھے۔

حضرت ذوالنون مصری اور بایزید بستانی سے دوستی تھی۔ ماہ ربیع الاول ۵۲۸۶ھ میں وفات پائی

چوزیں دنیائے دون فرمود رحلت - جناب شاہ عالی ابن حمزہ
 بچتم سال ترحیش فرود گفت جیب عباس ہادی ابن حمزہ

۵۲۸۸

آپ کا اسم گرامی محمد بن ابراہیم تھا۔ آپ کو بشرحانی
 شیخ ابو حمزہ بغدادی قدس سرہ :- سری سقطی۔ ابو تراب بخشی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی
 محبت تھی۔ آپ شیخ عارث مرسی کے مرید تھے۔ ایک بار بغداد کے بازار میں سے گزر رہے تھے۔
 یاد الہی میں اس قدر مستغرق تھے۔ کہ دینا و ما نہیا کی خبر نہ رہی۔ سوچتے سوچتے شہر سے باہر جانے لگے۔
 جب ہوش میں آئے تو دیکھا کہ ایک وادی میں لیکر کے درخت کے نیچے کھڑے ہیں۔ یہ وادی
 بغداد سے چار میل دور تھی۔ نفحات الانس کے مؤلف نے آپ کا سن وفات ۵۲۸۹ء لکھا ہے۔

شہ روئے زمیں ابو حمزہ - مرشد اہل دین ابو حمزہ
 بہر تاریخ رحلتش سردور گو محب یقین ابو حمزہ

۵۲۸۹

آپ کا اصل وطن نیشاپور تھا۔ اجلہ مشائخ خراسان
 شیخ ابو حمزہ خراسانی رحمۃ اللہ علیہ :- سے تھے۔ پیر طریقت۔ زہد و حقیقت میں بیکتا تھے
 ایک بار ایک وادی میں سفر کے دوران نذر مانی کہ کسی سے کوئی امداد قبول نہیں کریں گے۔ اور
 نہ ہی اسباب دنیا میں سے کوئی چیز اپنے ساتھ رکھی۔ دوران سفر۔ لوٹنا۔ یارسی یا ڈول کچھ بھی نہ تھا
 چاندی کا ایک ٹکڑا جو آپ کی ہمیشہ نے دیا تھا جیب میں تھا۔ وہ بھی راہ میں پھینک دیا۔ راستہ
 میں ایک کنواں آیا۔ آپ اس میں جا کرے۔ تین دن گذرے تو آپ نے محسوس کیا۔ کہ باہر کوئی لوگ
 گزر رہے ہیں۔ خیال آیا کہ انہیں آواز دے کر امداد کے لئے کہا جائے مگر خاموش رہے۔ کہ اہل
 طرح اللہ کے بغیر کسی دوسرے سے امداد طلب کی جائے۔ وہ کنویں کے سر پر آ پہنچے۔ یہ کنواں
 راستے میں ایسی جگہ پر تھا۔ کہ لوگوں کے گرنے کا احتمال تھا۔ چنانچہ ان لوگوں نے فیصلہ کیا کہ اسے
 مٹے سے رُک دیا جائے۔ اللہ کے ارادے سے آپ کو بے پناہ پریشانی ہوئی۔ اگرچہ زندگی سے

مایوس ہو گئے مگر دل اللہ کے توکل پر مطمئن تھا۔ لوگوں نے کنویں کی چھت لکڑیاں ڈالی کر اسے ڈھانپ دیا۔ رات کنویں کے کنارے پر ایک دہشت ناک آواز سنائی دی۔ یوں معلوم ہوا کہ کنواں کھل رہا ہے۔

آپ نے دیکھا ایک لمبا سا جانور کنویں میں کودا ہے۔ آپ نے فیصلہ کر لیا کہ اس جانور کی امداد سے بھی میں باہر نہیں جاؤں گا۔ آواز آئی حمزہ! تمہارا یہ توکل خلاف عبادت ہے۔ تم باہر نکل آؤ۔ یہ جانور ہمارے ہی حکم سے اندر آ رہا ہے۔ چونکہ تم نے صرف ہماری ذات پر توکل کیا ہے۔ ہم نے ہی ایسے مہیب جانور کو تمہاری خدمت میں مقرر کیا ہے۔ جسے دیکھ کر جان نکل جاتی ہے۔ حضرت شیخ نے اس جانور کی دم پکڑی اور کنویں سے باہر آ گئے۔

آپ کی وفات ۱۲۹۰ھ میں ہوئی تھی۔ آپ حضرت ابو حفص حداد کے پہلو میں دفن کئے گئے
 شیخ اہل یعتین ابو حمزہ - سید حق راہ امین ابو حمزہ
 سال ترحیل دس عیساں گروہ - از ولی قطب دین ابو حمزہ

۵۲۹۰

آپ کا اسم گرامی عبد اللہ تھا۔ علوم ظاہری و باطنی
 میں شیخ ابو بکر وفاق رحمۃ اللہ علیہ۔ میں جامع تھے سید الطائفہ جناب شیخ بغدادی
 سے صحبت رہتی تھی حضرت ابو الحسن نوری کے فیض یافتہ تھے۔ وفات ۱۲۹۱ھ میں ہوئی۔

حضرت ابو بکر وفاق رحمۃ اللہ علیہ - در علوم ظاہر و باطن فہیم
 بندہ ابو بکر سال رحلتش - نیر سرور گفت ہادی کریم

۵۲۹۰

آپ کی کنیت ابواسحاق تھی۔ بغداد کے رہنے
 میں شیخ ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ۔ والے تھے ہمیشہ جذب و صحو اور سکر کی
 کیفیت میں رہتے تھے۔ غاصان درگاہ الہی میں بلند مقام پر تھے۔ یہ جنید بغدادی اور

حضرت ابوالحسن نوری کے معاصرین اور احباب میں سے تھے۔ حضرت خضر سے بھی زیارت اور صحبت کا شرف حاصل تھا۔

شیخ مشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ایک بار میں مسجد میں نیم خوابی کی حالت میں تھا۔ مجھے آواز آئی۔ اگر میرے دوستوں میں سے ایک دوست کی زیارت کرنا چاہتے ہو تو ابھی اٹھو اور تل تو بہ پر جاؤ۔ میں اٹھا راستے میں برف باری اور طوفان تھا۔ میں وہاں پہنچا تو ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا۔ آپ برف میں چار زانو بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس برفانی فضا اور ٹھنڈک کے باوجود پسینے سے شرابور ہیں۔ برف آپ کے سر پر پڑتی فوراً پگھل کر زمین پر بہہ جاتی تھی۔ میں آپ کو دیکھ کر بڑا دل خوش ہوا۔ میں نے پوچھا۔ آپ کو یہ رتبہ کیسے ملا۔ فرمایا فقرا کی خدمت سے۔

آپ بے پناہ متوکل اور قناعت کے مالک تھے۔ لوگ آپ کو رئیس المتوکلین کہا کرتے تھے۔ آپ کو خواص اس لئے کہا جاتا تھا۔ کہ آپ زنبیل سیا کرتے۔ اور سوئی دھا کہ اور قینچی کے علاوہ کوئی سامان پاس نہ رکھتے۔ فرمایا کرتے اس قدر اسباب توکل میں ہائل نہیں ہوتے۔ ایک دفعہ فرمایا۔ حضرت خضر میری مجلس میں کچھ وقت گزارنا چاہتے تھے۔ میں نے پسند نہ کیا۔ مجھے ڈرتھا۔ کہ اللہ کے ساتھ جو راہ درسم ہے۔ اس میں خلل واقعہ نہ ہو جائے۔

حضرت خواص فرماتے ہیں ایک وادی میں دہشت ناک شیر کا سامنا ہوا۔ اس نے بھی مجھے دیکھ لیا۔ میری طرف بڑھا۔ میں اور آگے بڑھا۔ مجھے محسوس ہوا کہ وہ لنگڑا کر چل رہا ہے اس کی آنکھوں سے پانی بہ رہا ہے۔ اس نے اپنا زخمی پاؤں میرے آگے رکھ دیا۔ میں نے غور سے دیکھا تو وہ سو جا ہوا تھا۔ اور اس میں پیپ پڑی ہوئی ہے۔ میں نے سوئی لی اس کا پاؤں کھول دیا۔ قینچی سے اس کا پاؤں اتنا کھول دیا۔ حتیٰ کہ ساری پیپ بہ نکلی۔ اس کا پاؤں خالی ہو گیا۔ گوڈری کا ایک ٹکڑا لے کر میں نے اس کے پاؤں کو باندھ دیا۔ اسے سکوں آگیا۔ اٹھا۔ اور اپنی وادی میں چلا گیا۔ کچھ وقت گزرا میں نے دیکھا۔ کہ اپنے دو بچوں کو اپنے ساتھ لایا

ہے۔ اور میرے پاس بٹھا دیئے اور یہ بچے دم ہلانے لگے۔ تھوڑا سا گوشت لاکر میرے سامنے رکھ دیا۔

آپ نے ایک اور واقعہ بیان کیا۔ کہ ایک دن میں ایک اداوی میں تو کلاً علی اللہ سفر کر رہا تھا ایک شخص میرے پاس آیا مجھے سلام کیا۔ اور ساتھ رہنے کی اجازت مانگی۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ مسلمان نہیں ہے۔ میں نے اسے کہا۔ جہاں میں جا رہا ہوں وہاں تم نہیں جا سکتے۔ اس نے گذارش کی۔ تاہم آپ کے ساتھ جانے سے فائدہ سے خالی نہ ہو گا اور ساتھ ہو لیا۔ سفر میں پانچ دن رات کچھ کھانے پینے بغیر گذر گئے تو وہ مجھے کہنے لگا۔ اے توکل پر چلنے والے۔ اب تو گستاخی کر کے اللہ سے کچھ کھانے کے لئے مانگ لو میں نے اللہ سے دعا مانگی اور کہا اے اللہ مجھے اس بیگانہ دین سے شرمسار نہ کرنا۔ کچھ کھانے کا بندوبست کر دے۔ میں نے دیکھا ایک طبق اترا اس میں کھانے کا سامان بھرا پڑا ہے۔ ہم دونوں بیٹھ گئے اور پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ اور اللہ کا شکر ادا کیا اب سات دن مزید سفر کرتے رہے اور کچھ نہ کھایا پیا۔ میں نے کہا۔ اب تم اپنے خدا سے کچھ کھانے کو مانگو۔ اس نے بھی میری طرح آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور کھانا طلب کیا۔ میں نے دیکھا کہ دو طبق آسمان سے اترے جن میں کئی قسم کے کھانے چنے ہوئے تھے۔ میں حیران رہ گیا۔ وہ میری حیرانی کو تاڑ گیا کہنے لگا۔ حضرت حیران نہ ہوں۔ مجھے بھی مسلمان کیجئے۔ یہ سب کچھ آپ کی صحبت کا فیض ہے۔ یہ دونوں طبق آپ کی کرامت ہیں میں نے اللہ سے دعا کی تھی۔ اللہ اپنے اس بندے کی طفیل آج کھانا بھیجے۔ اس دن سے وہ شخص مسلمان ہو گیا اور تربیت حاصل کر کے کامل انسان بن گیا۔

حضرت شیخ ابراہیم ^{۲۹۱}ھ میں فوت ہوئے یوسف بن حسین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو غسل دیا۔ آپ کا مزار مبارک ترک اصفہان کے قلعہ کے زیر سایہ ہے۔ حضرت جامی نے اپنی کتاب نفحات الانس میں شیخ عبد اللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت بیان کی ہے۔ کہ حضرت شیخ ابراہیم جیسا پرہیزگار دلی اللہ دیکھنے میں نہیں آیا۔

حضرت عبداللہ انصاری فرماتے ہیں کہ میں نے آج تک کسی ولی اللہ کی قبر سے اتنی ہیبت نہیں پائی جتنی حضرت ابراہیم خواص کی قبر سے آتی تھی یوں معلوم ہوتا تھا کہ ایک شہر ہے جو سویا ہوا ہے اور ابھی اٹھ بیٹھے گا۔

چورحلت کرد ابراہیم ثانی - بہترب ایزدی ازدار دنیا
عیاشد سال وصلش قطب مسعود - وگرہم ساک مسکین بہنرا

۵۲۹۱

۵۲۹۱

قطب معنی - ابراہیم ہادی - زبدۃ آفاق کامل
۵۲۹۱ ۵۲۹۱ ۵۲۹۱

اسم مبارک احمد بن محمد یا محمد بن محمد ابن الغنوری
شیخ ابوالحسن نوری قدس سرہ:- رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ آپ کے والد ماجد لغنور کے
رہنے والے تھے جو ہرات اور مرو کے درمیان ہے۔ آپ بغداد میں پیدا ہوئے مشائخ
وصوفیہ آپ کو امیر القلوب کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔ بعض صوفیاء آپ کو قمر الصوفیہ
کے نام سے پکارتے تھے۔ آپ نے حضرت شیخ سمری سقطی قدس سرہ سے فرقہ خلافت پایا
تھا اور حضرت شیخ احمد حواری کی مجالس سے بھی استفادہ کیا۔ آپ حضرت جنید بغدادی کے
معاصر تھے۔ خود مجتہد صاحب مذہب۔ امام طریقت اور سلسلہ نوریہ کے بانی تھے آپ کو
نوری اس لئے کہا جاتا تھا۔ کہ رات کی تاریکی میں گفتگو فرماتے تو منہ سے نور کی کرنیں نظر
آتیں جن سے سارا ماحول روشن ہو جاتا تھا۔ آپ نور کرامت سے لوگوں کے دلوں کے حالات
معلوم کر لیتے۔ آپ صحرا میں ایک صومعہ میں رہا کرتے تھے۔ لوگ آپ کی زیارت کو جاتے
تو آپ کے صومعہ سے نور کی شعاعیں دیکھتے جو آسمان کو چھوتیں۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ابتدائے کار میں ایک دن میں دریائے دجلہ پر گیا دو کشتیوں کے درمیان کھڑے ہو کر کہنے لگا۔ جب تک مجھے ساٹھ سیر کی ایک مچھلی نہ ملے گی میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ دریا سے ایک بہت بڑی مچھلی اچھلی میں کنارے پر لایا۔ اور کہا الحمد للہ میرا کام ہو گیا۔ میں نے یہ کرامت حضرت جنید بغدادی کو سنائی۔ تو آپ نے فرمایا ابو الحسن اگر مچھلی کی بجائے اتنا بڑا سانپ نکل آتا۔ اور تجھے ڈس لیتا اور تم مر جاتے تو اس سے کہیں بہتر تھا کہ تم اپنی کرامت کا فخر یہ اظہار کرتے۔

خلیفہ بغداد کا ایک مقرب خلیل صوفیہ کی مخالفت پر کمر بستہ ہوا۔ دربار میں کھڑے ہو کر کہنے لگا۔ امیر المؤمنین! یہاں ایک ایسی جماعت پیدا ہوئی ہے۔ جو سرور گاتی ہے اور قص کرتی ہے۔ لوگ ان سے دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں۔ وہ خلاف شرع باتیں کرتے ہیں۔ اس طرح ان کی وجہ سے لوگ اسلام سے برگشتہ ہو رہے ہیں۔ اگر آپ ان زندلیقوں کے قلع قمع کرنے کا اختیار دیں تو میں اس فتنہ کو اکھاڑ پھینکوں۔ خلیفہ نے ان لوگوں کو دربار میں طلب کیا۔ شیخ ابو حمزہ۔ حضرت بشلی۔ حضرت رقام حضرت ابو الحسن نوری اور شیخ الطائیفہ حضرت جنید بغدادی کے علاوہ بہت سے صوفیاء حاضر دربار ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہم خلیفہ نے سب کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ جلاد نے سب سے پہلے حضرت رقام کی گردن اڑانی چاہی مگر حضرت نوری کو دکر آگے بڑھے اور اپنی گردن پیش کر دی مسکراتے اور ہنستے ہوئے موت کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اہل دربار آپ کی اس جرات پر دنگ رہ گئے۔ لوگوں نے کہا۔ اللہ کے بندے۔ تلوار لحاظ نہیں کیا کرتی۔ آپ نے فرمایا۔ میرا طریقہ تصوف تو ایثار ہے۔ یہی میری دنیا کی عزیز ترین چیز ہے۔ میں اپنی زندگی کے چند لمحات اپنے بھائی پر نثار کرنا چاہتا ہوں۔ حالانکہ میں اس زندگی کو آخرت کے ہزار سال سے قیمتی جانتا ہوں۔ خلیفہ نے سنا۔ جلاد کو کہا۔ ہاتھ روک لو۔ مجھے علماء وقت سے فتویٰ لینے دو۔ قاضی شہر کو بلا یا گیا قاضی نے کہا ان سب میں سے میں کامل علوم حضرت جنید ہیں۔ ابو الحسن تو دیوانہ مزاج

انسان ہیں۔ ان سے شرعی مسئلہ کیا پوچھوں۔ حضرت جنید بغدادی نے قاضی سے پوچھا۔ حضرت بیس دینار پر زکوٰۃ کتنی دی جائے گی۔ حضرت شبلی نے پڑھ کر جواب دیا۔ کہ ساڑھے بیس دینار قاضی نے پوچھا۔ کوئی شرعی دلیل۔ آپ نے فرمایا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس چالیس ہزار دینار تھے آپ نے سب کے سب دے دیئے۔ اور کچھ نہ رکھا۔ ہم صوفیاء سیدنا صدیق اکبر کی اتباع میں بیس کے بیس دیں گے۔ قاضی نے کہا کہ آدھا دینار کیا ہے؟ حضرت شبلی نے فرمایا۔ یہ کفارہ ہے اس بات کا کہ بیس دینار اپنے پاس کیوں جمع کئے رکھے۔ قاضی نے خلیفہ کی طرف منہ کر کے کہا۔ اگر یہ لوگ زندیق اور ملحد ہیں۔ تو میں فتویٰ دیتا ہوں کہ آج عالم اسلام میں کوئی بھی موصد نہیں ہے۔ خلیفہ اپنے تخت سے نیچے اترنا صوفیاء کا احترام سے ملا۔ اور کہنے لگا۔ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو حاضر ہوں۔ صوفیاء نے کہا بس ایک تکلیف دیں گے۔ کہ آج کے بعد ہم سب کو اپنی مقبولیت سے دُور رکھیے۔ اور پھر کبھی دربار میں طلب نہ کریں۔ خلیفہ رونے لگا۔ اور بے پناہ احترامات کے ساتھ الوداع کہنے دُور تک پاپیادہ باہر آیا۔

ایک دن حضرت ابوالحسن کے پاس ایک شخص حاضر ہوا۔ آپ اور وہ شخص دونوں رونے لگے۔ کچھ وقت گزرا تو وہ شخص رخصت ہوا۔ حاضرین مجلس نے پوچھا یا حضرت یہ کون شخص ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ ابلیس تھا۔ وہ اپنی خدمات اور قربت اللہ کے واقعات بیان کر کے رو رہا تھا۔ اور اسے اللہ کی بارگاہ سے محرومی پر رونا آتا تھا۔ میں اس کی باتیں سن کر رو رہا تھا۔ کہ جب اتنا قریب ترین دستکارا جاسکتا ہے۔ تو دوسرا کون ہے جو دم مائے ایک دن آپ دریائے دجلہ میں نہا رہے تھے۔ ایک چور آگے بڑھا۔ آپ کے کپڑے اٹھا کر بھاگ نکلا۔ ابھی تھوڑی دُور گیا تھا۔ کہ اس کا ہاتھ سوکھ گیا۔ واپس آیا جس جگہ سے کپڑے اٹھائے تھے لار کھے۔ حضرت نوری نے دعا کی۔ اے اللہ۔ اس چور نے میرے کپڑے لوٹا دیئے ہیں۔ تو بھی اس کے بازو کو توانائی بخش دے۔ وہ اسی وقت صحت یاب ہو گیا۔

ایک بار بغداد کی مارکیٹ میں آگ بھڑک اٹھی سینکڑوں مکانات جل گئے۔ لاکھوں کی جائیداد راکھ ہو گئی۔ دورومی غلام جو نہایت حسین و جمیل تھے۔ آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں آگئے۔ ان کے مالک وہ بہت پیارے تھے۔ اس نے اعلان کیا۔ آج جو ان دو غلاموں کو بچاتے گا اسے دو ہزار دینار خالص انعام دوں گا۔ کسی کو جرات نہ ہوتی تھی کہ بھڑکتے ہوئے شعلوں میں آگے بڑھے۔ اتفاقاً حضرت ابوالحسن نوری وہاں سے گزر رہے تھے۔ آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا۔ اور آگ میں قدم رکھ کر آگے بڑھے۔ بچوں کو آگ کے شعلوں سے لے آئے۔ اُس نے آپ کی خدمت میں دو ہزار دینار پیش کئے۔ مگر آپ نے لوٹا دیئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے دنیا کی دولت قبول نہ کرنے کی وجہ سے مجھے یہ انعام دیا ہے۔

ایک دن حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کی خادمہ جس کا نام زیتونہ تھا۔ آپ کی خدمت میں نان اور دودھ لے کر آئی۔ حضرت نوری نے چوبیسے میں آگ جلائی تھی۔ آپ کے ہاتھ سیاہی سے بھرے ہوئے تھے۔ دھوئے بغیر کھانا کھانے لگے۔ خادمہ نے دل میں کہا یہ کیسا غلیظ انسان ہے۔ کہ گندے ہاتھوں کھانا کھانے لگا ہے۔ ناگاہ ایک شخص اندر آیا۔ اور شور مچانے لگا کہ زیتونہ نامی عورت نے میرے کپڑے چرائے ہیں۔ میں اسے کو تو ال کے پاس لے جاؤں گا۔ وہ زیتونہ کو بازو سے پکڑ کر گھسیٹنے لگا۔ حضرت نوری اٹھے۔ اور کہنے لگے۔ اسے نہ لے جاؤ۔ تمہارے کپڑے ابھی مل جاتے ہیں۔ یہ بات کہہ ہی رہے تھے۔ کہ ایک شخص کپڑوں کی ایک گھڑی اٹھائے اندر آیا۔ اور کہا یہ کس کے کپڑے ہیں؟ اس شخص نے اپنے کپڑے پہچان کر زیتونہ کو چھوڑ دیا۔ حضرت نوری نے زیتونہ کو کہا۔ ایک بار پھر کہو۔ کہ ”یہ کتنا غلیظ آدمی ہے۔ کہ گندے ہاتھ سے کھانا کھاتا ہے“ خادمہ نے توبہ کی۔ اور قدموں میں آگری۔

ایک دن حضرت نوری نے ایک شخص کو دیکھا کہ جس کا گدھا مر گیا تھا اور زور دار تڑالہ باری ہو رہی تھی۔ وہ شخص بہت گھبرایا ہوا تھا۔ حضرت آگے بڑھے اور گدھے پر

قدم رکھ کر فرمانے لگے۔ اٹھ۔ اور اس شخص کو اپنی منزل پر پہنچا۔ اس شخص نے آپ کا شکر یہ ادا کیا اور چلتا بنا۔

صاحب نفحات الانس اور سکینۃ الاولیاء نے آپ کا سال وفات ۲۹۴ھ یا ۲۹۵ھ لکھا ہے۔

حضرت نوری کہ زانوار وے - گشت منور جہاں نور دین
رفت چوں زین خانہ ظلمات - صورت خورشید بجلد برین
رحلت اور سید دین ابوالحسن - طرف خرد گفت بصدق ولیقین

۲۹۵ھ

۱۔ احمد بن محمد بن عبداللہ ابوالحسن نوری قدس سرہ حضرت سمری سقلی کے شاگرد خاص اور حضرت جنید بغدادی کے مجلس مجالس خراسان کے رہنے والے تھے۔ بغداد میں زندگی گزارنے پر علم شریعت میں یگانہ روزگار تھے۔ نوریہ کا سلسلہ طریقت آپ کے نام سے موسوم ہوا۔ شاعری میں ممتاز مقام کے مالک تھے۔ آپ کی ظاہری زندگی پابند شریعت تھی۔ حضرت جنید کی علمی آراء کے مرید تھے۔ شرع کے نفاذ میں خلیفہ وقت کے شراب خانہ کو توڑ پھوڑ دیا۔ خلیفہ نے پوچھا تم ایسا کرنے والے کون ہو۔ فرمایا میں محتسب ہوں۔ پوچھا تمہیں کس نے محتسب بنایا۔ فرمایا جس نے تجھے خلیفہ بنایا تھا۔ طریقت میں معارف الہیہ بیان کرتے ہیں جس سے ظاہرین علماء اور امراء بھڑک اٹھتے۔ غلام جیل نے آپ کے خلاف کفر کا فتویٰ حاصل کیا۔ مگر خلیفہ کے دربار میں آپ نے سب کو لاجواب کر دیا۔ آپ پر الزام تراشی کی گئی۔ مگر معترفین کو بجز ندامت کچھ ہاتھ نہ آیا۔ حضرت خواجہ فرید الدین عطار نے تذکرۃ اولیاء میں حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش لاہوری نے کشف المحجوب میں صاحب رسالہ قشیریہ اور طبقات شعرانی نے آپ کو ہدیہ تحسین پیش کیا ہے۔ آپ کا سلسلہ طریقت صدیوں تک عراق۔ ایران میں مقبول و محبوب رہا۔ (مترجم فاروقی)

آپ کی کنیت ابو عبد اللہ تھی سید الطائف
 شیخ عمرو بن عثمان صوفی دکنی قدس سرہ: حضرت جنید بغدادی کے مرید تھے۔

اور حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کے استاد و مرشد تھے۔ حضرت ابو سعید
 قدس سرہ کی صحبت میں بیٹھا کرتے تھے۔ آپ علوم حقان کے عالم تھے۔ اسرار الہیہ پر گفتگو
 فرمایا کرتے تھے۔ چونکہ آپ کی باتیں بڑی باریک اور پُر اسرار ہوا کرتی تھیں۔ لوگوں کی سمجھ
 میں نہ آتی تھیں۔ لوگوں نے آپ کو اپنی صفوں سے علیحدہ کر دیا۔ مکہ معظمہ سے باہر نکال دیا۔
 آپ جدہ میں آ رہے۔ یہی آپ کا مولد اور مسکن تھا۔ آپ اس شہر کے قاضی مقرر ہوئے۔
 بزرگان تصوف کہتے ہیں کہ حضرت منصور حلاج آپ کی رنجیدگی کا نشانہ بنے۔ اور آپ کی
 ناراضگی سے ابتلا میں پڑے تھے۔

آپ کی وفات ۲۹۶ھ میں بغداد میں ہوئی۔ ایک اور قول میں حضرت سید الطائف
 جنید بغدادی کے سال وفات ۲۹۵ھ میں آپ کا وصال ہوا تھا۔

جناب شیخ عمرو ابن عثمان - رئیس اولیاء قطب معنی
 چو از دار الفناء عزم سفر کرد - بعد اغزاز در فردوس اعلیٰ
 منور نامور سال وصالش - دگر ہم را ہنما گردو ہویدا

۵۲۹۶ ۵۲۹۶ ۵۲۹۶

آپ کا اسم گرامی ابو الحسین تھا۔ اپنے آپ کو کذاب
 شیخ سمنون محب قدس سرہ: کے نام سے مشہور کر رکھا تھا۔ جو شخص آپ کو کذاب
 کہہ کر نہ پکارتا۔ آپ اس کی آواز کا جواب نہ دیتے۔ علوم شریعت و طریقت میں یگانہ روزگار
 تھے۔ حضرت شیخ سری سقطی۔ محمد بن علی قصاب۔ ابو احمد قلانی رحمۃ اللہ علیہم کی مجالس میں بیٹھے
 حضرت جنید بغدادی اور ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ علیہما کے خاص مقربین میں سے تھے۔
 ایک دن حضرت سمنون کعبۃ اللہ میں تقریر فرما رہے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ سائین

پوری توجہ نہیں دے رہے۔ آپ نے چھت سے لگی ہوئی قندیلوں کو مخاطب فرما کر کہا سنو! میں تم سے محبت کی بات کرنا چاہتا ہوں۔ اسی وقت تمام قندیلیں حرکت کرنے لگیں رقص میں آکر جھومنے لگیں۔ حتیٰ کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر فرش پر آ گریں۔

ایک دن آپ محبت کے موضوع پر گفتگو فرما رہے تھے۔ ایک پرندہ اڑتا ہوا آیا آپ کے سر پر آ بیٹھا۔ سر سے اترا۔ بازو پر آ بیٹھا۔ وہاں سے اڑا ہاتھ پر آ بیٹھا۔ تھوڑی دیر بعد زمین پر آ بیٹھا۔ اور اپنی چونچ زمین پر مارنے لگا۔ اُس کی چونچ سے خون بہنے لگا حتیٰ کہ ٹرپ کر گیا۔

کہتے ہیں کہ آخرین عمر میں آپ نے سنت نبوی پر عمل کرتے ہوئے۔ شادی کر لی۔ ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ جب وہ تین سال کی ہوئی تو آپ کے دل میں اس بچی کی محبت بڑھنے لگی۔ ایک رات حضرت سمون نے خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے۔ جھنڈے ہزار ہے ہیں۔ ہر قوم کا ایک ایک جھنڈا نصب ہے۔ ان جھنڈوں کے درمیان ایک بلند ترین جھنڈا ہے۔ جس سے نور کی شعاعیں نکل رہی ہیں۔ یہ جھنڈا سارے میدان قیامت پر چھایا ہوا ہے۔ آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ علم کن لوگوں کے لئے ہے۔ لوگوں نے بتایا۔ مجاہدانہ خدا کے لئے۔ سمون بھی اس جھنڈے کے نیچے جا کھڑے ہوئے۔ ابھی کھڑے ہوئے ہی تھے کہ ایک شخص آگے بڑھا اور آپ کو بازو سے پکڑ کر باہر نکال دیا۔ آپ نے حیران ہو کر پوچھا۔ کیا میں محبت خدا نہیں ہوں میرا تو نام ہی سمون محبت اللہ ہے اس شخص نے بتایا تم محبت خدا تھے۔ مگر جب سے تم اپنی تین سالہ بچی سے محبت کرنے لگے ہو۔ اللہ کے دفتر سے تمہارا نام مٹا دیا گیا ہے۔ سمون نے چلا کر کہا اے اللہ مجھے اپنے محبت کرنے والوں سے دُور نہ فرما۔ اگر میری بچی کی محبت قاطع محبت الہی ہے تو اسے درمیان سے اٹھا لے۔ کہتے ہیں۔ آپ خواب کی اس آواز سے بیدار ہوئے اور گھر سے رونے کی آواز سنی۔ پوچھا کہ ہمارے گھر کیوں آہ و فغان برپا ہے۔ لوگوں نے بتایا۔ آپ

کی بچی چھت سے گر کر مر گئی ہے۔ آپ نے فرمایا الحمد للہ۔ میری محبت کی قاطع کو اللہ نے اٹھالیا ہے۔

ایک شخص خلیل نامی بغداد کے خلیفہ کا معتمد بن گیا۔ وہ چاہتا تھا کہ خلیفہ وقت کو وقت کے علماء اور اولیاء سے بے اعتقاد کر دیا جائے۔ وہ آئے دن حضرات مشائخ اور علماء کرام کے خلاف باتیں کرتا۔ اُن کی تضحیک کے لطیفے سنانا۔ ان دن حضرت سمون کی مشائخت کی شہرت سارے بغداد میں گونج رہی تھی۔ خلیل نے حضرت کو نشانہ بنانے کا پروگرام بنایا۔ اور از رہ خسد خلیفہ کے سامنے رسوا کرنا چاہتا تھا۔ ایک واقعہ یوں ہوا کہ ایک عورت نے حضرت سمون کو کہا کہ وہ اس کے ساتھ نکاح کر لیں۔ آپ نے انکار کر دیا وہ عورت حضرت جنید بغدادی کے پاس گئی۔ اور کہا کہ آپ سمون کو لکھیں کہ اس سے نکاح کر لے۔ حضرت جنید نے اسے اپنے دروازے سے ہٹا دیا۔ وہ عورت مایوس ہو کر خلیل کے پاس جا پہنچی۔ اور اس کے کہنے پر انتقام لینے کے لئے آپ پر تہمت لگانے لگی کہ سمون نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے۔ خلیفہ وقت کے سامنے بیان دیتے۔ خلیل نے آپ کے قتل کے احکامات لے لئے۔ حضرت سمون کو دربار میں طلب کیا گیا۔ جلاد کو حکم دیا کہ آپ کی گردن اڑا دے۔ مگر اس حکم کے الفاظ زبان سے نکلنے نہ پائے تھے۔ خلیفہ نے بڑا زور لگایا۔ مگر قتل کے احکام کی ادائیگی نہ ہوتی تھی اور کہا کہ انہیں کل دربار میں دوبارہ پیش کیا جائے۔ رات کو خلیفہ نے خواب میں سنا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے کہ اگر تم نے حضرت سمون کو قتل کر لیا تو تمہاری سلطنت کا تختہ الٹ جائے گا۔ علی الصبح خلیفہ نے حضرت کو دربار میں طلب کیا۔ معافی چاہی۔ اہزاز واکرام سے نوازا۔ خلیل یہ صورت حال دیکھ کر خسد سے جل گیا۔ وہ حضور سے اور دشمنی کرنے لگا۔ حتیٰ کہ جذام کی بیماری میں گرفتار ہو کر صاحب فراش ہو گیا۔ اس کے جسم سے پیپ اور خون نسنے لگا۔ حضرت سمون کو خبر ہوئی تو آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ اے اللہ! اے صحت عطا فرما۔ خلیل نے حضرت کی دعا

کی خبر سنی۔ تو سخت شرمندہ ہوا۔ توبہ کی۔ اور جو کچھ بھی اس کے پاس تھا بزرگان دین کی نذر کر دیا۔ مگر بزرگان دین نے اس کے نذرانہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ آخر حضرت سمون نے اُس کی بیچارگی پر پھر دعا کی۔ اور پوری توجہ دی۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے توبہ کی توفیق دی۔ شیخ سمون نے ۲۹۵ھ میں وفات پائی۔

شیخ سمون صاحب حسن و جمال - شیخ کامل شیخ اکمل باکمال
سن ترحیلش صبور آمد میاں - ہم رقم شد مہربان سال وصال

آپ کا اسم گرامی سعید بن اسماعیل نیشاپوری تھا۔
شیخ ابو عثمان جیری قدس سرہ - نیشاپور کے ایک جیرہ میں پیدا ہوئے اور اسی نام سے مشہور ہوئے۔ آپ حضرت شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے۔ اور ابو حفص حداد یحییٰ بن مفاذ رازی کی مجالس میں بیٹھے بڑے صاحب کشف و کرامات تھے آپ اپنے ہم عصر صوفیاء میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ چنانچہ شیخ الشیوخ حضرت مخدوم علی ہجویری لاہوری قدس سرہ اپنی کتاب کشف المحجوب فرماتے ہیں کہ حضرت ابو عثمان کو اللہ تعالیٰ نے تین بزرگان دین سے تین مقامات دیئے تھے۔ حضرت یحییٰ بن معاذ سے مقام رجا عطا ہوا۔ حضرت شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ سے مقام عبرت حاصل کیا۔ اور حضرت ابو حفص حداد قدس سرہ سے مقام شفقت حاصل ہوا۔

سفینۃ الاولیاء کے مولف حضرت داراشکوہ نے لکھا ہے کہ ابو عثمان جیری نے حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی حضرت رویم حضرت یوسف ابن حسین اور حضرت محمد فضیل بلخی رحمۃ اللہ علیہم کی مجالس سے استفادہ کرتے تھے۔ ریاضت میں یگانہ روزگار تھے ابتدائی عمر کے بیس سال تک ریاضت اور مجاہدہ میں صرف کئے اور ان بیس سالوں میں آپ نے نبی آدم کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ اور بڑی شفقت سے عبادت کرتے رہے۔ آپ کی آنکھیں ایک باریک سا سوراخ رہ گئیں۔ انسانوں سے نہ صرف اجتناب کرتے بلکہ ڈرتے تاہم بیس سال

کے بعد ایک وقت آیا کہ آپ کو حکم ہوا کہ لوگوں سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کریں۔ پہلے پہلے آپ نے ہمایوں سے ملنا جلنا شروع کر دیا۔ پھر حکم ہوا کہ مجادران کعبہ اللہ سے میں چنانچہ مکہ مکرمہ پہنچے۔ حرمین الشرفین کے مشائخ آپ کی آمد سے کشفی طور پر واقف تھے۔ آپ کا شاندار استقبال کیا گیا۔ اور جب آپ کو اس صورت و شکل میں دیکھا تو پوچھنے لگے۔ ابو عثمان بتاؤ تم نے اتنا عرصہ کیسے گزارا۔ یہاں سے کیوں گئے۔ کیسے وقت گزرا۔ کیا کھویا۔ کیا پایا اور پھر واپس کیسے آ گئے۔ آپ نے فرمایا۔ میں سُکر کی حالت میں چلا گیا تھا۔ سُکر کے مصائب کو دیکھا مجھے بڑی مایوسی ہوئی۔ اب عاجز ہو کر اللہ کے گھر میں آ گیا ہوں۔

شیخ ابو عثمان قدس سرہ ۲۹۸ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کا مزار نیشاپور میں ہے۔

ابو عثمان جیری صاحبِ حق ۔ کہ بود اندر جہاں مطلوب و مرغوب

تاریخ وصال اوز ہاتف ۔ ندا آمد کہ جیری بود محبوب

۵۲۹۸

آپ کی کنیت ابو العباس

شیخ ابو العباس احمد بن محمد بن مسروق قدس سرہ اور مولد و مسکن طوس تھا

بغداد میں قیام پذیر ہوئے۔ حضرت شیخ علی رودباری کے استاد تھے اور حضرت عارف محاسبی

قدس سرہ کے شاگرد تھے۔ حضرت سرتی سقطی۔ محمد بن منصور اور محمد ابن الحسین سے صحبت اور

مجالس رکھتے تھے۔ قطب المدارس کی مجالس میں بھی پہنچتے تھے۔ آپ آخر کار خود بھی قطبیت

کے درجہ کو پہنچے۔ آپ نے اپنی زبان بتایا کہ ایک دن ایک ضعیف العمر آدمی جو خرقہ

مشائخ میں ملبوس تھا۔ میرے پاس آیا کہنے لگا کہ میرے حق میں جو کچھ دل میں آتا ہے

کہو میں نے نظر باطن سے دیکھا۔ تو وہ اندردنی طور پر اسلامی لباس سے بھی محروم اور عاری

تھا۔ میرے پاس ہی حضرت شیخ جیری تشریف فرما تھے۔ میں نے آہستہ سے آپ کو بتایا کہ

یہ اندردنی ناسلم ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اسے بولانا کہیں شاید یہ مسلمان ہو اور اسے یہ بات

گراں گزرے اور ناراض ہو جائے۔ میں نے کہا اب اس کے بغیر چارہ کار بھی نہیں ہے۔ چنانچہ میں نے اس شخص کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تم تو غیر مسلم ہو۔ اس نے کہا۔ آپ نے سچ کہا ہے۔ میں نے ظاہری لباس آپ لوگوں کے امتحان کے لئے زیب تن کیا تھا۔ لیکن اب مجھے دامن اسلام میں جگہ دین اس نے اسی وقت کلمہ شہادت پڑھ لیا۔ اور مسلمان ہو گیا۔
آپ کی وفات ۲۹۹ھ کو ہوئی تھی۔

شہ دینار دین شیخ زمانہ - جناب شیخ ابوالعباس کامل !
چو جسم سال وصلش از دل خویش - نداگر وید ابوالعباس واصل

۲۹۹ھ

آپ کی کنیت ابو یعقوب تھی۔ متعدد میں

شیخ یوسف بن حسین رازی قدس سرہ :- میں شمار ہوتا تھا۔ آپ ذوالنون مہری

کے مرید اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما کے شاگرد تھے۔ حضرت ابو تراب سے مجالس ہوتیں

ابوسعید خراز کے مصاحب میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی عمر دی تھی۔ آپ

آغاز جوانی میں بڑے حسین و جمیل نوجوان تھے۔ عرب کے علاقہ میں پہنچے وہاں کے بادشاہ کی

اکھوتی بیٹی آپ کے عشق میں وارفتہ ہو گئی۔ آدھی رات کے وقت لڑکی نے بادشاہ کے محلات

کو خیر باد کہا اور آپ کے پاس آگئی۔ آپ اسے دیکھ کر اللہ کے خوف سے کانپ اٹھے۔

وہاں سے بھاگے۔ شہر سے دور جا کر ایک ویرانے میں سو رہے۔ خواب میں دیکھا کہ ایک بکری

دادی میں ہیں۔ ایک شخص شاہانہ لباس میں تخت نشین ہے۔ اس کے ارد گرد بکری پوش لوگ

صف بستہ کھڑے ہیں۔ آپ نے پوچھا۔ یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے بتایا۔ یہ حضرت یوسف

ہیں۔ جو یوسف بن حسین کی زیارت کو آئے ہیں۔ آپ یہ بات سُن کر رو پڑے فرمایا۔ میں کیا

چیز ہوں۔ جسے حضرت یوسف جیسے پیغمبر خدا ملنے آئیں۔ تخت کے پاس پہنچے۔ سلام عرض کیا

حضرت یوسف تخت سے نیچے آئے۔ اور شیخ کو بغل میں لے لیا۔ اور اپنے تخت پر بٹھایا۔ اور

بڑی عزت بخشی۔ شیخ یوسف نے عرض کی حضرت آپ اللہ کے نبی ہیں۔ مجھ جیسے عاجز پر اتنی کرم نوازی کیسے ہے؟ آپ نے فرمایا۔ جب بادشاہِ عرب کی بیٹی اپنے پورے حسن و شباب سے تم پر مانگی ہوئی اور اپنے آپ کو تمہارے سپرد کر دیا۔ اور تم اللہ کے خوف سے وہاں سے بھاگے۔ تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اور فرشتوں کو حکم دیا کہ دیکھو۔ تم نے زینحاکے درغلانے پر قصد کرنے کا خیال کیا تھا۔ کہ ہم نے تمہاری حفاظت فرمائی۔ مگر میرے محبوب کا امتی آج بغیر کسی خیال کے حسن و شباب کی ساری دولت کو ٹھکرا کر میری پناہ میں آ رہا ہے آج میں اور یہ فرشتے تمہارے استقبال کو آئے ہیں۔ تم اللہ کے برگزیدہ انسانوں میں سے ہو۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاؤ۔ ان کے پاس اسمِ اعظم ہے۔ ان سے فیض پاؤ۔

حضرت یوسف بیدار ہوئے۔ مصر کا رخ کیا۔ حضرت ذوالنون مصری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تین سال تک ایک بھی سوال نہ کیا تین سال بعد حضرت ذوالنون مصری نے آپ سے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو۔ آپ نے اسمِ اعظم کا سوال کیا۔ حضرت ذوالنون مصری نے سر پر ایک بڑی ٹوپی پہنی ہوئی تھی۔ آپ نے شیخ یوسف کو عطا فرمادی۔ اور کہا اسے لے جاؤ۔ اور میرے ایک دوست کے پاس لے جاؤ اور یہ امانت اسے دے دو۔ حضرت شیخ یوسف نے کہ چلے۔ راہ میں اس ٹوپی میں کسی چیز سے حرکت کی۔ آپ نے سوچا دیکھوں اس میں کیا چیز ہے۔ سر سے اتار کر دیکھنے لگے۔ تو ایک چوہیا پھدک کر دور بھاگ گئی۔ آپ نے خیال کیا۔ کہ حضرت ذوالنون مصری نے آپ سے مذاق کیا ہے۔ واپس آ گئے۔ اور غصہ میں بھرے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا۔ ابھی تک تم ایک چوہیا کی امانت کو نبھانے کی اہلیت نہیں رکھتے اسمِ اعظم کی برداشت کیسے کرو گے اب اسی وقت اپنے وطن چلے جاؤ۔ پھر کسی وقت آنا۔

حضرت شیخ یوسف رحمۃ اللہ علیہ اپنے وطن آ گئے۔ اور ایک عرصہ دراز تک یا صنت اور مجاہدے کرتے رہے۔ اور بلند مقامات پر پہنچے۔ حضرت ذوالنون مصری نے آتے وقت

آپ کو تین نصیحتیں کی تھیں۔ اور فرمایا۔ یہ تین نصیحتیں ہیں۔ ان میں سے ایک تو بڑی ہے۔ ایک چھوٹی ہے اور ایک درمیانی ہے بڑی نصیحت یہ ہے۔ کہ آج تک جو کچھ تم نے پڑھا ہے یا لکھا ہے اسے فراموش کر دو۔ تاکہ حجابات ختم ہو جائیں۔ دوسری چھوٹی نصیحت یہ ہے کہ میرا نام کسی کو نہ بتانا۔ کہ میں تمہارا پیر و مرشد ہوں۔ اس میں خود ستائی پائی جاتی ہے میرے مخلوق کو ترغیب دینا اور اللہ کی طرف بلانا۔ مگر خود درمیان میں نہ آنا۔ یہ فرماتے ہوئے رخصت کر دیا۔

حضرت شیخ یوسف قدس سرہ مصر سے اپنے وطن آئے۔ شہر میں وعظ کہنا شروع کیا چونکہ آپ باریک اور دقیق مسائل بیان فرماتے لوگوں نے آہستہ آہستہ آپ کی مجلس وعظ سے بھاگنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ ایک شخص بھی آپ کا وعظ سننے نہ آتا۔ ایک دن وعظ فرمانے لگے۔ تو دل میں خیال آیا۔ کہ میں کس کو وعظ سناؤں کیوں نہ اسے چھوڑ کر چلا جاؤں۔ یہ خیال آیا ہی تھا کہ گلی سے ایک بوڑھی عورت سے آواز دی۔ اپنے پیر و مرشد کی نصیحت کو بھول گئے ہو۔ تم نے عہد کیا تھا۔ کہ مخلوق کو نصیحت محض اللہ کے لئے کرے گا۔ تم وعظ کرتے جاؤ۔ کوئی آئے۔ یا نہ آئے۔ کہتے ہیں۔ آپ اسی طرح پچاس سال تک وعظ کرتے رہے شہروں۔ گاؤں۔ جنگلوں۔ صحراؤں میں غرضیکہ یہ کام ہر مقام پر جاری رکھا۔ ایک دن ایک بزرگ عبد الواحد بن زید آپ کی مجلس وعظ میں آئے۔ یہ وہ بزرگ تھے جنہیں والدین نے عاق کر دیا تھا اور بڑے سالک راہ خدا تھے۔ اس دن حضرت شیخ یوسف وعظ میں فرما رہے تھے کہ ایک ایسا وقت آتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اپنی طرف بلا لیتا ہے یہ بات عبد الواحد کے دل کو لگی۔ اپنی ٹوپی اتار کر پھینک دی۔ کپڑے پھاڑ دیئے۔ نعرے مارتے ہوئے گورستان کی طرف چل نکلے۔ تین دن رات قبرستان میں بے ہوش پڑے رہے حضرت یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں اللہ کا خطاب سنا کہ صبح اٹھو۔ اور میرے بندے کو تلاش کر کے تسلی دو۔ حضرت یوسف اٹھے اور عبد الواحد کو ڈھونڈنے لگے۔ دیکھا قبرستان

میں بے سدھ پڑے ہوئے ہیں۔ شیخ نے انہیں اٹھایا گلے لگایا۔ اس نے آنکھیں کھولیں اور کہنے لگا۔ آپ کو تین دن سے حکم ہوا ہے کہ مجھے تلاش کرو۔ آپ بڑی دیر سے پہنچے۔ ایک سو ڈاکر کے پاس ایک کینز تھی جو اپنے حسن و جمال میں بے مثال تھی وہ کہیں سفر پر جانے لگا تو اس نے شیخ حیری کو نیک بزرگ خیال کو کے کینز کو آپ کے پاس بطور امانت چھوڑ گیا۔ اور خود سفر پر روانہ ہو گیا۔ چند دنوں بعد شیخ حیری اس کینز کے حسن و جمال پر شیعہ و مبتلا ہو گئے مگر اس وسوسہ شیطانی کو دور کرنے کے لئے ریاضت و عبادت کرتے اور ساتھ ہی حضرت شیخ ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس فتنہ سے نجات کے لئے دستگیری کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا۔ تمہاری اس مشکل کا حل شیخ یوسف حسین کی دعا میں ہے۔ آپ ان کی خدمت میں جائیں۔ حضرت حیری آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے قطع مسافت کرتے ہوئے۔ آپ کے شہر میں پہنچے۔ آپ کے گھر کا پوچھا تو لوگوں نے بتایا۔ آپ نیک صورت اور بزرگ انسان دکھائی دیتے ہیں۔ ایسے بے دین اور زندقہ کے گھر جا کر کیا کرو گے۔ شیخ عثمان حیری بہت سے لوگوں کی بات سن کر واپس آگئے۔ اور اپنے پروردگار کی خدمت میں سارا واقعہ پیش کیا۔ آپ نے فرمایا۔ تم حسین یوسف کو ملے ہو۔ کہنے لگے۔ حضرت سارا شہر گواہی دیتا تھا کہ وہ ملحد اور زندقہ شخص ہے میں تو ان کے پاس نہیں گیا نہ انہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا تمہیں شہر کے لوگوں سے کیا واسطہ۔ جاؤ اور حضرت حسین یوسف کو ملو اور اپنا کام کراؤ۔ حضرت عثمان واپس گئے۔ آپ نے دیکھا ایک بوڑھا دیکھا اپنے پاس ایک خوبو روڑ کا بٹھائے بیٹھا ہے۔ اور سامنے جام وینا رکھے ہیں۔ لیکن چہرے سے فرد کی شعاعیں نچوٹ رہی ہیں۔ سلام کے بعد عرض کی۔ حضرت یہ کیا ماجرا ہے۔ حضرت یوسف حسین نے فرمایا۔ گجھراؤ نہیں یہ روڈ کا میرا بیٹا ہے۔ لوگوں کو اس بات کا علم نہیں۔ میں اسے قرآن پڑھاتا ہوں۔ اس جام وینا میں شربت رکھا ہے۔ میں اپنی صحت کے لئے پیتا ہوں۔ لوگ باہر سے دیکھ کر چلے جاتے ہیں۔ حضرت شیخ حیری نے کہا۔ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں لوگوں میں

غلط تاثر پھیلا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میں ایسا اس لئے کرتا ہوں کہ لوگوں کو میری نیکی اور تقویٰ پر بھروسہ نہ ہو جائے۔ اور کہیں کوئی سوداگر اپنی خوبصورت کینز امانت چھوڑ کر چلا جائے۔ اور پھر میں اس پر عاشق ہو جاؤں۔ شیخ عثمان حبری نے آپ کی بات سنی تو قدموں میں گر گئے اور اپنے نفس کی سرکشی اور شیطانی دوسوسہ سے نجات پائی۔

شیخ یوسف حسین رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۰۴ھ میں فوت ہوئے۔

یوسف دین نبی یوسف حسین - شدہ چوڑا دنیائے دوں اندر جہاں
سال تر حلیش بقول اہل دین - یوسف ہادی حسین آمد عیاں
باز قطب الدین حسین اے نیک خو - سن وصل و سال تر حلیش بخواں

۱۳۰۴ھ

۱۔ حضرت امام گنج بخش بروجری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی بڑی تعریف کی ہے اور کشف المحجوب میں آپ پر ایک مقالہ لکھا ہے صاحب نفحات الانس نے آپ کو صوفیاء کے طبقہ ثانیہ میں شمار کیا ہے اور اپنے وقت کے امام تباہ ہے۔ فرقہ لامتیہ سے رغبت رکھتے تھے۔ لوگوں کو اپنی شہرت سے دور رکھنے کے لئے بعض ایسی حرکات کرتے جس سے عام لوگ ہٹ جاتے۔ آپ حضرت ذوالنون مصری کی زیارت کے لئے مصر گئے تو انہیں دیکھتے ہی آپ کے رونگھے کھڑے ہو گئے حضرت ذوالنون نے فرمایا۔ لوگوں کی تعریف سے مطمئن نہ ہونا اور ان کی قبولیت پر ناز نہ کرنا۔ یہ لوگ سکون کے ڈاکو ہوتے ہیں۔

آپکی نسبت علاقہ تھا

شیخ عبداللہ ابوالعباس بستنی بن محمد بن نافع بن مکرم قدس سرہ کے رہنے والے تھے۔ تاریخ ابن کثیر میں لکھا ہے۔ کہ ابوالعباس بستنی رحمۃ اللہ علیہ نے ستر سال تک پہو زمین پر نہ لگایا نہ سوئے۔ دیوار یا ستون سے تکیہ لگا لیتے اور عبادت خداوندی میں مشغول رہتے۔ نیشاپور سے حریم الشرفین میں پہنچے۔ ایک عرصہ تک بیت المقدس میں قیام کیا محرم الحرام ۳۰۲ھ میں فوت ہوئے۔

جناب شیخ عبداللہ بستنی - کہ بود او پیر حق آگاہ ہادی
تاریخ وصال او خرد گفت - ابوالعباس عبداللہ ہادی

۳۰۲ھ

آپ کا اسم گرامی احمدیچھی تھا۔ بغداد میں رہتے
شیخ ابوعبداللہ بن جلا قدس سرہ تھے دمشق میں سکونت گزین ہوئے۔ شام کے
اجلہ مشائخ میں سے تھے۔ آپ شیخ ابوتراب بخشی کے مرید تھے۔ سید الطائفہ حضرت جنید
بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے صحبت رکھتے تھے۔ ۳۰۶ھ یا ۳۰۷ھ میں وفات ہوئی۔

شیخ دین ابن جلا چوں از جہاں - رفت در جنت شدہ منزل گیرین

بدر اہل دین است سال وصل او - ہم عیاں شد اہل دین اہل یقین

۳۰۶ھ

آپ کی کنیت ابوالمغیث تھی بیضی

حضرت حسین بن منصور حلاج قدس سرہ تھے۔ فارس کے رہنے والے تھے۔ سوز و

مستی شوق و شکر میں اپنی مثال نہ رکھتے تھے۔ آپ نے بڑی جدوجہد سے کام لیا۔ مخصوص احوال
و مقامات حاصل کئے۔ بلند پایہ تصانیف یادگار چھوڑیں۔ اسرار و حقائق معرفت میں بڑی خشک اور۔

پچیدہ عبادات سے اظہار خیال کرتے تھے۔ باین ہمہ آپ کا کلام فصاحت و بلاغت سے مالا مال

تھا۔ ان کلمات کی دہرے بہت سے علماء و مشائخ نے آپ کے کلمات پر اعتراض کیا ہے۔ اور ان

کے دعووں سے انکار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انہیں علوم تصوف میں کوئی ذرک نہیں۔ بایں ہمہ ابن عطار
 عبد اللہ خفیف۔ شبلی۔ ابوالقاسم نصر آبادی۔ سید مخدوم ابوالحسن البجوری گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ
 قدس سرہم جیسے شاہیر نے آپ کے کلام کو پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا ہے۔ شیخ ابوالقاسم گرگانی
 شیخ بوعلی فارمدی۔ امام یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہم تو آپ کے قریبی احباب میں سے تھے اور
 آپ کے اسرار و رموز کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور پھر اس کی ترجمانی بھی کرتے تھے۔ حضرت
 ابوالقاسم قشیری جیسے دوسرے مشائخ نے آپ کے کلام کو ساحرانہ و تہرار دیا تھا۔ بعض ظاہرین
 علمائے آپ کی گفتگو کو کفر سے تعبیر کیا۔ بعض نے آپ کو علوی قرار دیا۔ لیکن جسے توحید کے
 رموز و اسرار سے واقفیت تھی۔ وہ اسے علول نہیں کہہ سکتا۔ چنانچہ شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ
 الغفار نے آپ کے کلام کو عین توحید قرار دیا ہے۔ اور فرمایا مجھے اس شخص پر سخت تعجب آتا ہے
 کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں ایک درخت سے اتنی ان اللہ کی آواز کو توحید پر
 مستحق کرے اور جب یہی آواز حسین منصور سے آئے تو اسے کفر قرار دے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
 بات کریں تو نملق الحق علی لسان العمد اللہ تعالیٰ عمر کی زبان سے بات کرتا ہے) کو توحید خیال
 کریں۔ مگر یہی بات حسین ابن منصور کی زبان سے نکلے۔ تو اسے علول اور الحاد سے تعبیر کیا جائے
 حضرت حسین ابن منصور رحمۃ اللہ علیہ نے کائنات ارضی کی سیاحت کی۔ مخلوق خدا کو اللہ کی
 طرف دعوت دیتے رہے۔ سولہ سال کی عمر میں حضرت عبداللہ قسری رحمۃ اللہ کی صحبت سے استفادہ
 کیا۔ بعد اوتے مشائخ بغداد سے استفادہ کیا۔ بھرے پہنچے۔ علماء و مشائخ سے گفتگو رہی۔ ابو
 عثمان عمرو دکی سے تعلق پیدا کیا اور ایک عرصہ تک ان کی صحبت میں رہے۔ حضرت ابو یعقوب
 الاقطع آپ کی ذہانت و کمالات سے اتنے متاثر تھے۔ کہ اپنی بیٹی آپ کے نکاح میں دے
 دی۔ حضرت ابو عثمان نے علم حقائق میں ایک کتاب لکھی تھی۔ وہ جن اسرار و رموز تصوف پر مشتمل
 تھی۔ وہ علماء ظاہر کے لئے ناقابل فہم تھے۔ آپ نے اس کتاب کو ایک عرصہ پوشیدہ رکھا۔
 حسین بن منصور نے بڑی جرأت کر کے اس کتاب کے مسائل کو منبروں پر پکڑے ہو کر بیان

کونا شروع کئے۔ عام علماء کی مجالس میں بیان کئے۔ لوگوں میں واقعی ایک شور برپا ہونے لگا۔ لوگوں نے حسین منصور تو کیا۔ ابو عثمان عمرو کے بھی خلافت ہو گئے۔ حضرت ابو عثمان ان رموز کے افشا پر حضرت حسین منصور سے سخت ناراض ہوئے۔ اور اپنی مجالس سے علیحدہ کر دیا۔ ساتھ ہی جلال میں آکر فرمایا۔ اللہ حسین کی زبان اور دست و پا کو قطع کر دے اور کوئی ایسا شخص پیدا کرے جو اسے تختہ دار پر کھڑا کرے۔

اس واقعہ کے بعد حضرت حسین منصور بغداد آئے حضرت جنید بغدادی کی محفل میں ان مسائل پر گفتگو کی۔ مگر آپ نے آپ کے خیالات کو قبول نہ فرمایا۔ بغداد کو چھوڑ کر تتر میں ایک سال تک قیام کیا۔ آپ کسی ظاہرین عالم کی بات کو خاطر میں نہ لاتے تھے اور اپنے خیالات کا برملا اظہار کرتے جاتے تھے۔ بعض حلقوں میں آپ کے خلاف حسد پیدا ہو گیا اور اختلاف کی آگ بھڑکنے لگی۔ آپ وہاں سے خراسان میں آ گئے۔ اور پورے پانچ سال تک عام لوگوں سے پوشیدہ رہے۔ پانچ سال بعد قاداں میں آئے اور چند کتابیں تصنیف کیں۔ ابوہاز کے علماء سے گفتگو کی۔ ان کی اس گفتگو نے ان علاقوں میں بڑی مقبولیت حاصل کی۔ لوگ آپ کے گرویدہ ہونے لگے۔ حتیٰ کہ آپ کو صلاح الاسرار کیا جانے لگا۔ آپ بصرہ گئے۔ اور پھر حرمین الشریفین حاضر ہوئے حرم میں حضرت ابو یعقوب نہر جوہری نے آپ کو جادوگری سے منسوب کیا۔ آپ پھر بصرہ میں آئے۔ اور وہاں سے ابوہاز پہنچے۔ کچھ عرصہ کے بعد ہندوستان دپاک دہند میں آئے۔ اور ایک عرصہ تک علماء مشائخ ہند سے ملاقاتیں کرتے رہے۔ اور خلق کو اللہ کی طرف دعوت دینے میں مصروف رہے۔ پھر ماورالنہر اور چین ماچین میں جا کر بڑی گراں قدر کتابیں تصنیف کیں۔ جب آپ واپس آئے۔ تو مختلف ممالک کے علماء کرام اور مشائخ نے آپ کو خط لکھنے اور بعض رموز تصوف دریافت کرنے شروع کئے۔ ہندوستان والے آپ کو ابو المعیث کے لقب سے یاد کرتے۔ چین والے آپ کو ابو المعین قرار دیتے خراسان کے علماء ابو المعیر کہہ کر خطاب کرتے فارس کے خطوں میں آپ کو ابو عبد اللہ کہہ کر مخاطب کیا جاتا۔ خراسان کے خطوں میں صلاح الاسرار کے نام سے یاد کیا جاتا تھا

بغداد میں آپ کا نام اصملم تھا۔ اور بصرہ ولے آپ کو مخیر کہہ کر یاد کرتے آپ کچھ عرصہ بعد مکہ مکرمہ
 چلے گئے دو سال تک حرم پاک کی مجاوری کی سعادت حاصل کی۔ بہت سے احوال حقیقت آپ پر
 ظاہر ہوئے۔ واپس آکر مخلوق کو پھر دعوت فکر دی۔ چونکہ لوگ آپ کے ان احوال و مقامات سے اتفاق
 نہ تھے۔ آپ کی مخالفت بڑھنے لگی۔ اور آپ کو پچاس شہروں سے نکال دیا گیا۔

حلاج آپ کو اس لئے کہا کرتے تھے۔ کہ ایک بار آپ روئی کے ایک ڈھیر کے قریب سے
 گزرے۔ ایک نگاہ کی۔ تو روئی اور بنوئے علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔ اس دن سے آپ کو حلاج کہا
 جانے لگا۔

حضرت حسین رات دن میں چار سو رکعت نماز ادا کرتے تھے اتنی عبادت کو اپنے لئے فریضہ
 تصور کرتے لوگوں نے آپ کو پوچھا۔ آپ جس مقام پر فائز ہیں۔ اتنی عبادت اور ریاضت کی کیا ضرورت
 ہے۔ آپ فرماتے۔ رنج و راحت کا دستور پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ یہ فانی لوگ ہوتے ہیں۔ آپ فرمایا
 کرتے تھے کہ میں نے پچاس سال کی عمر میں ہزار سال کی نمازیں ادا کی ہیں۔ اور ہر نماز فرض سے پہلے
 غسل کیا ہے۔

حضرت رشید مرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک بار حسین منصور اپنے چار صد ہم خیال
 صوفیاء کو ساتھ لے کر کعبۃ اللہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں یہ قافلہ راستہ بھول گیا۔ اور ایک
 نامعلوم وادی میں جا پہنچا۔ کھانے کی کمی ہوئی۔ چار دن تک سارے لوگ بھوک سے بے حال ہونے
 لگے۔ تو آپ سے خوراک کا مطالبہ کیا۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹھ جاؤ۔ اور صف بستہ ہو جاؤ۔ جب سب صف بستہ

ع۔ حضرت ابوسعید ابوالخیر نے آپ کے نام کی ایک اور توجیہ لکھی ہے۔ کہ آپ کو ایک دُھینے سے دوستی تھی۔ ہر
 وقت اس کے پاس وقت گزارتے ایک دن اس دُھینے نے ازراہ محبت آپ کو روئی اور بنوئے علیحدہ کرنے پر
 لگا دیا۔ تو آپ نے ہاتھ بڑھایا ہی تھا۔ کہ نام بنوئے روئی سے جدا ہو کر علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔ آپ کے انداز
 کلام نے حق و باطل بھی علیحدہ علیحدہ ہو گیا تھا۔ اس دن سے آپ کا نام حلاج پڑ گیا۔ (ترجم)

ہو گئے۔ آپ ہاتھ سے ہر ایک کے سامنے دو روٹیاں اور بھنا ہوا گوشت رکھتے جاتے۔ اس طرح چار سو افراد کے لئے کھانا مہیا کیا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے۔ تو کھجوریں آگئیں اور وادی کے ایک ہی درخت کو جھاڑ کر اتنی کھجوریں حاصل ہوئیں کہ چار سو افراد سیر ہو گئے۔ دوران سفر آپ جس درخت سے پشت لگاتے میوہ زمین پر گرتا۔ اور لوگ پیٹ بھر کر کھاتے۔ ایک وقت ایسا آیا کہ صحرا میں کوئی درخت نہ تھا۔ آپ نے کھڑے ہو کر دوستوں کو کہا اب مجھے ہلاؤ۔ دوستوں نے آپ کو ایسا ہلانا شروع کیا جیسے درخت کو جھاڑا جاتا ہے۔ اتنی کھجوریں گریں کہ سب سیر ہو گئے۔ ایک دفعہ دوستوں نے انجیر کھانے کا مطالبہ کیا۔ اسی وقت آسمان سے انجیر کے طباق گرنے لگے۔ اجاب کے سامنے چنے گئے۔ جنہوں نے پیٹ بھر کر کھائے

ایک دن آپ ایک جگہ تشریف فرما تھے۔ ایک بچھو آپ کے گرد اگرد چکر لگا رہا تھا۔ آپ کے ایک دوست نے دیکھا تو بچھو کو مارنے دوڑا۔ آپ نے اسے منع کیا اور فرمایا بارہ سال ہوئے ایسی کئی چیزیں میری رفیق زندگی رہی ہیں۔ بچھو تو میری گودڑی میں آٹا نہ بلسے بہتے ہیں۔ جب آپ پر سکرو عدت کا غلبہ ہوا تو آپ درجہ فنانی الفنا ۶ پر فائز ہوئے ہر وقت کلمہ انا الحق کہتے رہتے تھے۔ لوگوں کی زبانیں آپ کے خلاف کھلنے لگیں۔ خلیفہ بغداد کو بھی یہ خبر پہنچی۔ علماء ظاہر میں نے آپ کو قتل کر دینے کا فتویٰ دیا۔ محمد داود نامی شخص اور دوسرے کئی گروہ آپ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ علماء فقہانے احتجاج کیا۔ خلیفہ مقتدر باللہ کو آپ کو قتل کرنے پر آمادہ کیا۔ اپنی دونوں حضرت حسین سید الطائفہ جنید بغدادی کے دروازے پر پہنچے۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ زور سے دھک دی۔ آپ نے کہا۔ کون ہے؟ حسین بن منصور نے کہا۔ انا الحق (میں اللہ ہوں) آپ نے فرمایا۔ ایسا نہ کہو۔ بلکہ یوں کہو کہ ہوا الحق (وہ اللہ ہے) کہا۔ ہاں وہ ہمارا دست ہے۔ مگر آپ کہتے ہیں کہ اللہ گم ہے۔ حالانکہ حسین ابن منصور گم ہے۔ اللہ تو موجود ہے۔ باقی ہے۔ حضرت جنید بغدادی نے فرمایا۔ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے۔ کہ تم تختہ دار کو اپنے خون سے رنگین کر دو گے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ مگر اس وقت جب آپ باطنی لباس

سے عاری ہو کر ظاہری لباس زیب تن کریں گے۔

علماء ظاہرین حسین بن منصور کے خلاف فتویٰ قتلے کر خلیفہ وقت کے پاس گئے خلیفہ نے کہا۔ جب تک حضرت جنید اس فتویٰ کی تائید و تصدیق نہیں کریں گے میں اس کے قتل کا حکم نہیں دوں گا۔ چنانچہ علماء کرام حضرت جنید قدس سرہ کی خدمت میں گئے۔ اور اصرار کیا وہ اس فتویٰ کی تصدیق فرمادیں۔ آپ حجر سے نکلے۔ صوفیاء کا لباس اتارا۔ علماء کی خلعت زیب تن کی۔ اور اس فتویٰ پر لکھا۔ **نَحْنُ نَحْكُمُ بِالْبَاطِلِ** ہم ظاہر پر فتویٰ دیتے ہیں، علماء اس فتویٰ کو لے کر علی بن عیسیٰ وزیر کے پاس گئے۔ اس نے حسین بن منصور کو بلا کر قید خانے میں مجبوس کر دیا۔ آپ ایک سال تک قید خانے میں رہے لوگ آپ کو طے جاتے۔ مسائل دریافت کرتے۔ حالات حاضرہ پر گفتگو کرتے۔ آخر کار عام لوگوں کو آپ سے طے پر پابندی لگا دی گئی اور پانچ ماہ تک آپ کے پاس کوئی نہ گیا۔ صرف ابن عطاء اور عبد اللہ بن خنیف ایک ایک بار ملاقات کو گئے۔

زندانی میں پہلی رات حضرت کو رکھا گیا تو رات کو غائب تھے۔ سارا جیل خانہ تلاش کر مارا مگر آپ کہیں نظر نہ آئے۔ دوسری رات قیدی تو کیا۔ قید خانہ ہی غائب تھا۔ آخر کار تیسری رات حضرت کو قید خانہ میں موجود پایا۔ پوچھا۔ کہ آپ کہاں تھے؟ آپ نے کہا۔ پہلی رات تو میں اللہ کے پاس تھا۔ اور دوسری رات اللہ میرے پاس تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قید خانہ بھی غائب تھا۔ اب مجھے اس لئے واپس بھیج دیا گیا ہے۔ کہ احترام شریعت برقرار کر دوں۔

حسین بن منصور جیل خانے میں ہر رات ایک ہزار رکعت نماز ادا کئے کرتے تھے۔ لوگوں نے کہا۔ جب آپ ہی خدا ہیں تو یہ نماز کس لئے پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہم اپنی قدر جانتے ہیں جن دنوں حسین قید خانہ میں تھے۔ تو آپ کے تین اور ساتھی بھی قید میں تھے۔ آپ نے انہیں بلایا اور مجھے تمہاری بے قراری اور گھبراہٹ دیکھی نہیں جاتی۔ اگر تم لوگ چاہو تو تمہیں آزاد کر دوں۔ انہوں نے کہا آپ تو خود قید میں ہیں۔ آپ کس طرح آزاد کر سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہم لوگ شریعت کے احترام کے پابند ہیں ہم اسی رشتہ میں پابند ہیں آپ نے ایک انگلی سے اشارہ

کید تو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ٹوٹ گئیں۔ دروازے کھل گئے۔ ہر دیوار سے دروازے کھل گئے۔ آپ نے فرمایا۔ ہر قیدی آزاد ہے۔ لوگوں نے کہا۔ آپ خود کیوں نہیں آرہے۔ آپ نے فرمایا۔ میرا اور اللہ کے درمیان ایک راز ہے۔ جسے تختہ دار پر ہی ظاہر کیا جائے گا۔ دوسری صبح جیل کے محافظ آئے اور آپ سے دریافت کرنے لگے۔ کہ دوسرے قیدی کہاں ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ وہ تو رہا ہو چکے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ آپ کہاں تھے۔ فرمایا میں تو یہاں ہی تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہے۔ اور وہ ناراضگی تختہ دار پر آنے کے بغیر دور نہیں ہو سکتی۔ یہ خبر خلیفہ وقت کو پہنچی تو کہنے لگا۔ اس شخص کے زندہ رہنے سے ملک میں فتنہ پھیلنے کا خدشہ ہے۔ اسے یا تو قتل کر دو۔ یا اتنا مارو کہ آئندہ اس کی زبان سے ایک لفظ نہ نکلے۔ انہوں نے آپ کو باسز نکال کر مارنا پٹینا شروع کر دیا۔ اور کہتے ہیں آپ کو تین سوز میں لگائی گئیں۔ ہر ضرب پر آواز آتی تھی۔ یا ابن منصور۔ الا تخف هذا معراج الصديقين اے ابن منصور ڈرو نہیں یہ مقام صادقین کی معراج کا ہے، ادھر حضرت منصور ہر ضرب پر انا الحق کا نعرہ لگاتے۔ آپ کو اس ابتلا میں بھی کامیاب پایا۔ تو آپ کو تختہ دار پر لے گئے۔ چشم دید گواہوں نے بیان کیا ہے کہ اس منظر کو دیکھنے کے لئے ایک لاکھ لوگ موجود تھے۔ حسین ابن منصور آنکھ کھولتے اور آواز دیتے تھے حق حق انا الحق ایک درویش اس مجمعے میں سے آگے بڑھا۔ اور آپ کو پوچھنے لگا۔ حضرت عشق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ آج دیکھ لو گے۔ پھر کچھ کل دیکھو گے اور پھر پوسوں دیکھو گے!! اس دن آپ کو تختہ دار پر لٹکایا گیا۔ دوسرے روز آپ کی نعش کو جلایا گیا۔ تیسرے دن آپ کی مٹی کو اڑایا گیا۔

حسین ابن منصور راستے میں جا رہے تھے۔ ان کی ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کی زنجیروں کا بوجھ بہت زیادہ تھا۔ اور آپ خوش خوش ٹہل رہے تھے۔ لوگوں نے فرمایا۔ آپ کس لئے خوش خرامی کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں تو معراج پر جا رہا ہوں۔ تختہ دار کے قریب پہنچے باب الطاق تک پہنچے تو تختہ دار کو چوما۔ اپنا پاؤں بیڑھی پر رکھا۔ تو آپ کے عقیدت مندوں نے دریافت کیا کہ اپنے منکروں اور عقیدت مندوں کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔ آپ نے فرمایا۔ منکر لوگ مجھے

سنگار کریں گے۔ تو ہر ایک کو دو طرح کا ثواب ہوگا۔ اگر پتھر مار بس گے تو ایک ثواب ملے گا۔ کیونکہ تم لوگ تو مجھ سے عقیدت رکھتے ہو اور حسن ظن میں گرفتار ہو۔ مگر وہ لوگ محض اتباع شرع اور توحید کے جذبہ میں شگباری کریں گے۔ یہ کہتے ہوئے۔ سولی کی سیڑھی پر جا چڑھے۔ اسی اثنائیں آپ کی نگاہیں شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ پر پڑیں۔ انہوں نے بلند آواز سے کہا حسین اُمّ تہنک عن ابی امین رکیا میں تمہیں لوگوں سے منع نہیں کیا کرتا تھا، آپ نے پوچھا کہ تصوف کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں وہ تو بہت کم تر بات ہے۔ اور اس سے بلند تر مقام کو ابھی تک آپ نہیں پاسکے۔ چنانچہ لوگوں نے آپ پر شگباری شروع کر دی۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اتباع شریعت میں ایک پھول پھینکا۔ حسین منصور رحمۃ اللہ علیہ کے منہ سے آہ نکلی!

حضرت شبلی نے کہا۔ سب لوگ پتھر اڑا کر رہے ہیں۔ مگر آپ خاموش رہے۔ میرے پھول پر آپ نے آہ کر دی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ وہ جانتے نہیں۔ معذور ہیں۔ اندھے ہیں۔ مگر تم سب کچھ جانتے ہوئے پھول پھینکتے ہو مجھے درد ہوا۔ اسی میدان میں جلاد آگے بڑھے۔ آپ کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے تو سکرائے۔ لوگوں نے پوچھا۔ کہ یہ تبسم کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ عالم بالاتک پہنچنے کے لئے بس ایک قدم کا فاصلہ رہ گیا ہے۔ خون آلود ہاتھوں کو اپنے چہرے پر ملا۔ اور کہا میرے چہرے کی زردی اس خون سے سرخی میں تبدیل ہو رہی ہے۔ میں اللہ کی بارگاہ میں سرخ رو ہو کر جانا چاہتا ہوں۔ لوگوں نے پوچھا۔ یہ اپنی کلا یوں کو خون آلود کرنے کا کیا مطلب ہے۔ فرمایا۔ میں نماز عشق ادا کرنے کے لئے وضو کر رہا ہوں، "جلادوں نے آپ کی آنکھیں نکال دیں۔ مجمعے میں کچھ لوگ آہ و فغاں کرنے لگے۔ کچھ سنگ باری کرنے لگے۔ اب جلادوں نے آپ کی زبان کاٹنا چاہی۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے چند باتیں کرنے دو۔ آپ نے آسمان کی طرف منہ اٹھایا۔ اور کہا۔ اے میرے اللہ یہ لوگ تیرے لئے مجھ پر جس قدر سختیاں کر رہے ہیں وہ ان کی دانست کے مطابق درست ہے۔ اگر انہوں نے میرے ہاتھ پاؤں کاٹے ہیں تو تیرے حکم کی تعمیل میں کاٹے ہیں۔ اگر میرا سرتن سے جدا کر رہے ہیں تو تیرے جلال کے مشاہدے میں کر رہے ہیں۔ جلادوں نے آپ کے کان اور ناک کاٹ

ڈالے۔ لوگوں نے پھر پھر برساتے شروع کر دیئے۔ حضرت حسین ابن منصور نے جو آخری بات کی۔ وہ یہ تھی۔ حُبِّ الْوَاحِدِ بِأَفْرَادِ الْوَاحِدِ؛ حُبِّ الْوَاحِدِ أَفْرَادُ الْوَاحِدِ۔

پھر ایک آیت کریمہ پڑھی۔ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا الْحَقُّ ! ترجمہ اس کے بعد آپ کی زبان کاٹ لی گئی۔

شام کے وقت خلیفہ کا حکم پہنچا کہ اگر حضرت منصور نے انا الحق کہنے سے توبہ نہیں کی تو اس کی گردن کاٹ دی جائے۔ سر کاٹ دیا گیا۔ آپ نے ایک تہقہ لگایا اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی اس طرح آپ نے اپنی قضا کو اللہ کی رضا کے حوالے کر دیا۔ حاضرین نے سنا کہ آپ کے ایک ایک عضو سے انا الحق انا الحق کی آواز آرہی ہے۔ آپ کا ایک ایک عضو علیحدہ کر دیا گیا۔ خون کے قطرے قطرے سے صدائے انا الحق انا الحق سنائی دی جانے لگی۔ آپ کے جسم کو جلادیا گیا۔ مگر خاکستر کے ایک ایک ذرہ سے صدائے انا الحق سنی جاتی رہی۔ تیسرے دن آپ کی خاکستر کو دریائے دجلہ میں بہا دیا گیا۔ دریا میں ایک تلاطم برپا ہو گیا اور وادی دجلہ انا الحق کے شور سے گونج اٹھی۔

کہتے ہیں کہ آپ نے تختہ دار پر آنے سے پہلے اپنے ایک محرم راز کو بتایا تھا کہ جب آپ کی خاکستر دریائے دجلہ میں پھینکی جائے گی کہ تو دوسرے دن دریائے دجلہ میں ایک طوفانی سیلاب آئے گا۔ اور اس کی موجیں بغداد شہر کی دیواروں سے ٹکرانا شروع کر دیں گی۔ اس وقت میری یہ گودڑی دریا کے سامنے لے جا کر کہنا۔ دجلہ تجھے حسین ابن منصور کی اس گودڑی کے پیش نظر شہر سے ہٹ جانا چاہیے۔ واقعتاً ایسا ہی ہوا۔ اس دوست نے حضرت کی گودڑی سامنے کی اور اس طرح دریائے دجلہ کا رخ بدل گیا۔ سیلاب ختم گیا اور شہر بغداد بچ گیا۔

اتنے ظلم و ستم کے باوجود حضرت حسین ابن منصور کے باقی ماندہ اعضاء اور خاکستر کو جمع کیا گیا۔ اور عقیدت مندوں نے آپ کا ایک مزار تعمیر کرایا۔ بزرگان طریقت فرماتے ہیں۔ کہ طریقت میں جو مقام حضرت حسین ابن منصور کو میسر ہوا اور فتوحات کے جو دروازے کھلے وہ دوسرے ادیاء طریقت

پر بہت کم ہونے میں شیخ عباس موسیٰ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن میدانِ عرفات میں آپ کو پایہ رنجیر لایا جائے گا۔ اگر کھلا لایا جاتا تو ڈر ہے کہ آپ کے سوزِ عشق سے تمام عرصات جل جائیں۔

آپ کے قتل کے بعد حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خواب میں دیکھا اور یافت کیا آپ سے اللہ تعالیٰ نے کیا سلوک کیا۔ آپ نے بتایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے مقامِ صدق و سے کر بخش دیا۔ اپنے اکرام سے نوازا۔ آپ سے حضرت شبلی نے پوچھا۔ آپ کے قاتلوں سے کیا سلوک کیا گیا۔ پھر گنگباری کرنے والوں کو کیا سزا دی گئی۔ آپ نے فرمایا۔ وہ معذور تھے۔ انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے حضرت

شبلی فرماتے ہیں۔ کہ حضرت حسین ابن منصور رحمۃ اللہ علیہ تختہ دار پر کھڑے تھے شیطان آیا۔ اور کہنے لگا۔ آپ تو انا الحق کہتے ہیں۔ میں نے تو صرف یہی کہا تھا۔ کہ میں خیر اللہ کو سجدہ نہیں کرتا۔ مگر آج تک لعنت کر رہے ہیں۔ آپ کو رحمۃ اللہ علیہ کہہ کر پکارتے ہیں آپ نے فرمایا تمہاری انا اپنی ذات کے لئے تھی۔ اور میرا انا الحق کہنا۔ اللہ کی ذات کا اظہار تھا۔ تم کہتے وقت خود نہیں تھے۔ میں حق بین تھا۔ صاحبِ نعمات الانس نے آپ کے واقعہ قتل بروز منگل چار ذیقعدہ ۳۰۹ھ لکھا ہے۔

سفینۃ الاولیاء کے مصنف نے بھی آپ سے ہی اتفاق کیا ہے۔ مگر مخبر الواصلین آپ کی تاریخ کو ۳۰۹ھ تحریر کیا ہے۔ ہمارے نزدیک پہلی تاریخ درست ہے اس وقت آپ کی عمر ۹۷ سال تھی۔

۱۔ یافت از حق باجمال حق وصال - ۲۔ نور حق بود و عیاں شد نور عین

۲۔ قتل شد بر نام حق ہم چون حسین - ۳۔ آنکہ اولفظ انا الحق گفته است

شدا زین دار فنا بردار شد - سال وصل او عجب قتل حسین

۳۰۹ھ

صاحب حق اہل دیں - صدیق زمانہ - دلی مہدی مقدس - مہدی قطب الحق

۳۰۹

۳۰۹

۳۰۹

۳۰۹

قطب دین حق - طاب اللہ حق منا - حبیب اللہ ہادی حق منا - طاب مقبول مطلب

۳۰۶

۳۰۶

۳۰۹

۳۰۹

امام المؤمنین - ولی ربانی - قطب الہی سے بھی تواریخ وفات برآمد ہوتی ہیں۔

۳۰۹

۳۰۹

۳۰۹

اسم گرامی محمد بن احمد تھا۔ بغداد کے رہنے
 شیخ ابوالعباس بن عطاء قدس سرہ :- والے تھے حضرت ابراہیم مارتانی کے
 شاگرد تھے۔ حضرت جنید بغدادی سے صحبت فیض رکھتے تھے۔ علماء کرام اور مشائخ کرام میں
 بڑے ممتاز تھے۔ آپ نے معانی قرآن پاک میں جو تفسیر لکھی وہ دوسری تفاسیر سے بعض لحاظ
 سے بہت اہم اور منفرد ہے۔

آپ کی وفات ۳۰۹ھ میں ہوئی۔ خلیفہ بغداد کے وزیر اعلیٰ علی بن عیسیٰ نے جس نے
 حضرت حسین ابن منصور رحمۃ اللہ علیہ کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ آپ سے پوچھا کہ آپ حضرت
 علّاج کے قتل کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ اور ان کے انا الحق کہنے پر آپ کا کیا خیال ہے
 آپ نے وزیر کو کہا۔ تم اپنی آخرت کا خیال کرو۔ لوگوں کی ذمہ داریوں کو پورے کرنے کی فکر کرو۔ تم
 حضرت حسین ابن منصور کے مقام اور اقوال کا کیا دریافت کرتے ہو۔ وزیر کو اس حق گوئی پر بڑا
 غصہ آیا۔ اس نے حکم دیا کہ حضرت کے دانت نکال دیئے جائیں۔ اور آپ کو عذاب دے دے
 کہ قتل کر دیا جائے۔ آپ نے اس ابتلا کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔

افسراویسا ابوالعباس - افسراقیسیا ابوالعباس

سال وصالش چوازدہزدجتم شدند ابن عطاء ابوالعباس

۳۰۹

اسم گرامی محمد بن زکریا تھا۔ صوفیہ کبار کے طالب
 شیخ ابوبکر رازی رحمۃ اللہ علیہ :- میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ اپنے وقت کے مجتہد
 تھے۔ اللہ کا خوف ان کے رگ و پے میں تھا۔ اور اس خوف میں روتے رہتے تھے۔ آپ کے
 دور میں مشائخ وقت میں سے اتنا رونے والا کوئی شخص نہ تھا جو مرید دیکھتا۔ تو آپ کی بے قراری

بے صبری تڑپ اور گرہ یہ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔

گھنٹات الانس میں لکھا ہے۔ آپ ایک دفعہ مکہ مکرمہ گئے دو درہم فتوحات میں سے
 ملے مکہ کے باہر آپ نے دو پتھروں کے درمیان وہ دو دینار رکھ دیئے ان پر نشانی لگادی
 مکہ شریف میں آپ حضرت ابو عمر حاجی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک مسئلہ دریافت کیا
 آپ نے فرمایا۔ پہلے جا کر وہ دو درہم پتھروں سے نکال لاؤ۔ اور اپنے کپڑے سلاؤ۔ پھر مسئلہ پوچھنا
 حضرت ابو بکر واپس آگئے۔ درہم نکالے۔ اور فریح کر کے آپ کی خدمت میں آئے۔ روحانی
 تربیت حاصل کی۔ اور مقام اعلیٰ کو پہنچا۔

اہل تذکرہ نے اس جامع الکملات کی وفات سن ۳۱۰ لکھی ہے۔

چو شد از دنیا بسر دوس برس - حضرت ابو بکر رازی اہل بیت
 وصل او ابو بکر محسوب حبیب - ہست ہم صوفی کامل پاکباز

۳۱۰

۳۱۰

بڑے بزرگ تھے۔ عابد زائد اور متقی عام طور پر پیابانوں

شیخ ابوالخیر خضعی رحمۃ اللہ علیہ :- میں سب اوقات کرتے۔ کئی بار تن تنہا یا پیادہ مکہ مکرمہ پہنچے
 زیارت کعبہ سے مشرف ہوئے۔ آپ ۳۱۲ھ میں فوت ہوئے۔

شیخ ابوالخیر خیر ہر دو جہاں - آنکھ از ادبیا بردہ سبق
 سال وصلش چو از خسر دجتم - گفت والی جو قطب بحق

۳۱۰

تذکرہ نگاروں نے آپ کے مختلف نام لکھے ہیں۔ احمد بن

شیخ ابو محمد جریدی قدس سرہ :- محمد بن حسین - حسین بن محمد اور عبداللہ بن یحییٰ تھا حضرت

جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کبار میں سے تھے۔ حضرت جنید بغدادی کی وفات کے بعد آپ
 ہی ان کے مُنذار شاد پر بیٹھے۔ آپ فقہ۔ تصوف اور علم اصول کے امام تھے۔ حضرت شیخ سہیل تستری

رحمۃ اللہ علیہ سے خاص اُنس رکھتے تھے۔

ایک دفعہ سارا سال مکہ مکرمہ میں قیام فرمائے۔ از رہ ادب نہ تو پاؤں پھیلائے نہ دیوار سے بہا رالیا۔ اور نہ سوتے۔

صاحبِ نغمات الانس نے آپ کی وفات ۳۱۲ھ میں لکھی ہے ایک تذکرہ نگار نے ۳۱۴ھ لکھی ہے سفینۃ الاولیاء میں ۳۱۴ھ درج ہے۔ ہماری تحقیق میں بھی ۳۱۴ھ ہی صحیح ہے۔ آپ جنگِ قرامطہ میں شریک تھے۔ اور تشنگی کے غلبہ سے جاں بحق ہوئے۔

بو محمد شیخ پیر دستگیر - یافت از عالم چوں حق اتصال
بو محمد پیر تاریخش بگو - ہم بخواں زندہ ولی - سالک کمال

۳۱۴ ۳۱۴

۳۱۴

شیخ نبان بن محمد جمال رحمۃ اللہ علیہ :- زندگی بسر کی حضرت ایراہیم خواص کی مجلس میں

بیٹھتے تھے۔ شیخ ابوالحسن نوری کے پیروں میں سے تھے۔ ظاہری اور باطنی علوم میں جامع تھے۔ علومِ تصوف فقہ۔ اصول۔ حدیث و تفسیر میں عبور تھا۔ کرامت اور خوارق میں بڑے بلند مقام پر فائز تھے۔

ایک دفعہ حاکم مصر آپ پر ناراض ہو گیا۔ آپ کو شیر کے آگے پھینک دیا گیا۔ شیر نے آپ کو

سونگھا۔ اور آپ کے پاؤں چاٹنے لگا۔ آپ کو وہاں سے نکالا گیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ جب آپ کو

شیر کے آگے ڈالا گیا۔ آپ کی کیا کیفیت تھی۔ آپ نے فرمایا۔ اس سے بہتر میرے لئے لمحہ زندگی اور

کوئی نہیں تھا مجھے یہ خوشی تھی۔ اس دکھ بھری دنیا سے رخصت ہو کر اپنے رب کریم کی بارگاہ میں حاضر

ہو رہا ہوں۔ لیکن کیا کرتا شیر کو بھی اس بات کی اجازت نہ تھی کہ مجھے تکلیف پہنچائے۔

آپ ۳۱۶ھ میں فوت ہوئے۔

شیر عالم جناب شیخ نبان - مستی پر محسوب الہی

چو سرور سال وصلش از خرد جت - بگفتا پیر محسوب الہی

۳۱۶

آپ کی کنیت ابو عبیدہ تھی۔ بلخ کے رہنے والے تھے۔ شیخ
 شیخ محمد بن فضل قدس سرہ ۱۔ احمد خروید کے مرید تھے۔ آپ نے بلخ میں ایسی باتیں کہیں
 کہ لوگ آپ کے گردیدہ ہو گئے۔ مگر بعض متعصب ماسدوں نے آپ کو شہر سے نکال دیا۔ شہر سے باہر
 جا کر آپ نے مرکز شہر کو دیکھا۔ اور اہل شہر پر لعنت کہی۔ کچھ عرصہ کے بعد بہت سے شہری و باد کا
 شکار ہو گئے۔ وہاں سے سمرقند پہنچے اور اپنی لیاقت اور قابلیت سے قاضی شہر مقرر ہوئے۔ اس کے بعد
 حج کر لیا۔ اور واپسی پر نیشاپور قیام پذیر ہوئے۔ وہاں وعظ و نصیحت کی سند چھانی۔ اور ۳۱۹ھ میں
 فوت ہوئے۔ آپ کا مزار سمرقند میں بنایا گیا۔

چوں محمد جناب ابن فضل - یافت با قرب حق کمال وصال

یار حق گفت دل بر حلت او - پیشوا نیز گفت مہر جمال

آپ کا اسم گرامی محمد عبداللہ بن سعید ہے۔ آپ تہما اور
 شیخ ابوالحسن وراق رحمۃ اللہ علیہ ۲۔ بار شاخ میں سے تھے۔ حضرت عثمان حدادی رحمۃ اللہ
 علیہ کے مرید تھے۔ آپ کی وفات ۳۱۹ھ میں ہوئی۔

بو الحسن آن رہبر دنیا و دین - در شاخ بود شمع انجمن

حق نما دین ولی سالش بگو - نیر عبد اللہ ہادی بو الحسن

۳۱۹

۳۱۹

بغداد کے رہنے والے تھے۔ حضرت ابراہیم
 شیخ ابوالحسن وراق رحمۃ اللہ علیہ ۲۔ خواص رحمۃ اللہ علیہ سے فرقہ خلافت پایا تھا
 سماع اورد وجد کے دلدادہ تھے۔ مجلس سماع میں بیٹھے تو بے خود ہو جاتے۔ ایک دن سماع کے
 دوران آہ کھینچی اور داصل بحق ہو گئے۔ آپ کا وصال ۳۲۲ھ میں ہوا۔

حسن الخلق بو الحسن دلی - رفت چوں زین جہاں بخلد بریں

رحلتش ہادی مکرم داں - ہم بخواں بو الحسن محی الدین

۳۲۰

کنیت ابو الحسن۔ اسم گرامی محمد بن اسماعیل تھا۔ سامرہ
 شیخ خیر نواج رحمۃ اللہ علیہ :- سے تعلق رکھتے تھے۔ بغداد میں مجالس قائم کیں حضرت

سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ حضرت جنید بغدادی کے احباب میں سے تھے۔ شیخ نوری اور
 ابن عطاء کے استاد تھے۔ حضرت ابراہیم خواص اور شبلی رحمۃ اللہ علیہا نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی۔
 آپ نے ہی حضرت شبلی کو حضرت جنید بغدادی کی مجالس میں جانے کا حکم دیا تھا۔

حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ صفحات الانس میں لکھتے ہیں کہ اگرچہ آپ نساج کے نام سے مشہور
 لیکن حقیقت میں آپ نساج (جولائے) نہیں تھے۔ نساج نام رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ ابتدائی زمانہ
 زندگی میں آپ نے اللہ سے یہ وعدہ کیا کہ میں کھجوریں ہرگز نہیں کھاؤں گا۔ حالانکہ یہ میوہ مجھے
 بڑا دل پسند ہے۔ ایک دفعہ سفر میں تھے کہ نفس کی خواہش سے آپ کو مغلوب کر لیا کہ وہ کھجور کھائیں
 کچھ کھجوریں اٹھائیں اور ان میں سے ایک دانہ کھا لیا۔ ایک شخص وہاں سے گزرا۔ اس نے آپ کو
 دیکھ کر کہا۔ ابے خیر و! اے گریز پا۔ اے بھگورٹے۔ ایک عرصہ سے تم مجھ سے بھاگ رہے تھے میرے
 کارخانے سے بھاگ کر چلے گئے تھے۔ دراصل اس شخص کا ایک غلام تھا جس کا نام خیر و تھا۔ مگر وہ
 بھاگ گیا تھا اور تلاش کے باوجود مل نہیں رہا تھا۔ اور وہ آپ کا ہی ہم شکل تھا۔ وہ شخص آپ کو
 سخت سست کہتا رہا۔ آپ بے حد پریشان تھے۔ آپ نے سوچا کہ یہ سزا اور یہ بے حرمتی مجھے اس
 گناہ کی سزا کے طور پر ہے جو میں نے اللہ سے عہد باندھ کر توڑا تھا۔ اس شخص نے آپ کو بازو سے
 پکڑا۔ اور اپنے پیرا بننے کے کارخانے میں لے گیا۔ اور بٹھا کر کہنے لگا۔ نالائق۔ اپنے مالک سے
 بد عہدی کر کے کام چوروں کی طرح کام چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ اب تمہیں معاف کر دیتا ہوں۔ اٹھو!
 جو کام کرتے تھے۔ اب محنت سے کرو۔ یہ کہتے ہوئے۔ ایک کھڑی میں بٹھا دیا۔ آپ بلا چون و چرا کام
 کرنے لگے۔ اور پیرا بننا شروع کر دیا۔ اتنی محنت اور جانفشانی سے کام کرنا شروع کیا۔ گویا وہ
 ایک عرصہ کا خیر بہرہ رکھتے ہیں۔ تین چار ماہ اسی کام میں گزار دیئے۔ ایک رات اٹھے۔ وضو کیا۔ اور
 مسجد میں پہنچ کر سجدہ ریز ہو کر کہنے لگے اے اللہ۔ میں اپنے کئے پر نارام ہوا اپنے گناہ سے توبہ کرتا

ہوں۔ دوسرے دن مالک نے اپنے اصلی غلام کو تلاش کر لیا۔ اور شیخ خیر نساچ کو اس کام میں مشغول دیکھ کر سخت شرمسار ہوا۔ ندامت سے معافی مانگی۔ اور ہزاروں عذر نیاز مندی کر کے آپ کو احترام سے رخصت کیا۔ اس دن سے آپ کا نام خواجہ خیر نساچ مشہور ہو گیا۔

حضرت خیر نساچ کبھی بانندگی کا کام کرتے کبھی دریائے دجلہ کے کنارے چلے جاتے اور اللہ کی عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ دریا کی مچھلیاں آپ کے نماز پڑھتے وقت کنارے کے قریب آجاتیں اور ساتھ ساتھ تیرتی دکھائی دیتیں۔ اور آپ کے لئے دریا کی کئی چیزیں بطور تحفہ باہر پھینکتی۔ ایک دن آپ ایک بوڑھی عورت کا کپڑا بن رہے تھے۔ اس بڑھیانے کہا۔ کل میں تمہیں مزدوری دینا چاہتی ہوں اگر تم یہاں نہ ملو۔ تو میں مزدوری کسے دوں؟ آپ نے فرمایا دریائے دجلہ میں پھینک دینا اتفاقاً دوسرے دن وہ بوڑھی عورت آئی تو آپ وہاں موجود نہ تھے۔ اس نے واقعی مزدوری کی رقم دریائے دجلہ میں پھینک دی حضرت دریائے دجلہ کے کنارے نماز پڑھنے گئے تو ایک مچھلی منہ میں وہی رقم اٹھا آپ کے سامنے ابھری اور آپ کے سامنے پھینک دی۔

ابوحسین مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت نساچ کے زرع کے وقت آپ کے سر ہانے موجود تھا۔ شام کا وقت تھا حضرت شیخ کو بے ہوشی نے آدبایا۔ آپ نے آنکھیں کھولیں اور دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: قف عفاک اللہ واللہ تمہیں خوش رکھے، ٹھہر جاؤ! اگرچہ تم جان لینے پر مامور ہو۔ مگر مجھے دو رکعت نماز ادا کر لینے دو۔ میں بھی نماز پڑھنے پر مکلف ہوں۔ یہ کہہ کر اٹھے۔ وضو کیا۔ دو رکعت نماز ادا کی۔ بعد از نماز سر سجدہ میں رکھا اور جانی آفرین کے سپرد کر دی۔

سفینۃ الاولیاء اور نغمات الانس میں آپ کا سال وفات ۳۲۱ھ لکھا ہے۔

خیر نساچ خیر دین نبی - یافت چوں از جہاں بحق تو تحصیل
محرّم دل عجب ہمی گر دو - سال ترحیل وے ز دل تر تحصیل
نیز تاریخ رحلت آں شاہ - بست ز اہد محمد اسماعیل

نتاج ابی الحسن دلی سے بھی تاریخ وفات نکلتی ہے۔

۵۳۲۱
 اسم گرامی محمد بن موسیٰ تھا۔ ابن فرغانی کے نام سے شہرت
 میں شیخ ابو بکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ :- حاصل کی حضرت جنید بغدادی۔ اور حضرت نوری رحمۃ اللہ
 علیہما کے مشہور خلفاء میں شمار ہوتے تھے۔ علوم ظاہر و باطن۔ اسرار و توحید میں جامع تھے علم اشارات
 میں آپکی قابل قدر تصانیف یادگار زمانہ رہے۔ حضرت شیخ عبد اللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
 کہ سارے خراسان میں توحید کی تبلیغ جس قدر شیخ ابو بکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے کی کسی دوسرے بزرگ
 نے نہیں کی۔

طبقات سلمیٰ کے مؤلف نے آپ کا سن وفات ۵۳۲۱ لکھا ہے۔ مگر صاحب نفحات الانس
 نے ۵۳۱۶ تحریر کیا ہے۔ دوسری طرف محاسن الاخبار کے مصنف نے ۵۳۰۸ لکھا ہے۔

ابو بکر بود صادق صدیق۔ مقتدا - پیر زمانہ عابد حق شیخ متقی
 گفتیم بال رحلت او قول مختلف - ابو بکر واسطی و ابی بکر واسطی

۵۳۲۱

۵۳۱۶

عابد ابو بکر محاسن الاخبار نے تاریخ وفات لکھی ہے

۵۳۰۸

اسم گرامی محمد بن علی جعفر تھا۔ بغداد کے رہنے والے تھے
 میں شیخ ابو بکر کتانی رحمۃ اللہ علیہ :- اور حضرت جنید بغدادی کے مریدوں میں سے تھے

ہم صفت موصوف تھے۔ زہد و تقویٰ میں معروف یگانہ تھے۔ مشائخ کبار میں مانے جاتے تھے ساہا
 سال حرم محرم میں رہے۔ آپ نے چراغ حرم کا خطاب پایا۔ ساری رات عبادت الہی میں مشغول
 رہتے۔ طواف کعبہ کے دوران بارہ ہزار بار قرآن پاک ختم کیا۔ کعبۃ اللہ کے ناؤواں کے نیچے
 بیٹھ کر تیس سال عبادت کی۔ ان تیس سالوں میں ایک بار بھی زمین پر پشت لگا کر نہ سوئے۔

شیخ ابوالحسن مزین فرماتے ہیں۔ میں ایک بار سفر حجاز پر تھا۔ زادراہ کے بغیر ہی ایک

صحرا میں فروکش ہوا۔ میرے پاس نہ پانی تھا۔ نہ سواری۔ چلتے چلتے ایک چشمہ پر رکا۔ بیٹھے بیٹھے

سوچنے لگا۔ یہ سارا سفر بغیر زاوراہ۔ اور سواری کے گزرا ہے۔ حوض کے کنارے سے مجھے ایک گرجدار آواز آئی ابو الحسن ان بہودہ خیالوں سے نفس کو خوش نہ کرو۔ میں نے دیکھا حضرت ابو بکر کتانی تھے۔ میں اسی وقت اللہ کی توفیق پر ایمان لایا۔

حضرت ابو بکر کتانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ایک بار میرے دل میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے عبارت تھا۔ میں نے پڑھا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے متعلق لَافَتْی الْاَهْلٰی لَا سَیْفِ الْاِذْ وَالْفَقَارِ فرمایا تھا۔ آپ اتنے طاقتور اور بہادر تھے۔ مانا کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے غلط طور پر دعویٰ خلافت کر دیا تھا۔ مگر حضرت علی کو چاہیے تھا۔ کہ صحابہ رسول کو خوزیزی سے بچانے کے لئے معاویہ کو خلافت دے دیتے۔ جن دنوں میں صفاد مردا کے زمین والے مکان میں رہتا تھا۔ ایک رات خواب میں خواجہ عرب و عجم حضرات ابو بکر اور عمر، عثمان و علی رضی اللہ علیہم کے ساتھ میرے غریب خانہ میں جلوہ فرما ہوئے۔ مجھے بغل میں لے لیا۔ اور مجھے حضرت ابو بکر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہ کون ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں آپ پر قربان! یہ آپ کے ابو بکر ہیں۔ پھر حضرت عمر کی طرف اشارہ فرمایا۔ پھر حضرت عثمان کی طرف میں ہر بار جواب دیتا رہا۔ آخر میں آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف توجہ فرما کر مجھے پوچھا چونکہ حضرت علی کے بارے میں میرے دل میں کدورت تھی۔ میں جواب دینے میں جھجک گیا۔ اور میری آنکھیں ندامت سے اٹھ نہ سکیں۔ حضور نے بڑھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مجھے بغل گیر فرمایا۔ حضرت علی فرماتے ہیں۔ معاویہ کی جنگ کے وقت میں لَا سَیْفِ الْاِذْ وَالْفَقَارِ کا منظر تھا۔ مگر میرے نور نظر حضرت حسن نے لَافَتْی الْاَهْلٰی کا منظر بن کر جنگ و جدال سے تلوار کھینچ لی۔ میرے اس بیٹھنے اپنا حق قربان کر کے معاویہ کو موقع دیا۔ کہ وہ بھی خون ریزی سے ہاتھ روک لے۔ اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین صحابہ کو لے کر تشریف لے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ میرا ہاتھ پکڑا اور کوہ بوقیس پہ لے گئے۔ ہم دونوں مل کر وہاں پہنچے اور وہاں سے کعبۃ اللہ کا نظارہ کرتے رہے۔ میں بیدار ہوا تو کوہ بوقیس پر تھا۔ اب میرے دل پر ذرہ بھر غبار نہ رہا۔ اور

حضرت علی سے جتنی کدورت تھی دل سے دُور ہو گئی۔ رضی اللہ عنہ۔

ایک دن ایک بوڑھا بنی شیبہ سے آیا اور کہنے لگا۔ ابو بکر آپ مقام ابراہیم پر کیوں نہیں جاتے۔ وہاں ایک عالم دین نے مجلس حدیث برپا کی ہوئی ہے۔ اور مختلف روایات کو بیان کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اے بزرگ۔ آپ جو کچھ مجھے استاد سے سنانا چاہتے ہیں۔ میں یہاں بیٹھے بے استاد ہی سن رہا ہوں۔ اس نے کہا۔ کس طرح حضرت ابو بکر نے کہا حَدِيثِي قَلْبِي عَسَى رَبِّي۔ آپ نے فرمایا۔ اس پر کیا دلیل ہے۔ آپ نے فرمایا۔ دلیل اس کی یہ ہے۔ کہ آپ خضر ہیں حضرت خضر نے حیرانی سے پوچھا۔ آپ نے مجھے کیسے پہچان لیا۔ آپ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ نے آج تک تمام ولیوں سے مجھے متعارف کرا دیا ہے۔ یہ نئے شخص ضرور حضرت خضر ہی ہوں گے۔ ایک بار حضرت ابو بکر نماز ادا کر رہے تھے۔ ایک شخص اندر داخل ہوا۔ اور آپ کی چادر کندھوں سے اٹھائی۔ اور بازار کی طرف بھاگ گیا۔ اس کی یہ خواہش تھی کہ اب چادر کو منڈی میں لے جا کر فروخت کر دے۔ ابھی وہ بازار میں نہ پہنچا تھا۔ کہ اس کے دونوں ہاتھ شل ہو گئے۔ وہ واپس آیا۔ تو شیخ کو پھر نماز میں مشغول پایا۔ چادر اسی طرح آپ کے کندھوں پر ڈال دی اور پاس ہی بیٹھ گیا۔ آپ نماز سے فارغ ہوئے۔ تو پوچھا۔ تمہیں کیا ہوا۔ یہاں پریشان بیٹھے ہوئے ہو۔ اس چور نے بتایا کہ اس کے ساتھ یہ کیفیت ہوئی ہے۔ آپ نے ہاتھ اٹھا کر فرمایا۔ اے اللہ! اس شخص نے میری چادر مجھے واپس دے دی ہے۔ تو بھی اس کے بازو واپس دے دے۔ اسی وقت اس کے دونوں ہاتھ ٹھیک ہو گئے۔

حضرت شیخ ابو بکر کو کئی بار سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں ہوئی اور اپنے سوالات کا جواب پاتے۔ ایک رات آپ نے حضور نبی کریم کو اکاون بار خواب میں دیکھا۔ آپ کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک کعبۃ اللہ میں ہے۔

وائے صدوائے کہ از دیدہ ظاہر بنیاں - صورت گنج ہنساں گشت محمد بوبکر
میریزداں است تاریخ وصالش سرد - از خرد نیز عیاں گشت محمد بوبکر

کنیت ابو اسحاق تھی۔ شاخ شام میں سے
 شیخ ابراہیم بن داود رقی قدس سرہ: تھے حضرت ذوالنون مصری۔ حضرت جنید۔
 ابو عبد اللہ جلا سے صحبت رکھتے تھے۔ عمر بہت لمبی پائی تھی۔

آپ کا ایک مرید ایک وادی سے گزر رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک غضب ناک شیر
 اس پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ آپ کی گدڑی میں حضرت شیخ ابراہیم کی گدڑی کا ایک ٹکڑا چپاں تھا
 شیر کی غضب ناک نگاہیں اس ٹکڑے پر پڑیں تو سر زمین پر رکھ دیا۔ اور جنگل کی طرف بھاگ نکلا
 آپ کے خرتہ کی حرمت شیروں کے ہاں بھی پائی جاتی تھی۔
 آپ کی وفات ۳۲۶ھ ہے۔

چو ابراہیم بن داود رقی - سفر و زید در جنت زوینا
 بگو داود رقی سال تاریخ - بسال رحلت آن شاہ والا

آپ کا نام علی تھا۔ بغداد کے قدیم شاخ میں
 شیخ ابوالحسن بن محمد مزین قدس سرہ: تھے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی۔
 حضرت ہبیل بن عبد اللہ تبری رحمۃ اللہ علیہما سے مجالس کرتے تھے۔ ایک عرصہ تک مکہ مکرمہ میں مجاور
 رہے یا وہ رہے۔ اولیاء کرام میں دو ایسے بزرگ ہوئے ہیں جن کا نام مزین تھا۔ ایک مزین صغیر اور
 دوسرے مزین کبیر تھے۔ دونوں بغداد سے تعلق رکھتے ہیں۔ مزین صغیر کا فرار مکہ مکرمہ میں ہے۔ دونوں
 مزین خازن زاد بھائی تھے۔

ایک دن حضرت شیخ مزین ایک وادی سے گزر رہے تھے۔ ایک شیر کو دیکھا جو آپ کو غصے سے
 دیکھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ ثُمَّ اَمَاتَهُ فَنَاقَبُوهُ۔ (پھر تمہیں مارے گا اور قبر میں
 ڈالے گا) اسی وقت شیر زمین پر بیٹھ گیا۔ اور آپ نے دیکھا کہ وہ مرا پڑا تھا۔ حضرت شیخ پہاڑی
 پر پہنچے تو آپ نے شیر کا حشر دیکھ کر فرمایا اِنَّ شَاءَ النَّشْرَةِ دُپَرٍ حَبِ جَائِے گا
 اسے اٹھائے گا) شیر اسی وقت زندہ ہو گیا۔ اور جنگل میں چلا گیا۔

آپ کی وفات ۳۲۸ھ میں ہوئی۔

بوالحسن آن مزین عالم - پیشوائے جہاں بصدق و عین
رفت چون زین جہاں بخت خلد - سال تاریخ آن ولی امین
بوالحسن بندہ علی فرما - ہم بخواں بوالحسن مزین دین

۳۲۸ھ

۳۲۸ھ

اسم گرامی محمد بن عبدالوہاب تھا۔ آپ حضرت ابوالفضل
شیخ ابوعلی ثقفی قدس سرہ :- حداد اور حدود قصار کے اصحاب میں سے تھے اپنے

زمانہ کے امام تھے۔ ظاہر و باطن علوم میں یگانہ روزگار تھے۔ تفسیر و حدیث اور فقہ میں بیکسائی
روزگار تھے۔ نیشاپور میں آپ کی شہرت کے جھنڈے بلند ہوئے۔

آپ کے ہمایہ میں ایک ایسا شخص تھا جسے کبوتر بازی کا شوق تھا۔ اس نے ایک دن کبوتر
اڑانے کے لئے پتھر مارا جو حضرت ابوعلی قدس سرہ کی پیشانی پر آگیا۔ خون کے نوارے پھوٹ پڑے
آپ کے عقیدت مند کبوتر باز کو پکڑنے کے لئے دوڑے۔ مگر آپ نے انہیں منع کر دیا۔ اور کہا
غلاں درخت سے ایک لمبی سی شاخ کاٹ کر اسے دے دیں۔ اور اسے کہیں کہ اس سے کبوتر
کو اڑایا کرو۔ اور پتھر نہ مارا کرو جب کبوتر باز نے آپ کا یہ حسن سلوک دیکھا کبوتر بازی ترک کر دی
ایک دن آپ نے ایک جنازہ دیکھا۔ جسے تین مرد اور ایک عورت اٹھا کر لے جا رہی
ہے۔ آپ نے اس عورت کو فارغ کر دیا۔ اور اس کی جگہ خود کندھا دیا۔ قبرستان تک پہنچے۔
مردے کو جنازہ پڑھانے کے بعد دفن کر دیا۔ آپ نے مردے کے بارے میں پوچھا۔ تو
لوگوں نے بتایا۔ کہ یہ محنت تھا۔ ہمایوں نے اسے مرنے کے بعد اٹھانے سے انکار کر دیا تھا
ہم تینوں نے اسے بکس کو اٹھایا۔ تو یہ عورت راستے میں ہمارے ساتھ مل گئی۔ حضرت شیخ
نے ان کی یہ بات سنی۔ تو چند دام انہیں دے کر رخصت کر دیا۔ اسی رات خواب میں
دیکھا۔ کہ ایک جوان رعناغہ بصورت لباس پہنے آپ کے سامنے حاضر ہوا۔ اور سکرانے ہوئے

کہنے لگا کہ میں وہی محنت ہوں جس کے جازسہا کو آپ نے کندھا دیا تھا۔ چونکہ لوگوں نے مجھے حقارت سے ٹھکرا دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کو میری بے کسی پر رحم آگیا اور بخش دیا۔ جنہوں نے میرے جازسہ کو اٹھایا۔ انہیں بھی بخش دیا گیا تھا۔

آپ ۵۳۲۸ھ میں فوت ہوئے۔

محمد بوعلی بن عبد وہاب - مکمل شیخ کامل شیخ مسعود

سال رحلتش سردرقم کرد - محمد بوعلی ہادی مسعود

۵۳۲۸ھ

آپ عبداللہ بن محمد نیشاپوری کے نام سے مشہور تھے
شیخ ابو محمد متعش قدس سرہ :- بغداد میں قیام رہا۔ ابو حفص حداد اور سید الطائفة
 حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہما کے خلفاء میں سے تھے۔ آپ نے سیاحت میں دنیائے
 تہذیب کو چھان مارا تھا۔

جب حضرت متعش اپنے پیر و مرشد کے حکم سے سیاحت پر نکلے تو ہر سال ایک
 ہزار فرسنگ سفر کرتے۔ تقریباً ایک ہزار قصبوں میں گھومتے۔ مگر کسی قصبے میں دس روز سے زیادہ
 قیام نہ کرتے۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے زندگی میں تیس حج پا پایا وہ کئے ہیں۔ میں نے اس توکل کی
 زندگی پر غور سے نظر ڈالی تو محسوس کیا کہ یہ بھی نفس کی خواہش کی تکمیل تھی۔ لوگوں نے پوچھا۔ یہ بات
 کس طرح معلوم ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ ایک دن مجھے میری والدہ نے کہا کہ کنویں سے ایک گھڑا
 پانی لے آؤ۔ مجھے والدہ کا یہ حکم گواں گزرا۔ اس سے خیال آیا کہ یہ تمام حج بھی تو اپنے نفس کی
 خواہش پر کئے ہیں۔

ایک درویش نے یہ واقعہ سنایا۔ کہ میں ایک بار بغداد سے حج کے ارادے کے لئے روانہ
 ہونا چاہتا تھا۔ مجھے معلوم ہوا کہ ابو محمد متعش کے پاس پندرہ دینار ہیں۔ اگر وہ مجھے عنایت کر دیں
 تو میں پہاڑی علاقے میں سفر کے لئے جوتے خرید لوں۔ میں نے ابھی خیال کیا ہی تھا کہ کسی نے

میرے دروازے پر دستک دی۔ میں نے دروازہ کھولا۔ دیکھا۔ تو حضرت ابو محمد مرتعش کھڑے ہیں۔ آپ نے ہاتھ بڑھا کر پندرہ دینار دیتے ہوئے کہا کہ یہ لو۔ اور مجھے تکلیف دینے نہ آنا۔ ایک دن حضرت مرتعش بغداد کے ایک محلے سے گزر رہے تھے۔ آپ کو پیاس نے تنگ کیا۔ ایک دروازہ کھٹکھٹایا۔ تو ایک حسین و جمیل نوخیز لڑکی نے ہاتھ بڑھا کر پانی کا ایک پیالہ پیش کیا۔ آپ کی نظروں نے اس خوبصورت چہرے کو دیکھا۔ تو اس کے حسن و جمال کی رعنائی پر منتون ہو گئے دروازے پر بیٹھ گئے۔ کچھ وقت گزرا۔ تو گھر کا مالک آیا۔ اسے فرمانے لگے۔ آپ کے گھر سے ایک لڑکی نکلی۔ ایک پیالہ پانی کا دے کر میرا دل لے گئی ہے۔ وہ شخص حضرت شیخ کو جانتا تھا کہنے لگا۔ وہ لڑکی تو میری بیٹی ہے۔ اگر آپ فرمائیں تو میں اسے آپ کے نکاح میں دے دوں گا۔ حضرت نے کہا۔ بہت اچھا۔ صاحب خانہ نے ایک مجلس نکاح سجائی۔ احباب کو دعوت دی۔ اور اپنی بیٹی حضرت مرتعش کے نکاح میں دے دی اور کہا۔ اب شیخ کو حمام میں لے جاؤ۔ کپڑے بدلو۔ فرقہ فقرا تار دو۔ شب عروسی ہوئی۔ شیخ نے وضو کیا۔ مصلیٰ بچھایا۔ اور نماز ادا کرنے لگے۔ چند لمحے گزرنے پائے تھے۔ تو فریاد کرنے لگے۔ میری گودڑی کہاں ہے۔ یہ بوجھل کپڑے اتار دو۔ اسی وقت بیوی کو طلاق دے دی۔ اور وہی لباس فقرا پہن کر باہر آ گئے۔ لوگوں نے پوچھا۔ حضرت آپ نے یہ کیا کیا۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے ایک آواز آئی۔ کہ تم نے ایک نگاہ سے غیر کو دیکھا۔ ہم نے لباس فقرا تروا لیا۔ اب اگر دوسری بار نگاہ کرو گے۔ تو یاد رکھنا۔ لباس آشنائی بھی اتروا دیا جائے گا۔

آپ ۳۲۸ھ میں فوت ہوئے۔

بو محمد شاہ زمین و زمان - آنکہ در دوستان حق طاق است

سال تاریخ رحلتش سرور - بو محمد ولی آفاق است

آپ کا اسم گرامی اسحاق تھا۔ آپ کے والد

شیخ ابو یعقوب مہر جویری قدس سرہ :- کا نام محمد تھا۔ آپ علماء مشائخ میں مقبول تھے

یہ الطائف حضرت جنید بغدادی اور عمرو بن عثمان مکی کے ہم صحبت تھے۔ کئی سال مکہ مکرمہ میں مجاوری کرتے رہے ابو یعقوب صرّنی کے مرید خاص تھے۔

آپ ۳۲۹ھ میں فوت ہوئے۔ بعض تذکروں میں ۳۳۰ھ درج ہے۔
شدّ جو یعقوب از جہاں در خلد۔ سال وصلش شد از خرد مطلوب
گفت مطلوب دین ابو اسحاق۔ ہم امام ولی ابی یعقوب

۳۳۰ھ

۳۲۹ھ

آپ کا پورا نام ابو علی بن محمد بن

شیخ ابو الحسن صانع دینوری قدس سرہ العزیز :- پہل ہے۔ دینوری کے اکابر شایخ

میں سے تھے۔ مصر میں سکونت پذیر رہے۔ شیخ ابو جعفر صیدلانی کے مرید تھے۔ شیخ ابو الحسن فرقانی۔ اور
عثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہم آپ کے ہی مرید تھے۔ حضرت سے مشا دینوری فرمایا کرتے تھے۔ میں نے
دینور میں ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا۔ آفتاب کی دھوپ تھی۔ ایک گرگس اپنے بازو پھیلانے
آپ کے سر پر سایہ کر رہی تھی۔ میں نے غور کیا۔ تو وہ ابو الحسن صانع تھے۔ میں نے کہا کہ اس قسم کے
جانور بھی آپ کی غلامی میں پڑے ہیں۔

شیخ عالم ابو الحسن دینور۔ یافت چوں از جہاں بجلد مکان

سال تاریخ رحلتش سرور۔ ابو الحسن ابو علی مجیب بدان

مسعود طالب حق زیدہ حق ولی محسن محب دینوری بھی تاریخ وفات ہیں۔

۳۳۰ھ

۳۳۰ھ

۳۳۰ھ

آپ کا اسم گرامی عبد اللہ بن حارث طائی تھا

شیخ ابو بکر بن طاہرہ بھری قدس سرہ :- جیلان کے مشایخ میں سے تھے۔ حضرت ابو بکر

شبلی آپ کے اجاب میں سے تھے۔ یوسف بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے۔ صاحب
نغمات الانس نے آپ کی تاریخ وفات ۳۳۰ھ لکھی ہے۔

چو زین دار فنا عزم سفر کرد . شیردین عابد مسعود طاہر

بگو بوجہ اہل دین و صالحش . رقم کن زاہد مسعود طاہر

۵۳۳۰

۵۳۳۰

یگانہ روزگار اور محرم اسرار تھے۔ متوکل متورع تھے۔

شیخ عبداللہ منازل قدس سرہ :- فرقہ ملائیت سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت شیخ صدق

نقاد کے مرید تھے۔ اپنے زمانہ میں تجدید کے امام تھے۔ بوعلی معینی نے ایک مجلس میں بتایا کہ انہیں

ایک دفعہ شیخ عبداللہ نے کہا۔ بوعلی موت سے دوستی لگاؤ۔ کیونکہ اس سے چھٹکارا نہیں ہے

بوعلی نے کہا۔ آپ ہی دوستی لگائیں۔ حضرت عبداللہ نے اپنا ہاتھ سرہانے کے نیچے رکھا اور

زمین پر لیٹ گئے اور فرمایا۔ لو میں تو مر گیا۔ یہ کہتے ہوئے فوت ہو گئے۔

آپ کی وفات ۱۰۳۳ھ میں ہوئی تھی۔

چو عبداللہ آں پیر منزل - زدی نارفوت سوے خلد والا

ز عبداللہ ہادی بندہ حق - شود تاریخ ترحیلش ہو پیدا

۵۳۳۱

آپ کی کنیت ابو اسحاق تھی

شیخ ابراہیم بن شعبان کرمان شاہی قدس سرہ :- جیلان کے قدامتاریخ میں سے

تھے۔ حضرت ابو عبداللہ مغربی کے خاص اجاب میں سے تھے۔ حضرت عبداللہ منازل رحمۃ اللہ

علیہ سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ شیخ ابراہیم کا کیا مقام ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ابراہیم حجتہ اللہ علی الفقرا

و لاہل الاداب و المعاملات ہیں۔

آپ ۱۰۳۳۸ھ میں فوت ہوئے۔

شیخ ابراہیم شاہی شاہ دین - شد چو از دنیا سوئے جنت روان

جست سرور سال ترحیلش ز دل - گفت ابراہیم ہادی جہاں

۵۳۳۸

آپ کا نام حسن ابن علی بن موسیٰ تھا۔ آپ شیخ ابوعلی
شیخ ابوعلی مستوفی قدس سرہ :- کاتب اور ابو یعقوب موسیٰ رحمۃ اللہ علیہما کے مرید تھے
 مصر سے دس میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں مستوفی ہے۔ آپ اس میں رہتے۔ آپ فرماتے ہیں میں
 نے ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ علی تم درویشوں سے محبت
 رکھتے ہو۔ انہی کی صحبت کی دولت پاتے ہو۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ۔ ایسا ہی ہے۔ آپ نے
 فرمایا۔ کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں درویشوں کا وکیل بنا دوں۔ تاکہ تم ان کی مشکلات اور مہمات میں
 امداد کر سکو۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ۔ مجھے عصمت۔ کفایت اور دیانت کے اوصاف سے
 متصف فرما کر یہ ذمہ داری دین۔ مبادا میں کوئی غلطی کر جاؤں۔ اور مجھے سزا ملے۔ چنانچہ آپ نے
 مجھے یہ کام تفویض کر دیا۔ تمام درویش میری طرف متوجہ ہوئے۔ اور اپنے معاملات میرے سامنے
 لانے لگے۔ آپ کی وفات ۳۲۰ھ میں ہوئی تھی۔

بوعلی چوں رفت زیں دارِ فنا - گفت دل سالتی زروئے آگہی
 بوعلی والی دین سالک بخواں - ہم بگو مہدی حسن ابن علی

۵۳۲۰

احمد بن محمد بصری نام تھا۔ زندگی کا زیادہ حصہ مکہ مکرمہ
شیخ ابو سعید اعرابی قدس سرہ :- میں گذارا۔ علوم فقہ و حدیث تفسیر کے عالم تھے۔
 علوم باطنی میں ماہر تھے۔ آپ کی بہت سے تصانیف یادگار زمانہ ہیں۔ حضرت جنید اور شبلی
 عمرو بن عثمان۔ ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ علیہم سے صحبت رکھتے تھے۔
 آپ کی وفات ۳۲۰ھ میں ہوئی تھی۔

چونکہ از لطف خدائے ذوالجلال - از جہاں در جنت آمد بو سعید
 سرور سال وصالش از فرد - گشت پیدا احمد اسعد بو سعید

۵۳۲۰

کنیت ابو محمد تھی۔ حضرت شبلی کے مرید تھے۔ سید الطائف حضرت
 شیخ جعفر خدا قدس سرہ :- جنید بغدادی اور حضرت شبلی آپ کا بڑا احترام کرتے تھے۔
 اور برسر مجلس آپ کے کمالات کی تعریف فرماتے۔ جعفر خدا قربت کی وجہ سے ہماری نسبت اللہ
 کے قریب ہے۔ شیخ بندر ابن فرمایا کرتے تھے۔ کہ شیخ جعفر خدا سے بڑھ کر میں نے صاحب حال
 کوئی نہیں دیکھا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ وہ حضرت شبلی سے بھی زیادہ بزرگ تھے۔

شیخ جعفر قطب دین مرد خدا - رفت مثل گنج چوں در زید گل
 ناصر آمد سال تر حلیش بدال - نیز کامل طالب حق زندہ دل

۵۳۴۱

۵۳۴۱

آپ کی کنیت ابو محمد اسحاق تھی۔ قدمائے شاخ
 شیخ ابراہیم مولیٰ صوفی الرقی قدس سرہ :- میں شمار ہوتے ہیں۔ جامع علوم شریعت
 و طریقت اور حقیقت ہے۔ ورع و تقویٰ میں اپنی مثال نہ رکھتے تھے۔ شیخ سلیم مغربی کے مرید
 تھے۔ ابو عبد خنیف اور ابراہیم قصار رحمۃ اللہ علیہما سے صحبت رکھتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے ہیں نے
 ابتدائی کار میں شیخ مسلم مغربی کی ملاقات کا ارادہ کیا۔ تو دور دراز سفر کے ایک مسجد میں پہنچا۔ شیخ
 مسلم اس مسجد میں قیام پذیر تھے۔ اس وقت آپ امامت کر رہے تھے۔ آپ نے سورہ الحمد کو کئی
 جگہ سے غلط پڑھا۔ میں بد دل ہو گیا۔ اور افسوس کرنے لگا۔ کہ میری اتنی محنت بیکار ہو گئی۔ رات میں
 نے یونہی گزار دی۔ علی الصبح وضو کے لئے اٹھا۔ میں دریائے فرات کے کنارے چلا گیا۔ راستے
 میں مجھے ایک شیر سویا ہوا دکھائی دیا۔ مجھے ڈر بھی لگا۔ اور حیرانی بھی کہ کس طرف سے دریا پر جاؤں
 اسی وقت شیخ مسلم آتے دکھائی دیئے۔ آپ کو دیکھ کر شیر راستے سے اٹھا۔ اور آپ کے قدموں کو
 چومنے لگا۔ آپ نے اس کا کان پکڑا اور کہا۔ تمہیں میں نے کئی بار کہا ہے کہ ہمارے عزیز بہانوں
 کے راستے میں نہ لیٹا کرو۔ اور انہیں ڈرایا نہ کرو۔ شیر یہ سنتے ہی جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ آپ نے
 مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ ابراہیم تم ظاہری چیزوں کی درستگی میں لگے ہوئے ہو تو ظاہری دنیا کی

چیزوں سے ڈرتے ہو۔ ہم باطن کی درستگی میں مشغول ہیں۔ ہمیں ظاہری دنیا کی چیزیں احترام سے بھتی ہیں اور ہم سے ڈرتی ہیں۔

آپ کی وفات ۲۴۱ھ میں ہوئی۔

مرشدِ عالیہ و علمِ ابراہیم - فلکِ ادنیٰ نامِ ابراہیم

جستِ سر در چوساںِ ترحیش - گفتِ ہاتفِ امامِ ابراہیم

آپ کا اسم گرامی اسحاق بن محمد بن اسماعیل

شیخ ابوالقاسم حکیم سمرقندی قدس سرہ :- تھا۔ ابو عبد اللہ غازی۔ ابراہیم قصار۔ اور

ابو جرد راق رحمۃ اللہ علیہم سے نہیں صحبت رکھتے تھے۔ سمرقند کے عالی بزرگان دین میں شمار ہوتے تھے۔

ایک دن آپ ایک مجلس میں وعظ فرما رہے تھے۔ اسی اثناء میں ایک بزرگ آپ کو ملنے

آئے۔ مگر آپ کو مصردت پا کر مصیبتی حوض کے پانی کی سطح پر بچھایا اور نماز پڑھنا شروع کر دی۔ جب

آپ مجلس وعظ سے فارغ ہوئے تو اس کی طرف منہ کر کے فرمانے لگے۔ بھائی جو کام تم کو مجھے دکھا رہے ہو یہ تو ہمارے بچے بھی کر سکتے ہیں۔ مردوں کا کام تو یہ ہے کہ متنی مشاغل اور

ہجومِ مردم کے درمیان دل اللہ سے وابستہ ہو

آپ تین سو بیالیس ۲۴۲ھ میں فوت ہوئے۔

ہادی و مہدی زمین و زمان - شیخ کون و مکان اباقاسم

قاسم غلام است رحلت او - ہم حکیم جہاں اباقاسم

۵۳۲۲

۵۳۲۲

آپ کا نام قاسم بن قاسم بن مہدی ہے

شیخ ابوالعباس سیاری قدس سرہ :- آپ احمد بن یار کے نواسے تھے۔ آپ

مرد کے بڑے شایخ ہیں سے تھے۔ آپ نے بزرگان دین کی صحبت سے استفادہ کیا عالمِ علوم

شریعت عارف معارف و حقائق تھے۔ آپ شیخ ابو بکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ سے ارادت رکھتے تھے
مرو میں حقائق و رموز پر جس نے سب سے پہلے سلسلہ گفتگو کا آغاز کیا وہ آپ ہی تھے۔

آپ کے والد محترم بڑے رئیس اور مالدار تھے۔ ان کے مرنے پر آپ کو وراثت میں سے
بہت کچھ مال و متاع ملا۔ آپ نے اپنا سارا مال حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مومنے شکیں
کے بدلے دے دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مومنے مبارک کی برکات سے آپ کو توبہ کی دولت دی
اور اپنی معرفت سے وافر حصہ عطا فرمایا۔ سلسلہ سیاریہ آپ سے ہی منسوب تھا۔

ایک دن ایک بھری فروش کی دکان پر جا کر کھیرے خرید رہے تھے۔ بھری فروش نے
اپنے لڑکے کو کہا کہ بہترین قسم کے کھیرے حضرت کو دینا۔ آپ نے فرمایا کیا تم سب خریداروں کے
ساتھ ایسا ہی سلوک کیا کرتے ہو۔ دکاندار نے کہا۔ نہیں حضرت یہ امتیاز تو آپ کے علم و فضل اور
زہد و تقویٰ کی وجہ سے ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میں اپنا علم و فضل چند کھیروں کے بدلے نہیں
بیچنا چاہتا۔ آپ نے اس دکاندار سے کھیرے لینے چھوڑ دیئے اور دوسری دکان پر چلے گئے،

تذکرۃ الاولیاء کے مصنف شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت
ابو العباس نے وفات سے پہلے وصیت کی تھی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مومنے
مبارک جو انہوں نے اپنا سارا ورثہ دے کر فریاد تھا۔ مرنے کے بعد ان کے منہ میں رکھ دیا
جائے۔ تاکہ وہ قبر میں محفوظ و ماموں رہیں۔ آج بھی ان کی قبر مرو میں مرجع خلایق بنی ہوئی
ہے۔ لوگ قبر پر جا کر استمداد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے کام درست فرماتا ہے۔ یہ برکات
حضور کے مومنے مبارک کی ہیں۔

آپ کی وفات ۳۴۲ھ میں ہوئی تھی۔ مگر بعض تذکرہ نگاروں نے آپ کا سالِ دنیا
۳۴۳ھ لکھا ہے۔

جناب شیخ ابو العباس سیاہ - بخر گبر جہاں حق گوئے دامن
بگہر کمال سال وصلش - ابو العباس مہدی قطب بخراں

آپ کا اسم گرامی جو اُد تھا۔ تینات نزدِ مصر
 شیخ ابوالخیر تیناتی الاقطع قدس سرہ: آپ کا گاؤں تھا۔ آپ کا ایک ہاتھ کٹ
 گیا تھا۔ ایک ہاتھ سے زنبیل بنا کرتے تھے۔ اور اس کی مزدوری سے گذر اوقات کرتے تھے
 کسی دیکھنے والے کو محسوس تک نہ ہوتا کہ آپ ایک ہاتھ سے زنبیل بنتے ہیں۔ آپ کو شیروں سے
 بہت محبت تھی۔ جنگل میں نکل جاتے تو شیر آپ کے ارد گرد آکر آرام کرتے۔

صاحبِ نفعات الانس نے آپ کے ہاتھ کٹنے کا واقعہ لکھا ہے کہ آپ نے ایک بار اپنے
 اللہ سے عہد کر لیا۔ کہ میں زمین سے کوئی بھی چیز ہاتھ بڑھا کر نہ اٹھاؤں گا۔ نہ کھاؤں گا۔ تاہیکہ
 کوئی پھل۔ یا فصل خود زمین سے اٹھ کر میرے منہ تک نہ آجائے۔ یا اللہ تعالیٰ اپنے فضل و
 کرم سے پہنچا نہ دے۔ اس طرح گیارہ روز گذر گئے۔ کوئی چیز نہ آئی اور نہ آپ نے کچھ کھایا۔
 نکاہت اور کمزوری سے آپ اس قدر مضہبل ہو گئے۔ کہ فوافل پڑھنے ترک کر دیئے بارہ دن گذرے
 تو قیام نماز کی بھی بہت نہ رہی۔ حتیٰ کہ سنتیں بھی ترک ہونے لگیں۔ پھر مزید دن گزرے تو ادائے
 فرائض سے بھی محروم ہونے لگے۔ آپ نے اللہ سے پناہ طلب کی۔ تو پردہ غیب سے دو روٹیاں
 اور تھوڑا سا سالن برآمد ہوا۔ آپ نے کھا کر اللہ کا شکر ادا کیا۔ اس طرح ہر روز رات کو دو روٹیاں
 اور کچھ نہ کچھ چیز آنے لگی۔ آپ کھا لیتے اور یاد الہی میں وقت گزارتے۔ ایک بار شکر اسلام کے
 ساتھ بارادہ جہاد نکلے اور انطاکیہ پہنچے۔ آپ نے وہاں شکر کے ساتھ ہی قیام کیا۔ جس وادی میں
 اترے وہاں کچھ پھلدار درخت پھلوں سے لدے نظر آئے۔ پکے ہوئے پھل اپنی خوبصورتی سے
 دلوں کو دعوتِ خورش دے رہے تھے۔ آپ نے دریا کے کنارے نماز ادا کی تو چاروں طرف
 سے سرخ و سبز پھل جن پر شبنم کے قطرے پڑے ہوئے تھے۔ نگاہوں کو خیرہ کر رہے تھے۔ نماز
 سے فارغ ہوئے تو بلا اختیار آپ نے ہاتھ بڑھایا۔ اور کچھ پھل توڑ کر کھانے لگے۔ ابھی کھا ہی
 رہے تھے۔ کہ آپ کو وہ عہد یاد آیا۔ جو آپ نے خدا سے کیا تھا۔ آپ نے پھل پھینک دیئے۔
 کھایا ہوا تھوکا اور اللہ کے خون سے کاپننے لگے۔ اسی اثنائیں لوگوں کا ایک مجمع ٹوکے ہاتھ میں

لاٹھیاں اور کلہاڑیاں پکڑے آپہنچے وہ اپنے ایک چور کی تلاش میں تھے۔ انہوں نے آپ کو چور سمجھ کر پکڑ لیا۔ اور اپنے حاکم کے پاس لے گئے۔ حاکم نے آپ کو پوچھا کہ تم کون ہو۔ آپ نے بتایا میں اللہ کا ایک بندہ ہوں۔ اب حاکم نے دوسرے چوروں سے پوچھا۔ تم اسے پہچانتے ہو! انہوں نے کہا۔ ہم نے انہیں آج تک نہیں دیکھا۔ حاکم نے کہا۔ میں خوب جانتا ہوں۔ یہ شخص تمہارا سردار ہے تم اسے پہچاننے کے لئے جھوٹ بول رہے ہو۔ اور اس کے بچانے کے لئے اپنی قربانی دینا چاہتے ہو۔ چنانچہ حاکم نے فیصلہ کر دیا۔ کہ ہر ایک کا ایک ہاتھ ایک پاؤں کاٹ دیا جائے۔ سب کے ہاتھ کاٹ دیئے گئے اور حضرت ابوالخیر کا بھی ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ جب پاؤں کاٹنے کی نوبت آئی تو آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا۔ اللہ میرے ہاتھ نے گناہ کیا تھا۔ کٹ گیا۔ پاؤں نے تو کون غلطی نہیں کی۔ یہ کہتے ہی ایک سوار دوڑ دوڑا آیا۔ اور اتر کر آپ کے پاؤں میں گر گیا۔ اور امیر کو کہنے لگا۔ آپ کیا کر رہے ہیں۔ کیا آسمان کو اللہ کی زمین پر گرانا چاہتے ہو۔ یہ تو ولی اللہ ہیں بلاوجہ ان کا ہاتھ کاٹ دیا گیا ہے۔ امیر خود اٹھا۔ اور آپ کا کٹا ہوا ہاتھ اٹھایا۔ اور چوما۔ اور قدم بوسی کرنے لگا۔ اور معذرت کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا۔ میرے ہاتھ نے ایک خیانت اور بد عہدی کی تھی۔ اسی وجہ سے کٹا ہے۔ شامت گناہ کی وجہ سے میرا ہاتھ بھی گیا۔ اور غائب سے آنے والا وظیفہ بھی گیا۔ آپ لوگوں کا کوئی قصور نہیں۔

اس دن سے آپ نے ایک ہی ہاتھ سے زنبیلیں بنانا شروع کیں اور مزدوری سے گزارا وقت کرنے لگے۔ ایک ہاتھ سے زنبیل بننا بھی ٹھجے اللہ کی مہربانی سے ہوئی ہے۔ زور نہ ظاہر آنا ممکن ہے۔ آپ ۵۳۴۳ھ میں فوت ہوئے۔

حضرت بوخیر خیر۔ دو جہاں۔ رفت زریں عالم بفسر دوسریں
گرہمی خواہی کہ گرد جب لوہ گر۔ سال ترحیلش بقول اہل دین
داں امام المؤمنین ہادی جواد۔ نیز نہر ما قبلہ اہل یعتین

محبوب ربانی اور امام المسلمین
۵۳۴۳

آپ کا اسم گرامی ابراہیم سہا نیشاپور کے رہنے
شیخ ابو عمر زجاجی رحمۃ اللہ علیہ۔۔۔ والے تھے۔ سید الطائفہ جنید اور ابو عثمان میری
اور حضرت ابو ابراہیم خواص کے ہم صحبت تھے۔ چالیس سال تک مکہ مکرمہ کی مجاوری کی تھی از رہ
اب آپ نے حرم کی سر زمین میں پیشاب نہ کیا۔ کئی میل دور وادی میں نکل جاتے ساٹھ حج ادا
کئے تھے۔ فرمایا کرتے تھے۔ تیس سال تک میں نے اپنے پیر و مرشد جناب جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ
کا بول و بزار اٹھایا ہے۔ اور اس خدمت کے لئے مجھے فخر و سرت ہے۔

ایک بار حج کے موسم میں ایک عجمی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا۔ میں
نے حج ادا کر لیا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ دوزخ میں نہیں جاؤں گا۔ آپ بھی مجھے دوزخ سے
نجات کی سند لکھ دیں۔ آپ کے دوستوں نے مجھے مشورہ دیا ہے۔ کہ آپ سے سند فراغت عذاب
دوزخ حاصل کروں۔ حضرت شیخ نے اس کی سادگی دیکھی۔ کہ آپ کے دوستوں نے آپ سے مذاق
کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ قبہ خلوت میں چلے جاؤ اور دعا کرو۔ اور زور سے کہنا کہ اللہ۔ مجھے
سند برات دوزخ عطا فرما۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا۔ ایک کاغذ جس پر سبز و ثنائی سے لکھا تھا
تہیں دوزخ کی آگ سے نجات دی جاتی ہے۔ ہاتھ پر آکر پڑا۔ وہ کاغذ اٹھا کر حضرت شیخ کی
خدمت میں آیا۔ اور سر قدموں میں رکھ کر رونے لگا۔ اس کا یہ رونا خوشی کی انتہا تھی۔

آپ کی وفات ۳۴۸ھ کو ہوئی۔

ابو عمرو زجاجی شیخ والا۔ کہ شیخ بود زاہد پیر و حاجی

سال رحلت آن شاہ عالم۔ خود گردید بو عمر روز حاجی

آپ کی کنیت ابو محمد تھی۔ اور بغداد

شیخ جعفر بن نصیر خلدی قدس سرہ کے رہنے والے تھے۔ خلد محلہ میں قیام پذیر

ہونے کی وجہ سے خلدی کہلاتے تھے۔ آپ ریشم کے کپڑے بنا کرتے تھے۔ آپ سید الطائفہ

جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ حضرت ابراہیم خواص۔ ابوالحسن نویدی۔ شیخ درویم اور سمنون رحمۃ اللہ علیہم سے مجالس رکھتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں نے دو ہزار مشائخ کی خدمت کی ہے اور پھین بار حج بیت اللہ کیا

آپ کا ایک مرید تھا حمزہ نامی۔ ایک رات حمزہ نے حضرت شیخ سے گھر جانے کے لئے رخصت مانگی۔ اس نے اپنے بچوں کے لئے کچھ کھانا جس میں مرغ۔ پلاؤ اور کباب تھے۔ علیحدہ رکھ لئے۔ رات کو حضرت نے کہا۔ آج تمہیں رخصت نہیں دی جاتی۔ رات یہاں ہی رہو۔ مگر حمزہ نے بڑا اصرار کیا۔ کہ آج مجھے ضرور رخصت دی جائے۔ حضرت نے اس کی ضد پر چھٹی دے دی۔ حمزہ نے رات سارے کھانے رکھے تاکہ علی الصبح بچوں کو کھلائے۔ صبح کینز کو کہا۔ کہ وہ کھانے کی دیگی تو اٹھا لاؤ۔ وہ لا رہی تھی۔ کہ اس کے ہاتھ سے گر کر سارا کھانا زمین پر گر گیا۔ حمزہ نے کہا کہ مرغ کی بوٹیاں تو زمین پر سے اٹھا لو۔ اور دھو کر کھا لو۔ ایک کتا آیا وہ گوشت اٹھا کر چلتا بنا حمزہ اور اس کے بچے بھوکے ہی رہے۔ دوسرے دن حضرت شیخ کی خدمت میں آیا۔ ابھی رات کا واقعہ بیان کرنے ہی لگا تھا۔ کہ شیخ نے کہا۔ جو لوگ ہماری بات نہیں مانتے ان کا گوشت زمین پر گر جاتا ہے۔ اور بوٹیاں کتے اٹھا کر بھاگ جاتے ہیں۔ حمزہ کو معلوم ہو گیا یہ سب حضرت کی نافرمانی کا نتیجہ ہے۔

آپ کی وفات ۳۵۰ھ میں ہوئی۔

پہ جعفر شیخ خلدی پیر حق ہیں ۔ زوینا رفت در خند معنی

بگو امجد معنی طالب حق ۔ وصالش ہم محمد نور مراد

۵۳۴۸

۵۳۴۸

آپ کا اسم گرامی علی بن احمد بن سہیل تھا۔
 شیخ ابوالحسن پوشنی صوفی قدس سرہ۔ پوشنی کے رہنے والے تھے۔ تذکرہ نگاروں نے آپ کے گاؤں کا نام پوشنگ بھی لکھا ہے۔ اور پوشنی بھی۔ یہ گاؤں ہرات کے نواح میں واقع تھا۔ آپ فراساں کے جواں مرد مشائخ میں سے تھے۔ حضرات ابوالعباس عطاء شیخ حریری

طاہر مقدسی اور ابو عمرو دمشقی رحمۃ اللہ علیہم کے صحبت یافتہ تھے۔ آپ نے بہت سے سفر کئے عراق میں عرصہ تک قیام فرما رہے۔ سفر عراق سے واپس آئے تو لوگوں نے آپ کو زندیق کہہ کر پکارنا شروع کر دیا۔ وہاں سے آپ نیشاپور چلے گئے اور قیام پذیر ہوئے۔

ایک بار ایک دیہاتی کا گدھا گم ہو گیا۔ اس نے حضرت شیخ کو پکڑ لیا اور الزام لگایا کہ آپ نے گدھا چرا لیا ہے۔ آپ نے اسے نبایا کہ تمہیں غلطی ہوئی ہے۔ مگر اس نے آپ کی بات نہ مانی اور اصرار کیا کہ نہیں میرا گدھا تو آپ کے ہی پاس ہے۔ جب تک برآمد نہیں ہوتا میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔ آخر کار حضرت شیخ نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور کہا خداوند! مجھے اس شخص سے نجات دلا اور اس کا گدھا ظاہر فرما۔ اسی وقت گدھا نمودار ہوا۔ دیہاتی نے آپ سے نہ صرف عذر خواہی کی بلکہ شکریہ ادا کیا۔ اور کہنے لگا۔ مجھے یقین تھا کہ میرا گدھا آپ نے نہیں چرایا۔ مگر مجھے اتنا معلوم تھا کہ میں اللہ سے فریاد کروں بھی تو میری کون سنتا ہے۔ میں نے آپ کو مجبور کیا تو آپ نے اس کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اور یوں میرا کام ہو گیا۔

آپ کی وفات ۵۳۸ھ میں ہوئی تھی۔ آپ کی وفات کے بعد ایک شخص آپ کی قبر پر حاضر ہوا۔ اس نے ایک دنیاوی حاجت طلب کی۔ دوسرے دن حضرت شیخ نے اسے خواب میں آکر کہا۔ ہم سے صرف دینی معاملاتیں دستگیری حاصل کیا کرو۔ دنیا کے معاملات میرے سامنے نہ لایا کرو۔ ہمیں دنیا کے امور سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

بوالحسن چون از جہاں رحلت نمود - سال وصل آں شہر والا مکان
شہرقم محبوب دین حق حسن - واصل دین بوالحسن ہم شہر عیاں

۵۳۲۸

۵۳۲۸

آپ کی کنیت ابو الحسن تھی۔ آپ شیخ

شیخ بندر ابن حسین صوفی بن محمد بن مہلب شبلی اور عبد اللہ خفیف رحمۃ اللہ

مشایخی کے قدس سرہ، علیہما کے خلفاء میں سے تھے حضرت

شیخ ابو جعفر حداد کے صحبت یافتہ تھے۔ اپنے وقت کے قطب زمانہ تھے۔ آپ نے ۲۵۳ھ میں وفات پائی حضرت شیخ ابو ذر عمربیری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو غسل دیا۔ شیخ ابو علی کاتب بھی اسی سال واصل بحق ہوئے تھے۔ آپ کی تاریخ وفات یوں تحریر کی گئی ہے۔

بوالحسین آن صوفی اہل صفاء - بود در چشم و وعالم نورعین
سال ترحیلش بگو مہدی فرید - ہم بگو سرور کہ صوفی بوالحسین

۲۵۳ھ

۲۵۲ھ

شیخ عبد الملک بن علی بن عبد اللہ
بن عمرو و گارزونی قدس سرہ
تھے۔ آپ جو کچھ مانگتے پالیتے تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ ابدالوں میں سے تھے۔ اور
آپ کی صحبت بھی ابدالوں سے رہتی۔ آپ ۲۵۸ھ بروز شنبہ ۲۶ ماہ ذوالحجہ کو واصل بحق ہوئے۔
شہ عبد الملک شیخ معظم - کمل راہنمائے جملہ عالم
رقم شد صدر دین تاریخ و صلش - عیاں شد ہم ز محبوب محرم

۲۵۸ھ

۲۵۸ھ

آپ کی کیفیت ابوالحسن اور
شیخ علی بن بندرا بن حسین صوفی صیرفی قدس سرہ ہمیشہ پورے کے شاخ میں
سے تھے۔ آپ حضرت سید الطائف جلید بغدادی - رویم - ممنون اور ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہم سے
جاس رکھتے تھے۔ آپ نے بہت سے شاخ کی زیارت کی تھی۔ حدیث - تفسیر فقہ میں ماہر تھے۔
۲۵۹ھ میں وفات پائی۔

سرور برد و جہاں سر دفتر علمائے دین - معتدلے او یار زابد علی متقی
سال ترحیلش بود، ساجد علی ابن حسین - ہم رقم گشت از علم زابد علی صوفی ولی

۲۵۹ھ

۲۵۹ھ

آپ کا اسم گرامی محمد بن داؤد دمشقی تھا۔ دینور کے رہنے
 شیخ ابو بکر دقنی قدس سرہ :- والے تھے۔ مگر شام میں سکونت اختیار کر لی۔ آپ حضرت
 شیخ دقاق کبیر کے مرید تھے۔ حضرت ابو بکر مصری اور سید الطائفہ جنید بغدادی کی مجالس میں شرف
 صحبت حاصل کرتے تھے۔ حضرت ابن جلاب نے آپ سے روحانی نسبت قائم کی آپ کی مجلس میں
 مشائخ کا مجمع ہوتا۔

ایک بار آپ ایک دادی سے گزر رہے تھے کہ آپ کے دل میں خیال آیا۔ اے اللہ مجھے
 اپنے اسرار میں سے کسی راز سے آگاہ فرما۔ اسی وقت نور کا ایک شعلہ نمودار ہوا۔ حضرت شیخ رونے
 لگے۔ اور روتے روتے جاں بلب ہو گئے۔ آپ نے فریاد کی اے اللہ مجھے قوت برداشت نہیں
 اپنے راز کو واپس لے لے۔ اسی وقت آپ اصل کیفیت پر آ گئے۔ اور آپ کو سکوں ملا۔
 آپ شام میں ۳۵۹ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کی عمر ایک سو سال تھی۔

ابو بکر چوں شد در جہاں شد مقیم - تباریخ آن شاہ عالی حق
 یکے مہربان دل آگاہ گو - دوبارہ ابو بکر ہادی حق

آپ اپنے وقت کے فقیہ محدث اور مفسر
 شیخ سلیمان ابن احمد طبرانی قدس سرہ :- بے مثال تھے۔ معجم کبیر۔ معجم صغیر۔ معجم اوسط
 اور دلائل النبوت آپ ہی کی تصانیف ہیں۔ احادیث کی ان کتابوں میں آپ نے ایک ہزار ساتہ
 حدیث سے احادیث جمع کیں۔ اور روایت کی ہیں آپ ۳۶۰ھ میں فوت ہوئے۔

سلیمان ابن احمد شیخ دین پیر - کہ علم از ذات پاک او ہویدا
 وصالش طرف مہدی الکریم است - سلیمان بندہ حق نیر پیدا

۳۶۰ھ

۳۶۰ھ

آپ کا اسم گرامی محمد بن احمد بن ابراہیم تھا۔ جزیر آباد کے
 شیخ ابو بکر مقید قدس سرہ :- رہنے والے تھے۔ کاملین مشائخ اور ساتہ میں سے تھے۔

ظاہری اور باطنی علوم کے جامع تھے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کے مصاحب تھے۔
ابو یوسف حسین سے صحبت رکھتے تھے۔ بڑی لمبی عمر پائی تھی۔ مستقیم الحال۔ اور صاحب حال بزرگ
تھے۔ بڑی تصانیف یادگار چھوڑیں۔

سفینۃ الاولیاء کے مؤلف نے آپ کی وفات ۳۶۵ھ لکھی ہے۔ نفحات الانس اور
تذکرہ العاشقین نے ۳۶۴ھ سال وفات لکھا ہے۔

حضرت ابو بکر چوں از دارِ دہر - رفت در قرب خدائے ذوالجلال
نور حق سال وصال او بگو - ہم امام اصفیا اہل جلال

۳۶۴ھ

۳۶۴ھ

اہل دین سالک مقید - پارسائے کامل - طالب کامل ابو بکر سے بھی تواریخ وصال نکلتی ہیں۔

۳۶۴ھ

۳۶۵ھ

۳۶۵ھ

آپ کے والد بچند بن احمد قدس سرہ تھے۔
شیخ اسماعیل نیشاپوری قدس سرہ :- اپنے وقت کے قطب اور صاحب کرامت
بزرگ تھے۔ حضرت عثمان صیری رحمۃ اللہ علیہ سے فیض صحبت پایا تھا۔ اور حضرت جنید بغدادی
کو دیکھا تھا۔ وصال ۳۶۵ھ میں ہوا۔

آن ذین عشق اسماعیل ویں - رفت چوں از دار دنیا در جہاں

وصلش اسماعیل محی الدین بگو - واقف حق اہل دل ہم کن بیاں

۳۶۵ھ

۳۶۵ھ

اسم گرامی احمد بن مقرئ تھا۔ حضرت ابو یوسف حسین۔

شیخ عبداللہ مقرئ قدس سرہ :- عبداللہ خراز مظفر کرمان شاہی سے صحبت رکھتے تھے

حضرت رویم - حریری اور حضرت ابن عطا سے فیض حاصل کیا۔ والد محترم سے چھپاس ہزار

کادرنہ پایا تھا۔ تمام ورثہ فقرا اور مساکین میں تقسیم کر دیا۔ حرم پاک میں مجاور بن گئے۔ آپ

۵۳۶۶ میں فوت ہوئے۔ ایک تذکرہ نگار نے ۵۳۶۸ء بھی لکھا ہے
 شیخ عبد اللہ پیر دستگیر - شد چو از دنیا بفرودس بریں
 میر حسن آمد وصال پاک او - عارف زاہد و گدگرم بختین

۵۳۶۸

۵۳۶۸

آپ کا اسم گرامی احمد بن عطا تھا شارح
 حضرت شیخ عبداللہ رودباری قدس سرہ: شام میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے دیانے
 وجہ کے کنارے ایک گاؤں صور میں سکونت رکھتے تھے آپ علی رودباری کے خواہر زادے
 تھے۔ مدنی۔ عالم۔ ماہر علوم شریعت۔ اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ کی والدہ کا اسم گرامی
 فاطمہ تھا جو حضرت علی رودباری کی بہن تھیں۔

ایک دفعہ دوران سفر ایک اونٹ کا پاؤں آپ کے ہاتھ پر آگیا آپ نے درد کی وجہ سے
 جسن جلالہ کا نعرہ لگایا۔ اونٹ نے پاؤں اٹھالیا اور اس کے منہ سے جل جلالہ نکلا۔ آپ کی
 وفات ۵۳۶۹ میں ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک صور میں دیدیائے وجہ کے کنارے پر ہے۔

چوزیں دار فنا عزم سفر کرد - بجنبت رفت پیر رودباری
 شہ دین کن رقم وصلش بگوینز - محب اولیا محبوب باری

۵۳۶۹

۵۳۶۹

آپ کا نام محمد بن سلیمان معلو کی الفقیہ تھا نیشاپور
 شیخ ابوسہل معلو کی قدس سرہ: کے رہنے والے تھے شریعت و طریقت کے امام
 اور یگانہ روزگار تھے۔ وقت کے تمام شارح آپ کی ولایت پر متفق اللفظ تھے حضرت ابوبکر شبلی
 مرتعش۔ علی سقفی۔ رافق۔ ابوالحسن قوشنجی اور ابانہ نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی مجالس
 میں رہ کر فیضان صحبت حاصل کیا۔ سماع کے بڑے ریاستھے۔ دوران سماع وجد اور حال کی
 کیفیت میں متغرق رہتے تھے۔ ایک بار آپ نے حکم سماع کے بارے میں دریافت کیا گیا۔

آپ نے فرمایا۔ اہل حقانق کے لئے سنج ہے۔ اہل علم کے لئے مباح ہے۔ اہل نفس کے لئے مکروہ ہے۔ اور فسق و فجور کے جوگہ حضرات کے لئے حرام ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے۔ میں نے ساری عمر اپنی جیب سے روپیہ جمع کرنے کے لئے نہیں ڈالا اور کبھی روپے پیسے کو کسی گانٹھ میں نہیں باندھا۔ اور کبھی کسی چیز پر تالا نہیں لگایا۔

آپ کی دنات ۲۶۹ یا ۳۶۸ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار نیشاپور میں ہے۔

بجنت شد چو مثل ماہِ تاباں - بگو ہادی والا سہل صعلوک

سالِ رحلت او شاہِ شاہاں - بسرور گفت ہاتف دیگر از غیب

دلی اردو نیا ابن سلیمان

۳۶۹ھ

آپ کا اسم گرامی ابو اسحاق تھا۔ بغداد کے
شیخ ابراہیم بن ثابت قدس سرہ۔ مشائخ میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ حضرت شیخ
 جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ تھے۔ حضرت ابو عبد الرحمن فرماتے ہیں کہ میں نے آپ
 سے گزارش کی کہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ فرمایا۔ ایسا کوئی کام نہ کرنا جس سے تمہیں پشیمان ہونا پڑے۔
 آپ ۳۶۹ھ میں فوت ہوئے۔

رنت ابراہیم چوں از دارِ دہر - روح ادبِ عرش شد از خاکباز

رحلتش دل گفت حق بین حقِ ما - نیز ابراہیم عابد پاک باز

۳۶۹ھ

۳۶۹ھ

آپ مشائخ نیشاپور میں شمار ہوتے ہیں ابو علی سقفی

شیخ ابو بکر فرزاز قدس سرہ۔ عبد اللہ منازل۔ ابو بکر شبلی۔ ابو بکر طاہر ابہری۔ اور

حضرت مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہم سے فیض صحبت پایا۔ شیخ عمور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ماگر مجھے

شیخ ابو بکر فرزاز کی زیارت نہ ہوتی تو میں صوفی نہ بن سکتا۔ شیخ عمور نے ایک اور جگہ فرمایا کہ ایک

بار میں اپنے دوستوں کے ساتھ سفر حج پر جا رہا تھا۔ جب ہم نیشاپور پہنچے تو دوستوں نے بتایا

اس شہر میں حضرت ابو بکر فرار رہتے ہیں آذان کی زیارت کر لیں بعض دوستوں نے مشورہ دیا۔
 کہ وہ توجح پر جانے والوں کو حج سے روک دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں اپنے والدین کی خدمت کرو۔
 میں چند لمحوں کے لئے رکا۔ مگر پھر میں نے ارادہ کر لیا کہ آپ کو ضرور ملوں گا۔ میں آپ کی خدمت
 میں حاضر ہوا۔ سلام عرض کیا۔ آپ نے پوچھا تم کون ہو۔ اور کہہ دیا کہ ارادہ رکھتے ہو۔ میں
 نے بتایا۔ کہ ہرات سے آیا ہوں اور حج پر جا رہا ہوں۔ آپ نے پوچھا تمہارے والدین زندہ
 ہیں۔ میں نے بتایا۔ کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا۔ واپس چلے جاؤ۔ اور والدین کی خدمت کرو۔ میں
 اپنے دوستوں کے پاس گیا۔ تو واپس جانے کے ارادہ کو کسی سے ظاہر نہ کیا۔ بایں ہمہ میں حج کو
 روانہ ہونے کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ اتفاقاً مجھے سخت قسم کا بخار ہو گیا۔ حتیٰ کہ مجھے زندگی
 سے مایوسی ہو گئی۔ میں اسی طرح حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور صحت کے لئے دعا طلب کی
 آپ نے فرمایا۔ عمو! وعدہ توڑتے ہو اور صحت کے لئے دعائیں منگواتے ہو۔ اگر تم عہد نہ توڑتے
 تو بخار میں مبتلا نہ ہوتے میں نے توبہ کی۔ ابھی مجلس سے باہر نہیں نکلا تھا۔ کہ مجھے صحت ہو گئی۔
 میں والدین کی خدمت میں لوٹ آیا۔

آپ ۶۶۰ھ میں فوت ہوئے۔

چو صدیق جہاں بو بکر مرحوم - شد از دنیا بجلد آں عابدین
 نوشتم شاہ دین سالِ دصالتش - دگر بو بکر مہدی زاہدین

۶۶۰ھ

۶۶۰ھ

آپ کا اسم گرامی علی بن ابراہیم حسری تھا بغداد

شیخ ابوالحسن حسری رحمۃ اللہ علیہ :- میں رہتے تھے حضرت ابو بکر شبلی سے فرقہ خلافت

حاصل کیا۔ حضرت امام احمد بن حنبل کے مذہب پر عمل کرتے۔ گفتگو کرنے اور اسرار و رموز کے

اظہار میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ نے اسرار توحید کو واضح طور پر اظہار کیا۔

حضرت شیخ احمد ابو نصر رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ہی خلیفہ اعظم تھے۔ مکہ مکرمہ میں گئے۔ تو

آپ نے اسرا تو حید برسر منبر بیان کرنے شروع کر دیئے۔ انکی اس صاف گوئی پر پیرانِ حرم ناراض ہو گئے اور آپ کو حرم شریف سے باہر نکال دیا۔ شیخ ابو الحسن کو آپ کی یہ کیفیت از روئے کشف معلوم ہوئی۔ تو آپ نے دربان کو کہا۔ کہ جب شیخ احمد ابونصر آئیں تو انہیں میرے پاس نہ آنے دینا جب شیخ ابونصر آئے تو دربان نے آپ کو اندر جانے سے روک دیا۔ وہ تین رات دن آپ کی خانقاہ کے دروازے پر پڑے رہے۔ تیسرے روز حضرت شیخ باہر نکلے۔ تو شیخ ابونصر نے شیخ کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا۔ تم نے حرم شریف کی بے حرمتی کی ہے۔ اور منبر پر کھڑے ہو کر وہ باتیں کہہ دی ہیں جو ظاہری زبان سے کہنا مناسب نہیں تھیں۔ پیرانِ حرم کو ناراض کر دیا ہے اب تم یہاں سے چلے جاؤ اور روم میں رہو۔ اور شہر طوس میں قیام اختیار کرو۔ ایک سال تک وہاں گلہ بانی کو دو۔ رات کے وقت ویرانوں میں نکل جاؤ اور اللہ کی عبادت میں رات بسر کرو۔ اس وقت تک سونا ترک کر دو جب تک عزیزانِ شہر تم سے خوش نہ ہو جائیں۔ اور تمہیں قبول نہ کر لیں۔ شیخ احمد نصر اسی وقت روم کو روانہ ہوئے۔ طوس پہنچے۔ سوڑوں کے گلہ کو چرانے لگے۔ اور پورے ایک سال تک خاک بانی کہتے رہے۔ راتوں کو صبح میں نکل جاتے۔ ساری رات عبادت کرتے۔ ایک سال بعد حضرت شیخ کی خدمت میں بغداد آئے۔ حضرت شیخ اپنی خانقاہ سے بارہ میل آگے بڑھ کر آپ کے استقبال کو آئے۔ بغل گیر ہوئے اور فرمایا۔ "احمد۔ تم میرے بیٹے ہو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو۔ مجھے تم نے خوش دن کر دیا ہے۔" اسی دن سے آپ کوچ کے لئے حرم شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ مکہ معظمہ میں پہنچے تو پیرانِ حرم نے آپ کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ اور بڑی شان و شوکت اور احترام سے کعبۃ اللہ میں لے گئے۔

آپ کا وصال ۵۶۵ھ میں ہوا۔

چورفت از جہان در بہشت بریں - مکرم عزیز علی بو الحسین
وصالتش یکے ہادی عارف است - وگر ہم عزیزے علی بو الحسین

آپ اعانم و کبار شایخ میں سے ملنے جاتے
 شیخ ابوالقاسم نصیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ تھے نام ابراہیم بن محمد بن حمویہ تھا۔ اور جانے
 پیدائش نیشاپور تھی۔ حضرت ابو بکر شبلی کے مرید تھے۔ ظاہری اور باطنی علوم میں ماہر تھے۔ فقہ حدیث
 تفسیر اور طریقت و حقیقت میں یگانہ روزگار تھے۔ ابو علی رودباری۔ حضرت مرتعش اور ابو بکر طاہری
 رحمۃ اللہ علیہم کی مجالس میں فیض پایا۔ آخری عمر میں مکہ معظمہ میں مجاور بن گئے۔ اور اسی منصب پر رحمت
 خداوندی حاصل کر کے وصال پایا۔

لوگوں نے آپ کو نیشاپور سے اس الزام میں باہر نکال دیا تھا۔ کہ آپ محویت کے عالم میں
 زنا باندھے۔ آتش پرستوں کے آتش کدہ کا طواف کرتے رہے۔ لوگوں نے وجہ دریافت کی تو آپ
 نے فرمایا میں اپنے مقصد حاصل کرنے کے لئے دیوانہ وار مارا مارا پھر رہا ہوں۔ میں نے کعبۃ اللہ میں
 مقصود حاصل کرنے کی کوشش کی۔ ناکام رہا۔ اب آتش کدہ میں آیا ہوں شاید یہاں سے اس کی
 ذات کا مشاہدہ حاصل ہو جائے۔

شیخ ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ نے سترج کئے۔ ایک بار مکہ مکرمہ کے بازار میں سے گزر رہے تھے
 کہ ایک ناتواں کتے کو پیاسہ اور بھوکا دیکھا۔ بڑا ترس آیا۔ دل چاہا۔ کہ اس کتے کو کچھ کھلائیں۔ مگر
 پاس کچھ نہ تھا۔ زور سے آواز لگائی۔ میں گندم کی روٹی کے بدلے چالیس حج کا ثواب بیچنے کو تیار ہوں
 ہے کوئی جو مجھے ایک روٹی دے۔ ایک شخص نے آگے بڑھ کر ایک روٹی دے دی اور چالیس حج
 خرید لئے۔ اور ایک گواہ بھی مقرر کر لیا۔ شیخ نے روٹی لی اور بھوکے کتے کو کھلا دی۔ اسی وقت ایک
 شخص نے اٹھ کر شیخ کے کندھے پر زور سے تھپڑ مارا اور کہا: "یوقوف! تم نے ایک روٹی کے بدلے
 چالیس حج بیچ دیئے ہیں۔ تمہارے باپ آدم علیہ السلام نے تو ساری بہشت کو دو دانہ گندم پر فروخت
 کر دیا تھا۔ اس ایک روٹی میں ہزاروں دانے موجود ہوں گے۔" شیخ نے یہ بات سنی تو سخت ناوم
 ہوئے۔ اور سر جھکا لیا۔

ایک بار حضرت شیخ ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ میں جبل رحمت پر قیام فرماتے تھے۔ گرمی کی

شدت کا یہ عالم تھا کہ سخت گرم لوجل رہی تھی۔ آپ کو سخت بخار نے آیا۔ آپ بخار کی شدت میں زمین پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک مرید آپ کے سر ہانے اکر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔ اگر آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو حکم فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے پانی کا ایک ٹھنڈا پیالہ درکار ہے۔ اس شخص نے ادھر ادھر نظر ڈالی۔ ہاتھ پاؤں مارے مگر ٹھنڈا پانی کہیں سے نہ ملا بڑا مایوس ہوا۔ دیکھتے دیکھتے بادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا۔ اور اللہ باری شروع ہو گئی اس کے سامنے اولوں کا ڈھیر لگ گیا۔ اس نے محسوس کیا۔ کہ یہ حضرت شیخ کی کرامت ہے۔ اپنا برتن بھرا۔ اور حضرت کے پاس لے آیا۔ آپ نے پوچھا۔ یہ ادے کہاں سے لے آئے ہو۔ اس نے سارا واقعہ سنایا اور اعتراف کیا کہ یہ آپ ہی کی کرامت ہے۔ آپ نے فرمایا میں یہ ٹھنڈا پانی نہیں پیوں گا۔ اس کے پینے سے میرے نفس میں رعونت آ جائے گی۔

ایک دن آپ مجلس میں بیٹھے گفتگو فرما رہے تھے۔ کہ ایک دراز قد نوجوان اندر آیا۔ آپ کی باتیں سنیں اور بڑا متاثر ہوا۔ چند لمحوں بعد باہر نکلا تو زور سے نعرہ مارا۔ میرا کام پورا ہو گیا۔ گھر گیا اپنی والدہ کو کہنے لگا۔ میرے لئے کفنِ دفن کا انتظام کرو۔ میں جا رہا ہوں۔ یہ کہتے ہی جان اللہ کے حوالے کر دی۔

حضرت شیخ ابو عثمان مغربی نے مدینہ منورہ میں جنت البقیع میں اپنی قبر خود ہی تیار کر لی تھی اس آرزو پر کہ مرنے کے بعد مجھے وہاں دفن دیا جائے۔ شیخ ابو القاسم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو کہا جس قبر کو آپ تے تیار کر لیا ہے۔ اس میں مجھے دفن کیا جائے گا۔ مگر آپ کو نیشاپور میں دفنایا جائے گا۔ یہ بات ابو عثمان کو ناگوار گذری۔ کچھ دنوں بات شیخ ابو عثمان کو ایک ضروری کام کے لئے بغداد جانا پڑا۔ بغداد سے ہوتے ہوتے۔ ہرات گئے اور کچھ دنوں بعد نیشاپور میں چلے گئے اور وہاں ہی آپ کا انتقال ہو گیا۔ اور نیشاپور میں دفن کر دیئے گئے۔ جو قبر جنت البقیع میں تیار کی گئی تھی۔ اس میں حضرت ابو القاسم کو دفنایا گیا۔

آپ کی وفات ۳۳۰ھ میں ہوئی تھی۔ ہمارے اس قول کی تائید صاحب نفعات الانس

اور صاحبِ سبکدہ الادویا نے بھی کی ہے۔ مگر امام یا فعی کے قول کے مطابق۔ اور مجلس الاجاز میں
 امام قشیری کے حوالے سے آپ ناس وفات ۳۶۶ھ لکھا ہے۔

شیخ ابوالقاسم کہ از انوار حق ۔ گشت روشن در جہاں مانند ماہ

سال و صلاش بہت قاسم نیک نام ۔ سالک ہادی ابوالفتاح سم نجواہ

قطب دوران ۔ رجب زمان ابوالقاسم ۔ قاسم ولی عالی جاہ

۵۳۶۰

۵۳۶۰

۵۳۶۰

آپ کو کثرت عبادت ۔ ورع اور تقویٰ کی وجہ

شیخ ابوبکر طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ :- سے طادس الحرین کا لقب ملا تھا۔ کئی سال

تک مکہ مکرمہ میں مجاور رہے۔ آپ حضرت ابوالحسین مالکی کے شاگرد تھے۔ حضرت ابراہیم کرمان شاہی

سے صحبت رکھتے تھے اور اپنی روحانی نسبت آپ سے ہی قائم رکھی۔

آپ ۳۶۶ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کی قبر مکہ معظمہ میں ہے۔

حضرت ابوبکر طرطوسی ولحی ۔ شد چو از ملک جہاں اندر جہاں

قطب ربانی است سال وصل او ۔ نیز ابوبکر سجد است اے جواں

آپ حضرت ابوالعباس سیاری رحمۃ اللہ

شیخ عبدالواحد بن علی سیاری رحمۃ اللہ علیہ :- علیہ کے شاگرد۔ مرید اور خواہر زادہ تھے

آپ کی توبہ کا واقعہ یہ ہے کہ ایک دن آپ نے صوفیہ کرام کو دعوت سماع دی۔ سماع کے دوران

ایک صوفی کو وجد آ گیا۔ اور اس عالم وجد میں وہ ہوا میں اڑنے لگا۔ اور گم ہو گیا اور پھر اسے کسی

نے نہیں دیکھا۔ اس حیرت انگیز واقعہ کو دیکھتے ہی آپ کے دل میں جذبہ عشق الہی ظاہر ہونے لگا

اپنا گھر صوفیہ کے لئے وقف کر دیا۔ اپنے مال و دولت کو اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیا۔ اور توکل۔

زہد و تقویٰ کو اختیار کر لیا۔

آپ کی وفات ۳۶۵ھ میں ہوئی۔

عبد واحد پیر بخت شیخ دین - رفت چوں در روضہ دارالسلام
سید کونین اقدس سالہ اور - ہم عیاں آمد مقدس نیک نام

۵۳۷۵

۵۳۷۵

یاری عزیز - سالک پارسا - عبد واحد سید اہل یقین بھی تواریخ وفات ہیں۔

۳۷۵

۳۷۵

۳۷۵

آپ مشائخ مصر میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ آپ کا
شیخ عبد اللہ برقی رحمۃ اللہ علیہ مولد برق متصل خوارزم تھا۔ نعت رسول - مدحت
مصطفیٰ کے ساتھ ساتھ آپ کو علوم تفسیر حدیث اور فقہ میں درجہ کمال حاصل تھا۔
ایک بار آپ بیمار ہوئے۔ آپ کے لئے شربت پیش کیا گیا۔ مگر آپ نے پینے سے انکار
کر دیا۔ فرمانے لگے۔ اللہ کے گھر میں ایک حادثہ برپا ہوا ہے۔ جب تک اسے درست نہ کر لیا
جائے۔ میں شربت نہیں پیوں گا۔ آپ نے تیرہ دن تک کچھ نہ کھایا نہ پیا۔ اس زمانہ میں قرابلی
حملہ آور دل نے حرم پاک پر قبضہ کر لیا تھا۔ بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا۔
آپ ۶۷۶ھ میں فوت ہوئے۔

شیخ عبد اللہ برقی زاہد دور زماں - آنکہ در عہدش میان کفر و دین فرق آمد است

سال ترحیلش بگو قطب جہاں اہل یقین - یکدل برقی - دو گریہ برقی آمد است

۵۶۷۶

آپ کا نام عبد اللہ بن علی طوسی تھا۔ فقیر لقب تھا۔
شیخ ابونصر سراج قدس سرہ: علوم شریعت، طریقت میں کامل و اکمل تھے۔ ریاضات
و مجاہدات میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ آپ کی قابل قدر تصانیف آپ کی بیعت علی اور روحانی
کی آئینہ دار ہیں۔ کتاب لمعہ نے تو خصوصی طور پر تصوف میں اپنا مقام پیدا کیا۔ آپ شیخ
ابو محمد ترعش رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت روحانی رکھتے تھے۔

شیخ ابونصر جب بغداد میں وارد ہوئے۔ تو ماہ رمضان تھا۔ آپ مسجد شونیزریہ میں گوشہ گزین

وگئے۔ اور درویشوں کی امامت آپ کے حوالے ہو گئی۔ ہر رات نماز تراویح میں پانچ قرآن شریف تم کیا کرتے تھے۔ آپ کا خادم رات کو ایک سو کی روٹی پکالاتا اور آپ انطاری فرماتے عید کے دن آپ نے امامت فرمائی۔ لوگوں نے دیکھا کہ آپ کے حجرے میں تیس روٹیاں جوں کی توں پڑی ہوئی تھیں۔

ایک رات چند حضرات آپ کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ سر دیوں کی راتیں تھیں۔ آگ جل رہی تھی۔ توجید و معرفت کی باتیں ہو رہی تھیں۔ شیخ اچھے مزاج میں تھے۔ اسٹے۔ اور آگ میں جا کر سوئے۔ اور آگ پر ہی مصیٰ بچھا کر نماز ادا کرنا شروع کر دی۔ بعد سے سراٹھایا تو آپ کا ایک بال بھی نہیں جلا تھا۔

آپ نے اپنی زندگی میں ہی فرمادیا تھا۔ کہ میرے مزار کے سامنے سے جو جنازہ گزرے گا بچنا جائے گا۔ اب تک یہ رسم جاری ہے۔ کہ لوگ آپ کے مزار کے سامنے سے جنازہ لیکر گزرتے ہیں۔ آپ ۳۷ھ میں فوت ہوئے۔ ایک اور قول کے مطابق ۳۷ھ میں وفات پائی۔ ہماری تحقیق میں دوسری تاریخ وفات صحیح ہے۔

مقدائے زمانہ شیخ کبیر - شیخ بو نصر سادی دو جہاں
سال وصلش سراج اقطاب است - ہم رقم کن سراج اوج جہاں

۵۳۷۸

۵۳۷۷

آپ کا اسم گرامی جعفر بن احمد بن محمد تھا۔ نیشاپور
شیخ ابوالقاسم روزی قدس سرہ کے رہنے والے تھے۔ ابن عطاء محمد بن الجوارى -
ابو علی رودباری کی مجالس میں بیٹھے تھے۔ اپنے والد سے بہت سال درشہ میں ملا۔ تمام کا تمام
صوفیہ میں تقسیم کر دیا۔ جب انتقال ہوا۔ تو ایک گودڑی کے بغیر کوئی چیز نہ تھی۔

مشائخ اقلیم سے فرمایا کرتے تھے۔ کہ شیخ ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چار چیزیں تھیں
جمال باکمال۔ (ظاہری بھی اور باطنی بھی) زہد تقویٰ بے پناہ مال و دوست۔ اور پھر سخاوت میں

کھلا ہوا ہاتھ۔

آپ نے ۵۳۷ھ میں وفات پائی۔

زاہد مستقی ابو الفتاح سم - اہل جاہ و سخی ابو الفتاح سم

سال و صلش چو جستم از دل خود - گفت کامل ولی ابو الفتاح سم

محمد ابن ابراہیم بن یعقوب کلا آبادی نام تھے۔

شیخ ابو بکر کلا آبادی رحمۃ اللہ عنہ :- بخارے کے رہنے والے تھے۔ کتاب تعرف

آپ کی معروف تصنیف ہے۔ مشائخ عظام فرماتے ہیں۔ اگر تعرف نہ ہوتی۔ تو تصون سے بالکل ناواقفیت رہتی۔

آپ نے بروز جمعہ ۱۹ جمادی الاول ۵۳۸ھ کو وفات پائی۔

چول ابو بکر ابن ابراہیم پیر - از جہاں در زید و رحمت مقام

رحلتش سلطان بو بکر آمد - ہم بگو بو بکر محسوب نام

۵۳۸۰

۵۳۸۰

نام اقبال۔ لقب طاؤس الحرمین۔ کنیت ابو الخیر ابتدائی

شیخ ابو الخیر حبشی قدس سرہ :- عمر میں آپ ایک حبشی غلام کی حیثیت سے جرجان کے

ایک امیر کے ہاں رہتے تھے۔ جب آپ کے مالک نے آپ کو عبادت گزار پایا۔ تو فرمایا کرتے۔ کہ

تہیں جس چیز کی ضرورت ہو مالک لیا کرو۔ مگر آپ نے کبھی بھی اپنی ضرورت کو پیش نہ کیا۔ ایک

دن اس امیر آدمی نے نہایت اصرار اور عقیدت سے کہا۔ آپ مجھے ضرور کسی خدمت کا موقع دیں

شیخ ابو الخیر نے کہا۔ اگر یہ بات ہے تو پھر مجھے خالصتاً لوجہ اللہ آزاد کرو۔ مالک نے کہا جیت

یہ ہے کہ میں نے کئی سال سے آپ کو آزاد کر دیا ہوا ہے۔ میں آپ کا غلام ہوں۔ اور آپ میرے

آقا ہیں۔ آپ اسی دن بغداد کو روانہ ہوئے کہ ایک ولی کامل کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس

ولی کامل نے آپ کو دیکھ کر فرمایا۔ میں ایک عرصہ سے آپ کا منتظر تھا۔ اپنا روحانی حصہ لے کر

حجاز مقدس کو چلے جاؤ۔ اور آج سے تمہارا لقب طاؤس الحرمین ہو گا۔ حضرت ابوالخیر حرم پاک میں آ گئے۔ اور پچھلے ساٹھ سال مجاوری کی۔ آپ نے اس ساٹھ سالہ زندگی میں نہ تو کسی سے کوئی چیز طلب کی۔ نہ کسی کے سامنے اپنی ضرورت کو پیش کیا۔ نہایت تنگدستی سے وقت گزارا۔ اگر بہ تقاضائے بشریت کہیں سے کوئی چیز طلب کرتے تو آواز آتی۔ تمہیں شرم نہیں آتی۔ سجدہ میرے سامنے کرتے ہو۔ تو ہاتھ غیر کے سامنے پھیلاتے ہو۔

آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کے سامنے حاضر ہوئے تو عرض کرتے
 اَسْلَامٌ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ الثَّقَلَيْنِ، روضہ مبارکہ سے آواز آئی: "عَلَيْكَ
 السَّلَامُ يَا طَاوُسَ الْحَرَمِيِّينَ"

آپ کی وفات نفحات الانس کے مطابق ۵۳۸۳ھ میں ہوئی۔ مگر اخبار الادبیا کے مؤلف نے آپ کا سال وفات ۵۳۸۴ھ لکھا ہے۔

شیخ حبش خواجہ اقبال پیر - مصدر حق مظہر اجلال بود
 سال وصلش حبش یک دل بگو - نیز مستبول جہاں اقبال بود

۵۳۸۳

۵۳۸۳

طاؤس حرمین اور میر اقبال سے بھی تواریخ وفات آتی ہے۔

۵۳۸۳

۵۳۸۳

آپ کی کنیت ابو علی مثنیٰ۔ بغداد کے متقدمین اجلہ
 شیخ ابراہیم منسوبی رحمۃ اللہ علیہ مشائخ سے مانے جاتے تھے۔ شیخ سرری سقطی
 رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہتے تھے۔ نفحات الانس میں لکھا ہے کہ آپ ہر سال ایک
 کھلے پیراہن میں یا پیادہ اور پابرہن حج بیت اللہ کو جاتے تھے۔ بخارا سے مکہ شریف تک صوف
 ایک سیب بطور خوراک کھاتے۔ اور کچھ نہ کھاتے تھے۔ ماہ شعبان ۵۳۸۶ھ میں واصل
 بحق ہوئے۔

شیخ دین مقتدا اہل کمال - صاحب حال و متال ابراہیم

سرور از سال ترحیلش بگو نیز گواہی حاصل کمال ابراہیم

آپ کا اسم گرامی محمد بن احمد بن اسماعیل بن
 شیخ ابوالحسین بن سمعون قدس سرہ :- سمعون تھا۔ مشائخ میں ناطق کے خطاب سے
 شہور تھے۔ اور ابن سمعون سے نہرت رکھتے تھے۔ آپ حضرت شیخ شبلی کے ہم عصر تھے اور بغداد
 کے مقتدر مشائخ میں مانے جلتے تھے۔

ایک دن آپ مسجد میں وعظ فرما رہے تھے۔ ایک درویش آپ کے منبر کے پایہ کے ساتھ
 بیٹھا تھا۔ سو گیا۔ آپ بھی وعظ کرنے سے رک گئے۔ درویش بیدار ہوا تو آپ نے اسے مخاطب
 کرتے ہوئے کہا: تم خواب میں رسول خدا کی زیارت سے مشرف ہوئے ہو۔ میں بھی اؤبا وعظ
 بیان کرنے سے خاموش ہو گیا تھا۔ جب تک تمہاری خواب کھل نہیں ہوتی میں خاموش رہا ہوں
 آپ کی ولادت ۳۲۵ھ میں ہوئی تھی۔ اور وصال بروز جمعہ ۱۵ ذیقعدہ یا ذوالحجہ ۳۸۶ھ
 میں ہوا۔ وفات کے بعد آپ کو کسی وجہ سے اپنے ہی گھر میں دفن کر دیا گیا ۳۹ سال بعد لوگوں
 نے آپ کو قبرستان میں دفن کرنا چاہا۔ قبر کھودی گئی۔ تو آپ کا کفن اور جسم اسی طرح تازہ اور
 صحت مند تھا۔ گویا ابھی ابھی فوت ہوئے ہیں اور نیا نیا کفن پہنا ہے

جناب شیخ سمعون ابوالحسین است - امین و مامن و ہادی و مامون

مکرم سال تولیدش عیاں شد - دل سرور چو جنت از طبع موزوں

بگو سمعون ناطق سال وصلش

۵۳۸۶

مجان مہدی امجد ابن سمعون

۵۳۸۶

ناطق دلی سود - شاہ عطا - ساک حق ابوالحسین - امجد دلی اللہ سمعون

۵۳۸۶

۵۳۸۶

۵۳۸۶

۵۳۸۶

آپ مکہ میں پیدا ہوئے
شیخ ابوطالب محمد بن علی بن عطیہ الحارثی المکی قدس سرہ۔ شیخ عارف ابوالحسین
 محمد بن ابی عبداللہ احمد بن سالم البصری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے۔ شیخ ابوالحسین اپنے والد
 ابو عبداللہ بن احمد بن سالم کے مرید تھے اور وہ اپنے والد عبداللہ تیسری رحمۃ اللہ علیہ کے
 مرید تھے۔ تصوف کی مشہور کتاب **توت العلوب** شیخ ابوطالب نے تصنیف کی تھی۔ مشائخ طریقت
 فرماتے ہیں کہ دنیائے اسلام میں رموز طریقت پر اس پائے کی کوئی کتاب نہیں ہے جو اسرار الہی
 کو بیان کرتی ہو۔

آپ کی وفات بقول نفحات الانس ۳۸۶ھ ہے۔ مگر مخزن الاسرار میں سال وفات
 ۳۸۶ھ لکھا ہے۔

شیخ ابوطالب شہ مطلوب حق - پیر کی مقتدا و متقی
 مرد طالب اہل دین شد وصل او - ہم عیاں شد مہربان طالب ولی

۳۸۶ھ

۳۸۶ھ

محمد بن ابراہیم الصوفی السوسی رحمۃ اللہ علیہ شام
شیخ ابوبکر سوسی قدس سرہ۔ میں پیدا ہوئے۔ شیخ عمود احمد کوتانی رحمۃ اللہ علیہ
 سے روحانی نسبت قائم ہوئی۔ نفحات الانس میں لکھا ہے کہ ایک رات شیخ ابوبکر سماع کی
 مجلس میں بیٹھے تھے۔ ایک مطرب نے یہ شعر پڑھا۔

الْقَدَمُ أَخْوَالِنِ الصَّدَقِ مِنْهُمْ نُبُتٌ - مَنِ الْمَوَدُّتِ لَمْ يُعْدَلْ بِرِئَابِئِ
 یہ شعر سنتے ہی شیخ اور اہل مجلس وجد میں آگئے۔ مطرب اور بدل بھی بے ہوش ہو گئے۔
 مطرب نے تو حضرت شیخ کے مصلے پر قے کر دی۔ حضرت شیخ نے فرمایا جس بوریے پر مطرب نے
 قے کی ہے۔ اس میں پیٹ کر اسے ایک کونے میں لٹا دو۔ صبح ہوئی تو مطرب ہوش میں آیا۔
 اپنے آپ کو ایک بوریے میں پڑا پایا۔ چلا آیا۔ اور کہا مسلمانو! یہ کیا حالت ہے؟ ایک شخص

آگے بڑھا۔ اور مطرب کو بوریے سے باہر نکالا۔ حضرت شیخ کے سامنے آیا۔ اپنا سارا ساز توڑ دیا۔ اور توبہ کر لی۔ مرقع فقر پہنچا۔ اور حضرت شیخ کے مریدوں میں داخل ہو گیا۔ حضرت شیخ کی وفات کے بعد سجادہ شریف پر بیٹھا۔ اس مطرب کا نام بقول شیخ عبد اللہ انصاری رحمہ اعلیٰ تھا۔ حضرت شیخ ابو بکر سوسی نے ۷۸۶ھ میں وفات پائی۔

پیر موسیٰ کہ بود شیخ جہاں - داشت با ذکر و فکر مانوسی
میسر سوسی ست سالِ حلت او - نیز بو بکر ہادی سوسی

۵۳۸۶

۵۳۸۶

حضرت شیخ ابو بکر سوسی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے ایک سال بعد یعنی ۳۸۶ھ میں ہفتم ماہ شعبان سلطان امیر ظہیر الدین بکتگین بادشاہِ غزنی بیس سال حکومت کرنے کے بعد چھیاٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اس بادشاہ کے ضمناً اور مختصر حالات درج کرنے ضروری ہیں۔ مورخین نے حضرت بکتگین کے حالات لکھتے ہوئے لکھا

بکتگین بادشاہِ غزنی - ہے کہ بکتگین ترک زادہ تھا۔ اور ایران سے تعلق رکھتا تھا۔ حوادثِ زمانہ نے آپ کو عزبت کا شکار بنا دیا۔ اپنی بکتگین بادشاہ نے آپ کو خرید لیا اور کچھ عرصہ زیر تربیت رکھ کر اعلیٰ فرائض کی بجا آوری پر مامور کر دیا۔ اسحاق بن اچگین کی وفات کے وقت اس کا کوئی وارث جانشینی کے قابل نہیں تھا۔ بکتگین کا نکاح اپنی بکتگین کی لڑکی سے ہو گیا تھا۔ اس طرح بادشاہ کے داماد کی حیثیت سے تخت نشین ہو گیا۔ اتفاقاً پہلے سال ہی ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ راجہ جیپال نے لاہور میں مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھا گیا۔ لاہور فتح کرنے کے بعد ملتان کو فتح کیا۔ بہت سا مال غنیمت فوج میں تقسیم کیا۔ دوسری بار جب حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ تو راجہ لاہور غزنی میں پہنچا۔ اور خراج دینا قبول کر لیا۔

راجہ جیپال کچھ عرصہ کے بعد مقابلہ میں اتر آیا۔ ہندوستان کے دوسرے راجے بھی اس کے ساتھ مل گئے۔ سخت لڑائی ہوئی۔ مگر سب کے سب شکست کھا گئے۔ اور میدان جنگ

سے بھاگ نکلے۔ آخر کار راجہ جیپاں نے شکست تسلیم کرتے ہوئے۔ خراج دنیا قبول کر لیا۔
ناصر الدین بکتگین بیس سال تک حکمرانی کرتا رہا۔ بادشاہ کا وزیر باندہیر ابو العباس فضل بن احمد
تھا۔ سن وفات ناصر الدین بکتگین کا یوں ہے۔

رفت از دنیا چو درخند برین - ناصر الدین بادشاہ اہل دین
شد عیاں فرو زمانہ رحلتش - گشت پیدا نیز سید بادشاہ

۵۲۸۷

۵۳۸۷

آپ کا اسم گرامی عبد الصمد بن عمر
شیخ ابوالقاسم دینوری واعظ قدس سرہ بن اسحاق تھا۔ فقہ و حدیث کے
امام تھے۔ زہد و تقویٰ میں یگانہ روزگار۔ اور مجاہدہ میں معروف تھے۔ آپ کا ذریعہ معاش
یہ تھا کہ طبیبوں اور عطاروں کی دوائیاں کوٹ کر روزی کمایا کرتے تھے۔ آپ کی وفات
بروز منگل مورخہ ۲۴ ماہ ذوالحجہ ۳۹۷ھ کو ہوئی تھی۔ آپ کا مزار پڑانوار حضرت امام احمد بن
حنبل رضی اللہ عنہ کے مزار کے پہلو میں ہے۔

شیخ ابوالقاسم چو از عالم برفت - سال وصل آں شہ کون و مکان
ہست محبوب زمان عبد الصمد - نیز ابوالقاسم ولی عالی بدایں

۵۳۹۷

۵۳۹۷

آپ ہرات کے عظیم مشائخ میں سے تھے۔ آپ
خواجہ یحییٰ بن عمار شیبانی قدس سرہ بن عبد اللہ بن خنیف کی صحبت میں وقت گزارنے
تھے۔ سب سے پہلے ہرات میں جو شخص علم تصوف، رسوم و فیہ اور انبار سنت وہ آپ کی شخصیت
تھی۔ چنانچہ قاضی ابو عمر بٹامی رحمۃ اللہ علیہ ہرات میں آئے۔ حضرت خواجہ یحییٰ کی مجالس میں حاضر
دی۔ تو کہنے لگے۔ میں مشرق و مغرب کے تمام ممالک میں گیا ہوں۔ مگر میں نے ہرات میں دین
کو تازہ پایا۔ اور یہ حضرت شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

آپ کی وفات ۱۳۰۲ھ میں ہوئی۔

رفت زین عالم چو یحییٰ زندہ دل - عقل بہر سال نقل آنجوان
گفت عابد نامور یحییٰ بگو - نیز یحییٰ قطب ربانی بخوان

۵۴۰۲

۵۴۰۲

حسن بن دقاق اپنے وقت کے شیخ نقوف اور امام

شیخ ابو علی دقاق قدس سرہ :- شریعت تھے۔ ریاضت و عبادت توکل و کرامت

میں روحانیت کی علامت تھے۔ آپ ابوالقاسم نصیر آبادی قدس سرہ کے مرید تھے۔ وقت کے بہت سے مشائخ کو دیکھا تھا۔ اور ان کی خدمت میں وقت گزارا تھا۔ لوگ آپ کو شیخ نوہ گو کہا کرتے تھے کیونکہ آپ نہایت درد مندی سے گریہ کرتے۔ اور بڑے ذوق و شوق سے آہ و زاری کرتے تھے۔ ساری عمر زمین پر پست لگا کر نیند نہیں کی۔ ہر سال اپنی سکونت تبدیل کر دیتے۔ اور فیضانِ روحانیت عام کرتے۔ حضرت ابوالقاسم قریشی آپ کے داماد تھے۔ اور آپ سے ہی نسبت روحانی رکھتے تھے۔ انہوں نے آپ کی مجالس کے ملفوظات جمع کئے تھے۔

شیخ علی مخدوم بھویری رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں لکھتے ہیں کہ ایک بار ایک شخص آپ کی

مجلس میں حاضر ہوا۔ اور توکل کے معانی دریافت کیے۔ آپ اس وقت ایک ریشمی عمامہ زیب سر کئے بیٹھے تھے۔ اس سائل کا دل اس عمامہ پر بڑا مائل ہوا۔ مگر آپ سے توکل کے معنی دریافت کرتا رہا۔ آپ نے فرمایا۔ توکل یہ ہے۔ کہ دوسروں کی پگڑیوں پر نگاہ نہ رکھی جائے۔ یہ کہتے ہوئے آپ نے اپنی پگڑی اتاری اور سائل کے سر پر رکھ دی۔

ایک بار آپ کے پاس کپڑے نہ تھے۔ برہنہ حضرت عبد اللہ عمر رضی اللہ عنہ کی خانقاہ

میں حاضر ہوئے۔ کسی نے آپ کو پہچان لیا۔ لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ بزرگوں نے التجا کی کہ

آپ وعظ فرمائیں۔ حضرت شیخ منبر چلوہ فرما ہوئے۔ دائیں جانب دیکھتے ہوئے فرمایا۔ اللہ اکبر

پھر بائیں جانب دیکھتے ہوئے فرمایا۔ اللہ خیر والقی۔ پھر آپ قبلہ رو ہو کر فرمانے لگے۔ رضوان اللہ

واللہ اکبر۔ آپ کے اس قول پر حاضرین پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی۔ مجمع میں ایک شور برپا ہوا
کئی لوگ جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ آپ اسی وقت منبر پر سے نیچے آئے۔ اور مسجد کے دروازے سے
نکل کر باہر چلے گئے۔ اس دن کے بعد آپ کو کسی نے نہیں دیکھا۔

ایک اور روایت میں یوں لکھا ہے۔ کہ آخرین عمر میں آپ اپنے مکان کی چھت پر جا کر کھڑے
ہو جاتے۔ دل کے درد کے سبب وہ عام دنیا کی چیزوں سے کنارہ کش ہو گئے تھے۔ سورج کی
طرف منہ کر کے فرماتے۔ اے سرگردانِ بادیہ ملکیتِ امر و ذلتِ تیرا یہ سفر کیسے گزرا ہے۔ تم نے کائنات
ارضی کے درد مندوں کو دیکھا ہو گا۔ میرے جیسے اندوگیں کو کہیں دیکھا ہے۔ اور دنیا کے زیور و زبر
ہونے والے لوگوں میں سے میرے جیسا انسان دیکھا ہے۔ اس قسم کی ہزاروں باتیں کرتے رہتے
حتیٰ کہ آفتاب غروب ہو جاتا۔

آپ ماہ ذیقعدہ میں ۵۲۰ھ میں فوت ہوئے۔

رفت چوں زین جہاں بخلد بریں - شیخ وفاق عاشق مشتاق

ہست تاریخ رحلت آن شاہ - زاہد دین ابو علی وفاق

آپ کا اسم گرامی محمد بن حسین بن محمد بن موسیٰ

شیخ عبد الرحمن سلمیٰ قدس سرہ سلمیٰ تھا۔ آپ کی دو کتابیں تفسیر حقائق اور

طبقات مشائخ۔ یادگار زمانہ ہیں۔ ان تصانیف کے علاوہ اور بہت سی کتابیں آپ کے قلم سے
نکلیں۔ بعض محققین نے لکھا ہے کہ آپ نے ایک نثر سے زائد کتابیں تصنیف کی تھیں۔

آپ حضرت شیخ ابوالقاسم نصیر آبادی قدس سرہ کے خلیفہ بھی تھے اور مرید صادق بھی

حضرت ابوالقاسم شیخ شبلی کے مرید تھے۔ حضرت شیخ ابوسعید قدس سرہ اپنے شیخ میر ابو الفضل

رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ کی صحبت میں آئے۔ اور تکمیل حاصل کر کے فرقہ خلافت

سے مشرف ہوئے۔

آپ کی وفات ۵۲۳ھ میں ہوئی۔

رفت چول آخر بہ فردوس ہیں - از جہاں سلمیٰ محمد بن حسین
 پیر منعم ہست سال وصل او - ہم بخواں سلمیٰ محمد بن حسین
 آپ کا اسم گرامی حسن تھا۔ ایک اور قول کے مطابق
 شیخ ابو سعید مالینی قدس سرہ: احمد بن محمد بن اسماعیل بن حفص تھا۔ ہرات کے
 قریب ایک موضع مالین میں پیدا ہوئے۔ علوم فقہ۔ حدیث اور تفسیر میں یگانہ روزگار
 تھے۔ علوم طریقت اور حقیقت میں آپ نے اکناف عالم کی سیر کی۔ بہت سے مشائخ کی
 صحبت سے فیض پاتے رہے۔

آپ کی وفات بھی ۴۱۲ھ میں ہوئی تھی۔

رفت چول سعید از عالم - سال تاریخ آن شہ دینی
 حق طلب قطب بو سعید بگو - ہم حسن بو سعید مالینی
 آپ کا اسم گرامی علی بن عبداللہ بن حسین
 شیخ ابوالحسن ہبضم ہمدانی قدس سرہ: بن جہنم ہمدانی تھا۔ بہت بڑے بزرگ
 تھے۔ شیخ طریقت تھے۔ حضرت شیخ کوبی کے مرید تھے۔ جعفر خلدی سے بھی فیض پایا تھا۔
 حرم پاک میں امام رہے۔ آپ کی ایک تالیف مسمیٰ یہ بھجۃ الاسرار تھی۔ اس میں صوفیہ کی حکایات
 احوال۔ مقامات اذکار و کرامات تفصیل سے لکھے گئے ہیں۔ اسی نام کی ایک اور مشہور کتاب
 بھجۃ الاسرار ہے۔ جس میں صرف جناب غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے کلمات
 خوارق اور کرامات درج ہیں۔ مگر یہ کتاب خواجہ شہاب الدین ہروری کی تصنیف ہے برا
 حضرت شیخ ابوالحسن نے ۴۱۲ھ میں وفات پائی۔

بو الحسن آن شیخ محبوب خدا - بود در چشم جہاں چوں نور عین

سال ترحیلش عیاں شد از فرد - بو علی محبوب ہمدانی حسین

آپ کا اسم گرامی محمد بن فضل بن طاقی سستانی
 شیخ ابو عبد اللہ طاقی قدس سرہ ابہر دی تھا۔ آپ موسیٰ بن عمران صیرنی قدس سرہ
 کے مرید تھے۔ علوم ظاہر و باطن میں کامل اور زہد و تقویٰ میں مکمل تھے۔ آخرین عمر میں آنکھوں
 کی بینائی سے محروم ہو گئے۔ اس حالت میں بھی آپ سے ہزاروں کرامات ظاہر ہوتی تھیں وہ
 آنکھ والوں سے ہر حالت میں آگے رہے آپ کی زبان حق ترجمان سے جو کچھ نکلتا اللہ تعالیٰ
 اسے پورا فرمادیتے تھے۔

آپ ۴۱۶ھ میں فوت ہوئے۔

چورحلت کردین دنیاے فانی - جناب شاہ عالی جہا طاقی
 دصالح اہل دین اہل یقین طاق - ہم اہل حسن عبد اللہ طاقی

۴۱۶ھ

۴۱۶

اسم گرامی محمد بن علی داستانی تھا۔ لقب

شیخ ابو عبد اللہ داستانی قدس سرہ شیخ المشائخ پایا۔ آپ کی نسبت تین واسطوں
 سے شیخ عمر بظامی جو حضرت شیخ بایزید بظامی رحمۃ اللہ علیہ کے خواہر زادہ اور خلیفہ تھے سے ملتی
 ہے حضرت ابو الحسن خرقانی کے اجاب میں سے تھے۔ ظاہری اور باطنی علوم میں ماہر تھے۔ شیریں کلام
 اور خوش بیان تھے۔

حضرت داتا گنج بخشؒ اپنی کتاب کشف المحجوب میں لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت شیخ ہستی سے
 جو آپ کے اجاب میں سے تھے۔ سنا ہے کہ ایک دفعہ بظامی میں مگرہی کا طوفان اٹھ آیا۔ مگرہی تمام
 درخت اور فصلیں چاٹ گئی۔ اور بظامی کے نواح و مضافات مگرہی کے لشکروں سے سیاہ ہو گئے
 لوگ چلا اٹھے۔ اس طرح ہر طریقہ سے مگرہیوں کو اڑا رہے تھے۔ حضرت شیخ نے دریافت کیا کہ
 یہ کیا شور و غوغا ہے۔ لوگوں نے مگرہی کے بارے میں بتایا۔ تو آپ چھت پر آئے اور آسمان کی
 طرف نظریں اٹھائیں۔ مگرہی کا لشکر زمین سے اڑنے لگا۔ اور دیکھتے دیکھتے زمین خالی ہونے لگی۔ چند

لموں بعد بسطام کی زمین صاف ہو گئی۔ فصیلس اور درخت محفوظ ہو گئے۔

آپ ماہ رجب ۱۲۱۶ھ میں فوت ہوئے۔

شہچو از دنیا بفرزدکس بریں - شیخ حق آگاہ محمد بن عسلی

یار حق محمود سالش داں دینز - ہادی عبد اللہ محمد بن علی

۵۲۱۶

۵۲۱۶

آپ بہت بڑے بزرگ اور امام تھے عالم علوم
شیخ ابو منصور اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ - ظاہری اور باطنی تھے۔ دقائن و حقان کے
 واقف تھے۔ جنلی مسلک پر کار بند تھے۔ حضرت شیخ احمد کوکانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ ایک عرصہ
 تک آپ کی صحبت میں رہے۔

آپ کی وفات ۱۲۱۸ھ میں ہوئی۔

رفت چوں زین وہر درخند بریں - شاہ یو منصور منصور جہاں

سال ترحیش رقم شد از قلم - زبدۃ کامل امام اصفہان

آپ علوی سادات عظام میں سے تھے۔ حضرت
شیخ مسعود غازی شہید قدس سرہ - محمد عینیغہ بن علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت سے سلسلہ

نسب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔ آپ کے والد میر ساہو بن عطاء اللہ علوی تھا آپ

کی والدہ ماجدہ ستر معلی سلطان محمود بکتگیں غزنوی کی بیٹی تھیں۔ آپ کا اسم مبارک میر مسعود تھا۔

دہلی کے نواح میں آپ کا نام پیر علیم مشہور تھا۔ دیاخرا سلان میں رجب سالار سے مشہور تھے بعض

مقامات پر میاں غازی اور میاں بالی کے ناموں سے پکارے جاتے تھے۔ بالا پیر اور تہیل پیر آپ

کا ہی لقب تھا۔ آپ کا لقب مبارک سلطان الشہید اور سید الشہید تھا۔ اہل تصوف کا اس بات

پر اتفاق ہے کہ آپ کی شہادت کے بعد جو بھی شہادت کے رتبہ پر نازن ہوا۔ تو آپ کی اتباع

میں شہید ہوا۔

آپ خواجہ محمد چشتی اور ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہما کے ہم عصر تھے بعض کتابوں میں آپ کو خواجہ حسن بخاری، خواجہ بزرگ معین الدین اجمیری کا ہم عصر لکھا ہے۔ اور آپ کے خادموں میں شمار کیا ہے ہمارے نزدیک اس بات میں سبائی نظر نہیں آتی۔ مرآة سکندری میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خواجہ مسعود غازی کو مادر زاد اولیٰ پیدا فرمایا تھا۔ ظاہری معاملات دنیا میں مصروف ہونے کے باوجود احوال باطنی میں مشغول رہتے تھے۔ معارج الولاہیت کے مصنف لکھتے ہیں۔ کہ جب مظفر خان حاکم ہرمزار حداثہ روزگار کی وجہ سے پریشان ہوا۔ تو اجمیر کے قلعہ میں فرود کش ہوا۔ ہندوستان کے زمیندار چاہتے تھے کہ مظفر خان کو اس قلعہ سے باہر نکال دیا جائے۔ اس نے محمود غزنوی کو پیغام بھیجا کہ اس کی امداد کے لئے آئے۔ سلطان محمود غزنوی ۹ ذوالحجہ ۴۰۱ھ نے اپنے میرساہو سپہ سالار علوی کو ایک لشکر جبار دے کر تھار سے روانہ کیا۔ کہ وہ مظفر خان کی امداد کو پہنچے۔ میرساہو اجمیر میں پہنچا۔ تو اس وقت مظفر خان سے مل کر اپنے دشمنوں سے جنگ میں مصروف ہو گئے۔ فتح یاب ہو کر اجمیر کے گرد و نواح کے علاقوں پر قابض ہو چکا تھا۔ امن و امان قائم ہونے پر آپ نے اپنی بیوی ستر معنی کو غزنی سے اجمیر بلا لیا۔ چنانچہ میرسعود غازی اجمیر میں ہی بتاریخ ۲۱ رجب المرجب ۴۰۵ھ کو پیدا ہوئے۔ یہی شعور کو پہنچے کمالات ظاہری اور باطنی سے آراستہ ہوئے۔

حضرت سلطان محمود غزنوی بذات خود ۴۰۵ھ میں فتوح متوجہ ہوئے، تو راستہ میں دامن کوہ کشمیر میں قیام کیا۔ اور قلعہ گلچند کو فتح کیا۔ اور کابل میں اپنا نائب مقرر کر کے واپس غزنی چلے گئے۔ دادی کشمیر کے زمینداروں نے چوڑھائی کوہ کے قلعہ گلچند کے محافظوں اور کابل کو قتل کر دیا۔ چنانچہ محمود غزنوی نے پھر اپنے سپہ سالار میرساہو علوی کو حکم دیا۔ کہ وہ اجمیر سے نکل کر حکومت کابل کے انتظام کو درست کریں۔ آپ اجمیر کی بجائے کابل میں قیام پذیر ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد محمود غزنوی نے سومات کے حملہ کی تیاری شروع کی۔ اس زمانہ میں حضرت میرسعود غازی ایک ابھرتے ہوئے نوجوان تھے۔ میرساہو نے اپنے اس نوجوان بیٹے کو کئی ہزار نوجوانوں کی سرکردگی میں سلطان کی مہم میں شرکت کرنے کے لئے بھیجا۔ آپ نے اس مہم میں بڑی جرات کا مظاہرہ کیا۔ محمود غزنوی اس فوجی نوجوان کے حسن انتظام

سے بے حد متاثر ہوا۔ سونات فتح ہوا۔ سونات کے بت کو محمود غزنوی نے اپنے ساتھ اٹھایا تاکہ اس کے بعد ہندوؤں کو اس بت پرستی سے محروم کر دیا جائے۔ محمود غزنوی نے اس بت کو مسجد غزنی کے سامنے پھینک دیا۔ اس لشکر میں میر مسعود غازی اپنی فوج کے ساتھ غزنی میں آئے تھے۔ ہندوستان کے کافروں کے پیغام رساں محمود غزنوی کے وزیر اعلیٰ خواجہ حسن بہمندی کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست گزار ہوئے۔ کہ سلطان غزنوی کو آمادہ کریں۔ کہ وہ ہمارے اس معبد بت کو اس طرح ذلیل نہ کرے۔ اور اسے عبادت کے لئے ہمیں لوٹا دے۔ ہم اس بت کے وزن کے برابر خالص سونا دینے کو تیار ہیں۔ خواجہ حسن بہمندی اس خطر معاوضے پر راضی ہو گئے۔ اور سلطان محمود کی خدمت میں گزارش لے کر اٹھ گئے۔ اتفاق سے حضرت میر مسعود غازی بھی دربار میں موجود تھے۔ آپ جرات سے اٹھے اور فرمانے لگے۔ کیا وزیر اعظم چاہتے ہیں۔ کہ قیامت کے دن آذر کو بت تراش پکارا جائے اور محمود غزنوی کو بت فروش کہا جائے؟ آج تک سارے ہندوستان میں اور عالم اسلام میں سلطان محمود کی شہرت بت شکن ہے۔ پھر لوگ سلطان بت فروش کہہ کر پکاریں گے۔ وزیر اعظم کی یہ سکیم تو پوری نہ ہوئی۔ مگر اس نوجوان کی تقریر سے وزیر اعظم کبیدہ خاطر ہو گیا۔ اور اس کی دلی خواہش تھی۔ کہ اسے کسی طرح اپنے انتقام کا نشانہ بنایا جائے۔

سلطان محمود اس صورت حال سے واقف تھا۔ ایک دن حسن بہمندی کی دل جوئی کے لئے سلطان نے خواجہ مسعود سالار کو علیحدہ طلب فرمایا اور مسعود غازی کو مشورہ دیا۔ کہ آپ کے والدین کاہر میں تمہارے منتظر ہیں۔ تم وہاں پہنچو۔ اور کچھ عرصہ کے لئے آرام کرو۔ شکار کھیلو۔ جب کسی مہم کی ضرورت پڑی۔ تمہیں بلا لیا جائے گا۔ چند دن بعد اپنے سپہ سالار افواج مہکائیل کو اپنا وزیر اعظم مقرر کر دیا۔ اور کہا مجھے خواجہ حسن بہت پسند ہیں۔ مگر بت فروش کی تصویب میں لانے والے سلطنت غزنویہ کے لئے مفید نہیں ہیں۔ حضرت مسعود غازی غزنی سے روانہ ہو کر ہندوستان آئے۔ اور اپنے والدین کے پاس پہنچے۔ کچھ عرصہ کے بعد کئی ہزار لشکر کو لے کر ملتان کی شورش کو ختم کرنے کے لئے ملتان آئے۔ وہاں سے پاک پٹن ہوتے ہوئے دہلی گئے۔ اور پھر قنوج میں قیام پذیر ہوئے۔ دریائے گنگا

امیر جنگ میکائیل کو وزارت کا قلمدان سنبھالنے کا اعلان فرما دیا۔ حضرت امیر مسعود میرٹھ کے علاقوں کی فتوحات کے بعد قنوج پر حملہ آور ہوئے۔ اس علاقے کے زمینداروں نے مل کر آپ سے مقابلہ کیا۔ اس سلسلے علاقہ میں ان جنگوں سے جو تباہی آئی۔ اس کے نتیجے میں قنوج سے لے کر اودھ تک تھوڑا سا علاقہ محفوظ اور آباد رہا۔ قنوج کی سلطنت ان دنوں راجہ جیپال کے پاس تھی۔

اسی مہم کے دوران آپ کے چچا سید سیف الدین کو رخصت کر کے ایک لشکر کی سربراہی میں براہِ پنج کی طرف روانہ کیا۔ آپ کے ساتھ میر نصر اللہ جو اپنی قوم کے سپہ سالار تھے آپ کی مدد کے لئے ساتھ روانہ کیا۔ میاں رجب جو آپ کے رازدار اور کوتوال تھے۔ کو بھی اسی لشکر کے ساتھ کہا۔ اور ان کے لڑنے کے کوتوال بنا دیا۔ میاں رجب اس لشکر میں شریک ہوئے اور ایک مہر کے میں میر سید سیف الدین شہید ہو گئے۔ یہ میر سید سیف الدین کا مزار ہرا پنج میں ہے اور ایک بہت بڑا گنبد آج تک قبر پر موجود ہے۔ اس قبر مبارک پر لوگوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اس شہر میں میر نصر اللہ ایک میل کے فاصلہ پر آسودہ خاک ہیں۔ یہ دو صحنہ برسات کے موسم میں زیارت گاہ عوام ہوتا ہے۔ میر مسعود غازی کی خالقاہ عالیہ سے ایک میل کے فاصلے پر میاں رجب کا مزار ہے۔ چونکہ اس قبر پر صاحب مزار کے جلالی تاخرات موجود ہیں۔ عام لوگ ہاں جاتے ہوئے خوف کھاتے ہیں۔

ملک ہی بختیار جو حضرت مسعود غازی کے رشتہ دار بھی تھے۔ ایک لشکر چلائے کہ اس علاقہ کی طرف بڑھے۔ فتح پر فتح کرتے مالک شرقیہ کو زبردستی لے آئے۔ آپ کی فتوحات کا سلسلہ خطہ کانور تک جا پہنچا۔ وہاں پہنچ کر آپ نے شربت شہادت نوش کیا۔ آپ کا مزار پر انوار خطہ کانور میں واقع ہے۔ اس مقام سے حضرت مسعود غازی نے میر حسن عرب کو جنوب کی طرف روانہ کیا۔ وہ قصبہ مہدیہ داکاسی تک ایک بڑا لشکر لے کر پہنچے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے بڑے کارنامے سرانجام دیئے۔ اور لڑتے لڑتے شہادت پائی۔ اس سرزمین میں آج تک شہدا

کے مقابر پائے جاتے ہیں۔

سید عزالدین المعروف بعلل پیر ایک لشکرے کے قصبہ گوپا اور اس کے محقات کی طرف بڑھے۔ اس علاقہ میں آپ نے بہت بہادرانہ جنگیں لڑیں۔ اور میدان جنگ میں شہید ہوئے۔ آپ کا مرقد گوپا میں زیارت گاہِ خلق بنا ہوا ہے۔ ملک فضل کو ان کے اہل و عیال اور اقربا سمیت بنارس اور اس کے نواح کی طرف جانے کا حکم دیا۔ وہ بھی مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے اسی طرح ملک عمر اور فضل کو ان کے ساتھیوں کے ساتھ میواڑہ کی طرف روانہ کر دیا۔ آپ نے بھی اسی نواح شہادت پائی۔ ملک عمر اور فضل کے مزارات پنجور میں واقع ہیں۔ خاص و عام کی زیارت گاہ نہیں۔ انہیں حضرات میں سے میر سید قاسم بھی اسی علاقہ میں شہید ہوئے تھے۔ آپ کا مزار قصبہ مدوسرائے اور کفتور کے درمیان واقع ہے۔ ان کے پہلو میں ہی ابراہیم خواص۔ شیخ صدق اور شیخ بدو اور دوسرے شہداء اعظام آسودہ ہیں۔ ان کے دوسرے احباب شہید اور دوسرے شہداء قصبہ سدھور میں آرام فرما ہیں۔ انہیں پیر کھوکھر بھی کہتے ہیں۔ ان اصحاب کے علاوہ زراچی شہید اور دوسرے شہید۔ تصرفات روحانی اور باطنی میں متنازع مانے جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ حاجی شریف شہید ہیں۔ ان کا روضہ اقدس موضع ابلورہ سلیکہ پرگنہ میں واقع ہے۔ آپ کے جان نثار دوستوں میں قاضی طاہر شہید خاص طور پر قابل ذکر بزرگ ہیں۔ جن کا مزار پرگنہ سدھور کے جنگل میں پایا جاتا ہے۔ آپ کے دوسرے فدیوں میں حضرت میر سید عبداللہ شہید اپنے تمام شہید دوستوں سمیت قصبہ ابہی میں آسودہ خاک ہیں۔ اس طرح حضرت سید الشہید جناب مسعود غازی نے اپنے احباب کو وسط ہند کے ان جنگی محاذوں پر داد شجاعت دینے پر لگا دیا تھا۔ کہ انہوں نے کفار کے مقابلہ میں لڑتے لڑتے قدم قدم پر قربانیاں دیں آپ اس عرصہ میں قصبہ سترگہ میں قیام پذیر ہوئے۔ اسی اثنا میں آپ کو خبر ملی کہ آپ کی والدہ مکرمہ ستر معلیٰ کا ہلر میں وفات پا گئی ہیں۔ میر ساہو علوی نے آپ کی والدہ کا جنازہ غزنی کو بھیج دیا۔ اور خود اپنے بیٹے کو ملنے۔ اور اسے تسلی دینے کے لئے سترگہ تشریف لائے۔ باپ کے آنے کی خبر سن کر سلطان الشہداء میر مسعود غازی استقبال کے لئے

آگے بڑھے۔ اور والد مکرم کو نہایت اعزاز و احترام سے اپنے گھر لائے۔ اس سال حضرت سلطان محمود غزنوی واصل بحق ہوئے۔ آپ کو غزنین کے باغ فیروزی میں دفن کیا گیا۔ جو یہی سلطان محمود کی وفات کی خبر برصغیر ہندوستان میں پہنچی۔ کافروں کے حوصلے بلند ہو گئے۔ اور وہ جوق در جوق اسلامی لشکر اور چھاؤنیوں پر ٹوٹ پڑے۔ وہ متفق ہو کر چلتے تھے۔ کہ اسلام کے نام بیواؤں کو ہندوستان سے نکال باہر چینیگیں۔ ایک منافق حجام نے یوں کیا۔ حضرت میر کی حجامت بناتے وقت ناخن تراش زہر میں بھگو کر ناخنوں میں زخم لگا دیا۔ تاکہ زہر آپ کے جسم میں سرایت کر جائے۔ آپ کو زہر اثر کرنے ہی والا تھا۔ کہ آپ کے خادموں کو معلوم ہو گیا میر ساہو نے حکم دیا کہ اس بد بہار سازشی حجام کو کیفر کر داتے ہیں چھاپا جائے۔ میر ساہو ایک لشکر لے کر علاقے کے ہندو زمینداروں پر ٹوٹ پڑے۔ بڑی جنگ کے بعد بہت سے دشمن کھیت رہے۔ ہندو زمینداروں کے دو بڑے سرداروں کو قید کر کے زنداں خانے میں رکھا گیا۔ ملک عبداللہ راجو کو قصبہ گرد اور ملک حیدر کو مانک پور میں متعین کر دیا اور خود اپنے مرکز کی طرف واپس آ گئے۔ چند دنوں بعد میر سیف الدین نے بہرائچ سے عرضداشت بھیجی۔ کہ اس علاقے کے کافروں نے بہت بڑا حملہ کر دیا ہے۔ اس لئے میری امداد کو پہنچا چاہئے۔ حضرت میر مسعود غازی نے اپنے والد مکرم میر ساہو سے رخصت لی اور بہرائچ کو روانہ ہوئے۔ آپ وہاں پہنچے ہی تھے۔ کہ دشمنوں کا زور ٹوٹنے لگا۔ اسی اثنا میں دو ماہ کے بعد آپ کو اپنے والد میر ساہو کے انتقال کی خبر ملی۔ کہ وہ تاریخ ۲۴ ماہ شوال ۴۲۳ھ سردی کی شدت سے انتقال فرما گئے ہیں۔ قصبہ سترگم میں دفن کر دئے گئے۔ یہ خبر سننے ہی دشمنوں نے پھر شورش برپا کر دی۔ اور اسلامی لشکر پر چاروں طرف سے حملے ہونے شروع ہوئے۔ آخر کار تیرہ ماہ رجب کی آخری رات کو موضع جوگی کے جو شہر سے ایک کوس کے فاصلہ پر تھا۔ سخت جنگ کا آغاز ہوا۔ پیر کے دن علی العباس سالار سیف الدین کو ایک لشکر دے کر تمام سپاہیوں کے جمع کرنے کا حکم دیا۔ خود حضرت سلطان الشہید غازی مسود نے غسل کر کے عمدہ پوشاک زیب تن کی ہمیشہ اور خنجر سے مسلح ہوئے۔ اور غرض و غم شہر سے باہر نکلے۔ میر سیف

ابراہیم کو جو آپ کے ہم عمر بھی تھے۔ اور محبوب و مصاحب بھی تھی۔ چند معتبر امراء کے ساتھ ڈہرہ میں چھوڑ کر سوار ہوئے۔ اور اپنی فوجوں کو عسکری قاعدے سے ترتیب دے کر میدان جہاد کو روانہ کیا۔ یہ لشکر باغ سورخ کند پھنچا۔ انہوں نے دیکھا کہ دشمن سالار سیف الدین پر غالب آ رہے ہیں۔ میر نصر اللہ کو چند امراء کے ساتھ سالار موصوف کی امداد کو روانہ کیا۔ اور خود درختوں کے ایک چوتھرے پر بیٹھ کر جنگ کی کارروائیوں کی نگرانی کرنے لگے۔

ہفتہ کے روز یہ جنگ زوروں پر تھی۔ اتوار کی دوپہر تک سخت جنگ جاری تھی۔ اسی جنگ میں آپ کے اکثر ساتھی جن میں سید نصر اللہ میاں رجب کو تو ال۔ اور سالار سیف الدین تھے۔ شہادت کے رتبہ پر سرفراز ہوئے۔ بعضے دقتا دیئے گئے۔ بعضے سورخ کند کے حوض میں ڈال دیئے گئے۔ بعض کو انہی کپڑوں میں لپیٹ کر خاک بوس کر دیا گیا۔ حضرت میر مسعود غازی گھوڑے سے اترے تازہ وضو کیا۔ شہداء کی نماز جنازہ ادا کی۔ فاتحہ خوانی کے بعد دوبارہ اپنی جنگی گھوڑی پر سوار ہوئے۔ بقیۃ السیف ساتھیوں کو ساتھ لے کر دوبارہ میدان جنگ میں اترے۔ آپ کی جرات دیکھ کر کافروں کا لشکر میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ آپ اپنے باغ میں رک گئے اور اپنے ساتھیوں کو جمع کرنے لگے۔ دشمنوں نے پھر اپنے قدم جمائے۔ اور لوٹ آئے۔ اس میدان جنگ میں حدنگاہ تک کشتوں کے پُشتے دکھائی دیتے تھے۔ مورخ چودہ رجب المرجب ۷۲۳ھ بروز اتوار نماز عصر کے وقت قضاء سے چار تیر بیک وقت آپ کے گلے میں آپیوست ہوئے کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے۔ گھوڑی کی پشت سے نیچے گرے۔ سکندر دیوالہ اور دوسرے خدمت گزاروں نے آپ کو چوتھرے پر ایک لبت پر لٹا دیا۔ سکندر دیوالہ نے آپ کے سر کو اپنے پہلو میں رکھا تھا۔ اور آنکھوں سے آنسوؤں کی ہر جاری تھی۔ وہ زار زار رو رہا تھا۔ سلطان الشہید نے ایک بار آنکھ کھولی۔ تھوڑے سے مسکرائے۔ اور کلمہ ہوزبان پر لائے۔ اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

دہلی کے سلطان محمد تغلق بادشاہ بہرائچ پہنچے۔ میر مسعود غازی کے مدفن کی زیارت کی۔ اور روضہ منورہ مظاہرہ کی زیارت سے آنکھوں کو روشن کیا۔ مجاروں کو ہزاروں روپیہ نقد نذرانہ پیش کیا۔ ایک جاگیر عطا کی۔ اور روضہ مبارک کی تعمیر نو کرائی۔

حضرت میر مسعود غازی کی شہادت کے بعد آپ سے بہت سی کرامات اور خوارق ظاہر ہوتے ان کرامات کو لکھنے بیٹھیں تو دفنوں کے دفتر بھر جائیں۔ بہت سی مخلوق آپ کی کرامات کی قائل ہے۔ ہر سال عرس کے موقع پر ہزاروں کی تعداد میں عقیدت مند بڑے بڑے جھنڈے اٹھائے ہندوستان کے گوشے گوشے سے جمع ہوتے ہیں جو لوگ عرس پر پہنچنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ وہ اپنے اپنے شہروں اور قصبوں میں حضرت مسعود غازی کے علم تیار کر کے آپ کی یادوں کو تازہ کرتے ہیں۔

صاحب اخبار الاخبار کہتے ہیں۔ علمبرداروں کی یہ بدعت پہلے موجود نہ تھی۔ حضرت مسعود غازی کی شہادت کے چار سو سال بعد یہ رسم چل نکلی۔ نویں صدی ہجری میں ہندوستان کا ایک راجہ جکے اولاد نہیں تھی۔ حضرت سالار کے مقبرے پر حاضر ہوا۔ اور نذرمانی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے اولاد دے گا تو میں ایک ریشمی جھنڈا جس پر موتی جھڑے ہوں گے۔ حضرت کے دروازے پر چڑھاؤں گا۔ اللہ کی مہربانی سے اسی سال اس راجہ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا۔ اس نے اپنی نذر کو پورا کرنے کے لئے ایک بہت بڑا ریشمی جھنڈا تیار کرایا اور حضرت کے روضہ عالیہ پر نصب کیا۔ اس دن سے اس بدعت کو رواج ملا۔ اب جس شخص کے ہاں اولاد نہ ہوتی۔ نذرمانتا۔ اور جھنڈا لے کر آتا۔ ہوتے ہوتے دہلی اور لاہور تک کے شہروں میں سے ہزاروں علم جانے لگے۔ ڈھول بجانے والے جو اپنے آپ کو حضرت سالار کے مزار کے حقدار قرار دیتے ہیں۔ علم کے آگے ڈھول بجاتے ہوتے اور نذریں اکٹھی کرتے ہوئے روانہ ہوتے ہیں اس علم برداری۔ اور دف بازی میں بڑی بڑی پاکدستی کا مظاہرہ کرتے اور منزل بمنزل پھرتے پھرتے روضہ اقدس پر پہنچتے ہیں جو لوگ حضرت کے روضہ پر نہیں پہنچ سکتے۔ وہ سارے جھنڈے نذرانے اور ساز و سامان ان ڈھول بجانے

دالوں کو بخش دیتے ہیں

معارض الولايت کے مصنف نے آپ کا سن وفات ۱۲۲۴ھ لکھا ہے۔ تذکرۃ الشہداء اور دوسرے تذکرہ نویس اسی تاریخ کو درست مانتے ہیں۔ مگر صاحب سفینۃ الاولیاء نے آپ کا سن وفات ۱۲۲۹ھ تحریر کیا ہے۔ میرے خیال میں صاحب سفینۃ الاولیاء کی تاریخ درست نہیں ہے۔

شاہ سالار سید مسعود - غازی دین احمد مختار
سال توید اوست مطبع نور - صاحب قدر گفتہ ام لے یار

۴۰۵

۴۰۵

عقل تاریخ نقل آں سرور - گفت محبوب سید سالار

سید الشہدا	مرد مسعود	دلی مہدی شہید	سلطان عزیز مسعود
۱۲۲۴ھ	۱۲۲۴ھ	۱۲۲۴ھ	۱۲۲۴ھ

آپ مرو کے مشائخ عظام میں سے تھے۔ ابوالعباس قصاب

شیخ ابوعلی سیاه قدس سرہ :- احمد نصر اور ابوعلی دقاق کی مجالس میں صحبت حاصل کرتے تھے ابتدائی عمر میں کاشت کاری کرتے تھے۔ اور تیس سال تک ان معمولات کو روزہ رکھ کر ادا کرتے رہے۔ اس روزہ کی خبر اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کو نہ ہوئی۔ صبح گھر سے نکلتے تو دو روٹیاں ساتھ رکھ لیتے اور کہتے کہ میں کاشت کاری کے لئے جا رہا ہوں۔ اور وہاں ہی کھانا کھا لوں گا۔ دن کے وقت یہ روٹیاں درویشوں کو کھلا دیا کرتے تھے۔ اگر آپ کے دوسرے ساتھی کاشت کار کھانے کا پوچھتے تو فرماتے میں گھر سے کھا کر چلا تھا۔

نفحات الانس میں لکھا ہے کہ آپ کو کسی نے پوچھا۔ کوئی ایسا شخص ہے جس پر لوگوں کے مصائب ظاہر ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں ایسے لوگ ہیں مگر وہ اللہ تعالیٰ کے ستر العوب کی صفت سے متصف ہوتے ہیں۔ وہ کہنے لگا۔ یہ صفت بندوں میں نہیں آسکتی۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا تم اپنے آپ کو مجھ سے چھپانے کی کوشش کرو۔ آپ نے اُس کی طرف ایک نظر بھر کر دیکھا۔ تو اس کا بدن

سُوجنے لگا۔ حتیٰ کہ وہ کپڑوں سے باہر آگیا۔ اس کے کپڑے پھٹنے لگے۔ وہ ننگا ہو گیا۔ اس کا ایک ایک عضو دکھائی دینے لگا۔ وہ چیخا۔ التجا کی۔ کب مجھے بچالیں۔ آپ نے دعا کی۔ اور وہ اپنی اصل حالت پر آگیا۔

شیخ ابو علی سیاہ کورے ان پڑھے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ ہاتھ میں کاغذ اٹھائے جا رہا ہے۔ آپ نے پوچھا۔ یہ کیا ہے۔ اس نے کہا۔ اس وقت کے مفتی اعظم امام ابو علی سے ایک مسئلہ پر فتویٰ لکھوا کر لایا ہوں۔ آپ نے ایک نگاہ ڈال کر فرمایا۔ اسے کہو اس نے غلط فتویٰ لکھ دیا ہے۔ وہ شخص واپس مفتی اعظم کے پاس گیا۔ اور شیخ ابو علی سیاہ کی رائے سے آگاہ کیا۔ مفتی صاحب نے اس فتویٰ کو دوبارہ غور سے دیکھا۔ تو واقعی اس میں سخت غلطی ہوئی تھی۔ مفتی اعظم اسی وقت اٹھے۔ حضرت ابو علی سیاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کی خدمت میں پہنچے۔ دست بوسی کی اور مرید ہو گئے۔ آپ ماہ شعبان ۴۲۳ھ میں فوت ہوئے۔

بو علی آل سیاہ والہ جہاہ - زد چو درجنت برین حسد گاہ

سالِ ترحیل آل امام زمان - بو علی شد عیاں بچوں ماہ

۵۴۲۶

اسم گرامی ابراہیم اور اصل وطن

شیخ ابواسحاق بن شہر بارگازرونی رحمۃ اللہ علیہ - فارس تھا۔ آپ کا روحانی تعلق

حضرت شیخ ابو حسین علی بن محمد فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ آپ کے مناقب و فضائل احاطہ

تحریر میں نہیں آسکتے۔ صاحب کرامت اور خوارق بزرگ تھے۔ زہد و تقویٰ۔ ریاضت و عبادت میں

بے مثال تھے۔ کمالات ظاہری و باطنی کے مالک تھے۔ جس دن حضرت شیخ پیدا ہوئے۔ لوگوں

نے دیکھا کہ آپ کے گھر سے نور کا ایک ستون آسمان تک بلند ہوا۔ اس نور کی شعاعیں چارہ دانگ

عالم میں پھیل گئیں۔

جب آپ سن بلوغ اور عمر شہور کو پہنچے عشق الہی نے اپنی طرف راغب کیا۔ اور آپ کے

دل میں تین بزرگوں کی ارادت پیدا ہوئی۔ ان میں ایک تو عبد اللہ خنیف تھے۔ دوسرے عارث محاسبی تھے اور تیسرے بزرگ تھے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ خدایا۔ مجھے الگاہ فرمادے کہ مجھے کس بزرگ سے رجوع کرنا چاہیئے۔ آپ نے فرمایا میں دیکھا کہ ایک شخص ابو عبد اللہ خنیف کے گھر سے کتابوں کا ایک اونٹ لا کر لا رہا ہے۔ صبح کے وقت آپ اس نتیجہ پہنچے کہ مجھے حضرت ابو عبد اللہ سے فیضان حاصل ہوگا۔ اس دن شیخ حسین اکابر تشریف لائے اور شیخ ابو عبد اللہ خنیف رحمۃ اللہ علیہ کے گھر سے کتابیں لا کر آپ کے سامنے رکھ دیں۔ چنانچہ شیخ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت شیخ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ ہر روز لذیذ کھانا پکاتے اور درویشوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے ایک دن آپ کے باپ نے آپ کو فرمایا کہ بیٹا! تمہیں اتنا خرچ کرنے کی ہمت نہیں ہے کہ ہر سفر آتے اور تم اس کی مہمانی کرتے ہو۔ ایک دن ایسا آئے گا کہ تم اس کام سے تنگ آ جاؤ گے۔ آپ نے والد کی بات سنی اور خاموش رہے۔ اتفاقاً اسی دن مسافروں کی ایک بہت بڑی جماعت آپہنچی اس کو خبر نہ تھی۔ رمضان کا مہینہ تھا شام کا وقت تھا سورج غروب ہو رہا تھا۔ اچانک ایک آدمی اندر آیا اور بہت سی روٹیاں دے گیا۔ ساتھ ہی انجیر اور باداموں کا حلوہ لایا۔ اور آپ کے سامنے رکھا آپ نے فرمایا اسے درویشوں میں تقسیم کر دو۔ والد محترم نے دیکھا تو حیران رہ گئے اور آئندہ کے لئے اس ضمن میں کبھی نصیحت نہ کی۔

میر ابو الفضل دیلمی عام طور پر شراب کے نشے میں دھت رہا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت شیخ کی زیارت کو حاضر ہوئے اور شراب سے توبہ کر لی۔ اور کہنے لگے۔ حضرت! میں فخر الملک کا وزیر بن گیا ہوں۔ وہ شراب پیتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ مجھے دوبارہ شراب کی ترغیب ملے۔ اور توبہ ٹوٹ جائے۔ آپ نے فرمایا۔ توبہ کر لو۔ اور اگر وزیر پھر تمہیں اس بات پر آمادہ کرے تو مجھے یاد کر لینا۔ ابو الفضل نے توبہ کر لی اور چلا گیا۔ ایک دن وہ دوسرے شرابیوں کے مجمع میں موجود تھا۔ وزیر نے اسے بھی شراب پینے کو کہا مگر اس نے اپنی توبہ کا تذکرہ کر دیا۔ لیکن وزیر نے پھر اصرار کیا۔ ابو الفضل نے تنگ آ کر اپنے میر کو کو یاد کیا۔ اسی وقت ایک بدحواس بلی مجلس میں آ کر دی اور لوٹے لوٹے تمام شراب کے جام اور بوتلیں

توڑتی گئی۔ شراب زمین پر گر گیا۔ اور مجلس کا نظام درہم برہم ہو کر رہ گیا۔ ابوالفضل اس کرامت کو دیکھ کر بڑا رویا۔ وزیر نے اسے روتا دیکھ کر کہا۔ کیا بات ہے؟ اس نے وزیر کو سارا واقعہ سنا دیا۔ اس نے کہا تم اپنی توبہ پر قائم رہو اور کسی کی پروا نہ کرو۔

ایک دن حضرت شیخ کی مجلس میں دو شخص جو باپ بیٹا تھے۔ حاضر ہوئے انہوں نے توبہ کرنا چاہی آپ نے فرمایا۔ توبہ اس صورت میں قبول کی جائے گی۔ کہ تم پھر توڑنے کا نام نہ لو۔ ورنہ دین و دنیا کی عقوبت میں پھنس جاؤ گے۔ انہوں نے اقرار کر لیا کہ ہم کبھی توبہ نہیں توڑیں گے۔ توبہ کہی۔ میں چند دنوں بعد پھر توبہ توڑ دی۔ ایک دن دونوں آگ جلا رہے تھے۔ آگ کا ایک شعلہ اٹھا۔ دونوں کو جلا کر خاکستر بنا گیا۔

حضرت شیخ کے بدن مبارک سے اتنی خوشبو آیا کرتی تھی۔ کہ عنبر اور کستوری کی خوشبو اس کے سامنے پہنچ تھی۔ جس بازار یا گلی سے گزرتے ایک عرصہ تک مہک آتی رہتی۔ لوگوں نے کہا ہے کہ آپ کے ہاتھ پر جو بیس ہزار لوگوں نے توبہ کی۔ اور اسلام قبول کیا ایک لاکھ مسلمان عام گناہوں سے تائب ہوئے اور حضرت کے حلقہ امداد میں آئے۔ آپ کے پاس ایک رجسٹر تھا۔ جس میں توبہ کرنے والے مرید۔ احباب قریبی اور دوسرے آشناؤں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ جب آپ کا وقت وفات قریب آیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ یہ رجسٹر میرے ساتھ دفن کر دیا جائے۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ آپ کی وفات کے بعد کئی لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا گزری۔ آپ نے بتایا۔ سب سے بڑی مہربانی تو مجھ پر یہ ہوئی کہ جتنے لوگوں کے نام میرے حساب میں درج تھے۔ سب کو بخش دیا گیا۔ دوسرے جو شخص کسی دینی حاجت کے لئے میری قبر پر آئے گا وہ اپنی مراد پائے گا۔

بادشاہ کا ایک وزیر آپ کا بے حد عقیدت مند تھا۔ وہ کوشش کرتا کہ شیخ اس سے کچھ قبول فرمائیں۔ مگر آپ اس سے کچھ نہ لیتے۔ ایک دن اس وزیر نے کہا۔ آپ نے میری کوئی چیز قبول نہیں کی۔ آج میں آپ کے لئے چند غلام فرید کر آزاد کر دیتے ہیں۔ اور ان کا ثواب آپ کو

دے دیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میرے مذہب میں بندوں کو آزاد کرنا درست نہیں بلکہ آزاد لوگوں کو اللہ کا غلام (بندہ) بنانا فرض ہے۔

کہتے ہیں حضرت شیخ ابواسحاق گارزونی رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی بچوری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر تھے۔ لیکن دونوں بزرگوں کی باہمی ملاقات کا ذکر کہیں نہیں ملتا آپ کی وفات ۵۲۲۶ھ ہے۔

سوئے جنت شد چو از دار فنا - شاہ ابواسحاق محسوب جہاں
سال وصل او جو جستم از خسرو - گفت دل محسن علی عالی مکان
گارزونی زیب اقطاب آمدت - میر ابواسحاق سلطان زباں

۵۲۲۶

۵۲۲۶

ساک عالی حبیب اصفیا اہل اللہ قطب الاصفیا سے بھی تواریخ وفات نکلتی ہے۔

۵۲۲۶

۵۲۲۶

آپ کے والد ماجد معروف ولی اللہ حضرت
شیخ ابو منصور محمد حکیم انصاری قدس سرہ: سید اللہ انصاری شیخ الاسلام تھے سید
شریف حمزہ عقیلی کے مرید تھے حضرت ابو المنظر ترمذی قدس سرہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوا
کرتے شیخ الاسلام فرماتے ہیں۔ میں نے ستر سال سے زیادہ عرصہ تک علم حاصل کیا۔ لکھنا
شروع کر دیا اور بڑی محنت شاقہ اور ریاضت کی۔ میں نے غور کیا تو ابھی اس سبق کے حرف
اول کی تکمیل بھی نہ ہوئی۔ جو میں نے اپنے والد مکرم سے لیا تھا۔

آپ کی وفات ۵۲۳۵ھ میں ہوئی۔ مزار پر انوار بلخ میں شیخ ابو حمزہ شریف عقیلی کے دفن

کے پہلو میں ہے۔

منصور کہ بود شاہ انصار - شد پیش خدا قبول و منظور
تاریخ وصل سال او بسرور - دل گفت زہے حبیب منصور

۵۲۳۵

وقت کے برگزیدہ علماء اور فقہاء میں سے تھے۔ حدیث۔
شیخ احمد قدوسی قدس سرہ : تفسیر فقہ صرف و نحو منطلق و معانی میں بڑا بلند رتبہ رکھتے
 تھے۔ فقہ کی مشہور کتاب قدوسی آپ ہی کی تصنیف ہے۔ آپ کے عالی قدر والد کا اہم گرامی
 محمد ہے۔ آپ ۱۳۳۷ھ میں فوت ہوئے۔

از فنا چل سوئے جنت رخت لبست - رہبر دین شیخ احمد متقی
 گوشہ اسلام ساں - نیر نور حسن احمدی

۵۲۳۷

۵۲۳۷

آپ کا اسم گرامی فضل اللہ تھا۔ اور خراسان کے
شیخ ابوسعید بن ابوالخیر قدس سرہ رہنے والے تھے۔ آپ مقتدائے اہل طریقت
 اور پیشوائے اہل حقیقت تھے۔ صاحب علوم ظاہر و باطن اور مشرف القلوب تھے۔ دنیا آپ کی
 گفتگو سے مسخر ہو جاتی تھی۔ حضرت شیخ ابوالفضل بن حسن سرخی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ چند واسطوں سے
 سید الطائفہ جنید بغدادی کے مرید تھے۔ آپ شیخ ابوالفضل حسن۔ اور وہ ابوالنصر سراج اور وہ ابو
 محمد تعش اور وہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے مرید تھے۔ شیخ ابوالفضل کی وفات
 کے بعد آپ نے شیخ عبدالرحمن سلمی رحمۃ اللہ علیہ سے فرقہ خلافت حاصل کیا۔ اور بعض مشکلات
 کے حل کے لئے ایک سال تک شیخ ابوالعباس کی صحبت میں رہے۔

کہتے ہیں۔ ایک رات شیخ ابوالعباس اپنے صومعہ سے باہر نکلے۔ آپ نے کسی وقت نصد
 کرایا تھا۔ اتفاقاً زخم کھل گیا۔ اور خولہ جاری ہو گیا۔ حضرت ابوسعید کہہ رہے تھے۔ آپ کے پاس
 پہنچے۔ اور زخم دھو کر دوبارہ باندھ دیا۔ اور شیخ کے خون آلود کپڑے اتار دیئے۔ اور انہیں دھو
 کر حضرت کی خدمت میں پیش کئے۔ حضرت شیخ نے فرمایا۔ کہ ان کپڑوں کو میرے سامنے خود پہن
 لو۔ آپ نے حسب حکم حضرت شیخ کا لباس پہن لیا۔ یہ کپڑے پہنتے ہی آپ کی قلبی مشکلات
 دور ہو گئیں۔ اور مراتب میں عروج حاصل ہوا۔ علی الصبح اجاب مجلس نے آپ کو لباس شیخ

میں دیکھا۔ تو بڑے متعجب ہوئے۔ حضرت شیخ نے فرمایا۔ رات ایک کیفیت طاری ہوئی تھی
ابوسعید اپنا نصیب اور حصہ لے گئے۔

ایک دن آپ کے پاس دو شخص آئے۔ آپ کے پاس بیٹھ گئے اور باتیں کرنے لگے اور
کہنے لگے۔ حضرت ہیں ایک مسئلہ میں راہنمائی فرمائیں۔ ایک نے کہا۔ ازل وابد کا اندوہ ہی تمام ہے
دوسرے نے کہا۔ ازل وابد کی خوشی ہی سب کچھ ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے۔ آپ نے فرمایا۔
تصاب کے بیٹے کا گھر اندوہ سے پڑ ہے۔ اور خوشی وہاں نہیں آتی۔ لیس عندد بکم
صباح و مساء۔ تمہارے اللہ کے نزدیک نہ صبح ہے۔ نہ شام۔ جب یہ دونوں حضرات چلے
گئے تو لوگوں نے آپ سے پوچھا۔ حضرت یہ کون تھے۔ آپ نے فرمایا۔ ایک تو حضرت ابوالحسن
حزقانی تھے۔ اور دوسرے ابو عبد اللہ داتانی تھے۔ رحمۃ اللہ علیہما۔

حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر نے علوم تصوف میں بہت سے اشعار کہے ہیں۔ ایک رباعی میں
فرماتے ہیں۔

چشم ہما شک شدہ چو از غم بگریت - در عشق تو بے چشم ہی باید زیست
از من اثر سے نماںد این عشق از چہیت - چوں من ہمہ معشوق شدم عاشق کیت
دغم دوست میں میری آنکھیں رور و کرا آنسو بن گئی ہیں۔ تیرے عشق میں تو بے چشم ہی
جیا جا سکتا ہے۔ یہ عشق کیا ہے؟ مجھ سے تو کچھ اثر نہیں رہا۔ چونکہ میں تمام تر معشوق ہو چکا
ہوں۔ آخر عاشق کون ہے؟

بزرگان دین نے ایک رباعی ایسی یاد کی ہے جو حضرت کے منہ سے نکلی۔ اور پھر اسے
لوگ بخار کی حالت میں مریض کے گلے میں باندھ دیتے ہیں جس سے شفا ہو جاتی ہے۔ وہ
رباعی یوں ہے۔

اے درصفت ذات تو حیران کہہ نہ - وز جملہ جہاں خدمت در گاہ تو بہ
عدت تو تانی و شفا ہم تو وہی - یارب تو بہ فضل خویش بتاں و بدہ۔

اے ذات اقدس تیری صفت ذات میں چھوٹے بڑے سب حیران ہیں۔ تمام جہاں سے تیرے ہی دروازے کی خدمت بہتر ہے تو ہی بیماری دیتا ہے اور تو ہی شفا بخشتا ہے اے اللہ تو اپنے فضل و کرم سے لے اور عطا کر۔

ایک شخص نے حضرت ابو سعید کو بتایا کہ فلاں ولی اللہ تو پانی پر چلنا جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ بڑا آسان کام ہے۔ ہمارے ہاں تو مینڈک بھی پانی میں تیرتے پھرتے ہیں۔ پھر اس نے کہا "فلاں ولی اللہ ہوا میں اڑتے ہیں" آپ نے فرمایا۔ یہ بھی آسان کام ہے۔ زراغ و زرخن ہوا میں اڑتے پھرتے ہیں۔ اس نے کہا کہ فلاں ولی اللہ ایک قدم ایک شہر میں اور دوسرا قدم دوسرے شہر تک اٹھاتا ہے" آپ نے فرمایا۔ یہ کمال تو شیطان میں بھی پایا جاتا ہے" آپ نے فرمایا۔ "ان چیزوں کی بارگاہ الہی میں کئی عزت و منزلت نہیں ہے۔ اصل مقام عظمت یہ ہے کہ وہ مخلوق خدا میں رہے۔ امور دنیا میں حصہ لے۔ زن و فرزند میں زندگی گزارے۔ مخلوق خدا سے ملے جلے مگر ایک لحظہ کے لئے یاد خداوندی سے غافل نہ رہے۔ اور ذکر خداوندی کو فراموش نہ کرے۔"

شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ ولادت بروز اتوار یکم ماہ محرم ۳۵۶ھ ہے مگر تاریخ وفات بروز جمعہ چہارم ماہ شعبان ۴۰۴ھ ہے آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ یہ رباعی آپ کے جنازے کے ساتھ باواز بلند پڑھی جائے۔

خوبتر چسیت زین لعبالم کار - دوست باد دست رفت یار پیار
باشد اندوہ اد سراپا سرح - گرو و نود و دوست عاشق زار
آپ کی تاریخ وفات ان اشعار بھی برآمد ہوتی ہے۔

بوسید آن خیر دین فضل جہاں - بہر عالم در دوعالم مقتدا
سالک معصوم شد تولید او - رحلتش آمد سعید را ہنما

۵۴۴۰

۵۴۵۰

سعید را ہنما	سعید نامدار	محرم بوسید	سلطان سعید	دلی زمان بوسید
۴۴۰	۴۴۰	۴۴۰	۵۴۴۰	۵۴۴۰

آپ کا اسم گرامی علی بن محمد بن عبد اللہ تھا۔ ابن ماکو عرف
 شیخ ابو عبد اللہ ماکو قدس سرہ :- رکھے تھے جوانی میں حضرت شیخ عبد اللہ خفیف کی صحبت
 میں فیض یاب ہوئے۔ حضرت اباقاسم قشیری ابو سعید۔ ابوالعباس نہاوندی قدس سرہ ہم سے بھی فیض
 پایا تھا۔ خیراز میں ۲۴۲ھ میں انتقال ہوا۔

پیر عبد اللہ پیر پرو جوان - بود یک پیر پیر حق آگاہ
 سال وصلش چو از فرد جسم . گفت ہاتف محرم عبد اللہ
 ۵۴۴۲
 آپ بخارکے سادات عظام میں سے تھے۔ لاہور
 شیخ اسماعیل لاہوری قدس سرہ :- کے قدیم مشائخ اور محدثین میں شمار ہوتے ہیں علوم
 ظاہری اور باطنی میں جامع تھے زہد و تقویٰ میں بے مثال تھے۔ علم تفسیر و حدیث اور فقہ میں
 اپنے وقت کے امام تھے ۵۳۹۵ھ کے آخر میں لاہور وارد ہوئے یہ وہ زمانہ تھا۔ جب محمود غزنوی
 کی فتوحات سے لاہور اہل اسلام کا مسکن بن رہا تھا، لاہور آتے ہی آپ نے عام مخلوق کو دعوت
 اسلام دی۔

تحفۃ الواصلین کے مؤلف لکھتے ہیں۔ واعظان اسلام میں سب سے پہلے عالم دین تھے۔
 جنہوں نے لاہور میں قیام کیا۔ اور عام لوگوں کو نور اسلام سے منور کیا تھا۔ آپ کا وعظ اتنا موثر ہوتا۔
 کہ آپ کی مجلس میں بے پناہ لوگ جمع ہوتے۔ اپنے تو اپنے اسلام سے بیگانے لوگ بھی آپ کے وعظ
 سے متاثر ہوتے آپ کی خوش بیانی کا یہ عالم تھا کہ ہر روز مجلس وعظ میں ہزاروں غیر مسلم دولت
 ایمان حاصل کرتے تھے۔ ایک بار جو ہندویا دوسرے مذہب کا آدمی آپ کی مجلس میں بیٹھتا کلمہ
 پڑھے بغیر نہ جاتا۔ متعدد اقوال اور مستند حوالوں سے یہ حقیقت سامنے آئی ہے کہ لاکھوں سب سے پہلے
 جس شخص نے لوگوں کو قرآن سنایا۔ اور اس کے مطالب ذہن نشین کرائے وہ آپ ہی کی شخصیت تھی۔
 حضرت شیخ اسماعیل لاہور آئے۔ پہلے دن نماز جمعہ کے وقت خطبہ دیا تو دو صد پچاس غیر مسلم
 مسلمان ہوئے۔ دوسرے جمعہ تک سارے شہر اور گرد و نواح میں آپ کی شہرت پھیل گئی۔ اور

پھر پانچ سو پچاس لوگ دولت ایمان سے مشرف ہوئے تیسرے جمعہ کو ایک ہزار غیر مسلم لوگوں نے دامن کو سلام میں جگہ پائی۔

صحیح اقوال کے مطابق آپ کی وفات ۱۲۴۸ھ تھی۔ آپ کا مزار پرانوار لاہور میں موجود ہے۔
قدیم مورخین نے آپ کا سال وفات لفظ مہتاب سے اخذ کیا ہے۔

شیخ دنیا و دین امام زماں - سید دین فقہیہ اسماعیل

سال وصلش فقیر محسوب است نیز پیر و جہیہ اسماعیل

۱۲۴۸ھ

۱۲۴۸ھ

آپ وقت کے عظامہ مشائخ سے

شیخ ابوالحسن علی روزی بن محمود بن ابراہیم قدس سرہ ہوتے تھے۔ ابوالحسن حضری رحمۃ اللہ

علیہ کے مرید تھے۔ شیخ عبدالرحمن سلمیٰ سے صحبت حاصل کی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ایک

ہزار مشائخ سے ملاقات اور صحبت کا موقع ملا ہے۔ اور ہر ایک سے ایک ایک واقعہ یاد ہے کتاب

رباط روزی کی تصنیف بیان کی جاتی ہے جسے آپ نے اپنے پیر و مرشد ابوالحسن حضری کے لئے

تصنیف کی۔ آپ رمضان میں ۱۲۵۸ھ میں فوت ہوئے۔

رفت چوں زین جہاں بخلدیرین - رونق ولی ولی حسن روزی

عارف زندہ دل بگو تاریخ - ہم رقم کن علی حسن روزی

۲۵۱

۲۵۱

۱۷۔ مال روڈ سے ہال روڈ کی طرف آئیں تو کیمپٹرل سکول کی عمارت کے شروع ہوتے ہی آپ کا مزار ہے

سامنے ڈسٹرکٹ ایکویشنل آفیسر کا دفتر ہے۔ سڑک کے بائیں جانب جہاں حیات سنز کا کارخانہ ہے۔ ایک چوڑا ہے

یہ آپ کا مزار ہے ایک زمانہ میں ایک بہت خوبصورت باغ تھا۔ نہریں تھیں اور کنویں تھے۔ مگر آج

اس کا نام و نشان نہیں۔ (ماز لاہور محمد دین فوق)

آپ بیت الحن میں قیام پذیر رہے بیت الحن

شیخ ابو الفضل محمد بن حسن ختلی قدس سرہ دمشق کے نواح میں عقبہ کی چوٹی پر واقع ہے

حضرت علی الجوری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طریقت میں میری اقتداء آپ سے تھی وہ عالم تھے۔ علوم حدیث تفسیر روایت و کرامت میں یگانہ روزگار تھے۔ ظاہری و باطنی مقامات سے آشنا تھے حضرت شیخ حصری کے مرید تھے۔ ابو عمر قدوسی اور ابوالحسن کے خاص احباب اور جلس تھے۔ ساٹھ سال تک حکم خداوندی گوشہ نشین رہے۔ عام لوگوں میں کبھی اپنے آپ کو نمایاں اور ممتاز نہیں ہونے دیا۔ بڑی لمبی عمر پائی تھی۔ خواہق و کرامات بے عدد و پیشمار ظاہر ہوئیں۔

آپ نے مقصوداً لباس زیب تن کرنے سے گریز کیا۔ عام لوگوں کے لباس میں رہتے مگر اتنی بارعب اور مہیب شخصیت تھی کہ ہر شخص بات کرتے وقت کانپ جاتا۔ حضرت داتا گنج بخش سجوریؒ اپنی معروف کتاب کشف المحجوب میں لکھتے ہیں کہ ایک دن میں آپ کے ہاتھوں پر وضو کے لئے پانی انڈھیل رہا تھا۔ میرے دل میں آیا کہ جب کاتب تقدیر نے ہر ایک بات تقدیر میں لکھ دی ہے تو لوگ اپنے پیروں کی خدمات اور دوسری ریاضتیں کیوں کرتے ہیں۔ اور ان خدمات کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ شیخ نے وضو کے دوران ہی مجھے ایک نگاہ سے دیکھا۔ اور فرمایا علی! خدا سے دل میں جو خیال آیا ہے۔ میں اسے جانتا ہوں۔ دراصل ہر کام کا ایک سبب ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی خاکی انسان کو تاج مملکت سے نوازتا ہے تو پہلے اسے گناہوں سے توبہ کی توفیق دیتا ہے! اپنے بندوں کی خدمت میں مشغول کر دیتا ہے وہ خدمتِ خلق میں مشغول ہو کر لگوا کا خادم بن جاتا ہے۔ اس خدمت کے صلہ میں اسے کرامت اور عزت حاصل ہوتی جاتی ہے صاحب کشف المحجوب لکھتے ہیں کہ ایک بار حضرت شیخ نے بیت الحن سے دمشق کا قصہ فرمایا۔ بارش ہو رہی تھی۔ ہم تمام خادم اور ہم سفر کپڑوں میں بڑی مشکل سے چل رہے تھے ہم منزل مقصود پر پہنچے۔ دیکھا کہ شیخ کے جوتے خشک ہیں۔ مجھے بڑی حیرانی ہوئی۔ میں نے پوچھا کہ

معاملہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا جب سے میں اپنا قدم اللہ کے راستہ میں رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے قدم کو پتھر سے محفوظ کر دیا ہے۔

صاحب نغمات الانس اور کشف المحجوب نے آپ کا سن وصال بیان نہیں فرمایا۔ لیکن نغمات الانس کے حاشیہ میں آپ کا سال وفات ۴۵۳ھ تقریباً گزرا ہے۔

پیر ابو الفضل بن حسن ختلی - بود شیخ ہم صفار و کبار

دے سرور ولی رہبر گفت - سال ترحیل آن شہ ابرار

معدن الانوار جنتی ۴۵۳ھ

۴۵۳ھ

آپ کے والد کا نام
شیخ علی مخدوم الجلابی البجوری الغزنوی لاہوی قدس سرہ عثمان بن ابی علی

جلابی الغزنوی تھا۔ شیخ ابو الفضل بن حسن ختلی الجندی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ حضرت امام اعظم کو فی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر تھے۔ آپ علوم ظاہر و باطن میں جامع تھے۔ زہد و ورع میں کمال کے رتبہ پر تھے۔ ریاضت و کرامت خوارق و ولایت میں یکتائے روزگار تھے۔ بلند مدارج اور ارجمند مقامات کے مالک تھے۔ آپ کا سلسلہ عالیہ تین واسطوں سے حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ شیخ ابو الفضل بن حسن ان کے پیر حضرت شیخ خضر اودان کے پیر حضرت شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہم تھے۔ حضرت علی البجوری نے اپنے پیر مرشد کے علاوہ بہت سے مشائخ کا ملین سے صحبت حاصل کی۔ جن میں حضرات شیخ ابوالقاسم گورگانی۔ ابونسید ابوالخیر۔ ابوالقاسم قشیری کے اسماء گرامی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ آپ نے ان بزرگوں سے بڑا روحانی استفادہ کیا۔

نغمات الانس اور سینیۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ غزنی سے تعلق رکھتے تھے غزنی میں دو محلے جلاب اور بجوری تھے۔ آپ کی نسبت انہیں مقامات کی وجہ سے جلابی اور بجوری ہے

آپ کے والد ماجد کا مرقہ غزنی میں ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کی قبر بھی غزنی میں ہی ہے۔ آپ کے ماموں حضرت شیخ تاج الاولیاء کا مزار بھی ساتھ ہی ہے۔

حضرت شیخ علی بجزیری رحمۃ اللہ علیہ بڑے صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ آپ کی مشہور کتاب کشف المحجوب ہے۔ کوئی شخص ایسا نہیں۔ جو آپ کی اس تصنیف کے کمالات کا معترف نہ ہو۔ بلکہ فارسی زبان میں کشف المحجوب سے پہلے علوم تصوف میں کوئی کتاب موجود نہ تھی۔

حضرت خواجہ نظام الدین مخدوم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مخطوطات فواہد الفواد میں لکھا ہے۔ کہ حضرت مخدوم علی البجوری کے لاہور آنے سے پہلے پیشتر خواجہ حسین زنجانی رحمۃ اللہ علیہ جو آپ کے پیر بھائی اور حضرت شیخ ابوالفضل ختلی کے خلیفہ تھے۔ لاہور کی قطبیت پر مامور تھے حضرت علی بجزیری کو خراسان میں حکم ہوا کہ لاہور چلے جائیں۔ اور وہاں کام کریں۔ حضرت علی بجزیری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا۔ کہ میرے بھائی حسین زنجانی رحمۃ اللہ علیہ پہلے ہی لاہور میں کام کر رہے ہیں۔ مجھے وہاں مامور کرنے میں کیا حکمت ہے؟ شیخ ابوالفضل ختلی نے فرمایا، کہ تم جاؤ! اور وہاں قیام کرو۔ حکمت امد و جوہات دیانت کرنا ضروری نہیں۔ حضرت مخدوم یہ حکم پاتے ہی شب و روز سفر کرتے لاہور پہنچے۔ آپ جس رات لاہور پہنچے۔ آپ نے شہر کے باہر ہی مقام فرمایا۔ علی الصبح شہر کے ایک دروازے میں داخل ہونے لگے تو لوگ حضرت شیخ حسین زنجانی کا جنازہ اٹھائے باہر آ رہے تھے اسی رات حضرت شیخ زنجانی کا انتقال ہوا تھا۔ آپ بھی جنازے میں شریک ہوئے۔ اور اپنے مرشد کے اس خلیفہ کو اپنے ہاتھوں دفن کیا۔ اور خود شہر کے مغربی جانب جہاں آج آپ کا مزار پڑا ہوا ہے۔ قیام فرما ہوئے۔

یہ روایت صرف فواہد الفواد میں ہی ملتی ہے۔ کسی اور کتاب میں نہیں پائی جاتی۔ حالانکہ حضرت حسین زنجانی رحمۃ اللہ علیہ کی آمد۔ اور قیام لاہور کا زمانہ حضرت مخدوم علی البجوری کی وفات سے چالیس سال بعد کا ہے۔ روایت سے مندرجہ بالا روایت سے اتفاق کرنے میں تامل ہے۔ مورخین اور محققین نے اس روایت کی روشنی میں لکھا ہے کہ غالباً یہ کوئی اور بزرگ تھے جنہیں مخطوطات فواہد الفواد میں آپ کے نام سے ملتبس کیا گیا ہے۔

سکینہ الاولیاء میں لکھا ہوا ہے کہ جب مخدوم علی بھجوری لاہور میں قیام فرما ہوئے تو آپ نے اپنی خانقاہ کے ساتھ ایک مسجد تعمیر کی جس کا رخ شہر کی دوسری مسجد سے ہٹ کر تھا۔ وہ تھوڑا سا جنوب جانب تھا۔ اس وقت کے علماء لاہور نے آپ کی مسجد کے محراب پر اعتراض کیا۔ لیکن حضرت مخدوم خاموش رہے۔ ایک دن آپ نے تمام علماء لاہور کو طلب کیا۔ اور خود جماعت کی امامت کرائی۔ سلام کے بعد فرمایا۔ ذرا دیکھیں۔ کعبۃ اللہ کس سمت واقع ہے۔ اسی وقت تمام حجابات درمیان سے اٹھ گئے۔ اور ہر ایک نے قبلہ کو اپنے سامنے پایا اور آپ کی مسجد کی سمت کو درست قرار دیا۔

آپ کا مزار بھی مسجد کی نسبت سے شمالاً جنوباً ہے۔ ایک عرصہ تک آپ کے مزار پر گنبد نہیں تھا ۱۲۷۵ھ میں مصنف خزینۃ الاصفیاء کے عہد میں حاجی نور محمد فقیر نے ایک بلند اور عالی شان گنبد تعمیر کرایا۔ اور قدیم مسجد جو عداوت زمانہ سے بوسیدہ ہو چکی تھی از سر نو تعمیر کرائی۔

حضرت علی البجوری مخدوم لاہوری کا شجرہ نسب یوں درج کتب ہے حضرت مخدوم علی بن عثمان بن سید علی بن عبدالرحمان بن شاہ شجاع بن ابوالحسن علی بن حسین اصغر بن سید زید شہید بن حضرت امام حسن رضی اللہ عنہم بن علی کرم اللہ وجہہ۔ یاد رہے کہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پر انوار زمانہ قدیم سے فلائق کی عقیدت گاہ اور مرجع فیض رہا ہے۔ پرانے زمانے اور موجودہ زمانے کے لوگ آپ کے مزار پر حاضر ہو کر حاجات روائی کراتے۔ مقتداء اولیاء اللہ نے دینی اور دنیاوی فواید حاصل کرتے رہے ہیں۔ خواجہ بزرگ معین الدین چشتی قطب الہند۔ فرید الدین گنج شکر قدس سرہم جیسے اولیاء کبار اور شائخ نامدار آپ کے مزار پر انوار سے فیض یاب ہوتے رہے ہیں۔ یہ بزرگ ایک عرصہ تک اس مزار پر خلوت گزین رہے۔ اب تک حضرت خواجہ بزرگ کا خلوت کدہ آپ کے مزار کے پہلو میں موجود ہے۔ اور حضرت خواجہ فرید کا مقام چلہ کشی اب تک موجود ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب خواجہ بزرگ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ حصول مقاصد

کے بعد قطبیت ہندوستان کی خلعت سے سرفراز ہوئے۔ تو آپ حضرت کے مزار گوہر بارہ پر حاضر ہوئے
رضعت کے وقت آپ کے مزار کی طرف منہ کر کے فرمایا۔

گنج بخش ہر دو عالم منظر نور خدا - کمالاں را پیر کامل ناقصاں را رہنما
اسی دن سے آپ کا لقب گنج بخش بھجوری مشہور ہوا ہے۔

جامع الکلمات حضرت مخدوم علی بھجوری کی وفات کا سال سفینۃ الاولیاء کے مصنف نے
۱۲۶۴ھ لکھا ہے۔ اخبار الاصفیاء اور نفحات الانس کے مولفین نے ۱۲۶۵ھ تحریر کیا ہے۔ حضرت داتا
گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پرانوار شہر لاہور کے مغرب کی طرف واقعہ جمعرات کو بے پناہ مخلوق مزار
کی زیارت کو حاضر ہوتی ہے۔ یہ بات مشہور ہے کہ جو شخص چالیس جمعرات یا ستواڑ چالیس دن آپ
کے روضہ کی حاضری دے۔ اس کی دلی تمنا یا حاجت پوری ہو جاتی ہے۔

علی الغزنوی آن شاہ بھجور - سراپا نور روشن ماؤ بھجور
عیاں تاریخ اوچوں ماہ گفتم - علی بھجوری عالی جاہ گفتم

۱۲۶۴ھ

علی سید ولی بھجور	پار سا کامل علی	حق میں واقف حق	حبیب اولیاء گنجینہ نور
۱۲۶۴ھ	۱۲۶۴ھ	۱۲۶۴ھ	۱۲۶۴ھ
حق فنا ہادی معصوم	کاشف دین	دلی مولا علی	عالی قطب لاہور
۱۲۶۵ھ	۱۲۶۵ھ	۱۲۶۵ھ	۱۲۶۴ھ
بھجوری علی ہادی نامی	شمس دین	گلشن دین	گوہر بھجوری
۱۲۶۵ھ	۱۲۶۴ھ	۱۲۶۴ھ	۱۲۶۵ھ
پیر لاہوری	علی مہر علی	اور گنجینہ اسرار محبوبی	
۱۲۶۴ھ	۱۲۶۵ھ	۱۲۶۴ھ	

سے بھی تواریخ وفات برآمد ہوتی ہیں۔

شیخ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ۔ رسالہ قشیریہ تفسیر الطائف الاشارات آپ کی ہی
 آپ فراسان کے اعظم مشائخ میں شمار ہوتے تھے
 مشہور تصانیف ہیں۔ آپ حضرت شیخ دقاق کے مرید بھی تھے اور داماد بھی شیخ ابوعلی فارمدی کے
 اتاتھے۔ کشف المحجوب کے مصنف فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدائی
 زندگی کے بارے میں سوال کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ ایک ایسا وقت بھی تھا۔ کہ مجھے پتھر کے ایک ٹکڑے
 کی ضرورت پڑی جو سنگریزہ زمین سے اٹھاتا۔ لعل بن جاتا۔ میں اسے زمین پر ہی پھینک دیتا تھا۔
 آپ کی وفات تمام تذکرہ نگاروں نے ماہ ربیع الاول ۴۶۵ھ لکھی ہے۔

گشت راہی چوں سوئے خلد بریں - شیخ دنیا دین ابی القاسم
 بہت وصلش محبت عالی قدر - ہم محب یقین ابی القاسم

۵۴۶۵

۵۴۶۵

منعم دین قاسم - قاسم امام اصفیاد اور ابوالقاسم مقدس طیب سے بھی تواریخ و مناقبات میں
 ۵۴۶۵ ۵۴۶۵ ۵۴۶۵

کینیت ابواسماعیل اور والد گرامی کا نام ابو منصور
 شیخ الاسلام عبداللہ انصاری قدس سرہ۔ محمد انصاری تھا۔ شیخ الاسلام کے لقب سے
 مشہور ہوئے۔ نغمات الانس میں جہاں کہیں شیخ الاسلام کا لفظ آیا ہے۔ اس سے مراد آپ کی ہی
 ذات بابرکات ہے۔ آپ کو اپنے والد مکرم سے ارادت حاصل تھی۔ ہرات کے رہنے والے تھے۔
 آپ ابو منصور مست انصاری کی اولاد میں سے تھے۔ مست انصاری حضرت ایوب انصاری رضی اللہ
 عنہ کے بیٹے تھے۔ مست انصاری سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہمہ خلافت میں آصف بن
 قبیس کے ساتھ فراسان میں آئے۔ اور ہرات میں قیام پذیر ہوئے۔ آپ کی اولاد میں سے شیخ الاسلام
 کے علاوہ بہت محدثین۔ مفسرین پیدا ہوئے ہیں۔ طریقت میں آپ بڑے بلند مقام اور مدارج
 پر فائز تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں ابھی نو سال کا ہی تھا۔ کہ لکھنا شروع کر دیا اور لکھنا میرے

لئے آسان کام تھا۔ چودہ سال کی عمر میں مجھے مجلس میں مسند پر بٹھایا جانے لگا۔ میں عربی میں شعر کہہ سکتا تھا۔ عربی میں میرے چھ ہزار اشعار تھے۔ اور فارسی اور تازی زبان میں میرے شعروں کی تعداد ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ تین لاکھ احادیث نبوی مجھے زبانی یاد ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت بروز جمعہ بوقتِ شام ۱۲ ماہ شعبان ۳۹۶ھ میں ہوئی۔ وفات ۹ ربیع الآخر ۴۸۱ھ میں نجاشی سال کی عمر میں ہوئی۔

شاہ انصار شیخ عبداللہ - بود محبوب حضرت باری

نور علم است نیز محمد حق - سال تولید او چوبشماری

۳۹۶ھ

۳۹۶ھ

رحلتش عارف مکمل دان - نیز والی امام انصاری

۴۸۱ھ

۴۸۱ھ

آپ علماء عظام اور فقہاء اعلام میں سے تھے علوم
 شیخ ابو عبد اللہ حمیدی قدس سرہ: حدیث و تفسیر میں بڑے بلند مراتب کے مالک پر فائز
 تھے۔ آپ کی مشہور کتاب جمع بین الصمیمین ہے۔ آپ کی وفات ۴۸۵ھ میں ہوئی۔

صاحبِ نغمات الانس فرماتے ہیں۔ کہ آپ منہدری کے بزرگ تھے
 شیخ ابوالحسن نجار قدس سرہ: شریعت و طریقت میں بڑے مستحکم قدم رکھتے تھے۔ اہم فرکار
 مکہ معظمہ میں قیام پذیر ہوئے۔ اور بڑی مقبولیت پائی۔ آپ بروز جمعہ دوم ماہ ذوالحجہ ۴۸۱ھ
 کو چورائلی سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

خواجہ ابوالحسن ولی جہاں - مرشد خلق از صفار و کبار

گفت سدر بسال تاریخش - بود محبوب ابوالحسن نجار

۴۸۱ھ

اسم گرامی ابونصر بن ابی جعفر بن ابی
 شیخ ابوالحسن ہروی دالناخجہ آبادی قدس سرہ: اسحاق خانجہ آبادی تھا۔ ایک اور

مقام پر آپ کا نام محمد بن احمد بن ابی جعفر لکھا ہے۔ کرمان کے رہنے والے تھے۔ علوم ظاہری اور باطنی کے عالم تھے۔ فقہ و حدیث میں یکتائے زمانہ تھے۔ آپ کی توبہ کا سبب یہ ہوا کہ ایک دن ایک شخص ایک کافذ پر فتویٰ پوچھنے آیا۔ جس کا مضمون اور مفہوم یہ تھا: کیا فرماتے ہیں آئمہ دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے جوانی کے عالم میں اپنی گدھی کو لاٹھیوں سے پٹیا گدھی نے اسے مخاطب کر کے کہا۔ اے شخص! تم نے مجھے جس طرح ظلم کا نشانہ بنایا ہے۔ قیامت کے دن اس کا کیا جواز پیش کرے گا اور اس ظلم سے کیسے نجات حاصل کر سکے گا؟ اس دن سے آج تک میں سال گزر چکے ہیں کہ وہ شخص اللہ کے خوف سے رو رہا ہے۔ اور آنسو کی بجائے خون بہاتا ہے۔ آپ از روئے شرع شریف بتائیں۔ کہ اُس کے وضو طہارت اور نماز کا کیا حکم ہے۔ حضرت ابونصر نے یہ فتویٰ پڑھا تو اس واقعہ کی ہیبت سے کانپ اٹھے۔ اور بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو اس شخص کے گھر کی طرف روانہ ہوئے اس کے گھر پہنچے تو وہ انتہائی غم و اندوہ سے دنیا و مافیہا سے بے خبر پڑا تھا۔ اس کے چہرے سے پردہ اٹھایا تو دیکھا کہ ایک بوڑھا نودانی چہرے کے ساتھ لیٹا ہے۔ اس کی آنکھوں سے خون کے آنسو بہہ بہہ کر رخساروں پر جم گئے ہیں لیکن لبوں پر تبسم اور مسکراہٹ کی جھلک نمایاں نظر آرہی ہے۔ ابونصر کو اس کی مسکراہٹ سے بڑا تعجب آیا تب ہنر و تکفین میں مصروف ہوئے۔ فارغ ہو کر واپس آئے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ ایک بوڑھے شخص سے ملاقات ہوئی۔ اس نے کہا: اے جوان! تم کیوں رو رہے ہو۔ کیا تمہیں قرآن کی کسی ایسی آیت کی اطلاع ملی ہے کہ تم نے اس پر عمل نہیں کیا اور رو رہے ہو۔ یہ گریہ تو دامن سوختہ کی طرح دل سوختہ کی طرح نہیں ہے۔ یہ بات کہہ کر وہ بوڑھا تو چلا گیا۔ مگر شیخ کے دل کے درد میں اضافہ کرتا گیا۔ اور سوز عشق بڑھتا گیا۔ گھر پہنچے جو کچھ تھا۔ غریبوں اور درویشوں میں تقسیم کر دیا۔ گھر سے نکلے اور سفر پر روانہ ہو گئے کہتے ہیں۔ اس سیاحت میں آپ نے تین سو کامل اولیاء اللہ سے ملاقات کی۔ ان کی خدمت سے استفادہ کیا۔ ان کی صحبت سے بہرہ اندوز ہوئے۔ دوران سفر کعبۃ اللہ میں قیام کیا۔ بیت المقدس میں رہے۔ اور مدینہ منورہ میں پہنچ کر

بے پناہ ریاضت کی۔ ایک طویل عرصہ کے بعد ہرات واپس آئے۔

حضرت ابو نصر تھمہ میں فوت ہوئے۔ آپ نے ایک سو چوبیس سال عمر پائی تھی آپ کا مزار
پرانوار خانجہ آباد میں مربع ضلالتی ہے۔

پہوں بو نصر از جہاں پدر و دگشت . یافت اندر جنت الفردوس جا
حلقش قطب الہدی بو نصر خواں . نیز ہر وی پس زیب الاولیا

۵۰۰

۵۰۰

آپ کی کنیت ابو حامد ہے۔ لقب

حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ :- زین الدین۔ ارتوس کے رہنے

والے تھے۔ مذہب اشاعی تھے تصوف میں شیخ ابو علی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت روحانیت

کہتے تھے ابتدائی تعلیم طوس اور نیشاپور میں پوری کی تکمیل و تحصیل علوم متداولہ اور مردودہ مختلف

مدارس میں کی۔ نظام الملک طوسی، علم دوست وزیر سے ملاقات ہوئی۔ تو اس کی نگاہ مردم شناس

نے آپ کو منتخب کر لیا۔ اور آپ مدرسہ نظامیہ بغداد کے مہتمم قرار دیئے گئے ایک وقت آیا کہ اپنے

اختیارات دوسرے علماء کے حوالے کر کے بیت اللہ شریف چلے گئے۔ حج کے بعد شام آئے

اور وہاں سے بیت المقدس پہنچے۔ وہاں سے بصرہ قیام کیا اور ایک عرصہ تک اسکندریہ میں

قیام پذیر ہوئے۔ پھر اپنے وطن واپس آئے۔ اور بڑی مفید کتابیں تصنیف کیں۔ ان تصانیف میں

احیاء العلوم۔ جواہر القرآن۔ تفسیر یا قوت (چالیس جلدیں) مشکوٰۃ الانوار اور کیمیائے سعادت نے

تو علمی دنیا میں اپنا لوہا منوایا۔ پھر ایک خانقاہ تعمیر کی۔ اور عبادت الہی میں تجدیداً مشغول ہو گئے۔

نعمات الانس کے مؤلف فرماتے ہیں کہ اکابرین دین میں سے ایک شخص نے بتایا میں حرم

بیت اللہ میں بیٹھا تھا۔ ایک بدعتی وہاں آیا۔ اور مصلی بچپا لیا۔ اور اپنے دامن کے پتھر کی ایک تختی

نکال کر سامنے لارکھی۔ اس پر چند حروف لکھے ہوئے تھے۔ اس طے انہیں چوما۔ اور اپنے سامنے رکھ

کر نماز پڑھنے لگا۔ اور اپنی پیشانی کو اس پر بتا رہا۔ اور تضرع و زاری کرتا رہا اس کے بعد اس نے

اپنا سراٹھایا۔ اسے چوما۔ آنکھوں پر ملا۔ اور پھر اپنے دامن میں چھپا کر جانے کے لئے اٹھل میں نے اس کی یہ ساری حرکات دیکھیں تو مجھے کراہت آئی۔ کہ یہ کیا کر رہا ہے۔ میں نے دل میں کہا کاش آج رسول اکرم زندہ ہوتے۔ اور اہل بدعت کو ان کے کردہ کاموں کی برائی سے آگاہ فرماتے میں یہ سوچ ہی رہا تھا۔ کہ مجھے غنودگی آگئی۔ میں نے ایک وسیع اور کشادہ میدان دیکھا جس میں بے پناہ مخلوق خدا جمع ہے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک کتاب ہے۔ تمام کے تمام ایک شخص کے سامنے پیش ہو رہے ہیں۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا تو بتایا گیا۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک تخت پر جلوہ فرمایاں۔ اور لوگ چاہتے ہیں۔ کہ اپنے عقائد کی کتابیں حضور کی بارگاہ میں پیش کر کے ان کی تصحیح کرالیں میں بھی اس حلقہ میں جا پہنچا میں نے دیکھا۔ ایک شخص آگے بڑھا۔ اور اپنے نظریات و عقائد کی کتاب پڑھنے لگا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”مرجا! یا شافی!“ اے شافی خوش رہو! ایک اور شخص آگے بڑھا۔ اس نے بھی اپنی کتاب پیش کی۔ یہ امام ابوحنیفہ تھے۔ آپ نے فرمایا۔ ”مرجا یا ابی حنیفہ“ رقت امام الاعظم اے ابوحنیفہ تم امام اعظم ہو۔ اسی طرح امام مذاہب میں سے ایک ایک بزرگ آگے بڑھتے اور اپنی اپنی کتابیں پیش کر کے متطوری لیتے جاتے۔ اسی اثنا میں ایک اور شخص آگے بڑھا۔ اس کے ہاتھ میں بے جلد کتابوں کی چند جلدیں تھیں۔ اس کی خواہش تھی۔ کہ وہ بھی بارگاہ نبوی میں پیش کرے ایک دوسرا شخص حلقہ میں سے اٹھا۔ اور اسے ڈانٹ کر باہر نکال دیا۔ اس کے ہاتھ سے وہ اوراق گر پڑے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”اے شیخ یہ وہی نظریات ہیں جسے آپ نے کعبۃ اللہ میں اس شخص کو نماز کے دوران دیکھا تھا۔ اور تجھے اس کی حرکات اچھی نہ لگی تھیں۔ جب لوگوں کا ازدہام کم ہوا تو میں بھی آگے بڑھا۔ میرے پاس بھی ایک جلد کتاب تھی۔ میں نے گزارش کی یا رسول اللہ۔ یہ کتاب معتقد من منعقد ہے۔ اہل اسلام کے لئے نہایت مفید ہے۔ اگر اجازت ہو تو پڑھ کر سناؤں حضور نے ازراہ ترحم اجازت دی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ کون سی کتاب ہے۔ گزارش کی۔ تو ائد العقائد ہے جسے محمد بن محمد غزالی نے تصنیف کیا ہے۔ آپ نے مجھے پڑھنے کی اجازت دی۔ میں پڑھتا گیا۔ جب میں اس مقام پر پہنچا جہاں لکھا تھا کہ غزالی می فرماید للہ تعالیٰ بَعَثَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الْعَرَبِيَّ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم لکافہ العزت والعجم والجن والانس، یہ کلمات سنتے ہی حضور کا چہرہ انوار مسرت اور خوشی سے دکنے لگا۔ آپ سکرائے اور فرمایا محمد غزالی کہاں ہیں۔ غزالی کو پیش کیا گیا سلام پیش کیا۔ حضور نے نہایت شفقت سے سلام کا جواب دیا۔ اور اپنا دست مبارک غزالی کے ہاتھ میں دے دیا۔ غزالی آپ کا ہاتھ چومتے جاتے۔ اور آنکھوں سے بار بار لگاتے اور دہانت طور پر اپنے چہرے کو حضور کے دست مبارک پر لگاتے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی نشست میں عقائد کو سنا۔ اور بڑی تفصیل سے ان خیالات کو سنتے رہے۔ میں ان خیالات کو سنتے سنتے خواب سے اٹھا۔ میری آنکھوں میں ابھی تک رونے کے اثرات موجود تھے اور جس واقعہ کو میں نے دیکھا تھا۔ اس کے اثرات زندگی بھر میرے دل و دماغ پر رہے۔

شیخ محمد صادق شیبانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مناقب غوثیہ میں لکھتے ہیں کہ شب معراج کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی۔ حضرت موسیٰ نے دریافت کیا کہ آپ نے تو فرمایا ہے کہ "عُلَمَاءُ اُمَّتِي كَانِبِيَاءِ بَنِي اِسْرَائِيْل" (میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء جیسے ہوں گے) میں چاہتا ہوں کہ آپ کی امت کا ایک عالم میرے پیش کیا جائے تاکہ میں اس سے بات کر سکوں۔ اسی وقت امام غزالی کے روح کو بیدار کیا گیا۔ اور حاضر کیا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سلام کریں اور خدمت میں حاضر ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے امام غزالی سے پوچھا آپ کا نام کیا ہے۔ امام نے عرض کی۔ میرا نام محمد بن محمد غزالی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں نے تو صرف تمہارا نام پوچھا ہے۔ باپ کا نام تو نہیں پوچھا۔ یہ کیا فضول حرکت ہے آپ نے عرض کی۔ جس دن آپ کو جلوہ شجر طور سے نوازا گیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے سوال کیا تھا۔ مَا تَلِكْ بِمِیْنِكَ يَا مُوسٰی (اے موسیٰ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟) اس وقت آپ نے جواب دیا تھا کہ یہ عصا ہے اَتَوْسُو عَلَیْهَا وَاُهَشُّ بِهَا عَلٰی غَنَمِیْ وَ لٰی فِیْهَا مَارَبٍ اُخْرٰی (یہ عصا ہے۔ میں اس سے تکیہ کر لیتا ہوں بکریوں

کے لئے پتے چھاڑتا ہوں۔ اور اس کے علاوہ کئی کام لیتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے تو صرف آپ کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چیز کے بارے میں سوال کیا تھا۔ مگر آپ نے اتنے جوابات دیئے۔ ان کا کیا مطلب تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بتایا۔ جس وقت مجھے مَاتِلْکَ، بِمِیْنِکَ یا مَوْسِیٰ کہا گیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ ہماری دل جوئی کے لئے دریافت فرما رہے ہیں۔ ورنہ اس کی ذات سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں تھی۔ ہمیں بھی موقع ملا۔ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کے ایک سوال کے جواب میں تفصیلاً جواب دینے میں اپنی خدمت گزارگی کا اظہار مقصود تھا۔ حضرت امام غزالی نے عرض کی۔ حضرت آپ نے میرا نام دریافت فرمایا۔ تو میں نے بھی اظہار عقیدت کے طور پر اپنا۔ اپنے والد اور ان کے والد کا نام بتاتے ہوئے سلسلہ کلام دراز کیا تاکہ آپ سے گفتگو کو طول دیا جاسکے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام خاموش رہے۔ مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چھڑی کے اشارے سے امام غزالی کو روک کر فرمایا کہ انبیاء کے سامنے زیادہ گفتگو ادب کے خلاف ہوتی ہے۔ امام غزالی نے گردن جھکا دی۔ مگر حضور کی چھڑی نے آپ کے کندھے کو چھو یا۔ کہتے ہیں۔ امام غزالی پیدا ہوئے تو یہ نشان پیدائشی طور پر آپ کے جسم پر موجود تھا۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب منجول لکھی تو اپنے استاد امام الحرمین کی خدمت میں پیش کی۔ استاد مکرم نے کتاب پڑھی تو فرمایا۔ "غزالی تم نے مجھے زندہ درگور کر دیا ہے۔" یعنی یہ کتاب میری تمام شہرت پر حاوی ہوگی۔ اور میری شہرت دب کر رہ جائے گی (استاد کی طرف سے یہ انداز تحسین کتنا لطیف اور جامع ہے)

حضرت امام غزالی کی ولادت ۴۵۰ھ میں ہوئی۔ مگر بعض تذکرہ نویسوں نے ۴۲۹ھ بھی لکھی ہے۔ وفات ۱۲ جمادی الآخری ۵۰۵ھ یا بقولے ۵۰۶ھ ہوئی۔

آل محمد بن محمد شیخ حق - مطلع نور بعیتین روشن جبیں

شد عیان عم العلوم احمدی - سرور اقولید آل عین الیقین

روشن مابہات	محبت	مکمل نوردین	گل گلشن	مہدی فقر
۵۲۲۹	۵۲۲۹	۵۲۵۰	۵۲۵۰	۵۲۲۹

گفت سرور سالِ ترحیلش عیاں - عابد موسے امام المسلمین

صاحب تاج	محبت مجتبیٰ	زینت ابدال	۵۰۵ شمس زمیں
۵۵۰۵	۵۵۰۵	۵۵۰۵	۵۵۰۵

عالم طیب امام المسلمین	رہبر محمود	رہبر اہل دین	محمد بن محمد پیر مہدی
۵۵۰۵	۵۵۰۵	۵۵۰۵	۵۵۰۵

محمد بن محمد یار محبوب سے بھی تواریخ ولادت اور وصال برآمد ہوتی ہیں۔

۵۵۰۵

حکیم سنائی غزنوی قدس سرہ - شعرا میں سربر آوردہ تھے۔ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ والد حضرت شیخ رضی الدین علی تھے۔ کتاب حقیقۃ الحقیقت آپ کی بہترین تصنیف ہے۔ آپ کی توبہ کا واقع یوں بیان کیا گیا ہے۔ کہ سلطان ابراہیم غزنوی جاڑوں کی سردی میں غزنین سے کسی ملک کی فتح کے لئے نکلے۔ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے حق میں ایک خوبصورت قصیدہ لکھا تھا۔ آپ سلطان کے دربار کی طرف جا رہے تھے۔ تاکہ وہ قصیدہ پیش کر سکیں راستے میں ایک مجذوب دیکھا جو شراب کے نشہ میں دھت ہو کر ساتی کو کہہ رہا تھا۔ شراب کا ایک پیالہ ابراہیم غزنوی کے اندھے پن کے لئے اور پلا دو۔ ساتی نے کہا۔ وہ غازی مرد ہے۔ بادشاہ اسلام ہے۔ وہ کیسے اندھا ہو سکتا ہے؟ مجذوب نے کہا۔ کیا وہ اندھا نہیں کہ اپنے ملک کو آباد اور خوشحال کرنے کی بجائے دوسرا ملک فتح کرنے کو چل نکلا ہے۔ پیالہ اٹھایا اور پی گیا۔ ایک بار پھر اٹھا اور کہا کہ ایک پیالہ حکیم سنائی شاعر کے اندھے پن کے صدقے دے دو۔ ساتی نے کہا وہ تو ایک دانا شاعر ہے۔ وہ کیسے اندھا

ہے! مجذوب نے کہا۔ وہ نامبارک مرد ہے۔ اگر وہ اندھانہ ہوتا۔ تو سلطان کے پیچھے بے فائدہ
قصیدہ لکھ کر نہ دوڑتا۔ جھوٹی باتوں پر مشتمل قصیدہ لکھ کر خوش ہونا۔ یا خوش کرنا کون سی عقلندی
ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے اسے اس کام کے لئے پیدا کیا ہے۔ سنائی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات سنی
تو ان کے دل کی کیفیت بدل گئی۔ تارک الدنیا ہو کر یاد الہی میں مشغول ہو گئے۔

دارالشکوہ اپنی کتاب سفینۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ چونکہ حدیقہ سنائی میں کئی الحاقی اور
نامعقول اشعار تھے۔ انہیں پڑھ کر میرے دل میں تغیر و مکدر پیدا ہوا اور حکیم سنائی کے متعلق میری
رائے بڑی نامناسب ہو گئی۔ چنانچہ جب میں غزنی گیا تو عہد کیا کہ تمام بزرگان دین کے مزارات
کی زیارت کو جاؤں گا۔ مگر حکیم سنائی کے مزار پر نہیں جاؤں گا۔ مجھے رات خواب میں یوں دکھائی دیا
کہ میں غزنی کے تمام مزارات کی زیارت کر رہا ہوں۔ مجھے کسی نے بتایا کہ یہ حکیم سنائی کی قبر ہے۔ میں
نے غور کیا۔ تو سفید سنگِ مرمر کی ایک قبر نظر آئی۔ اس پر کتبہ لکھا ہوا تھا۔ یہ سنائی سنی العقیدہ
کی قبر ہے۔ جب میں نے یہ واقعہ دیکھا۔ تو مجھے معلوم ہوا کہ حکیم سنائی سنی تھے۔ دوسرے روز
میں مزارات کی زیارت کو نکلا تو میں نے دیکھا کہ سفید پتھر کی ایک قبر جسے میں خواب میں دیکھ
چکا تھا۔ سامنے ہے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ جن اشعار کی وجہ سے میرا دل مکدر ہو گیا تھا وہ حکیم سنائی
کے نہیں تھے۔ بلکہ الحاقی تھے۔ کسی بدعتی رافضی نے کتاب میں درج کر دیئے تھے۔

حضرت حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ ۵۲۵ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کے مزار پر یہی سن وصال
لکھا ہوا ہے۔

چوں سنائی حکیم روشن دل - گشت از دیدہ جہاں مستور
شاہ عالم حکیم سردور گفت - رحلتش ہم زہے من نور است

۵۲۵

اسم گرامی کاکیش تھا۔ کبار مشائخ اور بزرگان دین
تاج العارفین ابوالفداء قدس سرہ نے میں سے تھے۔ شیخ محمد شپکنی کے مرید تھے۔ ارشاد

طالبان میں اپنی مثال آپ تھے۔ شیخ علی ہدیٰ، شیخ بقا، شیخ عبدالرحمان طفونجی شیخ مطر البازونی، شیخ ماجد گودی، شیخ جاگیر شیخ احمد جیسے آپ کے ہی مرید اور تربیت یافتہ تھے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ جوانی کے عالم میں آپ کی مجلس میں حاضر ہوئے تو حضرت شیخ ابوفان نے سلسلہ گفتگو منقطع کرتے ہوئے۔ حاضرین مجلس کو کہا: "یہ نوجوان جو ابھی میری مجلس میں آیا ہے۔ اسے مجلس سے باہر نکال دو۔" لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ تھوڑے دنوں بعد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی پھر اسی مجلس میں چلے گئے تو شیخ ابوفان نے دوبارہ کہا: "اس نوجوان کو میری مجلس سے اٹھا دیا جائے۔" لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ مگر شیخ بار بار اس مجلس میں جاتے رہے۔ حتیٰ کہ جب آپ جو تھی بار مجلس میں داخل ہوئے۔ تو شیخ ابوفان رحمۃ اللہ علیہ منبر سے نیچے اتر آئے۔ حضرت غوث الاعظم سے بغل گیر ہوئے۔ اور حاضرین مجلس کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ سب کے سب اٹھو اور اس نوجوان کی تکریم و تعظیم کرو۔ یہ نوجوان غوث اعظم ہیں۔ میں نے انہیں تین بار اپنی مجلس سے نکلانے کا اس لئے حکم نہیں دیا تھا۔ کہ ان کی اہانت مقصود تھی۔ بلکہ حقیقت یہ تھی۔ کہ تم لوگ اس کے مقام سے واقف نہیں تھے۔ اس وقت تم مجھے اس نوجوان سے بہتر خیال کرتے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ غوث اعظم ناقدرہ شناسوں کی مجلس میں آگئے ہیں۔ مجھے اپنے اللہ کی عزت و جلال کی قسم ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک وقت آئے گا۔ کہ یہ نوجوان منبر پر کھڑے ہوگا۔ اور کہے گا: "میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔ (فقد منیٰ ہندہ علیٰ کل رقبتہ ولی اللہ)"

لوگوں کو یہ بات کہنے کے بعد شیخ ابوفان نے حضرت غوث الاعظم کو مخاطب کیا اور کہا۔ جب آپ اس مقام پر پہنچیں تو مجھے یاد کر لینا۔ کیونکہ اس وقت آپ اللہ کی محبوبیت کے مقام پر ہوں گے۔ حضرت شیخ نے آپ کی خدمت میں ایک عصا، پیالہ، سجادہ، تیسع، مصلیٰ، پیراہین پیش کیا۔ اور کہا میری طرف سے یہ تحائف اپنے پاس رکھنا کہتے ہیں۔ جناب غوث الاعظم اس تیسع کو زمین پر رکھتے تو اس کا ایک ایک دانہ جدا جدا ہو جاتا۔ پیالہ کسی کو دینا مقصود ہوتا تو ہاتھ سے اچھلتا اور خود بخود دوسرے کے ہاتھ میں جا پہنچتا۔

آپ ۵۳۰ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کا مزار پر انوارِ قلمینا مضافات بغداد میں ہے آپ انہی سال کی عمر میں رحلت فرما ہوئے۔

بوالوفات تاج سرودینا و دیں - چوں ازین دنیا بخت یافت جا
سرور دین گشت از سرور عیاں - سال وصل آں امام با صفا

۵۳۰ھ

نیز تبارِ بخش نداشت از خرد - ہادی محسوب تاج ادبیاء

اسم گرامی محمد بن حمویہ تھا۔ فراسان کے آئندہ شاخ
خواجہ عبداللہ حموی قدس سرہ: میں سے تھے اور حضرت شیخ عبداللہ بستی کے علماء

خلفاء میں سے شمار ہوتے تھے۔ علوم شریعیہ اور طریقت میں ماہر تھے۔ حضرت عین القضاة اپنے
اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں تین حضرات مقتدائے وقت میں سے ہیں
ایک شیخ احمد بن محمد عزالی۔ دوسرے محمد بن محمد عزالی اور تیسرے خواجہ عبداللہ بن محمد حموی رحمۃ
اللہ علیہم اجمعین۔ حضرت شیخ حموی ایک کتاب صلوات الطاعین جو حقائق و وقایع سے مالا مال ہے
صدیقیہ کے لئے مشعل راہ بنی۔ آپ کی وفات ۵۳۰ھ ہجری میں ہوئی جبکہ آپ کی عمر نوے سال تھی

خواجہ دین شیخ عبداللہ پیر - یافت از دنیا چو در جنت قرار

سن و سال رحلتش ہادی تقی ست - نیز عبد اللہ محمد نامدار

۵۳۰ھ

۵۳۰ھ

کنیت ابونصر۔ والد کا اسم گرامی۔ ابوالحسن

شیخ ابونصر احمد جام زندہ پیل قدس سرہ: تھا۔ جام کے نزدیک موضع ناحق میں

پیدا ہوئے۔ مقتدائے اہل طریقت تھے پھر یگانہ زمانہ بنے۔ قطب العہد اور غوث الوقت

مشہور ہوئے۔ آپ عربی بن عبداللہ الجیلی کی اولاد میں سے تھے جنہیں حضرت عمر ابن الخطاب

رضی اللہ عنہ نے یوسف امت محمدیہ کہا تھا۔

حضرت شیخ احمد اول عمر میں اُمّی محض تھے بائیس سال گزرے تو اللہ کی رحمت نے علم کی روشنی سے نوازا۔ پہاڑوں میں گوشہ نشین ہوئے ریاضت اور مجاہدہ میں پورے تیرہ سال گزار دیئے۔ چالیس سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ کے اہام کی روشنی میں مخلوق خدا کی راہنمائی میں نکلے۔ علم لدنی کے ابواب کھل گئے۔ آپ نے توحید۔ اسرار اور حکمت میں تین سو کتابیں لکھیں۔ یہ کتابیں وقت کے عارفین اور حکماء کے لئے مطالعہ کا ذریعہ بنیں۔ اسرار تصوف میں عمدہ اشعار کہتے۔ گفتگو اور تحریر آیات قرآنی اور احادیث کے حوالے سے پڑھتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے کثیر الاولاد کیا تھا۔ آپ کے بیالیس لڑکے تھے۔ آپ کی زندگی میں ان لڑکوں کے ہاں ۳۹ لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں حضرت شیخ کی وفات کے وقت چودہ لڑکے اور تین لڑکیاں موجود تھیں۔ یہ چودہ بیٹے صاحب علم اور صاحب تصنیف تھے۔ پھر مشائخ کی صف میں تھے۔ اور صاحب کرامات تھے۔

حضرت شیخ احمد جام کی عمر ساٹھ سال تھی تو فرمایا کرتے تھے کہ اب تک میرے ہاتھ پر ایسی ہزار لوگوں نے توبہ کی ہے۔ آپ کے صاحبزادے شیخ ظہیر الدین علی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب رموز الحقائق میں لکھتے ہیں کہ میرے والد کے اپنی عمر کے آخرین حصہ میں ساٹھ ہزار لوگوں نے توبہ کی تھی۔

شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک ایسا فرقہ تھا۔ جو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آپ کو منتقل ہوا تھا۔ آخر کار یہ فیصلہ کیا گیا کہ یہ فرقہ حضرت احمد جام کو منتقل کیا جائے چنانچہ حضرت ابوسعید ابوالخیر نے اپنے بیٹے کو وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد ایک جوان عنایتاً سرود۔ ارزق چشم احمد جام نامی آئے گا۔ یہ فرقہ اسے دے دیا جائے۔ کیونکہ اسی کی امانت ہے۔ چند سال اسی طرح گزرے شیخ ابوطاہر نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے والد ابوسعید ابوالخیر دوستوں کا ایک مجمع لئے بڑی تیزی سے تشریف لارہے ہیں۔ پوچھا کہ اس قدر کیوں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ قطب الاولیاء آ رہے ہیں۔ ہم لوگ ان کے استقبال کو جا رہے ہیں۔ دوسرے دن حضرت شیخ طاہر اپنی خانقاہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک نوجوان ان اوصاف کے ساتھ جو والد

محرم نے بیان کی تھیں۔ خانقاہ میں آیا۔ شیخ نے ایک ہی نگاہ میں پہچان لیا۔ اور بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ استقبال کیا لیکن اپنے والد کا فرقہ پیش کرنے میں کچھ تامل کر رہے تھے۔ حضرت شیخ احمد جام نے فرمایا۔ حضرت امانت کی سپرداری میں دیر کرنا اچھی بات نہیں۔ یہ بات سنتے ہی شیخ ابوطاہر و جد میں جھوم اٹھے۔ خانقاہ سے فرقہ لائے۔ اور حضرت شیخ احمد کو نہایت اعزاز کے ساتھ پہنچایا۔

کہتے ہیں یہ فرقہ بائیس اولیاء اللہ کی وساطت سے حضرت احمد جام تک پہنچا تھا۔ شیخ مودود چشتی بھی حضرت احمد جام سے نسبت روحانیت رکھتے تھے۔ مناقب شیخ مودود میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ آپ کی وفات ۵۳۶ھ میں ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر شریف ۹۰ سال تھی آپ کا مزار پر انوار بمقام جام موجود ہے۔

جناب شیخ احمد پیر بونصر - کہ بود او رونق دین زرب اسلام
امیر المؤمنین محسوب گفتم - بسال رحلت آن شیخ خوش کام

۵۳۶ھ

عشق اللہ بونصر کامل احمد جام سے بھی تاریخ وصال نکلتی ہے۔
۵۳۶ھ اور ۵۳۶ھ

ابوالوقت کنیت تھی۔ شاہ و
شیخ عبدالاول بن شعیب بخری ہرودی رحمۃ اللہ علیہ۔ عام میں قبول تھے۔ علوم
ظاہر و باطن میں ماہر تھے۔ حدیث میں شیخ الاسلام۔ جمال الاسلام داودی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد
تھے۔ حضرت شیخ الاسلام عبداللہ انصاری کی صحبت میں رہے۔ خراسان سے بغداد میں پہنچے۔
آپ کی ولادت ماہ ذی القعدہ ۴۵۸ھ میں ہوئی۔ اور وفات ماہ ذی قعدہ ۵۵۳ھ میں
بغداد میں ہوئی۔ آپ کا مزار شونیز متصل مزار شیخ رویم ہے۔ یاد رہے کہ حضرت شیخ سید
عبدالقادر جیلانی نے آپ کی نماز جنازہ کی امامت کرائی تھی۔

جناب عبد اول شیخ والا - کہ از روز ازل مقبول حق بود
اگر خواہی دلا سال وصالش - ہدا بن شعیب ہادی محمود

۵۵۵۳

آپ قدماتے مشائخ سے تعلق
شیخ عدی بن مسافر الشامی الہنکاری قدس سرہ برکتے ہیں۔ جناب غوث الاعظم
محی الدین عبدالقادر جیلانی حضرت شیخ حماد شیخ وباس شیخ عقیل منجی سے صحبت رکھتے تھے کرامات
و خوارق میں مشہور تھے۔ یہ ناغوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ پہلی بار سفر حج پر روانہ ہوئے۔ تو آپ
ہی رفیق سفر تھے۔ ان دونوں بزرگوں نے حج کیا۔

سیفینۃ الاولیاء کے مصنف نے آپ کا سال وفات ۵۵۵۷ لکھا ہے تذکرۃ العاشقین میں
۵۵۵۸ لکھا ہے۔ آپ کا مزار پر انوار جبل ہنکار میں واقع ہے۔

عدی ابن مسافر پیر شامی - کہ دانش بود اہل علم و ادراک
زدل انور میر آمد و صالحش - جو چشمش رفت مثل گنج در خاک

۵۲۵۶

آپ تاج العارفین ابو الوفا قدس سرہ کے مرید اور خلیفہ

شیخ ماجد گرومی قدس سرہ برکتے خاص تھے صاحب کشف و کرامت تھے۔ آپ کی توجہ

عالیہ سے بے پناہ مخلوق خدا ہدایت یافتہ ہوئی آپ حضرت غوث الاعظم کے احباب اور اصحاب میں
سے تھے۔ اور آپ سے ہی فیض نامہ حاصل کیا تھا۔

ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا۔ حضرت مجھے کعبۃ اللہ کی زیارت اور
طواف کی اجازت دیں۔ میں سفر حج میں تنہا جانا چاہتا ہوں حضرت نے اپنا کوزہ اسے دیا۔
فرمایا۔ سفر میں جہاں بھوک اور پیاس لگے اس کوزہ سے ٹھنڈا میٹھا پانی اور روٹی ملے گی۔ دوران
سفر واقعی ایسا ہی ہوتا رہا۔

آپ ۵۶۱ھ میں فوت ہوئے آپ کا مزار پر انوار جبل حمرین پر واقع ہے۔

شیخ دین ماجد چوزین دنیائے دوس - رفت ہجرت کرد در باغ جنان
رعلتش سردار ماجد آمد است - نیز ماجد ہادی الاسرار خواں

۵۵۶۱

۵۵۶۱

آپ خطہ ملتان کے مشہور ترین اولیائے
سنخی سردار سلطان (سید احمد) قدس سرہ سے تھے۔ کبار میں سے تھے۔ پیر خانوہ۔ لکھی خان اور
لکھ داتا کے نقابات سے مشہور ہوئے۔ تشریف الشرفاء میں آپ کی نسبت یوں درج ہے۔
سید زین العابدین - سید عمر - سید عبداللطیف - سید بہار الدین - سید غیاث الدین - سید
بہار الدین - سید صلاح الدین - سید زین العابدین - سید علی - سید صالح سید عبدالغنی -
سید جلیل - سید خیر الدین - سید ضیاء الدین - سید دارو - سید عبدالجلیل رومی - سید ہامیل
سید امام جعفر صادق سید محمد باقر - سید زین العابدین - حضرت سید امام حسین - حضرت علی کرم
اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ قدس سرہم۔

سب سے پہلے آپ کے والد مکرم سید زین العابدین عرب شریف سے دارو برصغر ہوئے۔
اور ملتان کے قریب موضع کرسی کوٹ میں قیام فرما ہوئے۔ اس موضع کے مقدم پیرا کی بیٹی عائشہ سے
شادی کی۔ پیرا کھوکھر قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ اس بی بی کے بطن سے سید احمد سنخی سردار سلطان اور ان
کے بھائی عبدالغنی (جنہیں سید خان ڈھوڈ کے نام سے شہرت ملی) پیدا ہوئے۔ سید احمد مادر زاوولی
اللہ تھے۔ بچپن سے ہی آپ کی پیشانی سعادت پر انوار ولایت جلوہ گر تھے۔ اپنے والد محترم سے راہ
طریقت کا آغاز کیا۔ سفر بغداد اختیار کیا۔ اور جناب غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے
اور فیض کامل حاصل کیا۔ کچھ عرصہ حضرت خواجہ شہاب الدین بہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت
میں گزارا۔ واپسی پر موضع چشت میں پہنچے۔ حضرت مودود چشتی سے فیض حاصل کیا۔ فرقہ خلافت
اور اجازت بیعت حاصل کی۔ اور اس طرح آپ زمانہ کے کاملین میں شمار ہونے لگے۔ حضرت خضر
علیہ السلام اور دوسرے رجال الغیب سے ملاقات فرماتے تھے وقت کے ابدال اور اتاد آپ کے

پاس آیا کرتے تھے۔ آپ اپنی روزی حاصل کرنے کے لئے بکریاں چرایا کرتے تھے اور کاشت کاری کے کاموں میں بھی حصہ لیتے تھے۔

آپ سفر بغداد سے واپس وطن آئے۔ تو لاہور تشریف لائے۔ لاہور میں ان دنوں مولانا محمد اسحاق لاہوری نے مسند علم بچھا رکھی تھی آپ نے مولانا کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ اور آپ علوم مروجہ سے مستفیض ہوئے۔ ظاہری علوم سے فارغ ہو کر موضع سوہدرا نزد وزیر آباد پہنچے اور دریائے چناب کے کنارے پہنچ کر قیام فرما ہوئے۔ چند سال اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہے دور دراز سے مخلوق خدا آنے لگی۔ اور اس چشمہ رفیض سے سیراب ہونے لگی۔ چونکہ دنیا داروں میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہ تھا۔ جو آپ کے دروازے پر آتا اور محروم جاتا۔ اس لئے لوگوں میں آپ کا نام سخی سرور اور لکھ داتا مشہور ہو گیا۔

ایک دفعہ سوہدرے کے فہر دار عمر بخش کو ایک ایسی بیماری نے آیا جس کا علاج ناممکن تھا اس کے رشتہ دار اس کی زندگی سے مایوس ہو گئے۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کی التماس کی۔ ابھی لوگوں نے اپنی بات پوری نہ کی تھی۔ کہ حضرت نے زمین سے تھوڑی سی مٹی اٹھائی اور انہیں کہا۔ اس مٹی کی ایک خوراک مریض کو کھلاؤ ٹھیک ہو جائے گا۔ عمر بخش اسی دن سے شفا پا کر ہو کر کاروبار زندگی میں مصروف ہو گیا۔

ایک دن سوہدرے کے تمام فہر دار اور دوسرے امراء آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ تمہارے گاؤں میں احمد ترکھان کے پاس ایک گھوڑی ہے۔ جو میں خریدنا چاہتا ہوں بیزار سے مل کر احمد ترکھان کے گھر گئے۔ مگر اس نے صاف انکار کر دیا۔ اس دن کے بعد وہ اپنی گھوڑی کو گاؤں والوں سے چھپاتے رکھتا۔ فہر داروں نے احمد ترکھان کی اس حرکت کی اطلاع حضرت سخی سرور کو دے دی۔ آپ فرمانے لگے۔ احمد ترکھان یہ گھوڑی نہیں بیچتا تو گھوڑی خود میرے پاس آ جائے گی۔ ابھی چند لمحے گزرنے پائے تھے کہ گھوڑی دوڑتی ہوئی آپ کے دروازے کے سامنے آ کر رک گئی حضرت اس گھوڑی پر سوار ہو کر دھونکل چلے گئے۔ اور

چند دن گوشہٴ عزت میں بیٹھے رہے۔

دھونکل کا بزرگوار جو نانا نامی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا۔ حضرت میں نے اپنے بیٹے دھونکل کے نام اس موضع کا نام رکھا ہے مگر میرا بیٹا چند دنوں سے لاپتہ ہے مجھے اس کا علم نہیں۔ دعا فرمائیں کہ وہ آجائے۔ آپ نے فرمایا۔ آج آجائے گا۔ اسی دن وہ گھر آ گیا۔

ایک دن حضرت سلطان سخی سرور دھونکل میں عزت گزین تھے روضہ کے لئے پانی نہیں تھا۔ آپ نے اپنا عصا زمین پر مارا۔ پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ آپ نے ایک چوہی میخ زمین میں ٹھونک دی۔ چند دنوں بعد سرسبز ہو گئی۔ جہاں نماز پڑھتے تھے۔ وہاں مسجد تعمیر ہو گئی۔

ایک دن آپ وزیر آباد سے سات میل دور موضع رتی پہنچے۔ اس گاؤں کا ایک شخص گائیں چرار ہا تھا۔ آپ نے اس سے دودھ مانگا۔ مگر اس نے انکار کر دیا۔ اور کہنے لگا۔ یہ گائیں تو دودھ نہیں دیتیں۔ آپ نے اپنے مریدوں کو حکم دیا کہ ان گائیوں کے بچے سامنے لائے جائیں اور دودھ دوا جائے۔ خادموں نے ایسا ہی کیا۔ ان بچھڑوں سے اتنا دودھ برآمد ہوا کہ تمام برتن بالاب بھر گئے۔

دھونکل میں کچھ عرصہ گزارنے کے بعد آپ کے دل میں وطن کی محبت جاگی۔ آپ کو ٹاکھڑی محلہ ان دنوں شاہ کوٹ کہلاتا ہے۔ تشریف لائے۔ یہاں آ کر آپ نے سید عبدالرزاق کی بیٹی سے شادی کی۔ جس سے دو سال بعد آپ کے ہاں ایک بیٹا سراج الدین پیدا ہوا۔ حاکم ملتان کہینو خان نے اپنی بیٹی لہابی بانی آپ کے نکاح میں دے دی۔ بے پناہ مخلوق آپ کے حلقہٴ ارادت میں آگئی۔ آپ کے خالہ زاد بھائی آپ سے حسد کرنے لگے۔ آپ اپنے بھائی سید عبدالغنی اور اپنی بیوی کے ساتھ شاہ کوٹ سے نکل آئے اور ایک پہاڑی کے دامن میں جہاں آپ کا مزار ہے۔ قیام کیا۔ بایں ہمہ آپ کے رشتہ داروں نے خاندانی دشمنی کی بنا پر وہاں پہنچ کر آپ کو آپ کی بیوی کو۔ آپ کے بیٹے سید سراج الدین المعروف بہ سید راج کو شہید کر دیا۔

خلاصۃ التواریخ کے مؤلف نے لکھا ہے کہ آپ کی شہادت کے بعد ایک شخص قندھار

سے ملتان جا رہا تھا۔ آپ کے مزار کے نزدیک سے گزرا۔ اس کے اونٹ کا پاؤں پھسلا اور لنگڑا ہو گیا۔ مزار پر حاضر ہو کر دعا کی اللہ تعالیٰ نے اونٹ کو صحت یاب کر دیا۔ اسی طرح تین بیمار شخص ایک نابینا۔ ایک جزامی اور ایک نامرد آپ کے مزار پر آئے تینوں شفا یاب ہو گئے۔
آپ کی شہادت کا سانحہ ۵۷۷ھ میں وقوع پذیر ہوا اور آپ کا مزار مخلوق خدا کی زیارت گاہ ہے۔

سید سرور سخی احمد - بود سلطان عالم و والی
جنت سرور چو سال تاربخش - ہاتفش گفت سرور عالی

۵۵۷۷

۵۵۷۷

اسم گرامی یحییٰ بن حبش تھا۔ ریاضت
شیخ شہاب الدین سہروردی مقتول قدس سرہ اور عبادت میں کامل تھے۔

حاشیہ :- شیخ الاشراق حضرت شہاب الدین یحییٰ بن حبش بن امیرک ابو الفتح سہروردی قدس سرہ ۵۷۷ھ یا ۵۷۵ھ میں بمقام سہرورد متصل زرخان پیدا ہوئے۔ آپ نے مروجہ علوم و فنون میں دسترس حاصل کی اور اسلامی علوم میں عالم مجرب رہے۔ آپ علوم غریبہ اور حکمت اشراق میں ماہر بنے جاتے تھے۔ صاحب ریاضت۔ صاحب سلوک تھے۔ آپ نے مراغہ میں حضرت مجدد الدین چلی سے حکمت و اصول کی تعلیم حاصل کی۔ اصفہان پہنچے۔ اس وقت کے استاد علوم و حکمت ظہیر الدین قادری سے استفادہ کیا وہاں کے صوفیاء کی مجالس میں حصہ لیا۔ اور عالم اسلام کے صاحب فکر اہل تصوف سے ملاقاتیں کیں وہاں سے سیر و ریاضت دنیائے اسلام پر نکلے۔ مکاشفات پر عبور حاصل کیا۔ آفاق و انفس کے سیر کے بعد تیس سال کی عمر میں شام اور حلب میں پہنچے ان دنوں سلطان صلاح الدین ایوبی کے فرزند ارجمند ملک ظاہر حلب کے حکمران تھے۔ یہ شہزادہ آپ کا مستعد ہو گیا اپنے معاصر نطفہ دانوں و دانشمندیوں اور علماء دین سے مناظرے کئے۔ اور شکست فاس دی۔ اس فتح نے علماء وقت کو آپ کے خلاف کر دیا۔ آپ کے خلاف فتویٰ کفر صادر کیا گیا۔ آخر کار علماء وقت نے ایک محضر نامہ تیار کیا۔ جس پر آپ کے قتل کی مہریں ثبت کیں سلطان صلاح الدین ایوبی نے بھی اس فتویٰ کی تصدیق کر دی۔ مگر آپ کے بیٹے نے اس فیصلہ پر عمل درآمد کرنے سے انکار کر دیا۔ تاہم آپ کو ۵۸۲ھ میں قتل کر دیا گیا۔

تیا جہاں تھے۔ توحیدی کلمات بر ملا کہتے۔ جلب آئے تو علمائے آپ کے قتل کا فیصلہ دے دیا۔ اور علماء کے فتویٰ سے آپ کو قتل کر دیا گیا۔ مبصر کہتے ہیں آپ کو قتل کر دیا گیا تھا۔ یا بھوک کی شدت سے انتقال کر گئے۔ آپ نے اس قسم کے عذاب کو اپنے لئے مباح بنا لیا تھا۔ جلب کے لوگ آپ کے مختلف مختلف الزائے تھے۔ کچھ لوگ تو آپ کو بے دین اور زندقہ کہتے۔ مگر کچھ لوگ آپ کو ولی اللہ اور صاحب کرامات مانتے تھے۔ مولانا عبد الرحمان جامی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب نفحات الانس میں فرماتے ہیں کہ علم ان کی عقل پر حاوی تھا۔ حالانکہ عقل کو علم پر غالب ہونا چاہئے۔ آپ کی وفات ۵۸۸ھ میں ہوئی۔ بعضوں نے ۵۸۸ھ لکھی ہے نفحات الانس میں ۵۸۶ھ تحریر ہے۔ ہمارے نزدیک یہی قول صحیح ہے صاحب مخبر الواصلین نے آپ کا سن وفات ۵۸۶ھ لکھا ہے۔

رہبر عالم شہاب الدین شہید - رفت چوں زیں دہر و ریاض جنان
سال وصلش آں شہ والا صفات - عمدہ دنیا شہاب الدین نجواں
۵۸۶ھ

شیخ اشراق اپنے علم و فکر کی بدولت تھوڑی عمر میں ہی شہرہ آفاق ہوئے۔ صبر تحمل اور ریاضت میں مشغول رہتے۔ تصنیف و تالیف میں مصروف رہے۔ مطارحان، تجویحات، لمحات، حکمۃ الاشراق، الواح العادیہ، الہیاء کل النور، المقادیر، شان القلوب، البارات الہیہ، الواح الانوار، اعتقاد الحکماء، رسالۃ العشق، رسالۃ فی جالۃ الطفولیہ، رسالۃ عقل صریح، روزے باجماعات صوفیہ، آواز پر جبرئیل، پرتو نامہ، یزدان شناخت، صغیر سی مرغ، نعت موداں، رسالۃ الطیر، دعوات اکواکب، الواح الفاریہ، الہیاء کل الفاریہ، الواح المعانی الہیہ، طوارق الالہیہ اور النفحات اسماء کے علاوہ بہت سے رسالے لکھے۔ آپ نے فلسفہ مشائسی پر کتاب حکمۃ الاشراق لکھی تو آپ کا لقب شیخ الاشراق پڑ گیا۔ دراصل شیخ ان حکماء میں سے ہیں۔ جنہوں نے فکر ایران کو اپنا یا فلسفہ یونانی اور فلسفہ عرب کو ہدف تنقید بنایا۔ قطب الدین شیرازی قدس سرہ نے آپ کی کتاب حکمۃ الاشراق کی شرح لکھتے ہوئے ایک گراں قدر مقدمہ لکھا ہے جس میں آپ کے نظریات اعتقادیات اور عقاید پر بحث کی ہے اور ان نظریات کے منابع پر روشنی ڈالی ہے۔ (ماخوذ مقدمہ کتاب حکمۃ الاشراق ترجمہ و شرح (دکتر سید جعفر سجادی۔ تہران۔ مطبوعہ دانستگاہ تہران۔ ایران)

مقتولے ایزدی ہادی مستقی زاہد ہادی اقدس شہاب الدین ساک یزداں

۵۵۸۶

۵۵۸۸

۵۵۸۷

۵۵۸۷

شہاب الدین مقتول

۵۵۸۱

کنیت ابو محمد تھی اور سرزمین مغرب کے رہنے والے تھے۔
 شیخ عبدالرحیم مغربی قدس سرہ: مصر کے سربراہ اور وہ مشائخ میں شمار ہوتے تھے۔ کرامات
 عالیہ اور مقامات بلند کے مالک تھے ایک دن آپ وضو فرما رہے تھے۔ ایک شخص مسلوب الحالت
 آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور تھوڑا سا پانی مالگا۔ حضرت نے وضو کا باقی ماندہ پانی اسے عطا
 کیا۔ ایک گونٹ پیتے ہی سلب شدہ حالت بحال ہو گئی۔

آپ کی وفات ۵۹۲ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار موضع قنی جو مصر کے قریب واقع ہے۔

جناب مغربی پیر جہانگیر - ز دنیا شد چو در فردوس اعلیٰ

یکے لاثانی آمد سال وصلش - وگر عبدالرحیم عابد معنی

۵۵۹۲

۵۵۹۲

آپ مشہور شاعر۔ اجل صوفی۔ اور عظیم عالم دین
 شیخ نظام الدین گنجوی قدس سرہ: تھے۔ گنجہ شہر میں رہائش پذیر رہے۔ آپ
 ظاہری اور باطنی علوم کے ماہر عالم دین تھے زہد و تقویٰ و ورع و فقہ میں بے مثال تھے۔ رضی
 زبجانی سے فرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ عمر گراں یہ قناعت اور عزت میں گزار دی۔ اہل دنیا سے
 ہمیشہ دور رہے۔ سلاطین کی صحبت سے پرہیز کیا۔ بڑے بڑے شہنشاہوں کی دلی تمنا ہوتی کہ
 آپ کی تصانیف میں ان کا نام آئے۔ تاکہ وہ بھی یادگار صفحہ ہستی بن سکیں۔ آپ کی پانچ کتابیں
 یادگار زمانہ ہیں۔ اور ان کا نام پنج گنج ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پنج گنج لطافت و بلاغت کا مرقع
 ہے اور حقائق و معرفت کا خزینہ ہے۔ آپ کی آخرین کتاب سکندر نامہ ہے۔ یہ کتاب ۵۹۲ھ میں
 مکمل ہوئی تھی۔ اور فارسی ادب و تاریخ میں بہترین کتاب مانی جاتی ہے۔

تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ جب خواجہ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی کتاب مخزن الارواح کے جواب میں مطلع الانوار لکھی۔ اور اس میں زور دار فخریہ شعر لکھا۔

”دبدبہ خسرویم شبہ بلند - زلزله در گور نظامی فگند“

میری بادشاہی کا دبدبہ بلند ہوا تو نظامی گنجوی کی قبر میں زلزله بپا ہو گیا۔

استرہ ہر چند دُے تیز داشت - مَوسر و مونسو اند شکافت

استرہ خواہ کتنا ہی تیز ہو۔ وہ بال موندھ تو سکتا ہے۔ بالوں کو پیر نہیں سکتا،

اس فخریہ انداز سے حضرت نظامی کے روح کی غیرت بیدار ہوئی۔ ایک بدہنہ تلوار ہوا میں

بہرائی۔ امیر خسرو کا نپ گئے ڈر کر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی پناہ میں پہنچے۔ حضرت نے

دستگیری فرماتے ہوئے۔ اپنی آستین آگے بڑھادی۔ نظامی گنجوی کی تلوار اس آستین کو کاٹتی

ہوئی چلی گئی۔

حضرت شیخ نظامی گنجوی قدس سرہ نے بارگاہِ حد وندی میں بڑی محبوبیت سے شعر کہے ہیں

گناہ من انا دے در شمار - ترانام کے بودے آمر زگار

میرے گناہ اگر نہ گنے جاسکتے۔ تو ترانام بخشہا رکھے ہوتا،

تو نیکی کنی من نہ بد کردہ ام - کہ بدراحوالت بخود کردہ ام

تو ہمیشہ اچھا کام کرتا ہے۔ مگر میں نے بھی برائی نہیں کی کیونکہ میں نے تو تمام برائیوں کو

اپنی طرف منسوب کر لیا ہے)

حضرت نظامی گنجوی اپنی تجریدی زندگی کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

چوں بعہد جوانی از بر تو - بدر کس ز فتم از در تو

ہمہ را بدرم فرستادی - من نمیخواہم و تو میدادی

چونکہ بد در گہر تو گشتم پیر - زانیکہ ترسیدنی است دستم گیر۔

حضرت شیخ گنجوی کی وفات ۵۹۶ھ میں ہوئی۔ مزار پر انوار گنجہ میں ہے۔

آن نظام الدین نظام دو جہاں - شد چو در جنت ازین فانی سرا
 گنج عرفان گنجوی پاک باز - بہت سال ر حلتش آن مقتدا
 محمد ابراہیم نام تھا۔ صاحب کشف و کرامت
 شیخ عبداللہ قریشی ہاشمی ہنگامی قدس سرہ تھے۔ علوم ظاہری اور باطنی میں لیگانہ
 روزگار تھے۔ اپنے وقت کے صاحب تصوف بزرگ تھے۔ آپ کی وفات ۵۹۹ھ میں ہوئی۔
 شیخ عبداللہ پیر راہنا - مصدرِ عشق و جلال ہاشمی
 رفت زین دنیا چو در خلد بریں - در نقاب آمد جمال ہاشمی
 ہاشمی ہادی اکبر شد عیاں - ر حلتش ہم پیر آل ہاشمی

۵۹۹ھ

۵۹۹ھ

آپ لاہور کے قدیم علماء صوفیاء میں سے تھے۔ ظاہری اور
 سید حسن زنجانی قدس سرہ تھے۔ باطنی علوم میں جامع تھے۔ صاحب سیاحت۔ کرامت اور
 خوارق تھے۔ آپ کو خاندان عالیہ جنیدیہ سے خلافت ملی تھی۔ آپ حضرت یعقوب زنجانی رحمۃ اللہ
 علیہ کے ہمراہ زنجان سے لاہور آئے تھے۔ بے پناہ لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں جمع ہوئے آپ
 کی وفات ۵۹۹ھ میں ہوئی لہ

لہ: سابقہ صفحات میں فاضل مؤلف نے حضرت مخدوم سید علی ہجویری لاہوری قدس سرہ کے حالات میں فوائد النواد
 کی ایک روایت نقل کی ہے جس میں لکھا ہے کہ جس دن حضرت داتا گنج بخش ہجویری وارد لاہور ہوئے۔ حضرت
 حسن زنجانی کا جنازہ دروازے سے باہر آ رہا تھا۔ اور حضرت سید علی ہجویری نے آپ کو خود دفنایا تھا۔ پھر ساتھ
 ہی یہ لکھا ہے کہ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کئی سال لاہور میں قیام کرنے کے بعد ۵۶۱ھ میں
 فوت ہوئے۔ دوسری طرف حضرت شیخ حسن زنجانی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۵۶۱ھ لکھا جا رہا ہے یہ روایت کہاں تک
 درست ہے؟ آیا یہ وہی بزرگ تھے جو داتا گنج بخش کی آمد کے دن جنازہ بردوش نظر آئے (ترجم)

شیخ دین میرزبده آفاق - پیر واقف حسین زنجانی
جسم از دل چو سال ترحیش - گفت عارف حسین زنجانی

آپ تدماع مشرخی عظام اور سادات

سید احمد توختہ ترمذی ثم لاہوری قدس سرہ :- کرام لاہور میں سے تھے اول عمر میں

ترمذ میں رہے۔ پھر اشارہ غیبی سے وطن مالوف سے عازم ہندوستان ہوئے۔ دوران سفر آپ اپنے ساتھ اپنی دو بیٹیاں جن کے نام بی بی حاج اور بی بی تاج تھے۔ ہندوستان لائے۔ آپ براہ کچ مکران پہنچے۔ بڑی بیٹی بی بی حاج شاہزادہ بہادر الدین محمد ولد سلطان قطب الدین محمد شاہ والی کچ مکران کے نکاح میں دی۔ یہ شاہزادہ حضرت شیخ ابوالحسن ہنکاری قریشی کی اولاد میں سے تھے آگے بڑھے لاہور آئے۔ اور لاہور کے محلہ چہل بی بی میں سکونت اختیار کی اور ہزاروں طالبان حق کی راہنمائی فرماتے رہے۔ کثیر خلق کو راہ ہدایت پر لائے اور فیضانِ روحانیت سے مالا مال کیا۔ آپ کے لاہور کے قیام کے دوران آپ کے برادرزادہ سید شاہ زید بھی لاہور پہنچے۔ دوسری لڑکی تاج بی بی اس برادرزادے سے بیاہ دی۔ اور انہیں ہندوستان کے وسطی علاقہ کی طرف جانے کا حکم دیا۔ شاہزادہ سید شاہ زید بمقام سوانہ بڑھمن پہنچے تو شہید ہوئے۔ آپ کا کفار سے مقابلہ ہوا تو تین میل تک سر کے بغیر ہی تیغ زنی کرتے رہے۔

راقم (مفتی غلام سرور لاہوری) نے حضرت کے حالات تذکرہ قلندری سے نقل کئے ہیں تذکرہ قلندری کے مولف لکھتے ہیں کہ سید احمد توختہ سادات حسینی میں سے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جاملتا ہے۔ سید احمد ترمذی - بن سید علی ترمذی بن حسین ثانی میں سید حسین محمد مدنی بن سید شاہ ناصر مدنی بن سید موسیٰ بن سید علی بن امام علی اصغر بن امام زین العابدین بن سید امیر المومنین سید الشہداء شہید کربلا سید کونین امام حسین بن علی اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

آپ کو لقب توختہ یوں ملا تھا کہ رات حضرت پر روشن ضمیر سے حجرے کے اندر سے آپ کا

آواز دی۔ آپ دوڑے دوڑے آگئے مگر حجرے کا دروازہ بند پا کر دروازے پر کھڑے رہے اور ازراہ ادب اپنی حاضری کی اطلاع نہ دی۔ ساری رات وہیں پر کھڑے کھڑے گزار دی۔ علی الصباح شیخ نے حجرے کا دروازہ کھولا۔ سید احمد کو وہیں پر کھڑے پایا۔ اور دیکھ کہ بڑے خوش ہوئے۔ اور توختہ کے لقب سے نوازا۔ توختہ ترکی زبان میں کھڑے ہونے والے کو کہتے ہیں جو شخص ہر وقت حاضر باش ہو اسے "توختہ" کہا جاتا ہے۔

سید احمد توختہ ۱۱۵۲ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کا مزار پرانوار لاہور کے محلہ چہل بی بی راندرون موچی دروازہ، ان دنوں طولیہ غلام محی الدین قریشی میں واقع ہے۔ سابقہ مورخین نے آپ کا مادہ تاریخ مرشد پنجاب سے نکالا ہے۔

رفت درجنت چو زیں وار فنا - سید احمد شہ بناؤ پیر
پیر ہادی میر عالی جاہ گفت - عقل سال انتقال آں امیر
ماہتاب اہل دین احمد نجواں - ہم بگو سید ولی میر کبیر

۵۶۰۲

۵۶۰۲

آپ اولیائے کبار لاہور میں سید یعقوب سند دیوان زنجانی لاہوری قدس سرہ - شمار ہوتے تھے۔ علوم ظاہری اور باطنی میں جامع تھے۔ شریعت و نجابت میں یکتا تھے۔ سلسلہ عالیہ جنید یہ سے تعلق رکھتے تھے صاحب مال و مال بزرگ تھے۔ آپ کے والد محترم سید علی صحیح النسب حسینی سادات میں سے تھے آپ کا سلسلہ نسب سولہ واسطوں سے حضرت امام موسیٰ کاظم سے جا ملتا ہے۔ آپ ایمائے غیبی سے ۵۰۵ھ میں ترکستان سے برصغیر میں وارد ہوئے۔ لاہور میں سکونت اختیار کی۔ آپ کی مشیخت کا شہرہ چار دانگ عالم میں گونجنے لگا۔ صاحب کرامت و خوارق ہونے کی وجہ سے لوگوں میں متعارف ہوئے لاہور کے علماء اور شرفاء نے آپ کے مقام مشیخت کو تسلیم کیا تھا۔

آپ کے زمانے میں معزاللہ پیرام شاہ بادشاہ بن مسعود شاہ بن ابراہیم شاہ غزنوی

ہندوستان کا بادشاہ تھا۔ پنجاب میں غزنوی سلطنت کا گورنر ظفر نامی تھا۔ وہ آپ کا بڑا معتقد تھا۔ گورنر کی وجہ سے بے پناہ مخلوق خدا بھی آپ کے حلقہ ارادت میں آگئی۔ اور لاہور سے نکل کر آپ کی شہرت پورے پنجاب میں پھیلنے لگی۔ آپ سے کرامات اور خوارق ظاہر ہوئیں جن میں حضرت خواجہ معین الدین اجمیری چشتی رحمۃ اللہ علیہ لاہور تشریف لائے اور حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار پر انوار پر معتکف ہوئے۔ تو حضرت صدر دیوان لاہور میں موجود تھے۔ یہ دونوں بزرگان دین بڑی محبت سے اکٹھے رہتے تھے اور حضرت صدر دیوان کو حضرت اجمیری سے بے پناہ محبت اور عقیدت تھی۔ حضرت صدر دیوان کے مزار کے قریب ہی آج تک حضرت خواجہ اجمیری کی نشست گاہ آج تک عوام کی زیارت گاہ ہے۔

معتبر اور صحیح اقوال سے آپ کا سن و نوات ۱۶ ماہ رجب ۶۰۴ھ ہے۔

چوزنجانی ازین دنیا سفر کرد - مجب ایزدی گردید محسوب
 شہ متبول زنجانی رقم شد - بسال رحلتش آل شاہ مطلوب
 بگو مسعود مہدی صدر دیوان - وگر فرما مقدس پیر یعقوب

۵۶۰۴

۵۶۰۴

آپ کا اسم گرامی ابو محمد بن ابی
 شیخ روز بہان صفیر بقلی شیرازی قدس سرہ۔ البقراء البقلی شیرازی تھا آپ
 سلطان الفقراء۔ برہان العلماء اور قدوة العشاق کے خطابات سے مشہور تھے آپ عراق۔ شام
 حجاز کے سفر کئے۔ شیخ ابوالنجیب بہروردی کے سکندریہ کے دارالعلوم میں بخاری شریف کے
 درس میں ہم سبق تھے۔ آپ کو شیخ سراج الدین محمود بن خلیفہ بن عبدالسلام بن احمد بن سال سے
 فرقہ خلافت ملا۔ شیراز کے اطراف میں ریاضت کرتے رہے آپ ان ریاضات کے دوران صاحب
 شوق و وجد و سماع ہوئے۔ آپ بہت سی تصانیف کے مالک ہیں تفسیر عراس البیان آپ کی معروف
 اور مشہور تفسیر ہے۔ شرح شطیجات ابن عربی۔ کتاب الانوار فی شرح الاسرار بھی دنیائے تصوف میں

معروف کتابیں آپ کی تصنیف ہیں۔ آپ نے شیراز کے جامع حقیق میں پچاس سال درس و وعظ کیا۔ حضرت شیخ ابوالحسن فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت بقلی نے مشائخ کو دعوت دی میں بھی اس دعوت میں شریک تھا۔ میں آپ سے متعارف نہیں تھا۔ مگر میرے دل میں یہ بات تھی۔ کہ میں بہان بقلی سے علم و فضل میں بلند تر ہوں۔ میرے پاس ہی ایک روشن ضمیر بزرگ تشریف فرما تھے وہ میرے قلبی خیالات کو تاڑ گئے۔ اور فرمانے لگے۔ ابوالحسن، یہ خیال دل سے نکال دو۔ اس زمانے میں بہان بقلی سے زیادہ عالم اور صاحب حال کوئی بھی نہیں ہے۔ آپ تو یگانہ زمانہ ہیں۔ شیخ ابوبکر طاہر حضرت شیخ بہان بقلی کے احباب میں سے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں اور روز بہان ہر سحری کو باری باری قرآن کریم پڑھا کرتے تھے۔ آپ کا انتقال ہوا تو میرے لئے دنیا تنگ ہو گئی۔ میں رات کے آخرین حصہ میں اٹھا۔ نماز پڑھی۔ اور حضرت روز بہان بقلی کے مزار پر چلا گیا۔ قبر کے پاس بیٹھ کر میں نے قرآن پاک پڑھنا شروع کر دیا۔ میں اپنے اس دوست کے فراق میں تلاوت قرآن کے دوران رونے لگا۔ میرے دل میں بار بار خیال آتا۔ کہ آج میں اس بھری دنیا میں تنہا رہ گیا ہوں میں نے دس پارے پڑھے ہی تھے۔ قبر سے قرآن پڑھنے کی آواز آنے لگی۔ آپ نے حسب معمول دس پارے پڑھے اور میں سنا گیا۔ صبح ہوئی تو دوسرے احباب بھی آنے شروع ہوئے تو قبر سے یہ آواز خاموش ہو گئی۔

آپ کی وفات ۱۲۶۶ھ میں ماہ محرم الحرام میں ہوئی۔

جناب روز بہان الشیخ ذیجاہ - کہ بد راغب بحق مرغوب شیراز

نوشتم پیر ہادی عارف پاک - بسال وصل آن مطلوب شیراز

۵۶۰۶

۵۶۰۶

آپ بطائخ کے اعظم مشائخ میں سے تھے۔

شیخ ابوالسحاق اغرب قدس سرہ صاحب کرامات و خوارق تھے۔ جامع علوم

دینی و دنیاوی تھے۔ شریعت و طریقت میں یگانہ روزگار تھے۔ شافعی فقہ پر پابند تھے۔ ہمیشہ

استغراق میں مراقبہ فرماتے کہتے ہیں کہ آپ نے تیس سال تک آسمان کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھا تھا ایک دن جنگل میں سے گزرتے ہوئے ایک شیر کا سامنا ہو گیا۔ شیر آپ پر حملہ آور ہونا چاہتا تھا کہ آپ نے فرمایا میں سید عبدالقادر جیلانی کا غلام ہوں شیر نے فوراً آپ کے پاؤں میں سر رکھ دیا آپ کا سن وفات ۷۶۹ء ہے۔

رفت چوں زیں جہاں بے غلڈ بریں - شاہ رودشن ضمیر بوجہ اسحاق

مہدی متقی عیساں گردند - سالِ ترمیسل میر بوجہ اسحاق

۷۶۰۹

آپ شہد شریف کے سادات کرام میں

سید میر حسین خٹک سوارِ قدس سرہ سے تھے نسبت ارادت اپنے آباء و اجداد

سے تھی۔ اپنے حالِ کرامت کو چھپانے کے لئے آپ دنیا داروں سے ملتے جلتے اور اپنے آپ کو

ظاہر نہ ہونے دیتے۔ سلطان معز الدین سام کے ساتھ ہندوستان پر حملہ آوردوں کے ساتھ آئے۔

سلطان معز الدین نے ہندوستان کو فتح کر لیا۔ اور قطب الدین ایبک کو دہلی کا گورنر مقرر کر کے

خود واپس ایران چلا گیا۔ میر حسین خٹک سوار بھی قطب الدین ایبک کے ساتھ رہے۔ قطب الدین

ایبک نے آپ کو اجیر شریف پر گورنر مقرر کر دیا۔ ان دنوں اجیر میں راجہ تھپورا حکمرانی کرتا تھا۔

میر حسین اجیر میں پہنچے۔ تو آپ کو حضرت خواجہ معین الدین سجری سے بڑی عقیدت ہو گئی۔ سادہ بڑی

خوش اعتقادی سے آپ کی صحبت اختیار کرنے لگے۔ میر حسین کی ملاقاتوں اور حسن عقیدت کو دیکھ

کے بے پناہ لوگ حضرت خواجہ اجیری کے ہاتھ پر بیعت ہونے لگے، مگر اس علاقہ کے متعصب ہندوؤں

کو آپ سے عداوت ہو گئی۔ وہ اس وقت کے منتظر تھے کہ میر حسین کو شہید کر دیں۔ سلطان قطب الدین

ایبک کی وفات کی خبر اجیر پہنچی تو اس دن حضرت میر حسین اپنے لشکر کے ساتھ نواحی اجیر میں قیام پذیر

تھے اور چند سپاہیوں کے ساتھ قلعہ بہلی میں مقیم تھے۔ رات کے وقت ہندو دشمنوں نے چاروں

طرف سے زوردار حملہ کر دیا۔ حضرت میر حسین اپنے چند ساتھیوں سمیت لڑتے ہوئے شہید ہو گئے

صبح کے وقت حضرت خواجہ بزرگ معین الدین اجیری اپنے مریدوں کے ساتھ شہاد کی لاشوں پر

پر آئے۔ نماز جنازہ ادا کی۔ میر حسین کو دوسرے شہداء کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر دفن کر دیا صاحب
معارج الولايت نے آپ کا سن شہادت ۱۱۰۰ھ لکھا ہے۔

چول حسین از عالم دنیائے دوں - رفت در حسد برین بازیب وزین
گفت سرور سال تر حیلش خود - میر والی سید والی حسین
قلب الاولیاء نامی شہید سے بھی سن شہادت نکلتا ہے۔

آپ سادات کرام اور علماء مذی شان

۱۱۰ھ

شیخ عزیز الدین مکی ثم الہوری قدس سرہ سے تھے۔ اہل شریعت اور طریقت تھے

تحفۃ الواصلین میں لکھا ہے کہ آپ اصل میں بغداد کے رہنے والے تھے چند واسطوں سے سلسلہ
طریقت حضرت جنید بغدادی قدس سرہ سے ملتا ہے۔ آپ بغداد سے مکہ مکرمہ گئے۔ بارہ سال تک
وہاں رہے بیت اللہ کی مجاورت اختیار کی۔ اعتکاف میں رہے۔ اس طرح آپ کو پیر کی کا خطاب
ملا۔ اشارہ ربانی سے آپ مکہ مکرمہ سے عازم لاہور آئے ۱۱۰۰ھ میں سلطان شہاب الدین غوری
نے لاہور کا محاصرہ کیا۔ غزنوی گورنر خسر و ملک بن ظہیر الدولہ اس محاصرے سے بڑا تنگ ہوا۔ حضرت
عزیز مکی ان دنوں لاہور میں تھے۔ آپ سے دعا کی استدعا کی۔ اور حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ
نے دعا کی۔ اور فرمایا جاؤ تمہیں اللہ تعالیٰ نے مزید چھ سال اپنے امان و حفاظت میں لیا ہے
اور کوئی حملہ آور تمہیں تنگ نہیں کرے گا چھ سال بعد یہ سلطنت غوری خاندان کے سپرد کر دی جائے
گی۔ چنانچہ شہاب الدین غوری اپنا مقصد حاصل کئے بغیر واپس چلا گیا۔ پھر ۱۱۰۸ھ میں سیالکوٹ کو فتح کرنے
کے بعد لاہور پر دوبارہ حملہ آور ہوا۔ سیالکوٹ کا قلعہ تعمیر کیا۔ اسے اپنی چھاؤنی بنایا۔ لاہور کا محاصرہ
کیا۔ اسے فتح کر لیا۔

حضرت پیر کی چھتیس سال تک لاہور میں قیام فرما رہے تدریس علوم دینیہ میں مصروف رہے

خدام کو تلقین کرتے رہے۔ مخلوق خدا کو دولت روحانیت سے مالا مال کیا۔ اور ۱۱۱۲ھ میں فوت
ہوئے آپ کا مزار لاہور میں (راوی روڈ) پر واقع ہے۔

ز دنیا چو شد در بہشت معلیٰ - شہ دین و شیخ زمن پیر مکی
وصالش بگو آفتاب حسین - بخوال نیز پیر حسن پیر مکی

۵۶۱۲

۵۶۱۲

اسم گرامی علی بن حمید السعیدی تھا۔ ابن صباح کے
شیخ ابوالحسن گردویہ قدس سرہ۔ نام پر مشہور تھے۔ آپ سے بے شمار خوارق اور
لا تعداد کرامات ظاہر ہوئیں۔ آپ کے والد رنگریزی کرتے تھے۔ ان کی دلی خواہش تھی کہ ان کا
بیٹا بھی ان کے کام میں شریک ہو۔ لیکن بیٹے کو اس کام میں دلچسپی نہیں تھی۔ وہ عام طور پر صوفیہ کی
خدمت میں رہتا۔ علماء کی مجالس میں بیٹھتا اور پھر اولیاء اللہ کی تلاش میں نکل جاتا کرتا تھا۔ اور
لوگوں کے کپڑے رنگنے سے خالی پڑے رہتے تھے۔ صوفیہ کی صحبت سے جو وقت بچتا اُسے عبادت
خداوندی میں صرف کر دیتا۔ ایک دن باپ دکان پر آیا۔ شیخ ابوالحسن دکان میں نوافل ادا کرنے میں
مشغول تھے۔ اور کپڑوں کا ڈیر لگا ہوا تھا۔ باپ اس صورت حال کو دیکھ کر بہت ناراض ہوا۔ بیٹے نے
باپ کو غضب ناک دیکھا۔ تو سارے کپڑے اکٹھے کیئے اور تغار میں چھینک دیئے۔ یہ دیکھ کر باپ کو
اور غصہ آیا۔ اور کہنے لگا تم نے لوگوں کے کپڑوں کو تباہ کر دیا ہے۔ تمام کے تمام ایک رنگ میں
ڈبو دیئے ہیں بیٹے نے تغار میں ہاتھ ڈالا۔ کپڑے باہر نکالے۔ باپ حیران رہ گیا۔ کہ ہر ایک کپڑا
اسی رنگ میں رنگین تھا۔ جس کی خواہش کپڑے کے مالک نے کی تھی۔ باپ نے بیٹے کی یہ کرامت دیکھ
کر آئندہ کے لئے اسے اپنے حال پر چھوڑ دیا۔

آپ ۱۱ ماہ شعبان المعظم ۶۱۲ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کا مزار مصر کے ایک گاؤں میں ہے۔
چو شد از جہاں شیخ دین ابوالحسن - بتاریخ آل مرشد مقتدا
یکے مرشد ابوالحسن کن رقم - ذکر ابوالحسن پیر اولیاء

۵۶۱۲

کنیت ابوسعید۔ ابو شریف تھی۔ نام نامی خرف الدین

شیخ مجدد الدین بغدادی قدس سرہ۔ ابن المویذ بن ابوالفتح تھا۔ بغداد کے رہنے والے

تھے آپ حضرت نجم الدین کبریٰ کے خلیفہ اور جلس خاص تھے۔ آپ پر حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کی نظر خاص تھی۔ آپ بغداد سے خوارزم اس وجہ سے آئے۔ کہ بادشاہ خوارزم نے خلیفہ بغداد سے التماس کی کہ بغداد سے کوئی ایسا طبیب جانق بھیجا جائے جسے اپنا ذاتی معالج رکھیں۔ خلیفہ بغداد نے شیخ مجد الدین کو اس لئے شاہ خوارزم کے پاس ایک طبیب کی حیثیت سے بھیج دیا آپ کے والد اور والدہ بھی طبیب کامل تھے۔ آپ خوارزم میں آگئے۔ مگر طب کی بجائے حضرت نجم الدین کبریٰ کی مجالس میں حاضری دینا شروع کر دی۔ اور ان کی زیر تربیت رہ کر خاصان خدا میں شمار ہونے لگے۔

آپ ظاہری حسن کے لحاظ سے خوبصورت جوان رہنا تھے۔ پہلے نجم الدین کبریٰ کے وٹو کرانے کی خدمت میں رہے ایک دن عالم سگر میں کہنے لگے۔ میں تو بطخ کا انڈا تھا۔ اور دریا کے کنارے بیکار پڑا ہوا تھا۔ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ نے مجھے اپنے پروں کے نیچے رکھ کر تربیت دی۔ میں انڈے سے نکلا۔ بطخ بنا تو دریا میں تیرنے لگا۔ حضرت شیخ کنارے پر بیٹھے مجھے دیکھا کرتے۔ حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ سنا تو فرمایا۔ مجد الدین اب دریا میں چلے گئے ہیں۔ اسی دریا سے معرفت میں غرق ہوں گے۔ لوگوں نے یہ ارشاد مجد الدین تک پہنچایا۔ تو آپ ڈر گئے۔ حضرت سعد الدین جموی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے۔ اور التماس کی۔ کہ جب شیخ نجم الدین کبریٰ اچھے مزاج میں ہوں۔ مجھے اطلاع دینا میں معافی طلب کر لوں۔ شاید مجھے اس دریا سے سلامتی کا کنارہ مل جائے ایک دن حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ بڑے خوش وقت تشریف فرما تھے۔ سعد الدین نے مجد الدین کو خبر کر دی۔ مجد الدین دھکتے ہوئے انکاروں کا ایک طشت اٹھائے۔ شیخ کے دربار میں حاضر ہوئے۔ اور جو توں کی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔ حضرت نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ تو فرمایا۔ مجد الدین تم نیاز مندانہ آئے ہو۔ انشاء اللہ سلامتی پاؤ گے لیکن آخر کار دریا میں موت ہوگی تم اولیاء اللہ کے سردار ہو گے۔ ایک وقت آئے گا۔ خوارزم کے تمام روساء اور امراء کے سر تہارے سامنے سرنگوں ہوں گے اور پھر اس خطہ زمین میں بڑی تباہی و بربادی آئے گی۔

خوارزم شاہ کی والدہ حسن و جمال میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھی۔ وہ اکثر و بیشتر حضرت

مجدد الدین کی مجلس وعظ میں آیا کرتی تھی۔ اور آپ کے وعظ سے لطف اندوز ہوتی۔ کبھی ایسا اتفاق بھی ہوتا کہ رات کے وقت شیخ کی زیارت کو چلی آتی۔ ایک رات شاہ خوارزم شراب کے نشے میں دھت تھا۔ حضرت شیخ مجدد الدین کے مخالفین نے موقع غنیمت جانتے ہوئے۔ اسے کہا کہ آپ کی والدہ نے خفیہ طور پر مجدد الدین سے نکاح کر لیا ہے۔ اور اس وقت دونوں باہمی اختلاط کر رہے ہیں سلطان خوارزم نے حکم دیا کہ دن نکلنے سے پہلے پہلے مجدد الدین کو دریا بڑو کر دیا جائے۔ یہ خبر شیخ نجم الدین کبریٰ کو ملی تو آپ کو بے حد ملال ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون میرے بیٹے مجدد الدین کو دریا میں پھینکا گیا ہے اور اسے مار دیا گیا ہے۔ سرسجدہ میں رکھا۔ دعا کی اے اللہ! اس جلد باز ناعاقبت اندیش بادشاہ سے تخت سلطنت خالی کرادے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی۔ اور سلطان خوارزم کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ تو سخت نادم ہوا۔ پیادہ پا حضرت نجم الدین کی خدمت میں آیا۔ سونے کا ایک طشت اٹھائے دو تلواریں لٹکائے سر پر کفن باندھے مجلس میں پہنچا۔ اور سر ٹٹکا کر کے جوتوں کی جگہ کھڑا ہو گیا اور سر جھکا کر کہنے لگا۔ اگر دیت کا حکم ہو تو یہ سونا حاضر ہے۔ اگر قصاص کا حکم ہو تو تلوار اور کفن حاضر ہیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا: کَانَ ذَالِکَ فِی الْکِتَابِ مَسْطُورًا، ”یہ بات تو کاتب تقدیر نے لکھ دی ہے، مجدد دین کی دیت تو اب تیری ساری سلطنت ہی ہے یہ سلطنت تم سے چھین جائے گی۔ تیرا سر قلم کر دیا جائے گا۔ ہزاروں بے گناہوں کا قتل عام ہو گا۔ اس واروگیر میں ہم خود بھی جان کی قربانی دیں گے۔ بادشاہ نا امید ہو کر واپس چلا گیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد چنگیز خان کی فوجیں سلطنت خوارزم کو تہس نہس کرتی آگے بڑھیں۔ سلطان خوارزم قتل کیا گیا۔ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ بھی اسی معرکہ میں شہید ہوئے۔ حضرت شیخ مجدد الدین کی شہادت ۶۱۵ھ میں ہوئی بعض تذکرہ نگاروں نے سال شہادت ۶۱۵ھ بھی لکھا ہے۔

مقتدائے اہل حق شیخ زمن - شیخ مجدد الدین شریف دو جہاں
رفت از دنیا چو درخسلد بیں - رحلتش زا ہد شریف آمد عیاں

کنیت ابوالجناح اور لقب کبری تھا! اسم مبارک
 شیخ نجم الدین کبری قدس سرہ احمد بن الحنفی اور خطاب نجم الدین کبری کا لقب
 ملنے کا واقعہ یوں ہوا کہ طالب علمی کے زمانہ میں جس سے مناظرہ کرتے مدمقابل پر غالب آتے
 اس وجہ سے طامتہ اکبری کے خطاب سے مشہور ہو گئے۔ لفظ طامتہ تو کثرت استعمال سے حذف
 ہو گیا۔ حضرت شیخ آپ کو دلی تراش کے لقب سے بھی پکارتے تھے۔ آپ عالم وجد میں جس کسی
 پر نگاہ ڈالتے اسے مرتبہ ولایت تک پہنچا دیتے۔ ایک دن ایک سوداگر آپ کی خانقاہ پر حاضر ہوا۔ آپ
 اس وقت خوش وقت تھے۔ ایک نگاہ کیمیا اثر ڈالی۔ تو سوداگر کو مرتبہ ولایت عطا فرما دیا۔ حضرت شیخ
 نجم الدین نے پوچھا کہ کس ملک کے رہنے والے ہو۔ اس نے بتایا کہ فلاں ملک سے آیا ہوں۔ آپ نے
 اسے اجازت نامہ لکھ کر دیا۔ اور اسے اس کے ملک کا قطب الارشاد مقرر کر دیا۔

ایک دن ایک جڑی باز ایک کمزوری چڑیا کا پیچھا کر رہا تھا۔ حضرت نجم الدین کبری کی ایک
 نگاہ چڑیا پر پڑی۔ چڑیا میں اتنی قوت پیدا ہو گئی کہ وہ پچھے پیٹی۔ اور باز کو شکار کر کے نجم الدین کبری
 کے سامنے قدموں میں لا پھینکا

ایک دن حضرت شیخ عالم وجد میں تھے۔ سامنے ایک کتے کو آتے دیکھا نگاہ پڑی تو کتا بخود
 ہو گیا۔ شہر چھوڑ کر گورستان کا رخ کیا۔ اس دن کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ شہر بھر کے کتے اس کتے
 کے گرد حلقہ کر کے مودب بیٹھ جایا کرتے تھے اور سر زمین پر سکے پڑے رہتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد
 وہ مر گیا۔ تو حضرت نے ازراہ مہربانی حکم دیا کہ اس کتے کو ایک قبر میں دفنایا جائے اور اس پر مزار
 بنا دیا جائے۔ مولانا روم نے اسی کتے کی کیفیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

یک نظر فرما کہ مستغنی شوم زبنائے جنس - سگ چو شد منظور نجم الدین سگان را سرورست

حضرت نجم الدین کبری فرزند زمانہ تھے۔ اور تصوف و طریقت میں لیگانہ روزگار تھے۔ آپ کی
 کرامات اور خوارق سارے عالم اسلام میں مشہور تھیں۔ آپ کی نسبت روحانی دودا سطوں سے تھی
 ایک تو شیخ حماریا سر سے شیخ ابوالقاسم گرگانی تک اور دوسری شیخ اسماعیل قسری سے محمد نامکمل

تک۔ اُن سے محمد بن داؤد۔ ابو عباس اور یس۔ ابو القاسم رمضان ابو یعقوب طبری۔ ابو عبد اللہ بن عثمان۔ ابو یعقوب مہر جوہری۔ ابو یعقوب موسیٰ۔ عبد الواحد زید۔ کیس بن زیاد۔ امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم۔

شیخ نجم الدین کبریٰ حضرت شیخ روز بہاں ثقلی سے بھی فیض یاب ہوئے تھے۔ ابتدائی دور میں حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ جمعی اہل سنت کے شاگردوں کے ساتھ بیٹھے شرح السنۃ پڑھ رہے تھے۔ جب سبق اختتام کو پہنچا تو ایک درویش اندر آیا۔ حضرت شیخ نجم الدین درویش کو دیکھ کر بڑے متعبر الحال ہوئے۔ آپ کی زبان سن ہو گئی۔ سبق پڑھنے سے رک گئے۔ مجال کلام اور طاقت گفتگو سلب ہو گئی۔ وہ درویش تو چلا گیا۔ مگر آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ تھے۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ بابا فرخ تبریزی تھے۔ جو مجذوب اور محبوب الہی ہیں۔ وہ رات حضرت شیخ پر بڑی بے قراری سے گذری۔ دوسرے دن آپ اپنے استاد اور چند ہم سبق حضرات کو بے کہ بابا فرخ تبریزی کی زیارت کو گئے۔ مجلس میں بیٹھے ہی تھے کہ چند لمحوں بعد بابا فرخ کے جسم میں پھیلاؤ شروع ہو گیا۔ وہ آفتاب کی طرح ابھرنا شروع ہوئے۔ بدن کے کپڑے پھٹنے لگے۔ جب دوبارہ اصلی حالت پر آئے۔ تو اپنے کپڑے اتار کر شیخ نجم الدین کبریٰ کو دے دیئے۔ اور فرمایا۔ اب تم دفتر پڑھنے میں وقت ضائع نہ کرو بلکہ سر دفتر عالم بنو۔ بابا فرخ کا لباس پہنتے ہی حضرت نجم الدین کبریٰ کی نگاہیں فرش سے عرش تک تمام چیزوں پر عادی ہونے لگیں اور باطن میں اللہ کے سوا کچھ نہ رہا۔ دوسرے دن مدرسہ میں سبق پڑھنے کے لئے حاضر ہوئے۔ کتاب پڑھنے لگے تو سامنے بابا فرخ کی شکل سامنے دکھائی دی۔ فرما رہے تھے۔ کل تم علم الیقین سے بھی گذر گئے۔ مگر آج پھر ظاہری علوم پر آ بیٹھے ہو۔ شیخ نجم الدین نے کتاب ایک طرف رکھی اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ چند دنوں بعد آپ نے وہ کتاب لکھنا شروع کی جو زیر تصنیف تھی۔ بابا فرخ پھر سامنے نظر آئے۔ اور فرمانے لگے۔ شیطان نے پھر تمہیں دوسری طرف لگا دیا ہے خبردار اس کے بہکانے میں نہ آنا۔ حضرت شیخ نے قلم ایک طرف پھینکا۔ دوات کو ایک طرف رکھ دیا اور اللہ کے ساتھ لو لگالی۔ اور دل کو اللہ کی ذات کے ساتھ وابستہ کر لیا۔

آپ۔ ارجادی الاول ۱۸۱۸ء میں چنگیزی لشکروں سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے
 چنگیزی حملہ کے وقت حضرت شیخ کی عمر ساٹھ سال سے زیادہ تھی۔ آپ نے اپنے اجاب و اصحاب کو
 بلایا اور کہا اس طوفان کے آنے سے پہلے پہلے جو اصحاب اپنے اپنے وطن جانا چاہتے ہیں وہ
 جاسکتے ہیں مشرق سے اٹھی ہوئی آگ مغرب تک پھینے والی ہے۔ مجھے شہادت نصیب ہوئی
 ہے یہ وہ مصیبت ہے جس کا اب کوئی علاج نہیں۔ چنانچہ تمام اجاب کو اوداع کیا۔ ہاتھ
 میں نیزہ اٹھایا۔ بغل میں پتھروں کا ایک تھیلا لیا۔ اور تاتاری کافروں کے لشکر کے مقابلہ میں
 نکلے اور شہادت پائی۔ شہادت کے وقت آپ کے ہاتھ میں ایک تاتاری کے بال آگئے تھے
 آپ نے انہیں اتنے زور سے پکڑا شہید ہو گئے مگر کوئی شخص بال نہ چھڑا سکا۔ حتیٰ کہ وہ
 بال کاٹنے پڑے۔

اگرچہ ہزاروں لوگ شیخ کی لگاؤ کی کیا اثر سے درجہ کمال کو پہنچے۔ لیکن آپ کے بعض خلفاء
 دنیا سے روحانیت کے آفتاب و ماہتاب بن کر چلے۔ حضرت مجدد الدین بغدادی۔ سعد الدین جموی
 بابا کمال خجندی۔ شیخ رضی الدین۔ علی لالا۔ سیف الدین باخوری۔ نجم الدین رازی۔
 کمال الدین گیلی۔ مولانا بہاء الدین ولد مولانا جلال الدین روتقی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین خصوصی
 طور پر آپ سے مستفیض ہوئے تھے۔ تصوف کا سلسلہ عالیہ کبریٰ آپ سے ہی جاری ہوا تھا

شیخ کبریٰ جناب نجم الدین - پیر عالی مقام ولی والا
 گفت سرور بسالِ ترحیلش - نجم دین پیر زاہد کبریٰ

۱۸۱۸ء

منصور کبریٰ - ہادی و والی مقتدا - کبریٰ ولی حق کبیر - اسعد - اکبر
 ۱۸۱۸ء ۱۸۱۸ء ۱۸۱۸ء ۱۸۱۸ء ۱۸۱۸ء

کنیت ابو محمد تھی۔ صاحب اسرار و معارف

شیخ یونس بن شیخ یوسف شبانی قدس سرہ :- و کرامت بزرگ تھے آپ نے حضرت

سید عبد القادر غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی مجالس سے بڑا فیض حاصل کیا۔ فرقہ خلافت حضرت

شیخ علی ہیتلی سے پایا۔ شیخ علی ہیتلی تاج العارفین ابوالفرمان کے خلیفہ۔ اور وہ شیخ ابو محمد شنگی اور

وہ شیخ ابوبکر بطانچی کے خلیفہ تھے۔ شیخ ابوبکر بطانچی حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اویسی

تھے حضرت بطانچی ان سے روحانی فیض حاصل کیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کو خواب

میں فرقہ عالیہ عطا فرمایا تھا۔ جو شیخ علی ہیتلی تک پہنچا۔ اور پھر یہ فرقہ شیخ یونس کو عطا کیا گیا۔ آپ کے

بعد یہ فرقہ عالیہ غائب ہو گیا وہ تصوف کے فرقہ یونسیہ کے بانی تھے۔

حضرت شیخ یونس ذی قعدہ ۶۱۹ھ میں فوت ہوئے تھے۔ آپ کا مزار پڑاوار رباط یعقوبی

میں ہے۔

رفت چوں درجنت والارزین دار فنا - یونس دین محمد مقتدائے دو جہاں

رحلتش یونس مقدس پیر عابد کن شمار - نیز یونس ابن یوسف صوفی محمود داں

۶۱۹

۶۱۹

کنیت ابوالحسن اسم مبارک علی تھا۔ صاحب اسرار ربانی

شیخ علی ادریس یعقوبی قدس سرہ :- اور واقف احوال و مقامات عالی تھے آپ اپنے زمانہ

میں قطب وقت تھے بے پناہ مرید رکھتے تھے ۶۲۱ھ میں فوت ہوئے۔

شہر دو جہاں اعلیٰ علی ادریس یعقوبی - برتہ از ہمہ بالا علی ادریس یعقوبی

زعاشق طالب حق سال ترمیش بجز سرور - وگر تحریر کن والا علی ادریس یعقوبی

۶۲۱ھ

نصوی مقالہ

پہلی صدی ہجری

— کے —

صوفیہ کے افکار و احوال پر ایک نظر

مرتبہ :- اقبال احمد فاروقی مترجم خزینۃ الاصفیاء

یہ مقالہ کتاب کے متن سے علیحدہ پڑھا جائے

صاحب خزینۃ الاصفیاء حضرت مفتی غلام سرور لاہوری قدس سرہ نے صوفیاء کو امام کے تذکرہ کو ان کی کرامات اور خوارق کی روشنی میں ترتیب دیا ہے۔ ان کے سامنے ان بزرگان دین کے کمالات اور ذاتی اوصاف کو قارئین تک پہنچانا مقصود تھا۔ مگر ان بزرگان دین نے اجتماعی طور پر اسلامی معاشرہ کی دینی اور روحانی تربیت میں کیا حصہ لیا۔ عالم اسلام کے سیاسی نشیب و فراز پر ان کے کیا اثرات مرتب ہوئے اور پھر ایران اور اس کے ملحقہ خطوں میں اعتقادی اور نظریاتی آویزشوں میں ان صوفیاء نے کیا کردار ادا کیا۔ ان نفوس قدسیہ نے اسلام کی عظمت کو عام لوگوں کے دلوں میں دلنشین کرنے کے لئے کس بہت مردانہ سے کام لیا۔ ان امور کا مختصر جائزہ قارئین کی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

اسلامی فتوحات کا وہ زمانہ جس میں عرب فاتح حکمران قوت بن کے زندہ رہے تین صدیوں سے زیادہ نہیں۔ ایران کی سرزمین بغداد کے زیر اثر رہی۔ خلفاء عباسیہ کے احکامات تمام عالم اسلام پر نافذ رہے۔ مگر ظاہر یہ دور حکومت نے عباسی حکمرانوں کو پہلی بار اپنی حکمرانی سے ہاتھ روکنے پر مجبور کیا۔ یہ سلطنت اگرچہ مختصر عہد (۲۵۹-۵۲۰ء) تک رہی۔ مگر اس کے زوال کے ساتھ ایران سیاسی بدامنی کا شکار ہوتا گیا۔ حتیٰ کہ معتد باللہ کے عہد حکومت میں صفاریہ سلطنت (۲۵۶ء سے ۵۲۹ء) قائم ہو گئی۔ یعقوب ابن لیث کا شاندار دور اسماعیلیہ خاندان کے عروج کا دور تھا۔ مگر سامانی فاتحین نے ایران کی سرزمین کو اپنی سلطنت کے لئے مخصوص کر کے (۲۶۵ء سے ۵۲۹ء) تیسری صدی کے آخر تک اپنی حکمرانی کو برقرار رکھا۔ سامانی زوال کے بعد

دریلمیوں نے جس شان سے ایران پر پوری ایک صدی تک حکومت کی (۱۶۳۱ء سے ۱۷۳۳ء) اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ دہلی حکمران علم پروری اور فیاضی میں مشہور تھے۔ مگر ان کے زوال کے بعد خاندان غزنوی نے اس خطہ پر سلطنت کی بنیاد رکھی۔ تو عدل و انصاف اور معارف و نظریات کے شہین دھارے پھوٹ پڑے۔ غزنوی اپنی فتوحات کی وجہ سے ایران کی سرحدوں سے آگے بڑھ کر بصرہ، پاک و ہند پر اسلامی پرچم بہانے اور مسلمان سلطنت قائم کرنے کا مثالی کردار ادا کرنے میں شہرت رکھتے ہیں۔ اس خاندان نے عالم اسلام کے ایک وسیع حصہ میں (۱۰۵۱ء سے ۱۰۸۲ء) پوری ڈیڑھ صدی حکومت کی۔ اور علم و فضل کی سرپرستی کی غزنیوں کے ساتھ ساتھ سلجوقی خاندان نے بھی اپنی فتوحات اور مستحکم حکومت کی مثالیں قائم کیں۔ یہ خاندان (۱۰۲۹ء سے ۱۰۹۲ء) تک ایران کے مختلف علاقوں پر حکومت کرتا رہا۔ مرزا طغرل بیگ سلجوقی، آلپ ارسلان (۱۰۵۵ء سے ۱۰۶۵ء) تک شاہ سلجوقی (۱۰۶۵ء سے ۱۰۸۵ء) جیسے قابل حکمران جس بن صباح کے فتنوں اور فلسطین پر صلیبی یلغار تک ایران پر چھائے رہے۔

ایران کا یہی زمانہ ہے جس میں ہمارے جلیل القدر صوفیاء اور بلند پایہ بزرگان دین نے تصوف کے بلند قد سلسلوں کی بنیادیں رکھیں اور اسلامی معاشرے کو روحانی برکات سے مالا مال کیا مختلف سلسلہ ہائے تصوف میں ابھرنے والے مشاہیر اپنے وقت کے نہ صرف آئینہ روحانیت اور پیشوائے دین تھے بلکہ وہ اسلام کی حقانیت کو مخلوق خدا کے دل نشین کرنے میں پیش پیش تھے انہوں نے یاسر کی دعا بازلیوں سے پریشان مخلوق کو مہلک دیا۔ سفاک فاتحین کی انسان دشمنی کے اثرات کو مہر و محبت کے جذبات سے معمور کیا۔ انسانوں کے درمندانہ قافلے اہل اللہ کی نگاہوں کے سایوں میں رک جاتے انسانی گمراہیوں کے کٹے ہوئے قافلے ان بزرگان دین کے زیر سایہ سلامتی کی منزل پہنچتے۔ ظالم حکمرانوں کی چہرہ دستیوں کے شکار لوگ اہل اللہ کی خانقاہوں میں نہ صرف پناہ پاتے۔ بلکہ اللہ تک رسائی کی راہیں پاتے۔ تاریخ کے صفحات اس بات کے شاہد ہیں کہ مسلمان فاتحین کی تلواروں نے اتنی تعداد میں انسانوں کو مسلمان نہیں بنایا۔ جتنا اہل نظر کی پاک نگاہ

نے لوگوں کو اسلام کا گرویدہ بنایا تھا۔ تلواریں عام لوگوں کو مخالف جان کر سروں کی فصیلیں کاٹتی گئیں۔ مگر بزرگان دین کی نگاہِ شفقت غیر مذہبوں کو بھی اپنا بنا بنا کر نجات و فلاح کی راہیں دکھائی گئی۔ ہم نے سابقہ صفحات میں جن تین صدیوں کے حکمران خاندانوں کا تذکرہ کیا ہے۔ ان تین صدیوں کے دوران یعنی تیسری صدی ہجری سے چھٹی صدی ہجری تک، جن جلیل القدر بزرگان دین نے اسلامی معاشرے کی روحانی نشوونما میں بھرپور حصہ لیا ہے۔ اس میں سلسلہ عالیہ جنید یہ۔ قادریہ

اور سہروردیہ کے بانی اور ان کے جانشین خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان تینوں سلسلوں نے اپنے ذہن میں جن ہستیوں کی پرورش اور تربیت کی تھی۔ ان میں سے اکثر کے حالات آپ سابقہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں۔ ان میں سید الطائفہ جنید بغدادی۔ ابو بکر شبلی۔ سیدنا عبدالقادر محی الدین۔

غوث الاعظم جیلانی۔ ابن عربی شیخ اکبر۔ شیخ بایزید بسطامی۔ خواجہ ابوالحسن خرقانی حضرت امام غزالی حسین بن منصور۔ حضرت مخدوم گنج بخش بھجوری شیخ الاسلام عبداللہ انصاری۔ اور شیخ احمد جام

اور نجم الدین کبریٰ قدس سرہم جیسے حضرات کے اسمائے گرامی دنیائے تصوف میں عظمت کے

مینار بن کر قیامت تک درخشاں رہیں گے۔ ان بزرگان دین نے اپنی مجالس میں جن حضرات کو تربیت دی وہ کائناتِ ارضی کے گوشے گوشے میں پھیلتے گئے۔ اور اسلامی فکر کو دونوں کی گہرائیوں تک پہنچاتے گئے۔ ان کی خانقاہوں میں سے جو نکلا۔ وہ نگاہِ کیمیا اترے کر نکلا۔ ان کی مجالس سے جو اٹھا۔ وہ

نور کی شعاعیں لے کر ابھرا۔ ان کی محافل میں جو بیٹھا۔ وہ قطبِ زمانہ بن کر اٹھا۔ صوفیہ کی تعلیمات کا یہ ایک درخشندہ دور تصوف ہے۔ حضرت داتا گنج بخش بھجوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کشف المحجوب

میں ان سلسلہ ہائے تصوف کا تذکرہ کیا ہے جو صوفیہ کی تربیت روحانی کے لئے قائم ہوئے تھے۔

محابیہ۔ قساریہ۔ طیفوریہ۔ جنید یہ۔ نوریہ۔ سہیلیہ۔ حکیمیہ۔ خزاز یہ۔ حنیفیہ۔ طبریہ۔ حلویہ اور

علاجیہ جیسے فرقوں نے آگے چل کر اسلامی تقریبات میں بڑا فتنہ برپا کیا تھا اس لئے ان

سلسلوں کو مردود قرار دیا گیا ہے۔

ان صوفیاء کی تعلیم نے صرف عوام الناس ہی کو نہیں بلکہ علماء دین کو جو تربیت دی وہ روحانیت

کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔ شعراء نے ان مجالس کا رنگ لیا تو روحانیت اور عرفان کے چستے چھوٹنے لگے۔ ان کے کلام نے رنگ آلودوں کو نورِ محبت سے منور کر دیا۔ حکیم سنائی۔ فرید الدین عطار حتی کہ۔ خاقانی۔ فردوسی۔ عمر خیام۔ رودکی۔ غزالی۔ معری۔ نظامی۔ اور انوری جیسے بلند پایہ شعراء اس دور کے صوفیاء سے متاثر نظر آتے ہیں۔ ان کے کلام میں کسی نہ کسی پہلو اہل اللہ کا رنگ ابھرا تھا۔ اور وہ رنگ آج تک ہمارے شعری کلام و زبان کی زینت ہے۔

بائیں ہمہ پھٹی صدی ہجری میں دنیائے اسلام سیاسی طور پر چہانِ مستحکم اور ممتاز تھی وہاں اس کی علمی اور روحانی روشنی کائناتِ ارضی کے مختلف گوشوں کو اپنی تہذیبی اور تمدنی اثرات سے راہنمائی کر رہی تھی۔ مختلف اقوامِ عالم ایشیائے کوچک اور ایران۔ خراسان۔ شام اور مصر کی درسگاہوں سے دامنِ مراد بھر کر اپنے اپنے وطنوں کو پہنچ رہے تھے۔ اس صدی میں ایران کی شمالی سرحدوں کے ساتھ ساتھ ایک وسیع سلطنت خوارزم قائم ہوئی۔ جس میں سلاطین خوارزم نے اپنی علم دوستی اور معارف پروری کے ساتھ ساتھ جرات و بہادری کی جو مثالیں قائم کیں۔ وہ رہتی دنیا تک قابلِ فخر ہوں گی۔ یہ سلطنت اپنے جاہ و جلال کی وجہ سے تاریخِ عالم میں اپنی مثال آپ تھی سلطان قطب الدین محمد خوارزم شاہ۔ مظفر الدین خوارزم شاہ پھر سلطان علاؤ الدین اور جلال الدین خوارزم شاہ کے نام تو آسمانی شہرت کی بلندیوں تک چمکتے رہیں گے۔ یہ سلطنت ۵۲۲ھ سے لے کر ۶۱۶ھ تک وسط ایشیاء کے اُن علاقوں پر مشتمل تھی جن میں بلخ۔ ترمذ۔ نیشاپور۔ بختان۔ ماوراء النہر۔ ماژندران۔ کرمان۔ غزنین۔ فرغانہ۔ کاشان۔ قزوین۔ ہمدان۔ اصفہان۔ قم۔ کاشانی۔ سمرقند اور بخارا جیسے علاقے اسلامی تہذیب کے گہوارے شامل تھے۔ چھٹی صدی کے دوران اس علاقہ میں علماء و صوفیہ نے علمی۔ روحانی اور تہذیبی ترقی کے جو آثار صفحہ تاریخ پر مرتب کئے وہ تاریخ کا درخشندہ باب ہے۔

ان شہروں میں خوارزم شاہی کے دوران مشاہیر علم و روحانیت نے اپنی شہرت کے جھنڈے بلند کئے۔ ان میں سے محمد بن موسیٰ الخوارزمی اور ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن یوسف تو دنیائے

مورخ تھا۔ ان دنوں خراساں کے شہر مرو میں گیا۔ وہ لکھتا ہے میں نے اس شہر میں دو عظیم الشان مساجد دیکھیں ایک حنفیوں کی تھی ایک شافعیوں کی۔ مرو کی لائبریری میں کتابوں کی تعداد اور ان کے علمی موضوعات دنیائے علم و ادب کا بہترین سرمایہ تھی۔ الحموی نے اسی لائبریری میں بیٹھ کر اپنی کتاب معجم البلدان کو ترتیب دیا تھا۔ العزیزیہ اور الکلمائیہ جیسے کتاب خانے اپنی مثال آپ تھے۔ نظامیہ اور خاتونہ مدارس کے کتب خانے اہل علم کے لئے ایک خزانہ تھے۔

ان علمی خزانوں کے زیر سایہ و طواظ اور علامہ زنجیری جیسے شعراء اور ادیب پیدا ہوئے۔ ابوالفتح محمد بن ابی القاسم شہرستانی (ولادت ۱۰۷۶/۱۰۷۹ء) اتنا عظیم عالم تھا کہ بقول صاحب تاریخ خوارزم اگر وہ فلسفہ کے ریگزار میں نہ بھٹکتا تو وہ ایک دینی امام ہوتا۔ شہرستانی اپنی فلسفیانہ موٹوگافیوں کے باوصف دین کی وہ خدمات سرانجام نہ دے سکا جس کی اس ذہین اور فطیلسکار سے توقع تھی۔ وہ احمد بن توانی اور ابونصر قشیری کا ہم سبق تھا۔ وہ ایک عظیم متکلم تھا۔ علم کلام میں ابوالقاسم انصاری کا شاگرد تھا۔ مگر حدیث میں ابوالحسن علی بن احمد بن محمد داعینی کا شاگرد تھا۔ وہ فن تقریر میں بے مثال حیثیت کا مالک تھا۔ اس کے سامعین اس کی تقریریں سن کر محور ہو جاتے۔ اس نے بغداد کے نظامیہ میں جو تعاریف کیں وہ تاریخی حیثیت رکھتی ہیں۔ نہایتہ الاقدام الملل والمحل۔ کتاب وقائق الادبام۔ ارشاد العقابہ لہوام اوزمیراء المعلا اس کی مشہور تصانیف ہیں۔ اس زمانہ میں علامہ زنجیری (۵۳۸-۵۴۶ء) خوارزم میں پیدا ہوا۔ ایک عرصہ تک مکہ مکرمہ میں رہے۔ اسی لئے جبار اللہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ وہ علم حدیث تفسیر۔ نحو اور صرف میں یگانہ روزگار تھے۔ تفسیر الکشاف۔ المفرد المرکب السوبیہ۔ المفصل اساس البلاغۃ فی اللغۃ۔ نصوص الاخبار جسی مشہور کتابیں تالیف کیں۔ ان علمی اور ادبی کارناموں کے باوجود علامہ زنجیری نظریاتی معتزلی تھے۔ اور اس مکتب فکر کے بہت بڑے ترجمان تھے۔ آخری عمر میں ایک ٹانگ سے معذور ہو گئے۔ اور بیساکھیوں کے سہارے چلا کرتے تھے۔ انہیں فخر خوارزم کہہ کر لپکارا جاتا تھا۔

۱۔ معجم البلدان۔ صفحہ ۳۱۵ جلد پنجم۔ مگر ابن خلکان نے آپ کی ولادت ۱۰۴۵/۵۴۶ء لکھی ہے۔

۲۔ شارٹ ہسٹری آف خوارزم۔ صفحہ ۲۲۰۔ از پروفیسر غلام ربانی عزیز۔

اسی زلزلے نے زرخیزی کا ایک شاگرد ناصر المتطابری (۵۵۳۸، ۵۶۱۰) دنیائے شہرت میں ابھرا۔ یہ شخص صرف و نحو، السانیات اور متحرکوں کے علاوہ مختلف اصناف ادب کا امام تھا۔ یہ ایک بہت بڑا فقیہ اور مبلغ تھا۔ اور فقہ حنفی پر ایک اتھارٹی مانا جاتا تھا مگر عمر کے آفرین حصہ میں یہ بھی معتزلی ہو گیا تھا۔ اس کی دو مشہور کتابیں شرح مقامات البحرینی اور کتاب المعرب دنیائے اسلام میں بڑی مقبول ہوئیں۔ یہ فقہ حنفی کی بڑی مستند کتاب مانی جاتی ہے۔ ۱۰۵۰ھ میں بغداد گیا۔

معتزلی ہونے کے باوجود وہ سلطان محمد خوارزم کے دربار میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

ابوالقاسم محمود بن عزیز الارذبی الخوارزمی بھی علامہ مختاری کا معاصر تھا۔ یہ ادب اور فلسفہ میں معروف تھا یا قوت الحموی کہتے ہیں کہ وہ اپنے زمانہ کا بہترین سکار تھا وہ ایک فلاسفر تھا۔ مذہبیت اور تصوف کے خلاف تھا۔ اسے آفتاب مشرق کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ اگرچہ وہ شاہی دربار سے وابستہ رہا۔ مگر فلسفہ اور المحادی نظریات نے اسے ذہنی اور قلبی سکوں سے محروم کر دیا تھا۔ آخر کار وہ مرو شہر میں خودکشی کر کے ۵۲۱ھ میں مرا۔ اس دور نے شہاب الدین خوانی جیسا صاحب علم بھی پیدا کیا۔ یہ عالم دین ایک نادر کتاب خانہ کا مالک تھا۔ دنیا بھر کی نادر و نایاب کتابیں اس کے کتب خانہ میں جمع تھیں۔ تاتاریوں کے حملہ کے وقت اسے اس ساری لائبریری سے محروم ہونا پڑا۔ مگر پھر بھی وہ بہت سی نایاب کتابوں کو ساتھ لے کر خوارزم کو چھوڑ کر ساد میں قیام پذیر ہوا۔ مگر وہاں بھی افراتفری آپہنچی تو اس کی عظیم تصانیف عام لوگوں نے لوٹ لیں۔ جس کا اسے بے حد قلق ہوا۔ اور وہ اس نقصان کو برداشت نہ کر سکا۔ السنادی جس نے صراح الجلال الدین لکھی تھی۔ ابوالقاسم کی یہ نایاب کتابیں جمع کرنے لگا۔ مگر وہ بھی اس افراتفری میں یہ شہر کتابوں کے خزانے سمیت چھوڑنے پر مجبور ہو گیا۔

اس دور میں متکلمین کے زمانہ میں سے علامہ فخر الدین رازی نے اپنا مقام پیدا کیا۔ امام

رازی کے والد ابوالقاسم ضیاء الدین محمد اپنے وقت کا بہت بڑا خطیب تھا۔ وہ متکلم صوفی۔

محدث اور مفسر کی حیثیت سے دنیائے اسلام میں معروف ہوئے۔ آپ کے کمال السامانی کے

ساتھ فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ اور علوم فلسفہ کا مطالعہ کیا۔ آپ ایک غریب آدمی تھے۔ تلاش روزگار کی کشمکش میں تھے۔ دوسری طرف آپ ذہنی بے اطمینانی کا شکار تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ اسلامی دنیا کو یونانی فلسفہ نے ہلا کر رکھ دیا تھا۔ کئی نظریات اور مختلف فرقے اسلام کی حدود میں ہی ابھرنے لگے تھے۔ علماء اسلام کے لئے ان باطل نظریات کا رد کرنے کے لئے بڑا کام کرنا پڑا۔ امام فخر الدین رازی ایک مناظر اسلام کی حیثیت سے ابھرے۔ خوارزم میں معتزلہ کا زور تھا۔ مگر آپ نے انہیں مناظروں میں شکست دی تو انہوں نے بادشاہ سے مل کر آپ کو وہاں سے نکال دیا۔ وہ جس ملک میں جاتے میدان مناظرہ میں فتح یاب ہوتے نہیں اس دور میں برصغیر پاک و ہند میں بھی آنا پڑا۔ کچھ عرصہ کے بعد انہیں اللہ تعالیٰ نے دولت دینی سے مالا مال کیا۔ تو آپ غوری سلطنت کے دوران غیاث الدین کے دربار میں پہنچے۔ بادشاہ شافعی تھا۔ اس نے ہزاروں شافعی مدارس جاری کئے ہوئے تھے۔ امام رازی نے ہرات میں ایک بہت بڑا دارالعلوم بنوایا جس میں ہزاروں طلباء کو داخلہ ملا۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جب کہ ہرات قرامطیوں (شیعوں) کا مرکز تھا۔ امام کو اپنے علمی انہماک سے کام کرنے کا پورا موقع نہ مل سکا۔ ایک دفعہ شیعوں اور سنیوں کے درمیان ایک زبردست مناظرہ ہوا جس میں غیاث الدین غوری بھی موجود تھے۔ رازی نے اپنے مخالف کو ایک گالی دی جس پر بڑا ہنگامہ ہو گیا۔ لوگوں نے بادشاہ پر دباؤ ڈالا اور اس طرح امام فخر الدین رازی ہرات کو چھوڑ کر رے میں چلے گئے۔ غیاث الدین غوری کے بعد اس کا بھائی شہاب الدین غوری برسر اقتدار آیا۔ تو امام فخر الدین رازی کو دوبارہ ابھرنے کا موقع ملا مگر قرامطیوں اور معتزلہ کی مخالفت نے آپ کے قدم نہ جھنے دیئے اور مخالفت زوروں پر رہی۔ شہاب الدین ایک فدائی کے ہاتھوں قتل ہوئے تو اس قتل میں بھی امام رازی کو شریک ٹھہرایا گیا۔ لوگوں کا ایک جم غفیر آپ کو قتل کرنے کے لئے آپ کے گھر پر حملہ آور ہوا۔ مگر ایک وزیر کے موقع پر پہنچ جانے سے آپ بچ گئے۔ غوری

عہد حکومت میں قرامطی آبادی کثرت سے تھی۔ آپ کو ان ممالک میں ٹھہرنا مشکل ہو گیا۔ آپ نے تنگ آ کر خوارزم کا رخ کیا۔ آپ کی علمی شہرت خوارزم پہلے پہنچ چکی تھی۔ آپ وہاں پہنچے تو بادشاہ نے استقبال کیا۔ اپنے بیٹے علاؤ الدین کا اتالیق مقرر کیا۔ علاء الدین تخت نشین ہوا تو امام کا رتبہ اور بڑھا۔ اور آپ کو شیخ الاسلام کے عہدے پر مقرر کیا گیا۔ آپ اس عہدے کے باوجود وعظ اور تدریس کرتے رہے۔ آپ طلباء کو لیکچرز دیتے۔ اور مساجد میں وعظ کرتے۔

آپ شوال ۱۲۰۹ھ/۴-۲ چھٹا سٹھ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ ہزات میں مزار بنا۔ بعض مورخین نے آپ کی موت قرامطیوں کی زہر خورانی سے واقع ہوئی تھی آپ کی تفسیر کبیرہ منقول بغیب، بارہ جلدوں آج تک اشاعت پذیر ہو رہی ہے۔ اس تفسیر کبیرہ کے علاوہ آپ نے ۸۹ کتابیں لکھیں جو دنیائے علوم و فنون میں معروف و مشہور ہوئیں۔

امام فخر الدین رازمی کے علاوہ اس خطہ میں جن اہل علم نے دینی اور علمی خدمات سر انجام دیں ان میں بیاد الدین محمود بن قزلباغی، علاء الملک الجونی کے دادا موصوف تاریخ جہانگشائی، بڑے متاز فاضل تھے۔ بہت سی کتابوں کے مصنف تھے۔ محمد بن احمد بن علی بن محمود النسوی۔ نظام الدین الخوارزمی۔ ابو الحسن الخوارزمی العمرانی الخوارزمی۔ قاسم بن حسین زین المشائخ دم ۱۱۶۶ھ/۵۶۲، فرید العصر ابو مراد دم ۱۱۱۳ھ/۵۰۴، الساکلی (جیسے سکالر اور ماہرین علوم اسلامیہ آسمان شہرت پر چکے۔ ان علماء نے اپنی تالیفات اور تدریسی خدمات سے اہل طلب کے دامن گوہر مراد سے بھر دیئے۔ ان بزرگان علم و فضل کے علاوہ اس صدی میں جن شعراء نے میدان سخنوری میں اپنا لوہا منوایا ہے۔ ان میں صابر بن اسماعیل۔ رشید الدین وطواط۔ مجدد الدین نسا، ابو علی الحسن مروی شاہ پور نیشاپوری۔ وغیرہ جیسے بے پناہ شعرا کے نام صفحہ تاریخ پر ہویدا ہیں۔

سابقہ صفحات میں ایک تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے کہ مختلف اسلامی ممالک میں علماء و شعراء اور خاص کر صوفیاء نے علمی ادبی اور روحانی اداروں کی بنیادیں رکھیں۔ اور پھر ان میں ذہنوں اور دلوں کی تربیت کی۔ اور اس طرح عالم اسلام میں اسلام کی روحانی قدروں کو زندہ رکھا۔ پانچویں صدی ہجری میں ایران کے اکثر علاقوں میں سلجوقیوں غزنویوں کا اقتدار قائم ہوا۔ تو جہاں انہوں نے علم و ادب کی اشاعت کی سرپرستی کی وہاں ان ممالک میں اس صدی کے وسط میں مذہبی مباحث کا آغاز ہوا۔ مختلف اسلامی فرقوں نے اپنے اپنے نظریات پیش کرنے میں شدت اختیار کر لی۔ اہل علم ایک دوسرے سے الجھنے لگے۔ دینی رہنماؤں نے یونانی فلسفہ کے ماہرین کو علم کلام سے مباحث شروع کیا اور اس طرح مناظرانہ فضا قائم ہو گئی۔

ایران عراق خوارزم۔ شام اور مصر میں علمی مدارس کی بنیادیں رکھی گئیں۔ ان مدارس کی سرپرستی شاہان وقت کرتے تھے ہر مدرسہ کے ساتھ ایک عظیم کتب خانہ قائم کیا گیا۔ جن کی تفصیلات سابقہ صفحات پر ہیہ قارئین ہوئی ہیں فقہیان وقت نے دینی علوم کے دروازے کھول دیئے۔ خلیفہ مقرر مناظر مقرر اور مصنف تربیت پا کر نکلنے لگے۔ بعض اوقات ان مدرسوں کا نظام ایک متولی مہتمم چن کر ان حضرات کے سپرد ہوتا۔ جو اوقات۔ وظائف اور فتوحات سے طلباء علماء کے تعلیمی اخراجات پورے کرتے۔ ایسے مدارس کی پوری طرح حوصلہ افزائی ہوتی۔ اور ان کی سرپرستی کی جاتی۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ان ممالک میں بڑے بڑے نابغہ روزگار حضرات زیور علم سے آراستہ ہو کر آگے بڑھے۔

ان علمی خدمات کا ایک رنج بڑا ہی مایوس کن تھا کہ ایک کتب فکر کے علماء دوسرے کتب فکر کے علماء کو میدان مناظرہ میں شکست دینے کے درپے رہتے تھے حقیقت جوئی۔ اور علمی اشاعت کی بجائے ٹھیکہ کشی۔ مناظرین اپنے مخالفین کو زیر کرتے رہتے۔ سابقہ چار صدیوں میں اسلامی علوم نے بڑی ترقی کی تھی۔ علماء دین نے فقہ۔ اصول۔ حدیث۔ علم کلام۔ تفسیر ادبیات عرب یونانی فلسفہ اور شعروادب کی روشنیوں کو سارے عالم اسلام میں پھیلا دیا تھا۔ مگر پانچویں صدی ہجری اور چھٹی صدی ہجری میں ان تمام کمالات کی رفتار رک گئی۔

خلفاء عباسیہ نے یونانی فلسفہ کی سرپرستی کی۔ ایرانی دانشوروں نے یونانی فلسفہ کی روشنی میں تحقیقات کا دائرہ وسیع کر دیا تھا اور حقائق اشیاء پر بڑا اعلیٰ کام ہونے لگا تھا۔ اسی دور نے فارابی، محمد بن زکریا رازی، ابو علی سینا، جیسے نابغہ روزگار پیدا کئے۔ لیکن پانچویں صدی ہجری میں اسلامی اقتدار پر ترکوں اور ایرانیوں کا قبضہ ہونے لگا۔ تو عباسی خلفاء بھی خشک مغزی، اور تعصب سے کام لینے لگے۔ مذہبی مباحث کا آغاز ہوا۔ مناظروں کی حوصلہ افزائی ہونے لگی فلاسفر علم الکلام کے مناظرین کے سامنے شکست کھانے لگے۔ دینی رجحان کے سامنے خالی فلسفہ قدم نہ جما سکا۔ ایک طرف فارابی کا فلسفہ اور دوسری طرف ابو علی سینا کی حکمت ابھرنے لگیں۔ چھٹی صدی ہجری میں ایک ایسا وقت آیا کہ امام غزالی جیسے دینی علما نے فلسفیوں کو چاروں شانے چت کر دیا۔ اور فلسفہ کو کفر اور فلیسوف کو کافر قرار دیا جانے لگا۔

۵۴۳ء میں سلطان مسعود غزنوی کو سلجوقیوں نے شکست دی وہ ایران چھوڑ کر ہندوستان چلا گیا۔ پھر سلجوق ایران کے اکثر ممالک پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد آپ ارسلان نے اپنی فتوحات کو وسعت دی ۵۶۵ء میں ملک شاہ سلجوقی نے اقتدار میں آکر سلطنت سلجوقیہ کو مزید وسعت دی اسے نظام الملک طوسی جیسا علم پرورد و زیری ملا۔ ان دونوں نے اسلامی علوم کی ترویج و اشاعت میں بڑا زبردست حصہ لیا۔ مگر جلال الدین ملک شاہ سلجوقی، اور نظام الملک کی وفات کے ساتھ علمی شمعیں ماند پڑنے لگیں۔ اور مذہبی نزاع اور نظریاتی انتشار عام ہونے لگا۔

پانچویں صدی ہجری میں اشعری مکتب علم نے بڑی ترقی کی۔ یہ لوگ خشک ظاہرین اور یونانی فلسفہ کے مخالف ضرور تھے۔ مگر انہوں نے شیعوں اور قرامطیوں کی بالادستی کو روک دیا۔ اپنے مدارس اور مجالس میں نظریات اہلسنت کو علمی رنگ دیا۔ شیعوں کی منازعات کے علاوہ اس زمانہ میں شافعیوں اور حنفیوں کے علیحدہ علیحدہ مدرسے قائم ہوئے۔ اور دونوں مکاتب علم نے بڑی ترقی کی۔ اس صدی کے علماء اپنے معاندین اور مخالفین کو پست کرنے کے لئے جس طرح کوشاں تھے۔ اس وقت کے صوفیاء بھی اپنے اپنے سلاسل کے علاوہ دوسرے سلسلوں کو اچھی

نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے اگر امام غزالی نے فلاسفہ کی تکفیر اور ماوراء الطبیعات کی بحثوں کو باطل اور کفر قرار دیا تھا۔ تو خواجہ عبداللہ انصاری پیر ہرات جیسے صوفیاء نے متقدمین صوفیہ کی آزاد منشی اور حریت ضمیری کو روک دیا۔ اور انہیں شریعت کے معیار اور ترازوں پر رکھا جانے لگا۔ اس صدی میں مذہبی اختلاف بڑھے شیعہ سنی کھل کر نبرد آزما ہونے لگے۔ اشعری اور معتزلی میدان مناظرہ میں اترنے لگے۔ اسماعیلی اور قرامطی نزاع و جدال کا شکار ہونے لگے حتیٰ کہ علماء اہل سنت بھی شافعی حنفی اور حنبلی بھی اپنی علیحدہ علیحدہ درگاہیں قائم کرنے لگے۔ مناظروں اور مجادلوں سے بڑھ کر فرقہ وارانہ فسادات کا آغاز ہوا۔ ہماری تاریخی کتابیں ایسے فسادات کی تفصیلات بیان کرتی ہیں۔ ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ کہ اس صدی کے صوفیہ تقریباً بارہ سلسلوں میں تقسیم ہو چکے تھے۔ اگرچہ یہ تمام سلاسل روحانی تربیت کے لئے کوشاں تھے۔ تاہم ان کے بعض اختلافات اور نظریات زمین و آسمان کے اختلاف کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ایک طرف شیخ ابوالحسن خرقانی (جسے محمود غزنوی اپنی فتوحات کے لئے دعاؤں کا سرچشمہ جانتا ہے) قدس سرہ کائنات کی مصروفیتوں سے کنارہ کش ہو کر گوشہ استغراق میں خلوت گزین ہوتے ہیں تو دوسری طرف حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر جیسے عارفانِ وحدت الوجود صحبت فقرا مجالس سماع شور و وجد کا اہتمام کرتے ہیں۔ باباطاہریاں ایک عاشق سوختہ دل کی طرح روح مذہب تصوف کو عام کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں تو دوسری طرف شیخ احمد غزالی (صاحب کتاب سوانح) زود و شور کا تصوف پیش کرتے ہیں۔ شیخ ابوالقاسم قسیری صاحب رسالہ قسیریہ میانہ روی اور اعتدال کی مثال بن کر سامنے آتے ہیں۔ حجۃ الاسلام امام غزالی جو صوفی اہل ظاہر اور مشرع تھے۔ فقہاء۔ اصحاب فتویٰ۔ اربابِ قال و قیل کے مدارس کو اسلامی کی روحانی قدروں سے مالا مال کر دیتے ہیں۔ اس صدی میں خواجہ عبداللہ انصاری (صاحب طبقات صوفیہ) جیسے صوفی بر ملا اعلان کرتے ہیں کہ جو شخص مذہب حنبلی کی پیروی نہیں کرتا اور ظواہر مشرع سے روگردانی کرتا ہے۔ رحمت الہی سے محروم ہو جائے گا۔ اسی صدی کے آخر میں حضرت شیخ الاسلام احمد جامی المعروف بہ زندہ پیل جام طریقت کا دوسرا نام اتباع شریعت

توبہ گنہگار ان۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر خراب اور شراب خانوں کی عملی ویرانی رکھتے ہیں اور عملی طور پر اپنے مکتب فکر کے مشائخ کو ایک عالم دین ہی ایک محتسب شریعت کی حیثیت سے اجاگر کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ صوفیاء کے اختلافات ظاہراً ایک کی بہار کے مختلف اللون پھول ہیں مگر زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ہم اس مقالے میں ان صوفیاء کے افکار کا ایک مختصر جائزہ لے رہے ہیں۔ ورنہ تفصیلات میں جائیں تو ان نظریاتی اختلافات کا دائرہ وسیع ہو جائے گا جسے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ اس صدی کے صوفیاء کے نظریات کی ترجمانی کا ایک رخ شعر و ادب کی چاشنی ہے۔ صوفیاء میں سے اکثر عرفان و اسرار کے اظہار کے لئے شاعری کو ذریعہ بنایا۔ اپنے لطیف کلمات کو شعر و ادب کا حصہ بنا دیا۔ اور ان شعری اسالیب کو آگے چل کر صوفیاء نے بام عروج تک پہنچا دیا۔ سنائی۔ عطار۔ رومی۔ حافظ۔ رومی۔ جامی غرضیکہ سینکڑوں صوفیاء نے شعر و ادب کو تصوف کا ترجمان بنا دیا۔ آج تصوف اور عرفان کی اکثر چیزیں ہمیں شعر و ادب میں نظر آئیں گی جس طرح ہم ادب پر بیان کر چکے ہیں۔ اس صدی میں جہاں مذہبی مناقشات، مناظرات اور تعصبات نے اسلامی علوم کی اس رفتار کو کست کر دیا تھا۔ جو سابقہ ادوار کا طرہ امتیاز تھی۔ وہاں صوفیاء کے بھی عرفانی اختلافات نے بھی اصول و بانی میں کسی چیز کا اضافہ نہ ہونے دیا۔ ہاں موضوعات تصوف بے شمار کتابیں لکھی ہیں۔ جو آج تک صوفیاء کے لئے مشعل راہ ہیں۔ اس صدی نے صوفیاء کو صاحب سلسلہ لوگوں کو پیدا کیا۔ تصوف کے مؤلفین و مصنفین کی ایک جماعت آگے آئی۔ شعر و ادب کی سرزمین نے تصوف کے گلہائے رنگارنگ کو نمایاں کیا۔

چھٹی صدی ہجری کے آغاز تک صوفیاء کرام کی فکر میں ایک تبدیلی آئی۔ جو صدیوں قائم رہی کہ وہ اہل ظواہر سے ہٹ کر علیحدہ مندر شاہد پھانے میں کامیاب ہوئے علماء مذاہب نے مجادلات، مناظرات، جنگ ہفتائے دو دولت کو اپنا اور ٹھنا بھونا بنالیا تھا۔ صوفیہ نے اس طرز کی شہرت سے کنارہ کشی۔ علماء شاہان وقت کے درباروں میں مناصب جلیلہ حاصل کرنے کے درپے رہے۔ صوفیاء نے اپنی خانقاہوں کو شاہی دربار سے محفوظ رکھا۔ وہ من حیث المجموع عوام اور خواص کے

علاوہ شہنشاہوں کے احترام و عقیدت کا مرجع بنے رہے۔ تاریخ کے صفحات بتاتے ہیں کہ ان دنوں سلطان محمود غزنوی جیسے فاتحین شیخ ابوالحسن فرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی قانقاہ تک برہنہ پا حاضر ہوتے ہیں جنعل سلجوقی جیسے باباطاہر عربان اور باباجعفر ہمدانی کے حجروں کا طواف کرنا باعث عزت خیال کرتے ہیں۔ یہ صوفیاء ایک طرف شریعت کے اتباع کو اپنا مقصد حیات جانتے تھے۔ دوسری طرف دینی علماء سے اس لئے کنارہ کش رہتے تھے کہ وہ حصول مال کے لئے بادشاہوں کے درباروں کا طواف کرتے رہتے ہیں۔ صوفیہ زیادہ قناعت اور دنیا کی بے اعتنائی سے وقت گزارتے تھے اور مذاہب کے اختلافات اور منازعات سے سروکار نہیں رکھتے تھے۔ وہ ہر چھوٹے بڑے پر ایک جیسی نگاہ محبت ڈالتے تھے۔

اس صدی نے جن صوفیاء کو تاریخ کے صفحات پر محفوظ کر لیا تھا۔ ان میں سے چند حضرات کے اسمائے گرامی آسمان شہرت پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ (۱) حضرت شیخ ابوعلی دقاق قدس سرہ عیشاپور میں ۴۰۵ھ میں فوت ہوئے آپ اتاد ابوالقاسم قشیری قدس سرہ آپ کے شاگرد بھی تھے۔ اور داماد بھی۔ آپ نے اپنے شاگردوں کے ذریعہ اور تصوف کو عام کر دیا۔ (۲) ابوالفضل حسن سرخسی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت ابوسعید ابوالخیر کے پیرومرشد تھے۔ (۳) شیخ ابو عبد الرحمن سلمی نیشاپوری مولف طبقات الصوفیہ "بڑے کامل عارف تھے ۴۱۲ھ میں فوت ہوئے۔ حضرت ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر ابوالفضل حسن سرخسی کی وفات کے بعد آپ سے بیعت ہوئے اور فرقہ خلافت حاصل کیا۔ (۴) شیخ ابو عبد اللہ داتانی م ۴۱۴ھ حضرت شیخ ابوالحسن فرقانی کے ہم مجلس اور معاصرین میں سے تھے۔ (۵) شیخ ابوالحسن فرقانی قدس سرہ م ۴۲۵ھ صوفیہ اصحاب شکر میں سے تھے۔ طریقت و سلوک میں حضرت بایزید بسطامی کے پیروکار اور ان کے اسرار و رموز کو عام کرنے میں پیش پیش رہے (۶) حافظ ابونعیم اصفہانی (مولف حلینۃ الاولیاء) ۴۳۳ھ میں فوت ہوئے۔ (۷) ابوسعید فضل اللہ بن ابی الخیر المصنی (م چہارم شعبان ۴۳۴ھ) بایزید بسطامی اور ابوالحسن فرقانی رحمۃ اللہ علیہما کی طرح وحدت الوجود کے انکار کے ترجمان تھے۔ اگرچہ یہ تینوں بزرگ نظریہ

وحدت الوجود کے بانی نہیں تھے۔ مگر وحدت الوجود کے نظریہ کو پیش کرنے میں موثر کردار کے مالک تھے۔ انہوں نے زور شور سے اس نظریہ کو عام کیا۔ مخصوص رنگ دیا۔ مومنین کی خانقاہ کے انکار کی اشاعت کی۔ اپنی خانقاہوں کو مضبوط کیا اور قواعد وجودیہ کو مرتب کیا۔ یہ حضرات بردارِ طریقت، "اخوان صفا" اور مواسات تصوف کا بہترین نمونہ تھے۔ جن میں صوفیہ کی ایک رنگی کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ حضرت داتا گنج بخش، بھیروی قدس سرہ حضرت ابوسعید آپ کے مخلص احباب میں سے تھے۔

(۶) ابو عبد اللہ شیرازی معرفت بابن باکوبہ و بابا کوہی (م ۴۴۲ھ) قدس سرہ (۸) شیخ ابوالقاسم گورگانی (م ۴۵۰ھ) حضرت ابوسعید ابوالخیر کے معاصرین میں سے تھے قدس سرہ (۹) بابا طاہر عربان ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ جن کی رباعیات زبان ادری مشہور ہیں (۱۰) استاد ابوالقاسم قشیری (م ۴۵۰ھ) آپ حضرت سید علی بھیروی رحمۃ اللہ علیہما کے استاد تھے۔ (۱۱) ابوالحسن علی بن عثمان بھیروی غزنوی (م ۴۷۰ھ) صاحب کتاب معروف کشف المحجوب، قدس سرہ (۱۲) ابوعلی نارمدی (م ۴۷۰ھ) آپ حضرت امام قشیری کے تربیت یافتہ تھے حجۃ الاسلام امام غزالی کے استاد طریقت تھے (۱۳) خواجہ عبد اللہ ہروی قدس سرہ صاحب کتاب طبقات الصوفیہ و منازل السائین (م ۴۸۱ھ) (۱۴) ابوبکر نایب قدس سرہ۔ آپ حضرت شیخ ابوالقاسم گورگانی کے شاگرد اور تربیت یافتہ تھے۔ شیخ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد طریقت تھے (م ۴۸۶ھ) (۱۵) حجۃ الاسلام ابو حامد محمد غزالی مولف اجیاء العلوم و کیمیائے سعادت نے بھی ۵۰۵ھ میں وفات پائی تھی۔

۱۶۔ اگرچہ حضرت ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پر بڑے مکتفے ہیں۔ مگر حضرت بھیروی کی کشف المحجوب میں آپ کے حالات کی جامع تفصیل ملتی ہے۔ حضرت ابوالحسن بھیروی نے آپ کو بے پناہ ہدیہ تحسین پیش کیا ہے اور ایک مستقل باب باندھا ہے جس میں آپ کے سلسلہ طریقت کی تعریف کی ہے۔ آپ کے ایک پوتے محمد کمال الدین بن ابوالروح لطف اللہ بن ابوسعید نے "اسرار التوحید فی مقامات الشیخ ابوسعید" کتاب لکھی ہے۔ یہ کتاب ۱۸۹۹ء میں ایک روسی مستشرق لینن ژوکوفسکی نے دوبارہ مرتب کر کے چھپائی تھی۔ حال ہی میں فاضل معظم آقائی احمد نبیہار نے مقدمہ اور حوالتی کے ساتھ زیور طباعت سے آراستہ کیا ہے۔ تہ۔ احمد غزالی طوسی حضرت امام غزالی کے چھوٹے بھائی تھے آپ کی وفات ۵۲۰ھ

(۱۶) سنائی غزنوی (ابوالمجدد و دین آدم) اس صدی کے بزرگ ترین جامع ترین عارف ہوئے ہیں۔ آپ کا دیوان - مثنوی حدیقہ الحقیقہ الفاظ و معانی کے شاہکار ہیں۔ جزالت اور حسن سبک میں فارسی ادب کا ایک بہترین نمونہ ہیں۔ آپ ۵۲۵ھ میں فوت ہوئے۔ (۱) شیخ الاسلام احمد نامقی المعروف بہ زندہ پیل (۲۲۱ھ تا ۵۳۶ھ) قدس سرہ۔ اس زمانہ کے شیخ طریقت اور اسمائے کامل تھے۔ آپ کے گوشہ نشینی کی بجائے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے نفاذ میں عملی حصہ لیا اتباع سنت و استحکام شریعت کو اپنا شعار بنا لیا۔ شراب اور شراب خانہ کو سمار کیا۔ گناہ آلودانوں کو توبہ کرائی اور شریعت کا پابند بنایا۔ آپ بہت اہم تصانیف کے مالک تھے۔ اور آپ کی تعلیمات سے ایک زمانے سے استفادہ کیا۔ حضرت جام عام صوفیہ سے ہٹ کر برسر عام نفاذ شریعت کے علمبردار رہے۔ خواجہ حافظ کا یہ شعر آپ کی فخر اور میخواروں کے خلاف جہاد کی طرف اشارہ ہے:

حافظ مرید جام می است اے صبارو - در بندہ بندگی برساں شیخ جام را

یہ وہ ہستیاں تھیں جن کے فیضان سے اسلامی دنیا کا معاشرہ تربیت پا رہا تھا۔ چھٹی صدی ہجری کے آغاز ہوتے ہی دنیائے اسلام میں ایک اور تبدیلی رونما ہوئی کہ شام فلسطین اور حلب کے علاقوں صلیبی جنگوں کا آغاز ہوا۔ عیسائی دنیا میں حیثیت القوم مسلمانوں کی ریاستوں پر حملہ کرنے لگی۔ ان حملوں کے دفاع پر بہت سے علاقہ اپنی معاشرتی اور تمدنی حیثیت کھو بیٹھے تھے۔ اسی صدی میں جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ امت مسلمہ کے اندرونی اختلافات بڑھنے لگے عقائد اور مذہبی مناقشات و مدت مل کو پارہ پارہ کر رہے تھے۔ شمالی سرحدوں پر تاتاریوں کی بڑھتی ہوئی قوت اسلامی سلطنت کے دروازوں پر دستک دی وہی تھی سلطنت عباسیہ اپنی مرکزیت اور قوت حاکمہ کھو

سابقہ صفحے قزوینی میں ہوئی تھی۔ آپ چھٹی صدی ہجری کے صاحب حال عرفاد میں سے تھے۔ ابن خلکان نے آپ کے حالات بڑی تفصیل سے لکھے ہیں۔ مورخ علام نے آپ کو صاحب کرامات و ارشادات لکھا ہے۔ ایک وقت آیا کہ امام غزالی کی جگہ سندھ لیس پر مدرسہ نظامیہ میں جلوہ فرما ہوئے اسی زمانے میں اپنے بھائی کی کتاب احیاء العلوم کی تلخیص باب الاحیاء کے نام سے لکھی آپ کی ایک اور تصنیف الذخیرۃ فی علم البصرہ ہے آپ نے عالم اسلام کی سیاحت کی عین الغشاہ ہمدانی آپ کے شاگرد اور تربیت یافتہ تھے۔ جو آگے جا کر ایک ممتاز صوفی مشہور ہوئے تھے۔

رہی تھی۔ ان خطرات کے باوجود سلطنت اسلامیہ کے مختلف ممالک اتنے مضبوط اور طاقت ور تھے کہ علم و ادب اور عرفان و تصوف کے مدارس اور مراکز متاثر نہیں ہوئے۔ ان میں کام ہوتا رہا۔

اس صدی کے سیاسی حالات اور بیرونی مداخلت کے اثرات سے جو نتائج اسلامی معاشرہ پر مرتب ہوئے ان میں چند تبدیلیاں نمایاں طور پر نظر آتی ہیں۔ تعصب، تنگ نظری، فلسفہ پر مذہب کا دباؤ معاشرے میں اخلاقی پستی، خرافات، جہالت و جنگ و جدل جن میں مختلف مذاہب کے راہنما بھی ملوث تھے۔ عام ہو گیا۔ صلیبی حملہ آوروں سے بہت سے علاقے غیر محفوظ ہو گئے۔ یہ حالات عالم اسلام پر دو سو سال تک یعنی پچھٹی اور ساتویں صدی ہجری تک طاری رہے۔ حتیٰ کہ ساتویں صدی کے آغاز پر تازی حملہ آوروں نے دنیائے اسلام کی تہذیبی اور معاشرتی آثار کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیا۔

پچھٹی صدی ہجری میں اندرونی اور بیرونی مشکلات کے باوجود علم کی بالادستی قائم رہی۔ اس دور میں علم ہی ذریعہ عزت و وقار تھا۔ ذہین لوگ علم و دانش کے منازل طے کرتے۔ دربار شاہی حکمرانی حاصل ہوتی۔ خوشحالی قدم چومتی۔ عوام میں احترام ہوتا۔ اور سوسائٹی میں بلند مقامات حاصل ہوتے اس نقطہ نظر سے اس صدی کو اسلامی معاشرہ میں علمی اور مذہبی دور تصور کیا جاتا ہے۔ اس دور میں نہیں ہونا۔ محدث ہونا۔ فقہیہ ہونا۔ شاعر ہونا۔ واعظ ہونا۔ امام ہونا۔ مدرس ہونا۔ مفتی ہونا۔ ذاکر ہونا مجتہد ہونا۔ ہی ذریعہ آسائش و عزت تھا۔ دینی علوم سے ہٹ کر فلسفہ، عقلیات، فنون و معاشیات میں کمال حاصل کرنا کوئی قابل ستائش کارنامہ نہیں تھا۔ بسا اوقات فلاسفہ عقلیات پر بات کرنے والے آزاد روی کے ترجمان اہل مذہب کے فتوؤں کا نشانہ بنتے۔ اور فسق و فجور کے الزامات میں دھرنے جاتے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی مولف حکمۃ الاشراق اور بانی حکمۃ الاشراق گردن زدنی قرار پائے گئے۔ ایسے فلاسفر اور اشراقیین صرف علماء دین کے فتاویٰ کی زد میں نہیں آئے شعراء کی لوک قلم کا نشانہ بھی بنے۔ خاقانی، سروانی جیسا شاعر جسے مذہب و تصوف سے واسطہ تو نہ تھا۔ مگر وہ بھی فلسفہ اور فیلسوف کو معاف نہیں کرتا۔ اور انہیں فاش و ماجر تصور کرتا تھا۔

تاتاریوں کے طوفان سے اس صدی کے جن بزرگوں کی کتابیں بچ بچا کر اہل علم تک پہنچتی ہیں

ان سے پتہ چلتا ہے۔ کہ اس صدی کا شاعر۔ عالم دین اور صوفی اعتدال سے ہٹ کر بات کرنا تھا۔ فضل فردوسی۔ خود نمائی اور تنگ نظری کے آثار جا بجا نظر آتے ہیں۔ مذہب میں مبالغہ۔ مقامات اولیاء میں کرامات کی بھرمار شعروں میں خود ستائی اور تعالیٰ اور اصول اور قوانین سے ہٹ کر ذاتی اور شخصی بڑھتی کو ترجیح دی جاتی تھی۔

خلافت عباسیہ کے کمزور ہونے سے مختلف امرا و ملوک کی غارت گری نے سلطنت اسلامیہ کو ٹکڑوں میں بانٹ دیا تھا۔ دوسری طرف بیرونی خطرات نے عوام الناس میں بے اطمینانی پیدا کر دی تھی۔ غارت گری۔ آشفگی۔ اور بے یقینی نے لوگوں کی نیندیں حرام کر دی تھیں۔ ان حالات سے لوگوں کی اخلاقی قدریں بری طرح متاثر ہوئیں۔ معاشرے کی یہ حالت اس وقت کے شعراء کے کلام سے مترشح ہوتی ہے۔

ایلات کی ناہمواریوں کے باوجود چھٹی صدی ہجری کے صوفیاء احترام۔ اور ستائش کی نظر سے دیکھتے تھے۔ عوام و خواص ان بزرگان دین کی طرف توجہ دیتے۔ اور عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے۔ ان کی عظمت و اہمیت میں ان حالات میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ ظاہر میں علماء و بباروں میں مناصب و مقام حاصل کرنے کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ ان کی معاشی حالت اہل اقتدار اور دنیا پرستوں کی خدمات سے وابستہ تھی۔ وہ وعظ۔ فتویٰ۔ انہ و رسوخ۔ عہدہ۔ منصب کی بنا پر عوام کے مسائل حل کرتے تھے۔ مگر قلبی طور پر لوگوں کو اپنے قریب نہ کر سکتے تھے۔ وہ عہدوں کو حاصل کرنے۔ ان پر قائم رہنے کے لئے بادشاہوں اور عوام دونوں کی خدمت کرتے اور لحاظ کرتے اور دنیا کی آسائشوں کی خاطر دن رات کوشاں رہتے۔ دوسری طرف صوفیہ اپنی خانقاہوں میں دین کے محامن کی تربیت دیتے۔ بادشاہوں سے دُور رہتے۔ دنیا اور دنیاوی جاہ و چشم کو خاطر میں نہ لاتے دین کی باریک ترین قدروں کو بھی سنت رسول سمجھ کر اپناتے۔ نہی عن المنکر سے ڈرتے امر بالمعروف پر پابند بناتے۔ خود ان کی ذاتی زندگی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شب و روز کا نمونہ ہوتی۔ وہ محض مصطفیٰ کی تربیت سے دلوں کو منور کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ عوام ان کی خانقاہوں کے سامنے

ہجوم رکھتے اور سلطانیں ان کی زیارت کو غنیمت جانتے۔ فتوحات کے لئے دعائیں کراتے۔ ان کے تبرکات کو ذریعہ فلاح و ازین جانتے تھے۔ لوگ ظاہر میں علماء کے مناظروں۔ مجادلوں۔ مذہبی تعصبات شیعہ سنی مباحث۔ اسماعیلی۔ اشعری۔ معتزلی مناقبات سے تنگ آپہلکے تھے۔ وہ دینی معاملات میں اعتدال صلح جوئی۔ اور یگانگت اور اتحاد کے پیاسے تھے۔ ان کی یہ پیاس صوفیہ کی مجالس میں کھتی تھی۔ جہاں نہ تنگ نظری تھی۔ نہ تعصب تھا۔ نہ نزاع تھا۔ نہ ٹھکی تھی۔ نہ سخت گیری تھی۔ یہ عشق و محبت کے نوگرہ لقیہ صلح و صفار رکھتے تھے۔ عقیدہ وحدت الوجود نے ہر ایک سے محبت کرنا سکھایا تھا۔ یہی ان صوفیہ کا عرفان اور طریقت تھا۔ اس نظریہ وحدت الوجود نے آگے جا کر بڑی اشاعت پائی۔ مگر اس صدی کے صوفیہ نے اسے اصلاح امت کے لئے بہترین طریقہ سے استعمال کیا۔ سائے اور عطار جیسے شعراء نے ان افکار کو عام کیا۔ پھر رومی۔ حافظ۔ سعدی اور جامی جیسوں نے سینوں میں بھر دیا۔ اس نظریہ نے ابن عربی اور ان کے شاگردوں نے اس چار دانگ عالم تک پہنچایا۔ ہر امنی و اعلیٰ کو محبت دی فاسق و فاجر تک صوفیہ کے ہاں پناہ پاتے حضرت محمود غزالی نے تو اپنی خانقاہ کے دروازے پر لکھوا دیا تھا۔

”ہر کہ اینجا بیاید اور طعام بدہیمہ و از ایاتش میرسید“

میری خانقاہ میں جو بھی آئے اسے کھانا کھلاؤ۔ اس کے عقیدے کے بارے میں سوال نہ کرو۔ یہ موثر طریقہ تصوف تھا۔ جس نے دلوں کو تسخیر کر لیا۔

ہم سابقہ صفحات میں تصوف کے ان سلسلوں یا فرقوں کا ذکر کیا ہے۔ جو چھٹی صدی ہجری میں اصلاح احوال میں کوشاں رہے یہ مختلف سلاسل ”مہر و محبت“ کی قدر مشترک پر قائم رہے۔ ہر فرقہ یا ہر سلسلہ کے صوفی نے ”مہر و محبت“ کے قانون کو اذیت دی۔ اسی فلسفہ ”مہر و محبت“ نے صوفیاء کو لوگوں کے دلوں میں جگہ دی۔ سلسلہ قادریہ، بغداد سے حضرت غوث اعظم کے روحانی افکار کی بنیادوں پر اٹھا۔ مشرق و مغرب میں چھا گیا۔ حضرت غوث پاک کی نگاہ کے تربیت یافتہ مغرب و مشرق میں پھیلنے گئے اور سلسلہ قادریہ کی ضیاءوں کو بکھیرتے گئے۔ جناب غوث پاک نے شریعت کو

اپنے روحانی سلسلہ کو بنیاد قرار دیا۔ آپ کا ہر ایک خلیفہ شاگرد جسے آپ "مریدی" کے لفظ سے یاد فرماتے ہیں۔ شریعت کے احکام کا پابند رہا۔ اور پابندی کراتا رہا۔ اس خاندان سے تربیت یافتہ حضرات نے اپنی شہرت اور صداقت کے جھنڈے بلند کئے۔ جو آج تک یادگار زمانہ ہیں۔

حضرت شہاب الدین سہروردی اسی زمانہ کی موثر شخصیت ہیں۔ انہوں نے سلسلہ سہروردیہ کی بنیادیں رکھیں۔ اور اپنے شاگردوں کو عالم اسلام کے دور دراز علاقوں میں بھیجا۔ جہاں خلافت کی رہنمائی کا کام ہوتا رہا۔ اس سلسلہ کے جلیل القدر بزرگوں نے خراسان سے نکل کر مصر۔ افریقہ۔ پاک و ہند میں اپنی خانقاہیں قائم کیں۔

حضرت خواجہ معین الدین اجمیری نے سلسلہ چشتیہ کو برصغیر میں مقبول بنانے میں بڑا کام کیا اس سلسلہ کے بزرگان دین نے بادشاہان وقت سے خراج عقیدت حاصل کیا۔ اور عوام الناس کے اخلاق کو سنوارنے میں اپنا کردار ادا کیا۔

حضرات نقشبندیہ گو سو سال بعد عروج پر آئے۔ مگر ان کے بزرگان دین نے جن بنیادوں کو خوارزم۔ بخارا۔ اور ایران کے شمالی حصوں پر رکھا تھا۔ ان پر خواجہ خواجگان حضرت بہاء الدین نقشبند نے جو محلات عرفان تیار کئے۔ اس کے زیر سایہ خواجہ عبداللہ احرار۔ حضرت مجدد الف ثانی جیسے عظیم بزرگوں نے اپنے مدارس قائم کر کے اسلامی معاشرت کو سنوارا۔

چھٹی صدی ہجری میں جن مشائخ و عرفا نے اپنے افکار کو پھیلا یا ان میں شیخ حماد دباس دم ۵۲۵ھ کا نام قابل ذکر ہے۔ آپ حضرت شیخ سید عبدالقادر گیلانی کے مشائخ میں شمار ہوتے ہیں۔ شیخ عدی بن مسافر دم ۵۵۶ھ قدس سرہ نے موصل کے علاقہ میں سلسلہ قادریہ کے انوار کو عام کیا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ دم از ۵۲۷ھ تا ۵۶۱ھ نے بغداد میں جو کام کیا۔ اس کے اثرات از قات تا قات پھیلے۔ آج تک حضرت کی غوثیہ تعلیمات سے مالا مال نظر آتے ہیں آپ نے دین کو زندہ کرنے میں جس ہمت مردانہ سے کام لیا وہ آپ کو محی الدین منواتے میں کامیاب ہوئی ابوالنجیب عبدالقادر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ دم ۵۶۳ھ احمد غزالی کے تربیت یافتہ تھے۔

آپ کی کتاب "آداب المریدین" نے تصوف کے تمام سلسلوں سے روشناس کرایا تھا۔ آپ کے ایک رفیق تصوف حضرت عمار یا سریدسی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کے مرثیہ تھے۔

سید احمد بن ابوالحسن رفاعی قدس سرہ (دم ۵۵۶ھ) بانی سلسلہ رفاعیہ اسی صدی کے نامور بزرگ تھے۔ ابودین مغربی شعیب نے حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کو روحانی تربیت دی۔ حضرت ابن عربی نظریہ وحدت الوجود کے ترجمان اور فصوص الحکم، اور فتوحات مکیہ حبیبی بلند پایہ کتابوں کے مصنف اسی صدی کی یادگار ہیں۔ ابودین بغدادی کو شیخ مغرب کالقب ملا۔ اسی زمانہ میں شیخ زوز بہاں بقلی (دم ۵۶۶ھ) صاحب تصنیف اور صاحب عرفان بزرگ تھے۔ اپنے مخصوص نظریات کے ترجمان بنے۔ شیخ مجدد الدین بغدادی جنہیں محمد خوارزم شاہ کے حکم سے ۵۶۶ھ میں دریائے جیحون میں ڈبو دیا گیا تھا، حضرت نجم الدین کبریٰ کے خلیفہ خاص تھے۔ آپ نے خوارزم۔ بغداد کے علماء اور صوفیاء کی تربیت کی۔ حضرت فرید الدین عطار آپ کے افکار سے بڑے متاثر تھے۔ نجم الدین کبریٰ رجن کا ذکر غیر سابقہ صفحات پر تفصیل سے گزرا ہے، قدس سرہ اس صدی کے بلند پایہ بزرگوں میں سے تھے۔ آپ طامتہ الکبریٰ۔ شیخ ولی تراش۔ کے نقاب سے ملقب تھے۔ سلسلہ کبروی کے بانی تھے تا تازی حملہ کے دوران ۵۶۸ھ میں جام شہادت نوش کیا۔ آپ کی تصانیف نے صوفیاء کے معارف کو بیان کیا۔ شیخ مجدد الدین بغدادی شیخ سعد الدین حموی۔ بہاؤ الدین ولد والد کرم حضرت مولانا جلال الدین رومی، بابا کمال جنیدی۔ شیخ رضی الدین علی لالہ۔ شیخ سیف الدین باغری۔

نجم الدین رازی (مولف مرصاد العباد معروف بہ نجم الدین دایہ) نے آپ کی زیر نگاہ تربیت پائی تھی۔ یہ لوگ چھٹی صدی ہجری کے آفتاب و ماہتاب روحانیت تھے۔ قطب الدین حیدر زادی (دم ۵۶۸ھ) حیدریہ سلسلہ کے بانی تھے اور خراسان کے بیشتر علاقوں میں آپ کا اثر رہا۔ شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ اسی صدی ہجری کے معروف صوفی شاعر اور صاحب عرفان بزرگ ہوتے ہیں۔

چھٹی صدی ہجری کے سلسلہائے تصوف پر ایک طائرانہ جائزہ لیا گیا ہے۔ اگر ان سلاسل کی تفصیلاً صوفیہ کرام کی روحانی توجہات، معاشرے کی اصلاح و تربیت کے لئے مختلف مکاتیب تصوف کے کارناموں کو بیان کیا جائے تو ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔

اس مقالہ میں جن عام کتابوں کے متن اور حواشی کے علاوہ جن کتابوں سے خصوصی مدد لی گئی ہے۔ ان میں نغمات الانس (جامی)، شارٹ ہسٹری آف خوارزم شاہی (پروفیسر عزیز)، ہسٹری آف پریشیا (برگینڈیر سائیک)، تاریخ تصوف السلام دہلی (ان از صدر اسلام تا عصر حافظ دکترا سم غنی)، اخبار الصالحین (نواب معشوق علی خان) خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔

امید ہے کہ محققین تاریخ تصوف ان اغلاط پر پردہ پوشی فرمائیں گے جو مقالہ نگار کے قلم کی لغزش کا نتیجہ ہیں۔ اور عام قارئین دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔ جنہوں نے اس دور کے بزرگان دین کے حالات کو خلوص دل سے پڑھا ہے۔

فاک پائے بزرگان دین اقبال احمد فاروقی

آپ موضع کدکن کے رہنے والے تھے۔ یہ گاؤں
 شیخ فرید الدین عطار قدس سرہ نے نیشاپور کے نزدیک تھا۔ آپ نے شیخ محمد الدین بغدادی

سے بیعت کی۔ شیخ رکن الدین اکاف رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ اور وقت کے مشہور مہاتج
 اور ہزرگان دین کی صحبت میں بیٹھے۔ بڑے صاحب وجد و تواجد بزرگ تھے۔ سماع سے شغف رکھتے

تھے۔ بعض صوفیاء لکھتے ہیں کہ آپ حسین بن منصور کے ایسی تھے۔ حضرت مولانا جلال الدین رومی
 لکھتے ہیں کہ حضرت حسین منصور علاج کی روح نے ڈیڑھ سو سال بعد حضرت عطار پر اثر کیا تھا۔ اس
 طرح حضرت عطار آپ کے زیر اثر آئے۔ حضرت مولانا حاجی نفحات الانس میں تحریر فرماتے
 ہیں کہ توحید و اسرار کے جتنے معارف حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی مشنویوں اور غزلیات
 میں پائے جاتے ہیں۔ کسی دوسرے صوفی شاعر کے ہاں نہیں ملتے آپ کی مشہور کتابیں۔ پنڈنامہ
 تذکرۃ الاولیاء۔ الہی نامہ۔ شتر نامہ۔ منطق الطیر وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ مولانا جلال الدین رومی
 حضرت عطار کو ان الفاظ میں داد تحسین پیش کرتے ہیں۔

ہفت شہر عشق را عطار گشت ۔ ما ہنوز اندر خم یک کوچہ ایم

حضرت فرید الدین عطار نے عشق کے سات شہروں کی سیر کی ہے۔ مگر ہم ابھی تک کوچہ

عشق کا ایک گوشہ بھی طے کرنے نہیں پائے،

آپ کی توبہ اور تارک الدنیا ہونے کا ایک واقعہ عام تذکرہ نگاروں نے درج کیا

ہے۔ آپ اپنے شفا خانہ کے دروازے پر بیٹھے تھے ایک درویش آیا۔ چند بار شفا اللہ کہا

حضرت نے اس درویش کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ درویش نے کہا۔ خواجہ آپ کو موت

کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا۔ جب تمہیں آئے گی۔ درویش نے سنتے ہی کہا میری طرح

مرنا چاہتے ہو۔ آپ نے فرمایا ہاں! درویش نے اپنا لکڑی کا پیالہ سرمانے رکھا۔ زمین پر

یٹا۔ اور داعی اجل کو لبیک کہا۔ حضرت عطار درویش کا یہ واقعہ دیکھ کر دنیاوی کاموں سے

دست بردار ہو گئے۔ سارا شفا خانہ اور دوسرے اسباب دنیا کو لوگوں سے لٹا دیا۔ اور عشق

الہی کی دکان پر آ بیٹھے۔

شیخ محمد صادق شیبانی اپنی کتاب مناقب غوثیہ میں لکھتے ہیں کہ شیخ فرید الدین محضرت
صنعان کے مرید تھے جس وقت حضرت صنعان کی زبان سے جناب غوث الاعظم کے متعلق
بگستاخانہ کلمات نکلے تو حضرت عطار آپ کے پاس موجود تھے۔

حضرت شیخ فرید الدین عطار کی ولادت شعبان ۵۱۳ھ میں ہوئی۔ وفات ۶۲۸ھ یا
۶۲۹ھ میں ہوئی۔ صاحب مخبر الواصلین نے سال وفات ۶۲۶ھ لکھا ہے۔ آپ تاتاری
کافروں کے ہاتھوں شہید ہوئے شہادت کے وقت آپ کی عمر ایک سو چودہ سال تھی؛
آپ کا مزار نیشاپور میں واقع ہے۔

شہ عالم فرید الدین عطار - وچید العصر صوفی مصنف
فرید الدین ولی عجوب ہادی - بخواں تولید آں شاہ معنی
بگو مہدی فرید الدین مقتبول^{۵۱۳} - کہ گردو سال عقل از نقل پیدا

آپ شیخ نجم الدین کبریٰ کے مرید تھے۔ آپ کے خلفاء میں
 شیخ بہاء الدین قدس سرہ سے محمد بن حسین بن احمد الخطیبی قدس سرہ بہت مشہور
 ہوئے ہیں آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کی والدہ علاء الدین
 بن محمد بن خوارزم شاہ کی بیٹی تھیں۔ کہتے ہیں کہ اس لڑکی کے والد کو حضور نبی کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم نے خواب میں اشارہ فرمایا تھا کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی آپ کے والد حسین بن احمد
 سے کر دے۔ شیخ بہاء الدین اسی بیٹی سے پیدا ہوئے تھے۔ اور اپنے زمانے میں قطب الارشاد
 اور قطب الوقت ہوئے

آپ شیخ شہاب الدین سہروردی کی صحبت میں رہے۔ حضور نبی کریم نے آپ کو خواب
 میں سلطان العلماء کے لقب سے نوازا تھا۔

جب شیخ بہاء الدین علم و فضل میں مشہور ہوئے۔ تو امام فخر الدین رازی جیسے علماء
 بھی آپ سے حسد کرنے لگے۔ اور آپ کے متعلق مشہور کر دیا کہ آپ بادشاہ وقت کے
 باغی ہیں۔ آپ نے ان لوگوں کی الزام تراشی سے تنگ آ کر بلخ سے ہجرت کی۔ اس وقت
 آپ کے فرزند حضرت جلال الدین رومی چھوٹے بچے تھے۔ آپ بلخ سے نکلے بغداد آئے۔
 لوگوں نے پوچھا کہ آپ کون لوگ ہیں۔ کہاں سے آئے ہو اور کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہو
 حضرت شیخ بہاء الدین نے کہا مَنْ مِّنَ اللّٰهِ وَالِیْ اَبْدِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ
 یہ بات حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نے سنی تو فرمایا۔ یہ بات بہاء الدین بلخی کے علاوہ
 اور کون کہہ سکتا ہے۔ یہ وہی معلوم ہوتے ہیں۔ استقبال کو آگے بڑھے اور التجا کی کہ آپ کی
 خانقاہ میں چند روز قیام فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ سب سے بہترین جگہ تو مدرسہ کے مضافات
 ہیں۔ چنانچہ آپ دارالعلوم مستقر یہ میں قیام پذیر ہوئے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی نے جو
 شیخ بہاء الدین کے پاؤں سے موزے اتارے تیسرے روز وہاں سے روانہ ہو کر روم کو
 نکلے۔ چار سال آذربائیجان میں رہے۔ سات سال تک لازمدہ میں قیام کیا۔ مولانا جلال الدین رومی

اٹھارہ سال کی عمر میں اسی شہر میں شادی ہوئی ۶۲۳ھ میں سلطان ولد بن مولوی جلال الدین پیدا ہوئے۔

شیخ بہار الدین ۶۲۸ھ میں فوت ہوئے تھے۔ بعض تذکرہ نویسوں نے ۶۲۶ھ بھی سال وفات لکھا ہے آپ کا مزار پڑانوار قونیہ میں ہے۔

رفت چوں از جہاں بجلد بریں - شیخ اہل یقتین بہار الدین
نابد متقی رت وصلش نیز - حق طلب شاہ دین بہار الدین

کنیت ابو حفص۔ لقب شرف الدین
شیخ ابن الفارض الحموی المصری قدس سرہ۔ اور اسم گرامی عمر بن فارض الحموی تھا
قبیلہ بنی سعد سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ قبیلہ حضرت علیمہ سعیدہ کا تھا۔ شیخ ابن الفارض مصر میں پیدا ہوئے تھے۔ مصر میں آپ کی روحانی شہرت نے عروج حاصل کیا۔ ہزاروں طالبان حق خدا رسیدہ ہوئے۔ آپ کا ایک دیوان عربی اشعار و تصانیف پر مشتمل ہے۔ یہ دیوان تقریباً سات سو پچاس اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں معارف و حقائق کے دریا بند ہیں۔ یہ ایک ایسی نظم ہے جو شاید ہی کسی دوسرے کے قلم سے نکلی ہو۔ آپ کے احباب کہتے ہیں کہ آپ عام شاعروں کے طریقہ کار پر شعر نہیں کہا کرتے تھے۔ بلکہ یوں ہوتا کہ آپ جدو استغراق میں کئی کئی دن غائب ہو جاتے بے خودی کے عالم میں محور ہتے۔ اسی حالت میں پورے کا پورا قصیدہ لکھتے۔

حضرت شیخ فارض فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ دیوان لکھا۔ تو مجھے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ حضور نے ارشاد فرمایا: "یا عمر ما سمیت قصیدتک" اے عمر تم نے اس قصیدہ کا نام کیا رکھا ہے؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ اس کا نام لوائح الجنان۔ وروایح الجنان رکھے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اس کا نام نظم السلوک رکھو۔ چنانچہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اس کا نام نظم السلوک رکھ لیا۔

حضرت عمر ابن الفارض دوم ماہ جمادی الاولیٰ ۶۳۲ھ میں فوت ہوئے۔

ابن فارض جناب پیر کبیر - مقتدائے جہاں فنا آگاہ

رفت چوں از جہاں نخلد بریں - سال وصلش بدان حسد آگاہ

آپ حضرت شیخ رکن الدین منجاسی کے خلیفہ کبیر
شیخ اوصد الدین کرمانی قدس سرہ :- تھے۔ شیخ رکن الدین شیخ قطب الدین بہروردی

کے خلیفہ اور وہ شیخ ابوالنجیب بہروردی کے خلیفہ تھے۔ آپ شیخ ابن عربی کی مجالس میں حاضر

ہوتے تھے۔ حضرت ابن عربی نے اپنی مشہور کتاب فتوحات مکیہ میں آپ کے واقعات لکھے

ہیں۔ اس کتاب کے باب ہشتم میں لکھتے ہیں کہ شیخ کرمانی فرماتے ہیں کہ میں اپنے شیخ کیساتھ

ہمسفر تھا۔ آپ اونٹ کے کبادے میں سفر فرماتے تھے۔ آپ کے پیٹ میں شدید درد تھا ایک

دوا خانہ میں پہنچے۔ یہ سرکاری دوا خانہ تھا۔ میں نے شیخ سے اجازت چاہی کہ دوا خانہ سے دوائی

لے آؤں مجھے پریشان اور مضطرب دیکھا تو آپ نے بادلِ نخواستہ اجازت دے دی میں

اندر گیا تو خیمہ میں ایک شخص بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے ایک شمع روشن ہے۔ مجھے دیکھتے ہی اٹھا

اور بڑے احترام سے بٹھایا۔ میں نے اپنے پیر و مرشد کی حالت بیان کی۔ اس نے دوائی دی

مجھے چھوڑنے کے لئے دوازے تک آیا۔ اس کا ایک خادم شمع اٹھائے ساتھ ساتھ تھا۔ میں

نے اسے قسم دی کہ تشریف رکھو۔ اتنا تکلف نہ کرو۔ میں باہر آیا۔ دوائی حضرت کی خدمت میں

پیش کی۔ اور اس شخص کے احترام و اعزاز کا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے سن کر تسلیم فرمایا اور کہا۔

دراصل میں تمہارا اضطراب اور پریشانی دیکھ کر دوائی لانے سے روک نہ سکا۔ میں نے ہی شکل

بدل کر اپنے آپ کو اس شخص کی جگہ بٹھا دیا۔ عزت و تکریم کی۔ دوائی دی۔ تاکہ تم مایوس نہ ہو جاؤ

کہ درزیوں کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ اور امروا کے بارے میں فرمایا نہیں ہوتی۔

حضرت مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن فارض کے قصیدہ تائیدہ کے علمی
ابن فارض قدس سرہ :- اور ادبی مقام کو ہدیہ تمجید پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ قصیدہ مبارک سات سو

پچاس اشعار پر مشتمل ہے اور معارف و لطائف کا خزینہ ہے۔ اس قصیدہ میں جن حقائق و معارف کو پیش کیا گیا ہے وہ

حضرت اوصد الدین کرمانی ظاہری جمال انسانی پر بڑے گزیدہ تھے۔ ایک دن ایک خوش
شکل لڑکے کو دیکھنے میں محو ہو گئے۔ آپ کے ساتھ ہی شیخ شمس الدین تبریزی کھڑے تھے کہنے لگے

کسی دوسرے کے کلام کو نصیب نہیں ہوا۔ عطار اور شائع روح اللہ تعالیٰ اور اہم اجمعین نے اس قصیدہ کو شعر جاں بنایا تھا
شیخ شمس الدین جو شیخ صدر الدین قونیوی کے اصحاب مجلس میں سے تھے۔ اور اپنے وقت کے شیخ الشیوخ تھے۔ فرماتے
ہیں کہ ہمارے شیخ اپنی مجلس میں طلباء و علماء سے گفتگو فرماتے تو آخرین کلام ابن فارض کے قصیدہ تائیدہ کے کسی شعر پر
فرماتے۔ حضرت شیخ بعض مطالب بزبان محم اور بلسان لانی ادا فرماتے۔ جسے ایک عام شخص سمجھنے سے قاصر ہوتا۔ فرماتے
ان اشعار کے معانی آئے دن تازہ وارد ہوتے ہیں۔ آپ اپنے مشائخ مجلس کو حکم دیتے کہ یہ قصیدہ زبانی یاد کرو۔
اس میں معارف کے دہارے چلے آتے ہیں۔

شیخ شمس الدین فرماتے ہیں کہ حضرت سعید فرغان نے اس قصیدہ کی فارسی میں شرح لکھی۔ پھر عربی میں تعلقات
لکھیں۔ اور اسے عام کہ دیا تھا۔ حضرت شیخ یا فعی رحمۃ اللہ عنہ فرمایا کہ تھے۔ ابن الفارض نے معارف و حقائق نے
سلوک و محبت شوق و وصل کو جس انداز سے پیش کیا ہے۔ وہ مشائخ و صوفیہ کی مجالس کی جان ہیں۔ حضرت شیخ شہا الدین
سہروردی رحمۃ اللہ عنہ ایک بار مجالس قبض میں گھر گئے۔ تو آپ نے ابن فارض کا قصیدہ مبارکہ پڑھا جس سے یہ
جبابات دور ہو گئے۔ اس موقع پر حضرت شیخ سہروردی نے حضرت ابن فارض کو مجلس میں اٹھ کر بغل گیر کیا اور آپ
کے قصیدے اشعار پڑھتے ہوئے مجلس میں حالت وجد میں آگئے۔ مجلس میں موجود مشائخ بھی اٹھ کھڑے ہوئے
اور اس قصیدہ مبارکہ کے اشعار مل کر پڑھتے رہے۔ حضرت شیخ سہروردی نے اس موقع پر چار سو خلیقیں مشائخ
کو عطا کیں۔

شیخ ابراہیم ابوبان الدین، ججری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں داوی جبر میں سے گزر رہا تھا۔ میں
محبت الہی میں سرشار محویت کے عالم میں جا رہا تھا کہ کوئی شخص بجلی کی تیزی کے ساتھ گزرا۔ اور یہ شعر پڑھتا گیا۔
فَلَمَّا تَهَوَّنِي فَأَلْسَمُ تَكُنْ فِي نَانِيَا * وَ لَسْتُ تَنْ مَالِ سَمِجَلِي نَلِكُ صُورِي

میں نے محسوس کیا کہ وہ میرے دوست کی آواز ہے۔ میں اس کے پیچھے چلا۔ اسے پکڑا اور پوچھا یہ شعر کس

کا ہے فرمایا: میرے بھائی شرف الدین بن فارض کے قصیدہ سے ہے۔ میں نے پوچھا وہ اب کہاں ہیں۔ فرمایا

آپ کیا دیکھ رہے ہیں۔ فرمایا "چاند کا عکس پانی میں دیکھ رہا ہوں" آپ نے فرمایا۔ اگر سر اٹھا کر دیکھتے تو آسمان پر چاند بے حجاب نظر آتا۔

آپ حالت سماع میں اس قدر وجد میں آتے کہ کپڑے پھاڑ دیتے۔ لڑکوں کے سینے سے سینہ پیٹے تو حجاز مقدس میں تھے۔ مگر کچھ دنوں سے ان کی خوشبوداری مصر سے آتی ہے۔ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں ان کی نماز جنازہ میں شرکت کروں۔ وہ مصر کو روانہ ہو گئے۔ حضرت شیخ برہان الدین فرماتے ہیں کہ میں بھی آپ کے پیچھے چلتا گیا۔ حتیٰ کہ میں ابن الفارض کی قیام گاہ پر جا پہنچا۔ آپ نے مجھے دیکھ کر پہچان لیا اور مجھے ابلا و سہلا کہہ کر پاس بٹھایا اور فرمایا تمہیں بشارت ہو کہ تم اولیاء اللہ کی صف میں آ گئے ہو۔ میں نے گزارش کی حضرت مجھے معلوم ہے کہ آپ یہ مژدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سنا رہے ہیں۔ مگر مجھے اس بشارت کا ذریعہ تو بتائیں تاکہ مجھے اطمینان قلب نصیب ہو جائے۔ آپ نے بتایا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اللہ میرے مرنے کے وقت اپنے اولیاء کی جماعت بھیجنا تم آ گئے ہو۔ مجھے یقین ہے تم ولی اللہ ہو۔ میں نے دیکھا کہ ان کے سامنے جنت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔ مگر آپ اسے دیکھتے ہی متغیر ہو گئے۔ رونے لگے۔ اور یہ بیت پڑھنے لگے۔

کان منزلتھانی حُب عندکم - ما قدرایت فقد ضیعت ایامی
امینتہ ظفرت رُوْحی بہا زمننا - الیوم اصنبا اَصْفَاتِ اَحْلَام

میں نے کہا حضرت یہ مقام بہت بڑا ہے۔ آپ نے فرمایا براہیم۔ رابعہ عدویہ بصریہ نے کہا تھا۔ اے اللہ۔ تیرے بندے دوزخ کے خوف سے تجھے مانتے ہیں۔ بعض جنت کی خوشی سے تجھے پہنچانتے ہیں۔ میں تو صرف تیری ذات کی محبت سے مانتی اور پہنچانتی ہوں۔ مجھے رابعہ بصری کے مقام کی تلاش تھی۔ یہ مقام وہ تو نہیں جس کی آرزو میں عمر گزار دی۔ یہ بات کہہ کر آپ کے لبوں پر تبسم دکھائی دیا۔ مجھے سلام الوداع کہا۔ اور کہا۔ میرے جنازے میں اولیاء اللہ کے ساتھ شریک رہنا۔ تیس دن تک میری قبر پر موجود رہنا۔ پھر اپنے وطن کو جانا۔ یہ کہتے کہتے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

حضرت ابراہیم (برہان الدین) جب جبری فرماتے ہیں کہ آپ کے جنازے پر کثیر التعداد اولیاء اللہ نے شرکت کی۔ میں اکثر حضرات کو پہنچاتا تھا لیکن بعض کو پہلی بار دیکھا تھا زندگی بھر اتنا بڑا اجتماع میں نے نہیں دیکھا تھا۔

ملاتے۔ بغداد میں خلیفہ عباسی کا بیٹا بڑا خوبصورت تھا۔ خلیفہ نے کہا۔ یہ بدعتی شخص ہے۔ اسے سماع اور ولایت سے کیا واسطہ ہو سکتا ہے۔ اگر مجلس سماع میں میرے بیٹے سے کوئی حرکت کی تو میں اُس کی گردن اڑا دوں گا۔ مجلس سماع گرم ہوئی۔ تو خلیفہ کے دل میں پھر وہی خیال آیا۔ حضرت شیخ نے کرامتِ فراست سے معلوم کر کے یہ شعر پڑھا۔

سہل است مرا بر سر خنجر بودن - در پائے مراد و دست بے سر بودن

تو آمدہ کہ کافر بے رابکشتی - غازی چو توئی رواست کافر بودن

میرے سر کو خنجر کی نوک سے کاٹنا درست ہے۔ میرے سر کو کاٹ کر پاؤں میں پھینک دینا درست

ہے تم اس لئے آئے ہو کہ ایک کافر کو قتل کرو۔ مگر تم جیسا خوب رو غازی ہو تو کافر ہونا روا ہے۔

یہ شعر سنتے ہی خلیفہ اور اس کا خوب رو بیٹا قدموں میں گر پڑے اور مرید ہو گئے۔ آپ کی وفات

۶۳۵ھ میں ہوئی تھی۔ بعض تذکرہ نویسوں نے ۶۳۴ھ بھی لکھی ہے۔

چوں سفر کرد از جہاں فنا - در جنساں بادشاہ کرمانی

متقی پاک ہیں بگو سانش - ہم بگو بادشاہ کرمانی

۶۳۴ھ

۶۳۵ھ

جس میں اتنے ولی اللہ جمع ہوں سفید اور سبز رنگ کے پرندوں کے غول کے غول آتے نظر آتے۔

لوگوں کا خیال تھا کہ حضور سرور کائنات ارواح مقدس کے ساتھ اپنے قصیدہ خواں ابن الفارض کے

کے جازنے پر گرم فرما ہوتے ہیں۔

حضرت شیخ برہان الدین فرماتے ہیں ایک عرصے بعد میں قبر کی زیارت کو حاضر ہوا۔ میرے ساتھ

اکابرین کی ایک جماعت تھی۔ قبر پر غبارائی ہوئی تھی۔ گرد کی تہیں جمی ہوئی تھیں۔ میں نے اسے سنا

کیا۔ اپنے دامن سے جھاڑا۔ اور یہ شعر کہا۔

معاکن اهل العشق حتی قبورہم - علیہا تراب الذل بین المقابر۔

(ماخوذ از نغمات الانس جامی)

آپ ہندوستان کے عظیم مشائخ میں سے تھے زہد و ورع
 میں شیخ صوفی بدہنی قدس سرہ برہم میں بے مثال تھے۔ حضرت قطب الاقطاب قطب الدین
 بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر تھے حضرت شیخ نظام الدین قدس سرہ فرماتے ہیں حضرت صوفی
 بدہنی ہر وقت مسجد میں رہتے نماز و روزہ کے علاوہ کسی چیز سے سروکار نہیں تھا۔ ایک دن شہر
 کے علماء کرام جمع ہوئے آپ نے ان سے پوچھا کیا بہشت میں نماز ادا کی جا یا کرے گی۔ علماء
 نے آپ سے فرمایا۔ بہشت جلے عبادت اور نماز نہیں۔ وہ تو عیش و ناز کی جگہ ہے۔ آپ
 نے فرمایا۔ پھر مجھے وہ جنت قبول نہیں جہاں اللہ کی عبادت اور نماز نہیں ہوگی۔

شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت شیخ بدہنی کے پاس آیا
 کرتے تھے۔ ایک دن اس شخص نے ایک شخص سے ملاقات کی جو رجال الغیب سے تعلق رکھتا
 تھا۔ اس نے پوچھا۔ شیخ بدہنی کیسے شخص ہیں اور وہ کس مقام پر ہیں۔ اس نے بتایا۔ وہ بزرگ
 مرد ہیں مگر افسوس وہ استغفر اللہ کہہ کر بھاگ گیا۔ وہ شخص حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور
 سارا واقعہ سنایا۔ حضرت شیخ نے کہا۔ کہ اگر وہ استغفر اللہ نہ کہتا تو میں اسے زمین سے اٹھا کر
 آسمان تک لے جاتا اور اسے زمین پر دے مارتا۔ اس کی ہڈیاں ٹوٹ جاتیں۔ اس نے دلی
 طور پر میرے مقام سے انکار کر دیا تھا۔

حضرت شیخ محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے۔ کہ شیخ بدہنی ذکر خداوندی
 میں مشغول ہوتے تو آپ کا ایک ایک جوڑ علیحدہ ہو جاتا۔ پھر خاموش ہوتے تو آپ کا جسم درست
 ہو جاتا تھا۔ آپ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کے زمانہ میں زندہ تھے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ
 یہ دونوں بزرگ تاتاری لشکر کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ یہ تاتاری آپ کو دوسرے قیدیوں کے
 ساتھ پکڑ کر قندھار کے قید خانے میں لے گئے۔ بھوکے پیاسے ایک قید خانے میں بند ہے
 آخر کار حضرت خواجہ کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے بغل سے ایک کاک کی روٹی نکالی۔ اور صوفی
 بدہنی نے اپنے دامن سے پانی کا لوثا نکالا۔ تمام قیدیوں کو اس روٹی سے کھلایا۔ اور پانی پلایا

اس دن سے حضرت شیخ کا خطاب بدہنی پڑ گیا اور حضرت خواجہ بختیار کو کاکی کے لقب سے یاد کیا جانے لگا۔

حضرت شیخ بدہنی کی وفات ۶۳۸ھ میں ہوئی۔

بدہنی صوفی صفا کیش است - ذات او بود قطب ربانی

رفت چوں از جہاں بخلد بریں - گفت سرور ولی لاثانی

کنیت ابو سعید - اسم گرامی علی بن سعید بن

شیخ رضی الدین علی لالا قدس سرہ: عبد انخیل لالا تھا۔ غزنی کے رہنے والے

تھے۔ آپ کے دادا حضرت حکیم سانی کے بیٹے تھے۔ اور وہ شیخ نجم الدین کبریٰ کے مرید تھے۔

شیخ احمد سیوی۔ خواجہ ابو یوسف اور دوسرے مشائخ کی صحبت سے فیض پایا تھا۔ آپ نے ایک

سوچو بیس بزرگان دین سے خرقہ تبرک حاصل کیا تھا۔ ہندوستان میں آئے تو رتن ہندی

ابو الرضا قدس سرہ کی صحبت میں آئی۔ آپ کا مزار حصار میں تباہ کے مقام پر ہے۔ آپ نے

حضرت ابو الرضا سے وہ شاہ مبارک لیا جو رتن ہندی کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

سے ملا تھا۔

آپ کی وفات سوم ماہ ربیع الاول ۶۴۲ھ کو ہوئی۔ مزار غزنی میں واقع ہے۔ سلطان

محمود غزنوی کے مزار کے پہلو کے ساتھ ہے۔ صاحب سکینۃ الاولیاء شہزادہ داراشکوہ بذات

خود غزنی گئے۔ آپ کے روضے کی زیارت کی۔ آپ کے مزار کے ساتھ شیخ ملک یار زندہ خواجہ

شمس العارفین۔ شیخ اجل شیرازی۔ حکیم سانی غزنوی۔ امام محمد حداد۔ ابی محمد اعرابی۔ خواجہ

محمد باغیان (م ۶۴۴ھ) خواجہ احمد علی۔ شیخ بہلول خواجہ ابی بکر بلغاری اور شیخ عثمان جلالی

(والد گرامی حضرت داتا گنج بخش لاہوری) ختم الاولیاء خواجہ حاجی بلدی۔ خواجہ اقبال۔ تاج الاولیاء

خواجہ میر قالی زمان قدس سرہم۔ کے مزارات کی بھی زیارت کی۔

آل رضی الدین علی لالا ولی - وصف او بیرون ست از گفت و شنید
گفت تاریخ و صالمتش او خرد - سید اکرم علی ابن سعید

۵۶۴۲

اسم گرامی محمد بن ملک داد ہے۔ شیخ سکر بات

شیخ شمس الدین تبریزی قدس سرہ: تبریزی قدس سرہ سے بیعت تھے۔ بعض

تذکرہ نگار آپ کو کمال غمدی یا رکن دین سبحانی قدس سرہما کا مرید قرار دیتے ہیں صاحب نفاہات
لکھتے ہیں۔ آپ نے ان تین بزرگوں کی صحبت سے استفادہ کیا تھا۔

آپ دلی مادر زار تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ چودہ سال کی عمر میں اپنے مکتب میں عشق
محمدی میں یوں محویت اختیار کرتا تھا کہ چالیس روز و شب لگاتار کھانے پئے بغیر رہتا۔ لوگ مجھے
کھانے کا کہتے تو میں سر یا ہاتھ سے اشارے سے معذرت کر دیا کرتا تھا۔ حضرت مولانا جلال الدین
رومی صاحب مثنوی معنوی آپ کے عقیدت مندوں میں سے تھے۔ آپ سے ایک عرصہ تک
فیض صحبت پایا۔ اپنے اشعار میں حضرت شمس الدین تبریزی کی تعریف کہی۔ بلکہ اپنے اشعار اور دیوان
دیوان شمس تبریز، آپ کے نام سے منسوب کر دیا۔ دونوں بزرگ بسا اوقات خلوت میں رہا کرتے
ایک بار نین ماہ تک ایک ہی مکان میں خلوت گزین ہوئے۔ اور رمدیم وصال، بلا کھانے پئے
رہے۔ اس دوران کسی کی جرأت نہ تھی۔ کہ ان دونوں بزرگوں کی خلوت میں مغل ہو۔

خلوت سے باہر نکلے تو حضرت شمس تبریزی نے مولانا جلال الدین رومی کو حکم دیا۔ مجھے
ایک خوبصورت عورت جہیا کی جائے۔ آپ اٹھے اور اپنی بیوی شیخ کے حوالے کی۔ آپ نے فرمایا مولانا
یہ تو میری بہن ہے۔ تم نے یہ کیا کیا؟ اچھا اب ایسا کرو۔ کوئی خوبصورت سارہ کالا ڈھ حضرت مولانا اٹھے
اپنے بیٹے سلطان ولد جو ابھی خوش شکل نوخیز نوجوان تھے کو لے آئے۔ حضرت نے دیکھ کر فرمایا۔ مولانا
تم نے پھر یہ کیا کیا۔ یہ تو میرا فرزند ہے۔ اب تھوڑی سی شراب لے آؤ۔ میں اسی پر اکتفا کر لوں
گا۔ مولانا رومی اٹھے۔ یہودیوں کے محلے پہنچے۔ کسی یہودی سے شراب لی۔ اور صراحی سر پر اٹھائے

آپ نے حضرت شمس تبریزی نے دیکھ کر فرمایا۔ زمین پر پھینک دو۔ میں تو تمہاری قوت برداشت اور ذوق اتباع کو آزما رہا تھا۔ اب تمہارے مشرب کی وسعت کا امتحان ہو گیا ہے۔ میں سرمست بادہ حق ہوں مجھے عورت۔ اُمر و۔ یا شراب سے کوئی سروکار نہیں۔

ابتدائی دور میں آپ تو نیہ پہنچے۔ پھرتے پھرتے مولانا روم کے درس میں جا پہنچے۔ مولانا جلال الدین اس وقت حوض کے کنارے اپنے شاگردوں کو پڑھا رہے تھے۔ چند کتابیں پاس رکھی ہوئی تھیں۔ آپ نے پوچھا۔ مولانا یہ کیسی کتابیں ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ قیل و قال کی تحریریں ہیں۔ شیخ شمس الدین نے کتابیں اٹھائیں جو حوض میں پھینک دیں۔ مولانا جلال الدین اپنی علمی کتابوں کا یہ حال دیکھ کر بے پناہ پریشان ہوئے۔ فرمانے لگے۔ آپ نے یہ کیا کر دیا۔ ان میں بعض کتابیں میرے والد بزرگوار کے نوادر تھے جو کہیں سے نہیں ملتے۔ شیخ نے مولانا کو انتہائی مضطرب دیکھا۔ تو پانی میں ہاتھ ڈال کر کتابیں نکال دیں۔ وہ صحیح و سالم تھیں۔ مولانا نے پوچھا کہ یہ کیسے ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ حال ہے صاحب قال کو اس کی کیا خبر۔ کہتے ہیں۔ اس واقعہ نے مولانا جلال الدین رومی کی دنیا بدل دی۔ اور ہر وقت حضرت شمس تبریزی کی صحبت میں رہنے لگے۔

آپ کی وفات کا واقعہ تذکرہ نگاروں نے بڑا دردناک لکھا ہے۔ ایک رات مولانا جلال الدین رومی اور حضرت شمس تبریزی ایک خلوت کدہ میں بیٹھے تھے۔ ایک شخص باہر سے آیا۔ اور حضرت شیخ تبریزی کو باہر بلایا حضرت اٹھے۔ اور حضرت مولانا روم کو خدا حافظ کہتے ہوئے بتایا کہ مجھے قتل کرنے کے لئے بلایا جا رہا ہے۔ مولوی رومی نے کہا اللہ المخلوق والامر تبارک اللہ رب العالمین، حضرت شیخ شمس تبریزی باہر آئے تو سات آدمی کہیں گاہ میں چھپے بیٹھے تھے۔ انہوں نے اچانک چھریوں سے حملہ کر دیا۔ شیخ نے نعرہ مارا اور زمین پر گر پڑے۔ انہوں نے اس کا مقام یہ ہے۔ کہ ان حملہ آوروں میں مولانا جلال الدین رومی کا ایک ناخلف بیٹا علاء الدین محمد بھی تھا۔ مولانا نے باہر نکل کر دیکھا۔ تو لاش کی بجائے خون کے چند قطرے فرش زمین پر نظر آئے لاش کا پتہ نہ چلا کہ کہاں چلی گئی۔ قاتلان شیخ کی موت بڑی عبرتناک ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو

تھوڑے ہی وقت میں دردناک بیماریوں میں مبتلا کر کے مارا۔ مولانا کا بیٹا علاء الدین بھی خدام کی بیماری میں تڑپ تڑپ کر مرا۔ مولانا اس کے جنازے میں شریک نہیں ہوئے تھے۔

بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت شیخ تبریزی مولانا کے بیٹے بہار الدین کے مزار کے پہلو میں دفن ہیں بعض کہتے ہیں کہ ان نامرادوں نے آپ کی لاش کو ایک کنویں میں پھینک دیا تھا۔ حضرت مولانا کے دوسرے بیٹے سلطان ولد نے خواب میں دیکھا۔ آپ نے اسے اطلاع دی کہ میں فلاں کنویں میں ہوں۔ آپ کے عقیدت مند کنویں پہنچے۔ آپ کو نکالا۔ اور حضرت مولانا رومی کے مدرسہ کے احاطے میں مدرسہ کے بانی امیر بدر الدین کے مزار کے پہلو میں دفن کر دیا۔

سال وفات ۵۶۲۵ھ ہے۔

جناب شیخ شمس الدین تبریزی - کہ روکشن بود از نور تجلی
بخواں سلطان شمس الدین وصالش - رقم کنیر شمس الدین معلی

۵۶۲۵

۵۶۲۵

۱۰ حضرت مولانا جامی نے آپ کے متعلق ایک بڑا لطیف واقعہ نقل کیا ہے کہ شیخ شمس الدین ۵۶۲۲ھ دوران سفر قونیہ پہنچے تو خانہ شکر ریزاں میں قیام کیا ایک دن مولانا رومی اپنے تلامذہ کے ساتھ مدرسہ سے باہر نکلے تو آپ سے ملاقات ہو گئی حضرت شیخ نے مولانا کو گھوڑے کی لگام پکڑ کر روک لیا اور پوچھا۔ مولانا۔ بایزید بسلامی کا رتبہ بند تھا۔ یا جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ رومی فرماتے ہیں کہ میں اس سوال کی ہیبت سے کانپ اٹھا۔ مجھے محسوس ہوا کہ ساتوں آسمان مجھ پر آ پڑے ہیں۔ میرے تن بدن میں آگ سی محسوس ہونے لگی اور جذبات کا دھواں آسمان تک جا پہنچا۔ میں نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ اور کہا حضور سرور عالمیاں ہیں بایزید کو آپ کے مقام سے کیا موازنہ۔ شمس تبریزی کہنے لگے۔ پھر یہ کیا بات ہے کہ حضور تو فرمائیں۔ کما عرفنا حق معرفتیک ہم نے تجھے اس طرح نہیں پہنچا جس طرح حق ہے، دوسری طرف حضرت بایزید دعویٰ کرتے ہیں۔ سُبْحَانِي مَا اعْلَمَ شَيْئَانِي۔ وَ اَنَا سُلْطَانُ السَّلَاطِينِ، "دیں پاک ہوں میری شان بہت بڑی ہے۔ میں ہی سلطان السلاطین ہوں، حضرت مولانا نے فرمایا۔ بایزید شربت معرفت کا ایک کاسہ طلب اتنا ہی تھا۔ وہ ایک گھونٹ پی کر سیر ہو گئے۔ اور

(نوٹ) یاد رہے کہ ملتان (پاکستان) میں جس بزرگ شمس الدین تبریزی کی قبر ہے وہ شمس الدین بزواری تھے۔ ان کا شمس تبریزی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ شمس بزواری سادات موصوفی میں سے تھے۔ ان کی اولاد نے شیعہ مذہب اختیار کر لیا ہے یہی لوگ لاہور میں آکر بسے تو اپنے آپ کو شمس بزواری کی نسبت سے شمسی کہلانے لگے۔ لہ

مطلبن ہو گئے ان کے خلوت کدہ کو روشن دان کی روشنی نے درخشاں کر دیا تھا۔ مگر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایک بحر بے کراں کے سامنے اپنی تشنگی سے طلب حق کے سلسلہ کو وسیع سے وسیع تر رکھتے تھے آپ کا سینہ مبارک اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ وَالْأَرْضَ وَمَا عَلَيْهَا (کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھولا اور اللہ کی زمین وسیع ہے) یہ سنتے ہی شیخ شمس تبریزی نے نعرہ مارا۔ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ شاگردوں کی امداد سے آپ کو مدرسہ لے جایا گیا۔ ان کے سر کو اپنے زانو پر لے کر تسلی دیتے رہے۔ ہوش آیا تو تین ماہ تک دونوں خلوت گزین رہے۔ اور صوم وصال میں رہے کسی کو خلوت کدہ میں داخل ہونے کی جرأت نہ تھی۔ (ماخوذ از نفحات الانس جامی)

لہ :۔ ملتان شمس تبریز بزواری اسماعیلی فرقہ کے داعی بن کر برصغیر میں آئے۔ ان کے ہمراہ دو شخص تھے ایک کا نام پیر صدر الدین اور دوسرے کا نام پیر امام الدین تھا۔ صدر الدین نے سندھ بمبئی میں دعوت اسلام شروع کی۔ اور امام الدین گجرات و کاٹھیاوار کے علاقوں میں کام کرتے رہے۔ شمس الدین تبریز پنجاب میں ملتان آئے۔ اور اپنا مشن جاری کیا اسماعیلی نکتہ نظر کی اشاعت کرنے لگے۔ امام الدین نے اقل اول تو بھیت اسماعیلی علی کے کام کیا۔ مگر چند روز کے بعد خود مختار ہو کر اپنا علیحدہ طریقہ امام شاہی جاری کر دیا۔ امام شاہی طریقہ کے اصول قریب قریب اسماعیلی تھے لیکن اپنے تین نائب امام اور منظر ذات مولیٰ علی بیان کرتے تھے۔ امام الدین کا مزار رانہ میں ہے جو احمد آباد گجرات کے قریب ہے۔ ایک قصبہ ہے۔ آج ہندوستان اور پاکستان کے حصوں میں کم از کم بیس لاکھ آدمی ہوں گے۔ جو مومن اور گیتی کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں وہ اپنے عفت و ظاہر نہیں کرتے۔ ان امام شاہیوں کا نظام اتنا پوشیدہ اور پراسرار ہے۔ کہ بعض ہندو گھرانوں میں بھی امام شاہی عقائد کے لوگ موجود ہیں۔ پیرانہ میں خانقاہیں ہیں اور امامیوں کے امرا کی قبریں جن پر ہندو مہنت بیٹھے ہوتے ہیں یہ ہندو مہنت ظاہری طور پر ہندوانہ لباس میں

اسم مبارک محمد بن نوید بن ابی بکر بن ابی حسین تھا شیخ
 شیخ سعد الدین حموی قدس سرہ:۔ نجم الدین کبریٰ کے مرید تھے۔ عالم فاضل اور عامل
 کامل تھے۔ یگانہ روزگار۔ تھے۔ سبیل الارواح آپ کی مقبول و معروف تصنیف ہے اس کتاب کے
 معانی بجز اصحاب اسرار و بصیرت دوسرے نہیں جانتے۔ اس کتاب کے علاوہ آپ کی اور بھی بہت
 سی تصانیف ہیں۔ صدر الدین قونیوی قدس سرہ سے خصوصی صحبت رکھتے تھے۔ شرح خصوص الحکم
 میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک دن سعد الدین حموی جناب صدر الدین قونیوی کے ساتھ ایک
 مجلس سماع میں موجود تھے۔ شیخ سعد الدین پر ایک کیفیت طاری ہوئی تو آپ چشم بستہ خانقاہ کی

مگر باطنی طور پر امام شاہی ہیں۔ اس مہنت کے سیکڑوں داعی ہندوستان لباس میں اپنے مشن کو پھیلانے اور جماعت
 سے عشراد نذر و نیاز وصول کرنے کے لئے دورے کرتے ہیں مہنت پر امام الدین کی موجودہ اولاد میں کچھ حصہ تقسیم
 کرتے ہیں۔ باقی خانقاہ کے اخراجات پر صرف کرتے ہیں۔ اس خانقاہ میں جلیو کی قبر ہے۔ ہندو امام شاہی اپنا جنازہ
 قبر کو چڑھا کر مسلمان ہو جاتے ہیں اور پھر مومن کہلاتے ہیں

شمس الدین تبریزی بزرگاری نے ملتان کے اردگرد کے علاقوں کے کہاڑوں اور ساروں میں
 اپنا طریقہ رائج کیا۔ اور لوگوں کو ہندو شمسی کا لقب دیا۔ ان دنوں شمسی ہندو بھی آغا خان اسماعیلی کے
 معتقد ہیں اور اب ان کی نذر و نیاز کا رخ سر آغا خان کی اولاد کی طرف گیا ہے۔ ان کی تعداد تیس لاکھ
 کے قریب ہے۔

شمس بزرگاری نے اپنے عقائد و نظریات کو کن کن طریقوں سے رائج کیا۔ اس کی تفصیل کے
 لئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے عوام میں ان کے متعلق بڑی عجیب و غریب حکایات اور کہانات شہور
 ہیں۔ یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت مولانا شمس الدین تبریزی جو مولانا روم کے پیر و مرشد تھے
 ان کا شمس الدین ملتان سے کوئی تعلق نہیں۔ اور یہ ملتان میں سیکڑوں سال بعد میں آئے (ماخوذ مقدمہ
 متنوی مولوی رومی جلد اول مترجم قاضی سجاد حسین صاحب دہلوی مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور)

طرف متوجہ ہو کر کھڑے رہے۔ تھوڑی دیر بعد آواز دے کر کہنے لگے۔ صدر الدین آگئے ہیں آپ
 سلمے حاضر ہوتے تو فرمانے لگے مجھے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تھی
 میرا دل نہیں چاہتا تھا۔ کہ میں آنکھیں کھول کر اس نعمت سے محروم رہوں۔ اب میرا دل چاہا کہ آنکھیں
 کھولوں تو تمہارے چہرے پر نظر پڑے۔

ایک دفعہ حضرت شیخ سعد الدین جموی پر ایک ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ آپ تیس دن تک
 بے خود رہے۔ یوں معلوم ہوتا تھا۔ کہ آپ بے جان پڑے ہوئے ہیں۔ دوبارہ روح جسم میں آئی۔ آپ
 ہوش میں آئے۔ تو آپ کو یہ معلوم نہیں تھا۔ کہ آپ کتنے دن حالت بے خودی میں رہے۔
 آپ کی وفات عید الضحیٰ ۶۵۰ھ کو ہوئی تھی۔ آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔ آپ کا مزار پراوار
 محمد آباد میں ہے۔

سعد الدین چوں ازیں سرائے ہوم - رفت خداں بجنّت گلزار
 پیشوائے امام سعد الدین - ہست تاریخ وصل آن سردار
 زندہ دل متقی رستم کن نیز - سال تحصیل آل شہ ابرار

۵۶۵۰

آپ پرگزیدہ صوفیہ میں سے تھے۔ صاحب

شیخ ابوالغیث جمیل مینی قدس سرہ: مقامات عالیہ تھے۔ کرامت و احوال و خوارق

کا ظہور ہوتا تھا۔ ابتدائی عمر میں راہزوں کے ایک ٹوٹے کے ساتھی تھے اور ڈاکوؤں سے مل کر
 قافلے لوٹ لیا کرتے تھے۔ ایک دن ایک قافلہ کو لوٹنے کے لئے تاک میں بیٹھے تھے۔ تو غائب سے
 آواز آئی۔ یا صاحب العین علیک عین ط قافلہ پر نگاہیں جانے والے تم
 پر بھی کسی کی نگاہ ہے۔ یہ بات سنتے ہی دل میں انقلاب آگیا اور کیفیت بدل گئی۔ توبہ کر لی۔ شیخ
 ابن الالمع مینی سے بیعت کر لی۔ شیخ کی توجہ سے ظلمتِ دل دور ہو گئی اور نورِ باطنی سے منور ہو گئے
 اور درجات و ولایت پر فائز ہو گئے۔

ایک دن ایندھن کی لکڑیاں اکٹھی کرنے کے لئے آپ محرا دبیابان میں پہنچے۔ آپ کے ساتھ

ایک گدھا بھی تھا۔ ایک شیر نے گدھے پر حملہ کر کے چیر چھاڑ دیا۔ آپ لکڑیاں اکٹھی کر کے لائے تو گدھے کی ہڈیاں نظر آئیں۔ اور دور ایک درخت کے سایہ کے نیچے شیر کو سویا پایا۔ آپ اس کے سر ہانے جا پہنچے۔ اور کہنے لگے۔ تم نے میرا گدھا چیر چھاڑ دیا ہے۔ اب میں تمہاری پشت پر لکڑیاں شہر تک لا کر لے جاؤں گا۔ شیر پر لکڑیاں رکھیں۔ شہر تک لے گئے۔ اور پھر اسے واپس بیابان میں آنے کی اجازت دی۔

ایک دن آپ کی بوی نے آپ سے التماس کی کہ مجھے عطر لا دیں۔ شہر کے عطاری کے پاس گئے۔ اور عطر خریدنے کے لئے آگے بڑھے۔ عطاری نے سمجھا یہ درویش آدمی عطر کیا خریدے گا نفرت سے دوکان کے دروازے سے ہٹا دیا۔ اور کہا میرے پاس عطر نہیں۔ حضرت نے کہا۔ دوکان سے عطر ختم ہو گیا ہے۔ آپ چلے گئے۔ عطاری نے اپنے برتن دیکھے تو واقعی عطر سوکھ چکا تھا عطاری دوڑا دوڑا آپ کے مرشد ابوالامح کے پاس گیا اور تسکایت کی۔ آپ نے حضرت ابوالغیث کو بلا بھیجا۔ اور کرامت دکھانے پر سزائش کی۔ اور چند دنوں کے لئے اپنی مجلس سے موقوف کر دیا۔ شیخ ابوالغیث نے معافی مانگی مگر شیخ نے مانے۔ آخر کار وہ شیخ کبیر علی ابدال کی خدمت میں گئے اور اپنی صحبت میں قبول کرنے کی التماس کی۔ انہوں نے قبول کر لیا۔ اور آپ کی نگاہ سے پہلے سے بلند مراتب مل گئے شیخ ابوالغیث کہا کرتے تھے۔ میں قطرہ تھا۔ شیخ کبیر علی ابدال نے مجھے سمندر بنا دیا۔

آپ کے ایک خادم کو شاہِ یمن نے ناحق قتل کر دیا۔ شیخ کو معلوم ہوا تو غضب ناک ہوئے آپ نے فرمایا۔ ہم نے شاہِ یمن کو قتل کر دیا ہے۔ اسی رات بادشاہ اپنے بستر میں مردہ پایا گیا۔ آپ ۶۵۱ھ کو فوت ہوئے۔

ابوالغیث پیرزمن شیخ دیں - جیل و شریف و نجیب و اصیل
چو جسم ز دل سال تر حیل او - ندا شد بگو بود روشن جیل

اسم گرامی علی بن عبداللہ تھا۔ حسینی سادات

شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ سے تھے۔ مغرب کی سرزمین کے رہنے والے

تھے اور اسکندریہ میں قیام فرما ہوئے۔ مخلوقِ خدا نے آپ کو برکت سے فائدہ ہوا۔ آپ ۹ ویں وقت اور کالمین عصر میں سے تھے۔ آپ نے سلسلہ عالیہ شاذلیہ کی بنیاد رکھی۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے اتنی دن تک کچھ نہ کھایا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ میں نے اپنے نفس کو زیر کر لیا ہے۔ میں نے دیکھا کہ پہاڑ کی غار سے ایک خوش شکل عورت نکلی اور کہنے لگی۔ ایک منحوس شخص اتنی دن کی فاقہ کشتی پر مغرور ہو گیا ہے مجھے چھ ماہ ہو گئے ہیں۔ کچھ نہیں کھایا۔ بلکہ کسی چیز کی خوشبو بھی نہیں سونگھی۔ میں اُس کی بات سن کر اپنے اس خیال سے تائب ہو گیا ایک دن میں صحراء اور بیابان میں تھا۔ رات کا وقت تھا۔ جنگل کے وحشی جانور اور پرندے میرے ارد گرد آ کر بیٹھ گئے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ سب مجھے قربت الہی نصیب ہو گئی ہے۔ رات میرا گزر ایک ایسی وادی سے ہوا۔ جو سمندر کے کنارے پر واقع تھی۔ سمندر کے مگرچھ مجھ پر بھپٹنے لگے۔ غائب سے آواز آئی۔ کل بیابان میں درندوں نے اس لئے اطاعت کی تھی کہ تم مشغول بن جاؤ تھے۔ آج مگرچھوں نے اس لئے حملہ کیا ہے کہ تم مشغول بہ نفس ہو۔

آپ کی وفات ۶۵۴ھ میں ہوئی۔ بعض تذکرہ نگاروں نے ۶۵۶ھ لکھی ہے۔

بو اُحسن آں شاذلی پیر کبیر - راہنمائے خلق شیخ دو جہاں

سال ترحیلش بقول مختلف - ہادی حسد و حلیب خلدوان

۵۶۵۶

۵۶۵۴

آپ شیخ نجم الدین کبریٰ کے خلفاء میں سے تھے۔

شیخ نجم الدین رازی قدس سرہ - شیخ نے آپ کی تربیت شیخ مجد الدین کو دی تھی

آپ بہت سی کتابوں کے مصنف تھے۔ تفسیر بحر الحقائق۔ مصاد العباد آپ کی مشہور تصانیف ہیں آپ کشف حقائق اور شرح و قائل میں یگانہ روزگار تھے۔

آپ ایک بار مولانا جلال الدین رومی اور شیخ صدر الدین قزوی کی صحبت میں گئے۔ دونوں

بزرگوں نے آپ کو امامت نماز کے لئے آگے کیا۔ شیخ نے دونوں رکعتوں میں سورہ یا ایہا الکافرون

کی قرأت کی نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت مولانا جلال الدین رومی نے پوچھا۔ دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت پڑھنے میں کیا حکمت تھی۔ آپ نے ہنس کر کہا ایک بار اپنے لئے اور ایک بار تمہارے لئے۔!

آپ کا سالِ وفات ۶۵۴ھ ہے مزار پر انوار بغداد میں ہے۔

رفت نجم الدین چوزین فسانی سرا - سالِ وصل او بصد عقل و تمیز

گفت نجم الدین سرور سرور کش - عارف حق - نظم دین ابدال نیز

۶۵۴ ۶۵۴ ۶۵۴

آپ شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ کے خلقاء میں

عین الزمان جمال گسی قدس سرہ سے تھے۔ بڑے دانشمند اور عاقل و فاضل تھے

علوم ظاہر و باطن میں یگانہ روزگار تھے۔ زندگی کے ابتدائی ایام میں حضرت شیخ کی صحبت میں

رہے۔ علوم نقلی اور عقلی پر بڑی بڑی کتابیں مطالعہ میں لائے۔ ایک رات خواب میں شیخ طریقت

نے فرمایا۔ کتابوں کا یہ بوجھ کیوں لادے پھرتے ہو۔ انہیں پھینک دو۔ علی الصبح بیدار ہوئے۔ تمام

کی تمام کتابیں دریا برد کر دیں اور حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے دیکھ کر تبسم

فرمایا اور کہا۔ جمال اگر تم یہ بوجھ سر سے نہ پھینکتے تو تمہیں کچھ حاصل نہ ہوتا۔ حضرت شیخ نے ایک ہی

جلد میں آپ کو منازل سلوک سے گذار دیئے۔ اور عین الزمان کے خطاب سے نوازا۔

ایک آدمی قزوقین کے سادات میں سے تھا۔ اسے بادشاہ شیراز سے ایک ضروری کام

تھا۔ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور سفارشی خط کی التجا کی۔ تاکہ اس کا کام آسان ہو

جائے۔ آپ نے ایک کاغذ پر درد شکم کا نسخہ لکھا۔ اور اس کے حوالے کر دیا۔ وہ رقعہ لے کر

دربار میں حاضر ہوا۔ اتفاقاً اس دن بادشاہ کے پیٹ میں شدید درد تھا۔ طبیب علاج سے یوں

ہو گئے تھے۔ اس نے خط پیش کیا۔ بادشاہ سمجھا کہ حضرت نے کشفی طور پر میرے درد شکم سے

آگاہی پاتے ہوئے۔ علاج تجویز کیا ہے۔ دوائی کھائی اور صحت یاب ہو گیا۔ اور اس شخص

کا کام بھی کر دیا۔

آپ کی وفات ۱۰۵۶ھ میں ہوئی۔

حضرت عین الزمان نور جمال - شد چو از دنیا بگذار جہاں

گفت سرور سالِ نقل آبخناب - اے بگو عارف ولی عین الزمان

آپ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کے خلیفہ

شیخ سیف الدین باغزری قدس سرہ: - خاص تھے۔ ابتدائی عمر میں علوم مروجہ

کی تکمیل کے بعد حضرت شیخ کی خدمت میں رہے۔ آپ نے اپنی تربیت میں ایک چلہ کرایا۔

دوسری بار چلہ میں بیٹھے۔ تو حضرت نجم الدین خود دروازے پر تشریف لے گئے۔ دروازے کو

کھٹکھٹایا۔ اور فرمایا۔ سیف الدین! اٹھو۔ خلوت کدے سے باہر آؤ۔ تم تکمیل کو پہنچ چکے ہو۔

ہے منم عاشق مرا غم سازگار است - تو معشوقی تر ابا غم چہ کار است

آپ خلوت کدہ سے باہر آئے اور حضرت شیخ کی اجازت سے بخارا چلے گئے۔

نجم الدین کبریٰ کے ایک مرید نے ملک خطا سے ایک خوبصورت کنیز بطور تحفہ بھیجی اور

شیخ نے اعلان کیا کہ آج کی رات ہم لذات مشروعہ سے لطف اندوز ہونا چاہتے ہیں۔ تمام

درویش بھی ہماری طرح ریاضت ترک کر کے آرام سے رات بسر کریں۔ تمام حضرات اپنے اپنے

گھروں کو چلے گئے۔ مگر شیخ سیف الدین پانی کا ایک لٹا اٹھائے ساری رات شیخ کے خلوت کدہ

کے دروازے پر کھڑے رہے۔ صبح شیخ باہر نکلے۔ سیف الدین کو دیکھا کہ خدمت میں کھڑے

ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ رات ہم نے کہا تھا۔ کہ سب لوگ عیش و آرام سے رات بسر کریں۔ تم

نے یہ کیا کیا۔ سیف الدین نے عرض کی۔ حضرت میرے لئے آپ کے دروازہ پر کھڑے رہنا

ہی عیش و آرام ہے۔ شیخ بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔ ایک وقت آئے گا۔ کہ بادشاہاں

وقت تمہارے ہم رکاب ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

آپ بہتر سال کی عمر میں ۱۰۵۶ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کا مزار بخارا میں ہے۔

آپ کی وفات ۱۹۶۱ء میں ہوئی آپ کا مزار لاہور کے اندرونی علاقہ میں مشہور ترین

مزارات میں ہے

سید میر مٹھ والی باصف - آنکھ شیرین بود نزد خاص و عام

ہست سال ارتحال آنجناب - صاحب نعمت و گد شیرین کلام

۱۹۶۱ء

۱۹۶۱ء

شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی فرماتے ہیں - یہ بزرگ ہدیوں

خواجہ عزیز کر کی قدس سرہ کے متصل موضع کرک میں پیدا ہوئے - زاہد - حافظ

صاحب نعمت بزرگ تھے - اپنے شاگردوں کے ساتھ بیابان میں چلے جاتے - آپ کے شاگردوں

میں سے ایک کے ہاتھ میں آگ کا ٹوٹا ہوا ایک شاخہ ہاتھ میں پکڑے دیکھا - آپ نے فرمایا -

تمہارے ہاتھ میں کھیرا ہے - انہوں نے انکار کیا تو آپ نے فرمایا - مجھے تو یہ کھیرا نظر آتا ہے آپ

نے اس کے ہاتھ سے لیا اور کاٹ کاٹ کر تمام دوستوں کو کھلاتے رہے -

آپ کی وفات ۱۹۶۱ء میں ہوئی تھی -

آں عزیز و وجہاں شیخ کریم - از جہاں چوں رفت در باغ جنان

شمع نورست و غدیر شہوار - سال و وصل آن شہد الامکان

۱۹۶۶ء

۱۹۶۶ء

آپ شیخ علی لالہ کے مرید تھے - آپ کے پیرو

شیخ جمال الدین احمد جورقانی قدس سرہ نمرشد فرمایا کرتے تھے جس شخص نے جمال الدین

احمد کی صحبت پائی اسے حضرت جنید بغدادی اور شبلی رحمۃ اللہ علیہما کی صحبت میسر آگئی -

ایک دن آپ کا ایک مرید آپ کے حجرے میں مراقبے میں مشغول تھا - آپ کے آنے کی آواز

سنی تو دل میں کہنے لگا - شاید میرے لئے کوئی کھانا لے کر آیا ہے - حضرت شیخ جمال الدین احمد نے

اس کے دل کی بات معلوم کر لی - اپنا جوتا اتار کر اس کے سر پر مارنا شروع کر دیا اور فرمایا

مراقبہ سے زیب دیتا ہے - جس نے ایک ہفتہ تک کھانا نہ کھایا ہو - اسے لوگوں کے جوتوں کی

آواز سن کر یہ خیال کرنے کی ضرورت نہیں رہتی کہ آنے والا میرے لئے کھانا لارہا ہے۔
حضرت شیخ نے ۶۶۹ھ میں وفات پائی۔

حسن دوران جمال دین احمد - ذات اودود ماہتاب جمال :

سالِ ترحیل آن جمال جیساں - کن رقم قطب آفتاب جمال

۶۶۹ھ

اسم گرامی بہاد الدین محمد قدس سرہ تھا۔ مولا

مولانا جلال الدین دومی قدس سرہ :۔ بلغ تھا نشوونما روم میں پائی۔ طریقت میں

اپنے والد سے بیعت تھے۔ فخر میں بلند مقام کے مالک تھے۔ آپ نے اپنا دارالعلوم جاری کیا
تو اس میں ہر روز چار سو طلباء درس لیتے تھے۔ آپ کے اشعار مضامین معرفت اور توحید
سے پڑتے تھے۔ دلی مادر زاد تھے۔ چھ سال کی عمر میں تین دن کے بعد روزہ افطار فرماتے۔

نفحات الانس میں لکھا ہے کہ آپ کی عمر بھی چھ سال ہی تھی کہ جمعہ کے دن چند ہم عمر
بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ یہ لڑکے کوٹھے کی چھت پر تھے۔ ایک لڑکے نے کہا۔ آؤ
ہماریوں کی چھت پر پھلانگ لگائیں حضرت رومی نے کہا۔ یا یہ عادت تو کتوں اور بلیوں کی
ہے۔ آؤ آسمان کی طرف پھلانگ لگائیں۔ یہ کہہ کر آپ نے آسمانوں کی طرف پرواز کی۔ بچوں کی
نظروں سے غائب ہو گئے۔ بچوں نے شور مچایا۔ مگر چند لمحوں بعد آپ واپس آ گئے اور اپنے ساتھیوں
کو کہا۔ جب میں نے تم سے بات کی تو میں نے دیکھا کہ سبز پوشوں کی ایک جماعت اڑتی آئی۔ مجھے
اٹھایا۔ اور آسمانی بلندیوں میں لے گئے۔ جب تمہاری آواز بلند ہوئی۔ تو مجھے واپس چھوڑ گئے۔

مولانا سراج الدین قونیوی اگرچہ صاحب علم شریعت تھے اور طریقت میں بھی یکتائے روزگار

تھے۔ مگر مولانا روم سے خوش نہیں تھے۔ جب انہوں نے سنا کہ مولانا رومی نے کہا ہے کہ میں تہتر

فرقل میں سے ایک ہوں تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ مولانا کو دکھ دے کر بے عزت کیا جائے۔ آپ

نے اپنی مجلس میں بیٹھنے والے ایک شخص کو کہا۔ تم جاؤ۔ اور مولانا سے یہ سوال کرو کہ کیا واقعی انہوں

نے یہ بات کہی ہے۔ اگر وہ مان جائیں تو گالیاں دینا۔ وہ شخص گیا۔ مولانا سے پوچھا آپ نے کہا ہے

کہ میں تہتر مذہبوں میں سے ایک ہوں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس نے گالیاں دینا شروع کر دیں آپ نے بڑے حوصلے سے برداشت کیا۔ اور کہا۔ اس کے باوجود جو تم کہہ رہے ہو۔ اُن میں سے ایک ہوں وہ شخص شرمندہ ہوا۔ اور آپ کے پاؤں میں گر پڑا۔

عمر کے آخرین حصہ میں آپ اپنے دوستوں کو کہا کرتے تھے کہ میرے انتقال کرنے پر غم زدہ نہ ہونا۔ میں ہر وقت اور ہر آن تمہارے ساتھ ہی ہوں گا۔ میرے روح کے دو تعلق ہیں ایک جسم کے ساتھ اور ایک تمہارے ساتھ۔ جب میں جسم کی قید سے آزاد ہو گیا۔ تو میرے دونوں تعلقات تمہارے ساتھ ہو جائیں گے۔ یاد رکھو۔ حضرت منصور علاج کے فوراً ڈیڑھ سو سال کے بعد شیخ فرید الدین عطار پرتلی کی۔ اور ان کے مرشد بن گئے۔ میرا نور ہر وقت تم پر جلوہ افگن رہے گا۔ حضرت مولینا روم مکہ مکرمہ میں تشریف لے گئے۔ راتہ میں نیشاپور میں قیام فرمایا اور حضرت خواجہ فرید الدین عطار سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے آپ کو کتاب اسرار نامہ دی۔ آپ ہمیشہ اس کا مطالعہ کرتے رہتے۔

حضرت مولینا روم کی ولادت تاریخ ششم ماہ ربیع الاقل ۷۳۴ھ میں ہوئی۔ وفات بوقت غروب آفتاب پنجم جمادی الآخری ۷۶۲ھ کو ہوئی۔ آپ کا مزار گوہر بارقونہ میں ہے۔

شیخ جام الدین چلی شیخ صلاح الدین زرکوب کے انتقال کے بعد حضرت مولانا کی مجالس میں شریک ہوئے۔ اور حضرت کے مزاج کو متاثر کر کے مثنوی کی تکمیل کا ذریعہ بنے۔ آپ کی تحریک پر مولانا کی یہ کتاب مکمل ہوئی۔ حضرت مولانا روم نے بھی آپ کو بڑا سراہا اور جا بجا آپ اس جذبہ کا تذکرہ کیا۔

اے حمام الدین حمام الحق بیا بیا اے حمام الدین تو دیدی حال او

آپ مولانا روم کے رفیق مجالس ہی نہ تھے۔ مزاج شناس رومی بھی تھے۔ جامی لکھتے ہیں۔ ایک دن جام الدین نے مولانا کو بتایا۔ حضرت جس مجلس میں اہل دل آپ کی مثنوی پڑھتے ہیں۔ تو میں دیکھتا ہوں۔ کہ اس مجلس پر انوار کی بارشیں ہوتی ہیں۔ فرشتوں کی ایک جماعت حلقہ بنا کر بڑے اثرات کو اس مجلس سے دور رکھتی ہے جو شخص مثنوی کو خلوص و محبت سے نہیں سنتا۔ رجال الغیب اے ہٹا دیتے ہیں۔ مولانا نے سن کر فرمایا یہ بات بالکل سچی ہے

جلال الدین رومی اہل دل پیر - کہ روشن بود از نور تجلی

بگو قطب کمال عارفان است - پے تو لیسد آن شاہ معنی

وصالش شاہ دین نور اہلی

جلال متقی ^{۶۴۴ھ} عجبوب فرما

اسم گرامی حسین بن محمد بن حسن بن انخی ترکی تھا حضرت
شیخ حسام الدین چلیپی قدس سرہ - مولانا روم کے خلیفہ اکبر اور مرید خاص تھے حضرت

مولانا روم نے آپ کی تربیت میں بڑی دلچسپی سے حصہ لیا اور اپنی نظر خاص میں رکھا۔

جب شیخ شمس الدین تبریزی کی شہادت کا واقعہ رونما ہوا، مولانا روم نہایت افسردہ خاطر

اور شکستہ دل تھے۔ ان دنوں آپ صلاح الدین زرکوب فریدوں کی مجلس میں بیٹھا کرتے۔ صلاح الدین

شیخ بہان الدین محقق کے مرید تھے۔ حضرت مولانا روم زرکوبوں (ساروں) کی گلی سے گزرتے تو

زرکوبوں کی صدائے زرکوبی سے وجد میں آتے۔ شیخ صلاح الدین دکان سے اٹھے۔ مولانا کے

قدموں میں سر رکھ دیا۔ حضرت مولانا روم نے اسی دن سے آپ کو اپنا ساتھی بنا لیا۔ اور بے پناہ

فوازشوں سے نوازا۔

یکے گننے پدید آمدورین دکان زرکوبی - ہے صورت ہے معنی ہے خوبی ہے خوبی

شیخ صلاح الدین نے اس دن اپنی دکان زر فروشی اور زرکوبی کو لٹا دیا۔ اور مولانا روم کی

رفاعت کی دولت کو پالیا۔ دو سال کے بعد فوت ہوئے تو حسام الدین چلیپی قدس سرہ مولانا روم

کے مصاحب اور رفیق ناصر بن گئے۔ آپ نے حسام الدین کا لقب ضیاء الحق رکھا۔ حسام الدین

نے شیخ فرید الدین عطار کے مصیبت نامہ، منطق الطیر اور حکیم ثانی کا اہلی نامہ دیکھا تو انتہائے

اشتیاق میں مولانا روم کو فرمائش کی کہ وہ بھی ایسی مثنوی لکھیں تاکہ زمانہ میں یادگار رہے اگرچہ

مولانا کا دیوان اور غزلیات اس سے پہلے چھپ چکی تھیں۔ مولانا روم نے اپنی دستار مبارک سے

ایک کاغذ نکال کر حسام الدین کے حوالے کیا۔ اس پر مثنوی معنوی کے ابتدائی تیرہ اشعار لکھے ہوئے تھے

بشنواز نے چوں حکایت می کند - وز جدا یٹھا، شکایت می کند
یہ اشعار پس سخن کوتاہ باشد والسلام، یہ تک تھے۔ آپ نے فرمایا: تمہاری فرمائش
سے پہلے ہی مجھے یہ تیرہ اشعار اشارہ غیبی سے وارد ہوئے تھے۔ اس دن سے حضرت مولانا
پوری توجہ سے مثنوی لکھنے میں مشغول ہو گئے۔ بسا اوقات یوں ہوتا کہ آپ اول رات سے
لے کر سحری تک مثنوی املا کرتے جاتے اور حاتم الدین قلم دوات لئے لکھتے جاتے۔ ساری
رات گزر جاتی۔ دونوں مثنوی میں مشغول رہتے۔

جلد اول ختم ہوئی تو حاتم الدین چلیپی کی بیوی کا انتقال ہو گیا۔ اس واقعہ نے مثنوی
کی املا میں توقف پیدا کر دیا۔ دو سال بعد پھر حاتم الدین نے املا کا سلسلہ شروع کیا مولانا
نے دوسری جلد کے آغاز میں اشارہ فرمایا ہے۔

مدتے این مثنوی تاخیر شد - پہلے باید کہ تاخول شیر شد

اس کے بعد حضرت مولانا روم کا چشمہ شعریت رواں رہتا اور حضرت حاتم الدین
لکھتے جاتے۔ حتیٰ کہ کتاب کی چھ جلدیں مکمل ہو گئیں۔

(بعض روایات میں آتا ہے کہ چھٹی جلد آپ کے بیٹے نے مکمل کی تھی)

۱۔ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند سلطان ولد کی تصنیف "رباب نامہ" دکن علی سلطان
گر دفرامزدی کے اہتمام میں مورہ مطابعات اسلامی دانش گاہ بمبئی سے حال ہی میں طبع ہوئی ہے جس میں فاضل مولف
کے حالات کے ساتھ ساتھ آپ کی تالیفات اور تصنیفات کا تذکرہ کیا گیا ہے ان آثار و احوال میں صرف ان کتابوں کا نام ملتا ہے

۱۔ دیوان غزلیات و رباعیات۔ (یہ حضرت مولانا جلال الدین رومی کی غزلیات کی طرز پر ہے)

۲۔ ولد نامہ (یہ صدیقہ الحقیقہ خواجہ سنائی کی طرز پر ہے)

۳۔ رباب نامہ (یہ مثنوی مولانا روم کی طرز پر ہے)

۴۔ انتہا نامہ = ابھی تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوا۔

غالباً رباب نامہ کے متعلق ہی بعض حضرات کو شبہ ہوا کہ مثنوی معنوی کی تکمیل آپ نے کی تھی (مترجم)

ایک بار حسام الدین نے مولانا روم کو بتایا کہ حضرت جب لوگ مثنوی پڑھتے ہیں تو اہل مجلس ایک نور میں مستغرق ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ غیب سے ایک جماعت جن کے ہاتھوں میں نیزے اور تلواریں ہوتی ہیں۔ دور باش پکارتے ہوئے حاضر ہوئے ہیں جو لوگ مثنوی کو سننے سے اعتراض کرتے ہیں۔ ان کے ایمان کی شانیں کاٹتے چلے جاتے ہیں۔ اور انہیں کشاں کشاں جہنم میں لے جاتے ہیں۔ حضرت مولانا روم نے فرمایا تم نے جیسے دیکھا ہے ویسے ہی ہوتا ہے۔ پھر مولانا نے یہ شعر پڑھا۔

”دشمن این حرف دین دم در نظر - شد مثل سرنگوں اندر شعر

اے حسام الدین تو دیدی حال او - حق نمودت پاسخ احوال او“

جب حضرت مولانا رومی کا وصال ہوا کہ ساتویں مولانا حسام الدین چلپی اپنے اجابہ کی ایک جماعت لے کر مولانا کے بیٹے سلطان ولد کے پاس آئے۔ اور کہا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ آپ اپنے والد کی مسند پر بیٹھیں۔ مخلص مریدین اور طالبین کو ارشاد فرمائیں۔ اور ہمارے شیخ اور پیر کی جگہ قیام فرما ہوں اور میں آپ کی رکاب میں غاشیہ برداری کرتا رہوں۔ اور یہ بیت پڑھتا جاؤں۔

برخانہ دل اے جاں کیست ایستادہ - بر تخت شہادشاہ و شاہزادہ

یہ بات سنتے ہی سلطان ولد بہت روئے۔ اور کہا۔ آپ میرے والد مکرم کے خلیفہ و

جلس مجلس تھے۔ آپ اب بھی اسی طرح اس مقام احترام پر رہیں گے۔ ہمارے بزرگوار بھی آپ ہیں اور میرے والد کی جگہ بھی آپ ہی ہیں۔

شیخ حسام الدین چلپی ۷۳۳ھ میں فوت ہوئے۔

چورفت از عالم دنیا بخت - حسام الدین شد مرحوم و مغفور

زہر پیر دین جو انتقامش - بفرمانیز عین الدین پڑ نور

آپ کا نام نامی عبد اللہ تھا۔ لقب ناصر الدین تفسیر بیضادی
 قاضی بیضادی قدس سرہ :- المعروف بر انوار التنزیل و آثار التاویل آپ کی تصانیف
 میں سے ایک ہے۔ فارس میں مقام بیضا میں سکونت رکھتے تھے۔ آپ کی وفات ۶۸۵ھ میں ہوئی تھی

نصرت حق ناصر دین نبی ۔ شد چو از دنیا بفر دوس برس
 گو فرید العصر تاریخش و گر ۔ ناصر دین سید اہل یقین لہ

۵۶۸۵

۵۶۸۵

اسم گرامی اوحید الدین تھا۔ والد گرامی کا اسم گرامی
 شیخ عبد اللہ بلیانی قدس سرہ :- ضیاء الدین مسعود بن محمد بن علی بن احمد بن عمر
 بن اسماعیل بن شیخ ابو علی دقاق قدس سرہم تھا۔ فرقہ خلافت اپنے والد محترم سے حاصل کیا
 جنہوں نے چار واسطوں سے شیخ ابوالنجیب بہروردی سے فرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ حضرت شیخ
 ابوبکر ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے۔ آپ کے والد فرمایا کرتے تھے کہ میں نے جو کچھ
 اللہ سے مانگا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے بیٹے عبد اللہ کو عطا فرما دیا ہے۔ میں تو ایک روشن
 داں طلب کیا تھا مگر اللہ نے میرے بیٹے پر اپنے انوار رحمت کے دروازے کھول دیئے۔
 آپ کی وفات ۶۸۶ھ میں ہوئی تھی۔

۱۔ حضرت عبد اللہ بن عمر بن محمد ابوالخیر ناصر الدین بیضادی شافعی قدس سرہ شہزادہ آذربائیجان کے قاضی القضاة رہے
 صاحب تصانیف کثیرہ اور محدث و مفسر تھے۔ اپنی مشہور زمانہ تفسیر بیضادی کی وجہ سے شہرت پائی۔ یہ تفسیر
 کثافت تفسیر کبیرہ حبیبی تفسیر کے مضامین کا پچوڑ ہے اور ان کے مطالعہ سے قاری کو بے نیاز کر دیتی ہے آج
 تک مدارس دینیہ میں پڑھائی جاتی ہے۔

أحمد الدین شیخ عبداللہ ضیاء - یافت چوں از دہر رخت مکان
وصلش عبداللہ مرشد کن رقم - نیز ہادی عاشق صادق بخوان

۵۶۸۶

۵۶۸۶

آپ صاحب کرامت اور رباب ولایت
شیخ یاسین مغربی سودجہام قدس سرہ میں سے تھے۔ لیکن لوگوں سے اپنے کمالات
کو چھپانے کے لئے جہام بن گئے تھے شیخ محی الدین لواذمی آپ کے خلفاء میں سے تھے۔ آپ
۵۶۸۶ء میں فوت ہوئے جب کہ آپ کی عمر شریف ۸۰ سال تھی۔

شہر دین محمد شیخ یاسین - کہ آمد نام نامیست بعثت آن
بجنت رفت زین دنیائے فانی - برآمد سال وصلش نور فرقان
وقت کے امام اور زمانہ کے شیخ تھے۔ کلام آہستہ
شیخ عفیف الدین تامسانی قدس سرہ کہتے مگر سخن بند ہوتا شیخ الاسلام عبداللہ
انصاری کی کتاب منازل السائرین کی آپ نے شرح لکھی تھی۔ جو بڑی مقبول ہوئی ۱۹۷۵ء میں
وفات پائی۔

چوں عفیف الدین از دنیائے دون - یافت از فضل خدا در خلد جا۔
سال وصلش خاص گو مخدوم خواں - ہم عفیف دین کامل راہنما

۵۶۹۰

۵۶۹۰

آپ کسرق کے رہنے والے
شیخ نور الدین عبدالرحمان سفرانی کشتیمی قدس سرہ تھے جو سفران کے مضافات
میں ہے طریقت میں شیخ احمد جورقانی کے مرید تھے۔ طالبان کو علم سلوک۔ مریدوں کی تربیت اور
انہیں کشف حکمت کے اسرار و رموز سمجھانے میں بڑے ہی ماہر تھے۔ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ فرمایا
کرتے تھے کہ ہمارے زمانہ میں اگر شیخ نور الدین کا وجود مسعود نہ ہوتا، تو طریقہ سلوک ختم ہو جاتا! اللہ تعالیٰ

ان کی ہمت سے یہ طریقہ قیامت تک جاری رکھے گا۔ حقیقت میں وہ مجددِ طریق تھے۔
 آپ کی ولادت ۵۶۳۷ھ میں ہوئی جبکہ وصال بروز یکشنبہ چہارم ۱۴ جمادی الاولیٰ ۵۶۹۵ھ
 میں ہوا۔

نور الدین احمدی شیخ عظیم - مقتدا و مرشدِ روئے زمین
 نور الدین نورانی آمد مولدش - رحلت او عبد رحمان نور الدین

۵۶۹۵

۵۶۳۷

آپ دہلی کے مشہور شائخ میں سے تھے۔ آپ کا
 نور الدین ملک یار پراں قدس سرہ - اصل وطن لاہ تھا۔ وہاں سے اپنے پیر اور
 روشن ضمیر کے ارشاد کے مطابق دہلی آئے۔ اور پڑی مقبولیت حاصل کی سلطان غیاث الدین بلبن
 آپ کا بڑا معتقد تھا۔ آپ کو شیخ عزیز الدین وانیال خلجی قدس سرہ سے فرقہ خلافت اور اجازت
 ملی تھی۔ انہیں علی خضر اور انہیں شیخ ابواسحاق گاروفنی سے نسبت حاصل تھی۔

جب نور الدین ملک یار غیاث الدین بلبن کے عہد میں دہلی پہنچے۔ آپ نے دریا کے
 کنارے جو شیخ ابوبکر طوسی قلندر کے مکان کے ساتھ تھا۔ قیام فرمایا۔ شیخ ابوبکر طوسی کو آپ کا یہ
 قیام کرنا ناگوار گزرا۔ انہوں نے کہلا بھیجا۔ کہ یہاں اپنے مرشد یا بادشاہ کی اجازت کے بغیر قیام
 کرنا اچھا نہیں۔ یہاں سے چلے جاؤ۔ یا تو بادشاہ سے فرمان لاؤ۔ یا اپنے پیر و مرشد سے
 اجازت نامہ حاصل کرو۔ یہاں سے اٹھو اور اپنا راستہ لو۔ حضرت نور الدین پہلے بعالم طبر
 راٹک دہلی سے ٹھٹھ پہنچے۔ سلطان غیاث الدین سے فرمان حاصل کیا۔ اس کے بعد اپنے
 پیر و مرشد کے پاس گئے اور فرمان خلافت حاصل کیا۔ اور دہلی میں قیام کا اجازت نامہ لیا۔
 تھوڑے دنوں میں دونوں سندوں کے ساتھ پھر آ پہنچے اور ابوبکر طوسی کی خدمت میں حاضر
 ہوئے۔ اور کاغذات پیش کئے۔ شیخ ابوبکر طوسی نے فرمایا۔ کیا تم پرندے ہو کہ اتنی دور دراز
 مسافت سے کاغذات لے آئے ہو۔ اس دن سے نور الدین ملک یار پراں کے لقب سے مشہور ہو گئے

آپ کی وفات ۱۶۹۵ء میں ہوئی۔ آپ کا مزار جنما کے کنارے واقع ہے۔
 شیخ نور الدین چو از عالم برقت۔ سالِ وصل آن شہ والا مکان
 شاہ نور الدین ابدال ست نیز۔ مقتدائے علم تقدیر شس عیاں

۱۶۹۵ھ

۱۶۹۵ھ

آپ کا اسم گرامی عبداللہ بن محمد ہے۔ مرجان کے رہنے
 شیخ ابو محمد مرجان قدس سرہ:- والے تھے۔ مشائخ کبار سے تھے۔ آپ کے دل پر اللہ
 کے علم علوم معرفت کے دروازے کھلے تھے۔ ایک شخص نے آپ کی مجلس میں بتایا کہ فلاں شخص کہتا
 ہے۔ کہ جب شیخ ابو محمد بات کرتے ہیں تو ان کے منہ سے لے کر آسمان تک نور کی ایک کرن جاتی ہے
 جب شیخ خاموش ہوتے ہیں تو وہ نور کی کرن ٹوٹ جاتی ہے۔ آپ نے تبسم فرمایا۔ اور کہا وہ غلط
 کہتا ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ جب اللہ کے نور کی کرن آتی ہے تو میرا منہ کھل جاتا ہے۔ جب
 رک جاتی ہے تو منہ بھی بند ہو جاتا ہے۔

آپ ۱۶۹۹ء میں فوت ہوئے تھے۔

جناب ابو محمد پیر مرجان۔ شہ دنیا و دین شیخ معلیٰ

چو مثل ماہ شد روشن بخت۔ بخواں تاریخ او نور تجلیٰ

آپ حرمین الشریفین کے عظماء

شیخ ابو عبداللہ ابن مطرف اندلسی قدس سرہ:- مشائخ میں سے تھے۔ کئی سال تک

بیت اللہ شریف کے مجاور رہے اسی جگہ سکونت اختیار کر لی۔ ہر روز پچاس بار بیت اللہ شریف

کا طواف فرماتے۔ شیخ ابو محمد مرجان فرماتے ہیں۔ ایک بار میں اپنے چند دوستوں کے ساتھ مکہ مکرمہ

سے مدینہ منورہ روانہ ہوا۔ شیخ ابو عبداللہ مطرف مجھے الوداع کہنے کے لئے آئے۔ آپ نے فرمایا

میں نے سنا ہے کہ راستے میں پانی کی تکلیف ہے۔ تم لوگوں کو بھی مشکل پیش آئے گی۔ مگر اللہ کی

رحمت بارش میں برسے گی۔ اور وافر پانی ملے گا۔ ہم چار اشخاص مکہ سے چلے۔ ایک مقام پر پہنچے۔

واقعی ہمارے پاس پانی نہ رہا۔ گرم لور اور سخت دھوپ نے آیا۔ ہم مرنے کے قریب تھے مگر
 یہیں حضرت شیخ کی بات یاد آ رہی تھی جو صلہ بلند تھا۔ بادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا۔ اور ہمارے اوپر
 آکر برسے لگا۔ راستہ میں تمام گڑھے پڑے ہو گئے۔ مگر ہم کچھ فاصلہ آگے بڑھے تو پانی اور بارش کا
 نام و نشان بھی نہ تھا۔

شیخ مطرف رمضان المبارک ۱۰۰۰ھ میں نوے سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ مصر کا
 بادشاہ انتہائی عقیدت سے آپ کے جنازے میں شریک ہوا تھا۔ اور خود کندھا دینا رہا۔

ابن مطرف شیخ عبداللہ پیر - پیر و کش بودند پیران و جوان
 چوں بہشتی بود آن نیکو خصال - سالِ ترحیلش بہشت آد عیاں

۱۰۰۰ھ

۱۰۰۰ھ

آپ ظاہری و باطنی علوم میں جامع تھے۔ علامہ عصر
 قطب الدین علامہ قدس سرہؒ نے بھی وجد الدھر۔ اپنے زمانہ میں آپ کا ثانی نہیں تھا۔
 اکثر علماء کرام آپ کی شاگردی پر فخر کرتے تھے شرح شمسہ جو قطبیہ کے نام سے مشہور ہوئی آپ
 ہی کی تصنیف ہے۔ آپ کی وفات ۱۰۰۰ھ میں ہوئی تھی۔

شیخ قطب الدین علامہ ولی - شد چو زین دنیا بفر دوس بیں

شاہ ابرار است سال وصل او - نیز قطب الدین تاج اہل دین

آپ کے والد کا نام احمد تھا۔ وقت کے

شیخ حافظ الدین نسفی قدس سرہؒ۔ جلیل القدر عالم دین تھے۔ تفسیر مدارک اننزیل

و حقائق التاویل آپ کی تصنیف ہے۔ آپ کی وفات ۱۰۰۰ھ میں ہوئی تھی۔

شد زوار فنا بخسد بیں - ہاتف دین و متقی نسفی

مخزن جو دگو بتار بخشس - ہم بفر ما دگر تقی نسفی

۱۰۱۰ھ

آپ حضرت مولانا جلال الدین رومی کے فرزند رشید
 شیخ سلطان ولد قدس سرہ تھے۔ اپنے والد کے سجادہ اور مندر شاہ پر بیٹھے۔
 ظاہری اور باطنی علوم اپنے والد مکرم سے حاصل کئے۔ شیخ حسام الدین چلیپی اور شیخ
 شمس الدین تبریزی سے بھی بڑا فائدہ حاصل کیا۔ شیخ صلاح الدین زکوب سے جو آپ
 کی بیوی کے والد تھے۔ بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ آپ نے حدیقہ سنائی کی طرز پر ایک
 مثنوی لکھی تھی۔ آپ کے والد فرمایا کرتے تھے۔ بیٹا میرا آنا تو ہمارے ظہور کی خاطر تھا۔ میری مثنوی میرے
 اقوال کا آئینہ ہے اور تم عملی طور پر میری تصویر ہو۔ والد کی وفات کے بعد گیارہ سال تک حضرت
 رومی کے سجادہ پر بیٹھے۔

آپ کی ولادت بمقام لار ۶۲۳ھ میں ہوئی۔ مگر وفات بروز ہفتہ۔ دہم رجب المرجب
 ۷۱۲ھ میں ہوئی۔ جس رات آپ کا وصال ہوا۔ یہ شعر زبان پر تھا۔

امشب شب آنت کہ بینم شادی - دریا بم از خدائے خود آزادی

شیخ سلطان ولد پیر دستگیر - رہبر دین نبی شیخ عظیم

پس امام العصر سلطان شد رقم - سال تولیدش بطرز مستقیم

ہست رکنی العارفین ^{۶۲۳ھ} ترحیل از - ہم سعلی قطب سلطان الکریم

آپ دمشق میں رہا کرتے تھے۔ بلا اشد ضرورت اپنی

شیخ سلیمان ترکمان قدس سرہ۔ جگہ سے نہ اٹھے۔ کم کھاتے اور کم سوتے اور کم بولتے

ظاہری علماء اپنی علمیت اور جلالت کے باوجود آپ سے گفتگو کرتے وقت ادب ملحوظ خاطر رکھا
 کرتے تھے۔ عام لوگوں کے سامنے نماز ادا نہ کرتے تھے کشف پر بحال حاصل تھا۔ بسا اوقات
 نا دیدہ واقعات اور ناشنیدہ حالات بیان کر دیتے۔

امام یافعی فرمایا کرتے تھے۔ کہ آپ کا ظاہری احوال شریعت کی پاسداری نہ کرنا عوام انکا
 سے اپنے آپ کو چھپانا مقصود تھا۔ لیکن تنہائی میں آداب شرع کو ملحوظ خاطر رکھتے۔ آج تک کسی نے

انہیں کھانا کھاتے۔ کفارہ ادا کرتے یا قضا پڑھتے نہ دیکھا تھا۔

آپ ۱۲۷ھ میں فوت ہوئے۔

چو شد روشن ازین دنیا بخت - منور تر مہ عالم سلیمان

سال وصل آل شہ جہانگیر - بگو عابد شہ عالم سلیمان

۱۲۷ھ

۱۲۷ھ

آپ شیخ نجم الدین کبریٰ کے مرید اور خلیفہ تھے

شیخ بدر الدین اسحاق سمرقندی قدس سرہ: شیخ سیف الدین باغزی سے بھی بیعت

ہوئے ہندوستان آئے تو سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین دہلوی کی صحبت میں رہتے اور آپ

سے فرقہ خلافت حاصل کیا۔ سماع کے رسیا تھے۔ آپ کی وفات ۱۲۷ھ میں ہوئی تھی۔ آپ

کا مزار سنگولہ میں ہے۔ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مشائخ فرودوسیہ کا سلسلہ برصغیر میں رائج فرمایا

پہلے خواجہ قطب الدین بختیار کے عہد ولایت میں برصغیر میں آئے دہلی میں قیام پذیر ہوئے اور

تمام عمر بسر کر دی۔

شیخ بدر الدین سمرقندی ولی: - شد چو روشن از جہاں اندر جہاں

وصلش عالی تدر بدر الدین بگو - ہم ولی بدر سمرقندی بجزان

۱۲۷ھ

۱۲۷ھ

آپ کا اسم گرامی عبداللہ بن احمد بن محمد اصفہانی

شیخ نجم الدین اصفہانی قدس سرہ: تھا صاحب مقامات بلند اور مدارج ارجمند تھے

حضرت ابو العباس شاذی کے مرید تھے۔ ایک طویل عرصہ تک مکہ مکرمہ میں مجاور رہے صاحب

نفحات الانس فرماتے ہیں کہ علماء کرام میں سے ایک عالم دین نے مجھے بتایا کہ میں اپنے والد کی

بیماری کے باوجود سفر حج پر روانہ ہوا حج کیا۔ مناسک حج ادا کئے۔ مگر میرے دل میں والد کی

بیماری کے خدشات رہے۔ میں شیخ نجم الدین سے اپنا حال بیان کیا۔ وہ چند لمحوں کے لئے متوجہ

ہوئے اور فرمانے لگے۔ تمہارے والد صحت یاب ہو گئے ہیں اپنی مسند پر بیٹھے مسواک کر رہے ہیں۔ ادھر ادھر کتابوں کا ڈھیر رکھا ہوا ہے ان کا حلیہ اور شکل و صورت ایسی ایسی ہے۔ میرے والد کی دوسری نشانیاں بھی بتائیں۔ حالانکہ آپ نے اسے کبھی دیکھا نہ تھا۔ میں نے وہ تاریخ اور وقت لکھ لیا۔ گھر آیا۔ تو واقعی اس وقت میرے والد اسی حالت میں تھے

آپ نے ساری عمر شادی نہیں کی۔ عورت کے ہاتھ کا پکا ہوا نہیں کھایا۔

آپ نے ساری عمر مکہ مکرمہ میں گزار دی اور مدینہ منورہ نہیں گئے لوگوں کو آپ کی اس روش پر اعتراض تھا۔ محمد نامی ایک شخص نے جو ولی اللہ تھا۔ بتایا کہ میں مدینہ شریف کی طرف جا رہا تھا۔ راستہ میں میرے دل میں خیال آیا۔ کہ نجم الدین مدینہ منورہ کیوں نہیں آتے میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ تو حضرت شیخ نجم الدین ہوا میں اڑتے اڑتے مدینہ منورہ کی طرف جا رہے تھے۔ مجھے پکار کر کہا۔ محمد تم دل میں کیا خیال کر رہے ہو۔ یقین جانو۔ ایسی کوئی رات نہیں آئی۔ جب میں بارگاہِ نبویہ میں حاضری نہ دی ہو۔

آپ جمادی الاولیٰ ۷۲۱ھ میں مکہ مکرمہ میں فوت ہوئے۔

صورت گنجینہ پوشد پردہ پوش - مخزن اسرار ولی نجم دین

گشت و صالحش ز خرد جلوہ گر - نیز انوار ولی نجم دین

شیخ بدر الدین سمرقندی کے خلیفہ اور مرید تھے

یہ شیخ رکن الدین فردوسی قدس سرہ: آپ کے بعد سجادہ منجلیت پر جلوہ فرما ہوئے۔

سلسلہ فردوسیہ آپ کی وجہ سے ہندوستان میں مقبول ہوا۔ ہندوستان میں جہاں کہیں بھی سلسلہ

فردوسیہ کا کوئی درویش موجود ہے اس کی نسبت آپ سے ہی ہے۔ بچپن سے ہی شیخ بدر الدین کے

زیر تربیت رہے۔ آپ کو خلق میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی تھی۔ جس وقت سلطان کیتجا حضرت الدین نے

دہلی میں ایک نیا محل بنایا۔ وہ شہر سے باہر آئے۔ اور شہر کے باہر دریا کے کنارے پر خانقاہ

بنائی۔ آپ ۷۲۳ھ میں فوت ہوئے۔

شیخ رکن الدین چوانہ دارفنا - گشت خدیبیں سرانمزل گرین
ست مخدوم اجل تر جیل او - نیز رکن دین ولی پیر امین

۵۷۲۴

۵۷۲۴

آپ خطہ دلپند پر کشمیر کے مشہور

حضرت فرید الدین بلیک شاہ کشمیری قدس سرہ :- مشائخ میں سے تھے اہم گرامی

شرف الدین تھا۔ قدوة الواصلین۔ امام الواصلین۔ مروج الاسلام۔ کاسر الاسلام۔ شاہ بلاول
اور بلیک شاہ خطابات تھے۔ آپ کی کوششوں سے کشمیر کی وادیوں میں اسلام کا نور پھیلا۔ آپ حاکم
کشمیر رنجو شاہ کے دور حکومت میں کشمیر میں آئے۔ یہ زمانہ ۱۲۵ھ کا تھا۔ دریائے جہلم کے کنارے
پر قیام فرماتے تھے۔ راجہ اگرچہ ہندو تھا۔ مگر اس کا دل ہندو مذہب سے وابستہ نہ تھا۔ وہ مذہب
اسلام پر غور و فکر کرتا تھا۔ دوسرے ادیان پر بھی اظہار خیال کرتا تھا۔ مختلف مذاہب کے لوگ
راجہ کے پاس آتے۔ اور اپنے نظریات اور عقائد کو پیش کرتے۔ راجہ سب کی گفتگو سنتا رہتا۔
ایک رات وہ مختلف مذاہب پر غور کر رہا تھا۔ اسے سارا دن نیند نہ آتی۔ اس نے فیصلہ کیا۔
کہ علی الصبح جو شخص سب سے پہلے میرے پاس آئے گا۔ اسے حق پر سمجھوں گا۔ علی الصبح
راجہ اپنے محل کی چھت پر کھڑا ہو گیا۔ اور عرب کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی نگاہیں دُور دریا
کے کنارے پر پڑیں۔ اس نے دیکھا کہ ایک فرشتہ صورت بزرگ پتھر کے مصلیٰ پر باکمال تمکین و
اعزاز اور نہایت سوز و گداز کھڑا نماز ادا کر رہا ہے۔ بادشاہ کو اس شخصیت کو دیکھنے کے
شوق نے اس قدر برانگیزی کیا کہ وہ چھت سے اترا۔ اور اسی طرح تن تنہا دریا کی طرف چل پڑا
وہ بزرگ حضرت بلیک شاہ تھے۔ بادشاہ نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا۔
گناہوں سے توبہ کی۔ واپس آکر اس نے تمام اہل خانہ کو بھی دولت ایمان حاصل کرنے کو کہا
دربار کے امراء و وزراء کو اسلام کی دعوت دی۔ اس کی کوششیں اتنی مخلصانہ تھیں کہ اس
کے اہل و عیال اور امراء و وزراء سب کے سب مسلمان ہو گئے۔

بادشاہ نے حضرت بیل شاہ کے مقام خازر پر ایک خوبصورت خانقاہ تعمیر کرائی۔ مورخین کہتے ہیں کہ وادی کشمیر میں اہل تصوف کی یہ پہلی خانقاہ تھی جسے تعمیر کیا گیا۔ اس خانقاہ کا ابتدائی نام نگر بابا بیل شاہ رکھا گیا۔ بیل شاہ نے اپنی خانقاہ کے ساتھ ہی ایک مسجد تعمیر کرائی۔ خواجہ محمد اعظم تواریخ اعظمی میں لکھتے ہیں۔ یہ کتاب تاریخ دومری کے نام سے مشہور ہے (کہ سید والا جاہ بیل فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنی طاقت دی ہے کہ میں کھائے پیئے بغیر زندہ رہ سکتا ہوں۔ اس بدن سے جان چلی بھی جائے تو چل پھر سکتا ہوں۔ اس بدن ظاہری کے ساتھ دارالبقا میں جا سکتا ہوں۔ اور اس کی حفاظت کر سکتا ہوں۔ چونکہ یہ تینوں چیزیں سنت نبوی کے خلاف ہیں۔ لہذا میں کوئی کام ایسا کرنا نہیں چاہتا جو سنت رسول کے خلاف ہو۔ میرے نزدیک سنت نبوی پر اقامت اور اطاعت ہزاروں سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

حضرت بابا بیل شاہ کی وفات صاحب تواریخ کشمیر نے ۱۷۲۵ء لکھی ہے۔ اس سلسلہ میں یہ شعر بھی لکھا ہے۔

سالِ تاریخ وصل حضرت شاہ . بیل قدس گفت خاص اللہ
 سلطان رنجو شاہ اسلام لائے تو حضرت پیر روشن ضمیر بیل شاہ نے انہیں سلطان صدائین
 کے خطاب سے نوازا۔ وہ بھی اسی سال واصل بحق ہوئے۔ انہوں نے دو ماہ چھ ماہ تک بحالت
 اسلام بادشاہی کی۔ اور اسلام کی ضیا باریوں کو کشمیر کے دُور دراز علاقوں تک پہنچایا۔ ان کا مزار بھی
 حضرت بیل شاہ کے مزار سے متصل ہے

پیر روشن ضمیر بیل شاہ . شیخ دین متقی کشمیری
 ار تھالش چوانہ فرد جسم . گفت نامی ولی کشمیری
 رنجو شاہ کی تاریخ وفات کا قطعہ یوں درج ہے۔

شاہ رنجو مروج الاسلام . کہد چوں جاں ندا ہراہ حق
 شاہ عیس اکرم بگو شالش . ہم نجاں شاہ بادشاہ حق

آپ مرید اور خلیفہ شیخ رکن الدین فردوسی تھے آپ

شیخ نجیب الدین فردوسی قدس سرہ کے والد کا نام خواجہ عماد الدین تھا۔ اپنے پیر و مرشد

ضمیر کی وفات کے بعد سزاوار شاہ پر جلوہ فرما ہوئے اور مخلوق خدا کی ہدایت میں مشغول ہوئے۔

آپ کی وفات ۷۳۳ھ ہے۔

سرور اہل دین نجیب الدین - شاہ اہل یقین نجیب الدین

عقل در سال انتقالش گفت - زیب جنت امین نجیب الدین

اپنے زمانے کے بڑے فقہہ۔ ممتاز عالم دین تھے۔ علوم فرعی

شیخ حسن محمدینی قدس سرہ :- اور اصول میں بڑا رتبہ رکھتے تھے آپ کے زمانہ کے علماء

آپ کی قابلیت اور تقویٰ کے قائل تھے۔ علم و فضل کے شرف کی وجہ سے آپ کو شرف الدین

منسوب سے پکارا جاتا تھا۔ آپ نے تفسیر کشاف پر حاشیہ لکھا۔ اور مشکوٰۃ المصابیح کی شرح تحریر کی۔

آپ کی وفات ۷۳۳ھ میں ہوئی تھی۔

حسن آل محسن دور زمانہ - بخت رفت چوں زین دارویراں

بال رعلتش خواجہ حسن گو - عیاں آمد حسن سردار سلطان

۷۳۳ھ

۷۳۳ھ

مشائخ کبار اور اولیاء کرام میں حساب

شیخ شمس الدین صفی الموسوی اردبیلی قدس سرہ :- کرامات عظیم مانے جاتے تھے۔

نجات الانس میں لکھا ہے۔ کہ شیخ نجیب الدین حضرت شیخ شہاب الدین بہروردی کی خدمت

میں حاضر ہونے کے لئے بغداد کو روانہ ہونے لگے تو شیخ شمس الدین صفی بھی آپ کے ساتھ تھے

شیخ شمس الدین نے آپ سے قرآن سیکھا۔ اور شیخ نجیب الدین نے بعض خصوصی مقامات عبور کئے۔

اس طرح دونوں نے فرقہ خلافت بھی حاصل کیا۔ اور شیراز کی طرف روانہ ہو گئے۔

آپ کی وفات ۷۳۵ھ میں ہے۔

شیخ شمس الدین صفی موسوی - آل احمد بود اولاد علی

سال ترحیمش چو جسم از خرد - گفت ہاتف شمس دین کامل صفی

شیخ زکریا الدین علاء الدولہ سمنانی قدس سرہ ^{کنیت شمس الدین اور ابوالکلام} تھی۔ اسم گرامی احمد بن محمد اور

سمنان کے بادشاہوں میں سے تھے۔ پندرہ سال کی عمر تھی۔ کہ اپنے وقت کے بادشاہ کے

مصاحب خاص بن گئے ^{۶۴۲ھ} میں شیخ نور الدین عبدالرحمن کسرتی قدس سرہ العزیز کے

یاد ہوئے۔ ریاضت و مجاہدہ کے زور سے کاطلان خدا سے ہو گئے۔ آپ نے اپنی عمر میں ایک

سوئیس چلے کاٹے تھے لہ

آپ کی وفات ^{۶۵۹ھ} میں ہوئی۔ اور وفات جمعہ ۲۱ رجب المرجب ^{۶۳۶ھ} کو ہوئی

آپ نے ستر سال تقریباً عمر پائی تھی۔ آپ کا مزار شیخ عماد الدین عبدالوہاب کے مقبرے

کے متصل واقع ہے۔

جناب شیخ زکریا الدین سمنانی شہ اکبر - کہ بود اندر جہاں اور اہمائے راہ حقانی

زکریا الدین قریب آمد حیاں تاریخ تولیدش - سنیں عمرش از عابد عیاں می گرد از خوانی ^{۶۵۹ھ}

۶۳۶ھ

۶۵۹ھ

لہ: علاء الدولہ احمد بن محمد بن احمد سیابانکی سمنانی ماہ ذوالحجہ ۲۵۹ھ میں سمنان سے بارہ کلومیٹر سیابانک کے قصبہ میں

پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان شاہی خاندان کہلاتا تھا۔ آپ کے والد ملک شرف الدین سمنانی ارغون خان اور غازان خان

کے ایلخانی دور میں مشیر حکومت رہے۔ آپ کے ماموں رکن الدین صابن دم ۷۰۰ھ) ایلخانی عہد کے عالم، قاضی اور فقیہ

تھے حضرت علاء الدولہ نے آپ سے ہی علوم شریعہ پر عبور حاصل کیا۔ تعلیم سے فارغ ہو کر آپ بھی ایلخانی حکومت

میں دیوانی معاملات میں مشغول ہوئے۔ قبادکلاہ اور سلاح کے ملک بنے۔ ارکان سلطنت میں ایک خاص مقام پر فائز

ہوئے۔ دس سال کے اقتدار کے بعد (۴۴۳-۴۸۳ھ) آپ ۴۸۳ھ میں ارغون خان ایلخانی کے ساتھ ایک

جگہ میں شریک تھے۔ کہ آپ کے دل کی دنیا بدل گئی۔ قبادکلاہ اور سلاح ایک طرف پھینکا۔ عبادت و ریاضت

میں مشغول ہو گئے۔ دینی امور و ترجمہ چہل از دنیا چہ مجلس مرتبہ امیر اقبال سیتانی مطبوعہ بہ ہتمام ایران عبد الرزاق حقیقت

آپ اوصد الدین کرمانی کے خلفاء میں سے تھے
 شیخ اوصد الدین اصفہانی قدس سرہ: اپنے زمانے کے معروف اولیاء کرام میں سے
 تھے۔ آپ نے ایک دیوانِ شعری ترتیب دیا تھا۔ پھر مثنوی پر تصنیفات لکھیں و قائل و حقائق
 پر شعر کہے۔ حدیقہ سنائی کے اسلوب پر اشعار کا مجموعہ لکھا۔ یہ شعر آپ کے مشہور اشعار میں سے ہے

اوصدی شصت سال سختی دید - تا شبے روئے نیک بختی دید

آپ کی وفات ۱۰۳۵ھ میں ہوئی تھی۔ مزار پر انوار تبریزی میں ہے۔

اوصد الدین فریقتائے زمان - مقتدائے دین شہد روشن ضمیر

سال وصل آں شہ والاہم - گشت پدا صاحب تاج کبیر

۱۰۳۶ھ

آپ علماء کرام اور فقہائے ذوالا حترام میں
 شیخ ہدایت اللہ باری قدس سرہ: سے تھے۔ علم و حلم زہد و تقویٰ میں بینال
 تھے۔ شرف الدین کے خطاب سے مخاطب تھے۔ تفسیر اسرار التنزیل آپ نے ہی لکھی تھی۔
 آپ کی وفات ۱۰۳۵ھ میں ہوئی۔

چو از دنیا بفر دوس بریں رفت - شہ دین شیخ اکبر ہدایت اللہ

وصال پاک آں ہادی عالم - رقم کردم سطر ہدایت اللہ

۱۰۳۶ھ

آپ شیخ مغربی کے خلیفہ بھی تھے اور جلس مجلس بھی
 شیخ اسحاق مغربی قدس سرہ: شیخ مغربی اپنی طول عمر کی وجہ سے حضرت شیخ
 ابو مدین مغربی سے فیض یافتہ تھے۔ تحفۃ المجالس میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ اسحاق مغربی اپنے
 پیر شیخ مغربی کی وفات کے بعد چار دن تک مزار پر مقیم رہے۔ ہر روز آپ کا خادم مزار پر آتا اور
 نگر کے اخراجات طلب کرتا۔ آپ مزار کے پاس جاتے اور پاؤں کی جانب سے پردہ اٹھاتے

اور حسب ضرورت روپے مل جاتے تھے آپ خادم کے حوالے کر دیتے پانچویں دن آپ کے دل میں خیال آیا کہ یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا۔ ہر روز پیر و مرشد کی تکلیف ادب کے خلاف ہے آپ اٹھے۔ اور اپنے پیر و مرشد کے اشارے سے برصغیر ہندوستان کے سفر پر روانہ ہوئے۔ سلطان فیروز شاہ کے زمانہ میں اجمیر شریف آئے۔ اور حضرت خواجہ اجمیری کے مزار پر انوار پر قیام کیا۔ ایک عرصہ تک یہاں ہی قیام فرمایا۔ ایک رات حضرت خواجہ معین الدین اجمیری نے خواب میں ارشاد فرمایا کہ آپ ناگور کے علاقہ میں قبضہ کتھوکہ میں چلے جائیں۔ اور وہاں کام کریں۔ آپ کتھوکہ پہنچے فقروں باقہ میں زندگی گزارنی شروع کر دی۔ اور خلق خدا کو روحانیت سے مالا مال کرتے گئے۔ ایک وقت آیا کہ سلطان فیروز شاہ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اظہار نیاز مندی کی۔ بادشاہ کو دیکھے دیکھے بے پناہ مخلوق آپ سے فیض یاب ہونے لگی۔

آپ نے ۱۰۰۰ میں وفات پائی۔

شیخ اسحاق پیر روشن دل - آنکہ در خلق ذات اطلاق است

رکن رقم سال رحلتش ۱۰۰۰ - آنکہ مشہور جملہ آفاق است

بہری متقی امین اللہ - نیز سردار عالم اسحاق است

۱۰۰۰

۱۰۰۰

۱۰۰۰

آپ شیخ علاء الدولہ سمنانی کے مرید تھے
شیخ نجم الدین محمد الامکانی قدس سرہ :- کشف و کرامت۔ زہد و تقویٰ میں بے مثال

تھے آپ ۸۰ سال کی عمر میں ۱۰۰۰ میں فوت ہوئے۔ آپ کا مزار حصار میں مرجع خلایق رہا ہے

مقتدائے جہاں ولی اللہ - شیخ اکبر شریف نجم الدین

سال تاریخ رحلت آن شاہ - گفت سرد شریف نجم الدین

آپ کا لقب جلال الدین تھا۔ ظاہری علوم میں

شیخ محمود زاہد فرغانی قدس سرہ :- مولانا جلال الدین بہروی کے شاگرد تھے سنت و

شریعت کے تابع تھے۔ روحانیت کی وجہ سے جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضری نصیب تھی خلق کثیر آپ سے فیض یاب ہوئی۔
آپ کی وفات ماہ ذوالحجہ ۱۰۰۰ھ میں ہوئی تھی۔ ایک اور قول کے مطابق ۱۰۰۹ھ میں فوت ہوئے۔

شیخ محمود بود در عالم - باعث خیر و موجب بہبود
بلست محمود و مرشد کونین - سال ترمیس آں شہ مسعود

ہندوستان کے مشاہیر مشائخ اور

شیخ شرف الدین بن یحییٰ منیری قدس سرہ: کبار اولیاء اللہ میں سے تھے۔

زہد و ریاضت اخلاص و عبادت میں یگانہ وقت تھے۔ تقویٰ و ارشاد میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ کے اوصاف احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔ آپ کی بلند پایہ تصانیف میں سے مکتوبات اور ملفوظات المعروف بہ معدن المعنان، مشہور زمانہ ہوئے۔ ارشاد اسالکین بشرح آداب

المریدیں آپ کی کتابیں تصوف میں بہترین کتابیں مانی جاتی ہیں۔ آپ شیخ نجیب الدین فردوسی جو شیخ زکریا الدین فردوسی کے مرید تھے کے خلیفہ تھے۔ ابتدائی دور میں حضرت شیخ المشائخ

خواجہ نظام الدین اولیا بدایونی کی زیارت کے لئے دہلی آئے۔ مگر اس وقت حضرت خواجہ کا وصال ہو چکا تھا۔ چونکہ ان دنوں شیخ نجیب الدین دہلی میں ہی قیام فرماتے تھے۔ آپ کی خدمت

میں حاضر ہوئے۔ شیخ نے آپ کا بڑا پر تپاک خیر مقدم کیا اور فرمایا۔ میں ایک عرصہ سے آپ کا انتظار کر رہا تھا۔ آپ کے لئے میرے پاس روحانیت کی امانت تھی۔ حضرت شیخ شرف الدین آپ سے بیعت ہوئے۔ خاص نعمت آپ کے سپرد ہوئی۔ اور کچھ عرصہ کے بعد آپ وطن اسی

آگئے۔ راستہ میں بیانون سے گزرتے رہے۔ یہ موسم بہار تھا۔ موسم کی خوشگوار سی اور لطافت نے آپ کو راجگیر کے مقام پر قیام فرما دیا۔ آپ وہاں ہی ریاضت و عبادت میں مصروف ہو گئے اور اس طرح کئی سال گزار دیئے۔ آپ نے اپنے آپ کو اس طرح تارک الدنیا بنالیا۔

کہ کسی کو آپ کا علم نہ تھا۔ صرف مولانا نظام الدین مغربی ایک ایسے بزرگ تھے جو وقتاً فوقتاً آپ کے پاس آئے اور آپ کی خبر گیری کرتے تھے۔ چونکہ آپ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کے مرید تھے۔ آپ نے حکم سے ہی آتے اور ملاقات کرتے۔

حضرت شیخ شرف الدین مینری نے بڑی بی عمر پائی تھی آپ نے سید شریف سمنانی کی زیارت کی اٹھانف خرنی میں لکھا ہے۔ کہ زندگی کے آخرین حصہ میں حضرت شیخ یحییٰ مینری سے پوچھا گیا کہ آپ کی نماز جنازہ کون پڑھے گا۔ آپ نے فرمایا تم لوگ فکر نہ کرو۔ جنازے کے وقت ایک سید زادہ حافظ قرآن تمارک السلطنت سید اشرف نامی آئیں گے۔ وہ نماز جنازے کی امامت کریں گے۔ جنازے کے وقت ایسا ہی ہوا۔

معارض الولايت کے مصنف لکھتے ہیں کہ جب شیخ یحییٰ مینری کو قبر میں رکھا گیا۔ تو شیخ کا ہاتھ بلند ہوا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ کوئی چیز طلب فرما رہے ہیں تمام حاضرین حیران رہ گئے حضرت میر اشرف جہانگیر سمنانی کی خدمت میں یہ واقعہ پیش کیا گیا۔ آپ مراقبہ میں بیٹھ کر متوجہ ہوئے کہ شیخ نے مردان غیب سے ایک کلاہ حاصل کیا تھا۔ وہ ساتھ رکھنا چاہتے ہیں۔ لوگ اسی وقت دوڑے اور وہ ٹوپی لاکر پیش کی شیخ نے ہاتھ بڑھا کر ٹوپی پکڑ لی اور کفن میں رکھ لی۔

شیخ شرف الدین معارج الولايت کی تحقیق کے مطابق ۱۸۶۲ء میں فوت ہوئے یہ زمانہ فیروز شاہ تغلق کی سلطنت کا تھا۔

شیخ شرف الدین مینری رہنمائے راہ حق - مقتدائے دین احمد عالم و عامل شریف

سال ترحیلش جو جسم از خرد آمد ندا - سالک کامل شرف ہم صاحب کامل شریف

آپ بلند مقامات

شیخ اسحاق گازرونی لائہوی المشہور بہ میراں بادشاہ قدس سرہ اور ارجمند کرامات

کے مالک تھے۔ سادات عظام حیدرآباد سے تعلق رکھتے تھے۔ اپنے وقت کے شیخ المشائخ اور قطب

الاقطاب تھے۔ آپ کی نسبت شیخ اوصد الدین اصفہانی سے تھی۔ پہلے آپ گازرون میں سکونت فرما

تھے۔ مگر اشارہ غیبی سے لاہور وارد ہوئے۔ ایک طویل عرصہ خلق خدا کی خدمت میں مصروف رہے۔ آپ سے خوارق و کرامات کا ظہور ہوتا رہا۔ لاہور کے علماء کرام اور مشائخ عظام آپ کے حلقہ عقیدت میں بیٹھتے اور فیض پاتے۔ ظاہری اور باطنی مہمات کے حل کے لئے آپ کی صحبت نہایت کارآمد ہو کر آتی تھی۔

تحفۃ الواصلین کے مولف لکھتے ہیں کہ آپ کے حلقہ میں جو بھی ایک بار آتا۔ متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ اور جانے سے پہلے کچھ نہ کچھ فیض پالیتا۔ ایک دن لاہور کا ایک متمول آدمی آپ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ وہ شخص اپنی دولت کے غرور میں کسی کو خاطر میں نہ لایا کرتا تھا۔ آپ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ تو وہ غصہ سے آپ کی شان میں گالیاں بکنے لگا۔ اور آپ کو برا کہتا رہا۔ مگر اس بدگوئی اور دشنام طرازی کے باوجود حضرت میراں بادشاہ کے چہرے پر کوئی تغیر نہ آیا۔ حاضرین مجلس نے عرض کی۔ حضرت اس ہنجر آدمی کو اتنی کھلی چھٹی دے دینا اچھا نہیں۔ اسے اپنی گستاخی کی سزا ملنا چاہیے آپ بدعا فرمائیں تاکہ اسے سزا ملے۔ شیخ نے ان عقیدت مندوں کے کہنے پر آسمان کی طرف سر اٹھایا اور زیرب کچھ کہا۔ وہ بے ادب اسی وقت تڑپ کر زمین پر گر گیا۔ اور بے ہوش پڑا رہا ہوش آنے پر سر قدموں میں رکھ دیا۔ اور حضرت کا مرید ہو گیا۔ شیخ نے حاضرین مجلس کو بتایا میں نے اس شخص کے لئے دعا و خیر کی تھی۔ اللہ نے قبول فرمائی ہے اللہ نے اسے چشم باطن کی روشنی سے نوازا ہے۔ اس پر عالم ملکوت روشن ہو گئے ہیں۔ اس نے مجھے پہچان لیا ہے۔ کیا یہ کام اچھا ہے یا آپ کے خواہش پر بد دعاؤں سے سزا پاتا تو اچھا تھا۔

تحفۃ الواصلین میں سید اسحاق کی وفات ۸۷۰ھ لکھی ہے۔ بعض قدیم مورخین نے آپ کا سال وفات ۸۶۶ھ لکھ کر بسم اللہ الرحمن الرحیم سے سال وفات لیا ہے۔ تحفۃ الواصلین کے مولف نے یہ لکھا ہے۔

سید اسحاق دلی کریم - گشت چوں زیں دہر بخت مقیم
سال وصالش عجب آمد ز دل - بسم اللہ الرحمن الرحیم

وفات کے بعد آپ کو اندرون شہر شاہی راستہ کے کنارہ پر دفنایا گیا۔ یہ مقام دہلی دروازہ لاہور کے اندر واقع ہے آپ کا مزار گوہر بار ابھی تک مرجع خلایق ہے۔

مرزا علی بیگ نے اپنی کتاب ثمرات القدس (ابھی تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی) میں ذکر کیا ہے کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے مزار پر ایک بیل جو ہمیشہ سرسبز رہتی ہے غالباً عشق پیمان یا گلو تھی اچھا گئی یہ بیل برصغیر میں ادویات کے کام بھی آتی ہے۔ ایک عرصہ تک آپ کا مزار اس بیل کے نیچے محفوظ رہا۔ اور آفاتِ زمانہ اور تغیراتِ موسم سے بچا رہا۔ لوگ اس مزار کو بزرگ اسحاق سے یاد کرتے تھے۔ بیمار لوگ پتے لے جاتے اور شفا حاصل کرتے ایک وقت آیا کہ مغل دور کے ایک امیر زادے نے اپنی حویلی بنائی۔ اور بیل کو کاٹ دیا۔ اور مزار کو اپنے اعلیٰ میں لے لیا۔ مگر اس قبر کا ادب محفوظ خاطر رکھا۔ وہ بیل آب و ہوا کی تبدیلی سے سوکھ گئی آخر کار ۱۷۳۷ء میں شاہجہانی دور میں نواب وزیر خان حاکم لاہور نے اس جگہ مسجد وزیر خان کی بنیاد رکھی۔ اور مزار کو مسجد کے صحن میں زیر زمین محفوظ کر کے عظیم الشان مسجد بنائی۔ جو ابھی تک زیارت گاہ عوام و خواص ہے۔

سید اسحاق مردطاق نوری ذوالجلال - ہنکو خلش سید دین مرشد آفاق گشت
سلا تر حلیش چو حیم از دل پڑد خویش - ہانقم نور الہی شاہ بو اسحاق گفت

۵۷۸۶

سید محمود میراں بادشاہ سے بھی تاریخ وفات برآمد ہوئی ہے۔

۵۷۸۶

آپ کے والد مکرم کا نام شہاب الدین بن
امیر کبیر سید علی ہمدانی قدس سرہ: محمد مرید شیخ شرف الدین محمود بن عبد اللہ مردقانی
تھا۔ جو اپنے وقت کے بہت بڑے ولی کامل تھے۔ آپ نے طریقت میں شیخ تقی الدین دوستی سے
فیض پایا تھا۔ تقی الدین شیخ علاؤ الدولہ سمنانی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ کی رحلت کے بعد حضرت
شرف الدین محمود قدس سرہ کی صحبت میں آگئے۔ حضرت سید ہمدانی نے عرض کی حضرت میرے لئے

کیا فرمان ہے۔ آپ نے توجہ فرمائی اور کہا فرمان یہ ہے کہ تم تمام جہاں کی سیر کرو۔ دنیا بھر کے اولیاء اللہ کی زیارت کرتے جاؤ۔ ہر ایک سے اپنا حصہ لیتے جاؤ۔ حضرت امیر اٹھے۔ روانہ ہوئے۔ تین بار ساری کائنات ارضی کا سیر کیا۔ ایک ہزار چار سو اولیاء اللہ کی صحبت حاصل کی۔ ایک ایسی مجلس میں پہنچے جہاں بیک وقت چار سو اولیاء اللہ موجود تھے۔ آپ نے ہر بزرگ سے روحانی استفادہ کیا۔ علوم باطنی میں آپ کی بے پناہ تصانیف موجود ہیں۔ اسرار الفیض۔ شرح فصوص الحکم۔ شرح قصیدہ حمزہ فارسیہ بہت مشہور ہیں۔ آپ نے اور اوفقیہ ترتیب دیا۔ یہ اور اظہار ہیں اور باطنی امور کے حل کرنے میں اکیسرا حکم رکھتے ہیں۔ حضرت امیر حسینی سید تھے۔ آپ کا شجرہ جو اہل اسرار میں یوں درج ہے۔ امیر کبیر سید ہدائی بن شہاب الدین بن محمد بن علی بن یوسف بن تروت بن محب اللہ بن محمد ثانی۔ بن جعفر بن عبد اللہ بن محمد بن حسن بن الحسن بن جعفر بن الحجر بن عبد اللہ زاہد بن حسین الاصفہانی۔ امام زین العابدین علی ابن الحسن بن علی المرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے۔ وادی کشمیر میں جس شخص نے سب سے پہلے اسلام کو عام پھیلایا وہ سید امیر کبیر کی شخصیت تھی۔ آپ کے جانے سے پہلے لوگ چیدہ چیدہ چھپ چھپ کر اظہار اسلام کرتے تھے مگر آپ کے وادی کشمیر میں آنے سے اسلام آفتاب کی طرح چمکنے لگا۔ اور لوگ وادی کشمیر میں اسلام قبول کرنے میں فخر محسوس کرنے لگے آج تک آپ کا مزار پر انوار مخلوق خدا کے لئے مشعل راہ ہدایت ہے تواریخ اعظمی کے مؤلف فرماتے ہیں۔ کہ حضرت امیر کبیر رحمۃ اللہ علیہ میں وادی کشمیر میں وارد ہوئے تھے سید محمد خادری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شیریں اشعار آپ کی آمد پر لکھے تھے۔

میر سید علی شیر ہدائی - سیرا قلم سبہ کرد نکو ،

شد مشرف زمقدش کشمیر - اہل آل شہر را ہدایت جو

سال تاریخ مقدم اورا - یابی از مقدم شریف او

یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچ چکی ہے۔ کہ جس وقت آپ وادی کشمیر میں تشریف لائے تو آپ کے

ساتھ سادات عظام کے ستر افراد بھی ہمراہ تھے کشمیر میں پہنچتے ہی خاص و عام میں ایک جذبہ بیدار ہو گیا

اور ارشاد و ہدایت کی راہنمائی کرنے لگی۔ سر یگر کے محلہ علاء الدین پورہ جو شاہ علاؤ الدین کے نام سے موسوم تھا، میں سکونت اختیار کی۔ دریا کے جہلم کے کنارے پر پنجگانہ نماز باجماعت ادا ہونے لگی۔ دریا کے کنارے پر خانقاہ تعمیر کی گئی۔ آپ خود امامت کرتے۔ سلطان شہاب الدین بادشاہ کشمیر کے جہانی سلطان قطب الدین نہایت خلوص اور اعتقاد کے ساتھ روزانہ حاضری دیتے تھے۔ سب بقہ بادشاہ اپنی کم علمی کی وجہ سے دونوں بہنوں کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھے ہوئے تھا۔ حضرت کے وعظ اور نصیحت سے متاثر ہو کر ایک بیوی کو طلاق دے کر توبہ کی غرضیکہ آپ کی کوششوں سے شریعت محمدیہ وادی کشمیر میں روشناس ہونے لگی۔ ہزاروں بے عقل اور بے علم گمراہ لوگ اسلام سے واقف ہونے لگے بادشاہ اس وقت تک ہندو نہ لباس پہنا کرتا تھا۔ آپ کے اثر سے اسلامی لباس پہننے لگا۔ آپ نے ازراہ شفقت سلطان قطب الدین کو اپنا کلاہ مبارک عنایت فرمایا۔ تو قطب الدین نے ازسرا فخر اسے تاج شہنشاہی خیال کرتے ہوئے پہنا شروع کیا۔ وہ تاج شاہی کے ساتھ ساتھ دربار کے وقت بھی اس کلاہ مبارک کو پہنا کرتا تھا۔ حتیٰ کہ اس خاندان میں یہ سنت فتح شاہ بادشاہ تک جاری رہی اور جتنے بادشاہ گزرے انہوں نے حضرت امیر کے کلاہ مبارک کو دنیاوی تاج کے اوپر ہی رکھا۔ فتح شاہ نے مرتے وقت یہ وصیت کی تھی۔ کہ حضرت کا کلاہ مبارک اس کے کفن کے ساتھ رکھا جائے۔ اس کے بعد اس خاندان کی سلطنت زوال پذیر ہوئی۔ اور اس خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔

امیر کبیر جامع کمالات کی وفات کا واقعہ بھی مورخین نے بڑی تفصیل سے لکھا ہے تو تاریخِ غلطی میں درج ہے کہ حضرت نے تین بار کائنات ارضی کی سیر فرمائی۔ اور تینوں بار وادی کشمیر میں واپس آئے اور قیام فرمائے۔ آخر بار جب کشمیر آئے تو ۱۸۶۷ء میں اپنے شہر سے روانہ ہوئے اور رحلت فرما کر وادی کشمیر کی بجائے وادی وصال خداوندی کو چلے گئے۔ آپ موت کے دروازے پر پہنچ کر زبان پر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ رہے تھے۔ اور جان جانِ آفرین کے حوالے کر رہے تھے۔ آپ کا سن وفات بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم کے اعداد سے برآمد ہوتا ہے۔ آپ کی وفات کے بعد

سلطان محمد والی پلہکی اور آپ کے دوسرے عقیدت مندوں میں آپ کی تدفین کے بارے میں اختلاف رونما ہوا۔ سلطان محمد چاہتا تھا کہ آپ کی نعش پلہکی میں دفن کی جائے لیکن خدام چاہتے تھے کہ انہیں وادی ختلان میں دفنایا جائے۔ آخر کار آپ کے ایک مرید خاص اور یار و ساز شیخ قوام الدین بدخشی درمیان میں آپڑے اور فیصلہ کیا۔ دونوں عقیدت مندوں سے جو شخص بھی تابوت اٹھائے گا وہ اپنے مقام پر لے جائے۔ سلطان محمد اور ان کے ساتھیوں نے کوشش کی کہ تابوت کو زمین سے اٹھائیں مگر نہ اٹھا سکے۔ اور تابوت زمین سے پوست رہا۔ جب شیخ قوام الدین خود آگے بڑھے اور بذات خود اکیلے ہی تابوت کو اٹھایا۔ اور ختلان کی طرف روانہ ہوئے۔ پنجم جمادی الاولیٰ کو یہ گنج گراغاید کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت امیر کبیر سہدانی قدس سرہ کے خلفاء اور احباب جو وادی کشمیر میں آسودہ خاک ہیں حساب و شمار سے زیادہ ہیں۔ لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی اور ان کا ذکر خیر کر دیا جائے۔ آپ کے کامل ترین خلفاء میں سے میر سید حسین سمنانی تھے۔ آپ سید محمد براء زوادہ سید شہاب الدین کے بیٹے تھے۔ اسی طرح بابا تاج ایقین جو آپ کے ساتھ وادی کشمیر میں آئے تھے۔ حضرت میر کبیر نے تاج الدین کو ملک غور سے کشمیر کے حالات کی تحقیق کے لئے وادی کشمیر میں بھیجا تھا۔ وہ سلطان شہاب الدین کے عہد حکومت میں کشمیر آئے۔ کوہ پیر نیپال کی چوٹی پر پہنچے تو تھکاوٹ نے سفر کرنے سے معذور کر دیا۔ علاقہ غیر آباد بھی تھا۔ رات گزارنا بھی مشکل تھا۔ آخر کا ایک پتھر پر جسے پیریل کہا گیا تھا۔ سوار ہوئے۔ پتھر سواری کی طرح چلنے لگا۔ اور گھوڑے کی طرح مسافت کو طے کرنے لگا۔ جب اس مقام پر جہاں یہ پتھر آج بھی نصب ہے۔ پہنچے تو آپ پتھر سے نیچے اترے۔ شہر میں داخل ہوئے۔ اور خطہ کشمیر اور وہاں کے لوگوں کے حالات و اطوار قلمبند کر کے اپنے بیٹے سید حسن اور اپنے براء زوادہ سید حیدر کے ہاتھ حضرت امیر کی خدمت میں ارسال کیئے۔ چنانچہ حضرت امیر کبیر اس تحریر کی روشنی میں وادی کشمیر میں تشریف لائے۔

تواریخ اعظمیٰ میں ایک اور مقام پر درج ہے۔ کہ اربعہ عناصر یعنی آب باد آتش و خاک

سید حسن کے ذریعہ فرماں تھے۔ آپ کے فرماں سے سر نہیں پھرتے تھے۔ سید حسین اور سید حیدر کے مزارات وادی کشمیر میں موضع کولہ گام میں موجود ہیں۔

ان دو بزرگوں کے علاوہ میر سید جمال الدین صاحب کرامت سید تھے۔ خوارق کے منظر اور زہد و تقویٰ میں بے مثال تھے آپ بھی حضرت کے ہمراہ ہی وادی کشمیر میں وارد ہوئے اور وہاں ہی سکونت پذیر رہے۔ آپ بارہ مولا کے مصنفات میں موضع جہتر پگنہ کہا اور ہ نزد موضع کچاہہ اسودہ خاک ہیں۔ سید میر کمال بڑے صاحب حال و قال بزرگ تھے۔ آپ بھی حضرت میر کبیر کے حکم سے قیام فرما کشمیر ہوئے۔ اور ہدایت خلق میں مصروف ہو گئے۔ آپ بھی سری نگر کے محلہ قطب الدین میں دفن ہیں۔ سید کمال ثانی آپ کے علماء میں سے تھے۔ وہ ایک طویل عرصہ تک خطہ کشمیر میں مقیم رہے۔ اور بے پناہ ریاضت و عبادت کی۔ آپ کا مزار پُرانوار موضع ناہد کے میں زیارت گاہ و خلق ہے۔ سید جمال الدین بھی آپ کے یاراں و مسازور رفیقان ہمزاد میں سے تھے۔ سلطان قطب الدین کی استبداد پر حضرت میر کبیر نے آپ کو تدریس و تربیت کی اجازت دی تھی۔ کہ وہ کشمیر میں رہ کر اسلامی تعلیمات کو عام کریں۔ آپ نے ساری عمر تعلیم و تدریس میں گزار دی۔ اسرارِ عملہ آربوت میں دفن ہوئے۔ سید فیروز المعروف سید جلال الدین بہت بڑے بزرگ تھے۔ وہ ظاہری اور باطنی عظمت کے مالک تھے۔ وہ بھی حضرت امیر کبیر کے ساتھ کشمیر میں سکونت پذیر ہوئے۔ اور موضع سنہور متصل زعفران زار قیام پذیر ہوئے اور وہاں ہی دفن ہوئے۔

محمد کاظم المشہور بہ قاضی صاحب ریاضات کاملہ اور کرامات طی الارض کے مالک تھے۔ چنانچہ تواریخ اعظمی میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ آپ بڑے صاحب علم و تحقیق بزرگ تھے ایک وسیع کتب خانہ کے مالک تھے۔ حضرت امیر کبیر ہمدانی نے ایک بار آپ سے حوالے کے لئے فتوحات مکینہ طلب کی۔ آپ اس وقت پان پورہ میں مقیم تھے۔ مگر کتاب قصبہ طائفان میں تھی۔ یہ قصبہ وہاں سے کئی میل دور تھا۔ آپ اُٹھے اور ایک لمحہ بعد کتاب حضرت کے حوالے کر دی۔ آپ نے لٹہ پور کا مشہور بت خانہ تباہ کر دیا تھا اور وہاں کے لوگوں کو مسلمان بنایا۔

میر سید رکن دین اور فخر الدین دونوں حقیقی بھائی تھے۔ وہ بھی موضع اوابر میں مدفون ہیں۔ شیخ محمد قریشی نے بخارہ کے تب خانہ کوچین پر ایک لاکھ روپیہ صرف ہوا تھا۔ دیران کو دیا وہاں چھ سو ساٹھ بت بڑے بڑے پتھروں کے ترلشے ہوئے موجود تھے۔ سب کے سب توڑ دینے ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کی۔ اور وہاں ہی قیام فرما گئے۔ وفات کے بعد وہاں ہی دفن کئے گئے۔ سید مراد اور سید عزیز اللہ بھی آپ کے خلفاء میں سے تھے ان کے مزارات آپ کے مزار کے پہلو میں ہیں۔ شیخ احمد قریشی جو شیخ محمد کے بھتیجے تھے۔ موضع نتر۔ پرگنہ شاہدرہ میں آسودہ خاک ہیں۔ تواریخ اعظمی لکھتے ہیں کہ میں ایک بار آپ کی ظاہری زندگی میں زیارت کے لئے حاضر ہوا تھا۔ آج ان کے مزار پر انوار سے وہی تصرفات اور کرامات ظاہر ہوتی ہیں جو ان کی زندگی میں ہوا کرتی تھیں۔ حاجی محمد حافظ قرآن تھے۔ ہفت قرأت میں قرآن پاک سنایا کرتے تھے۔ آپ کا مقبرہ سلطان قطب الدین کے مقبرے کے اندر ہے۔

شیخ سلیمان پہلے تو امراء ہنود میں سے تھے۔ اور کشمیر میں رہتے تھے۔ آخر کار حضرت میر علی ہمدانی کی کوششوں سے مسلمان ہوئے۔ اور ہدایت انلی سے ہمکنار ہوئے۔ قرآن پاک حفظ کیا۔ آپ کے اغراء واقارب نے آپ کو مسلمان دیکھ کر بڑی عداوت کی۔ آپ تنگ آکر سمرقند چلے گئے۔ تحصیل علوم دینیہ کیا۔ ایک عرصہ کے بعد خطہ کشمیر میں آئے۔ مگر آپ کے چچا کے بیٹوں نے آپ سے دشمنی اختیار کر لی۔ طرح طرح کی تکالیف پہنچاتے رہے۔ آپ اپنے گاؤں سے کولات چلے گئے۔ اور حضرت میر سید علی ہمدانی قدس سرہ کی خدمت میں رہنے لگے۔ کمالات باطنی حاصل کئے حتیٰ کہ آپ قطب الاقطاب کے درجہ پر فائز ہوئے۔ آپ کے بیٹے بھی روحانی مقامات پر فائز رہے۔ آپ کا مزار جامع مسجد سرنگر کے ساتھ سید محمد نورستانی کے مزار کے پہلو میں ہے۔

حضرت میر علی ہمدانی قدس سرہ کی وفات ۷۸۶ھ ہے اس تاریخ وفات کو صاحب نفعات لانس اور تواریخ اعظمی نے درست قرار دیا ہے۔ آپ کی رحلت کے بعد سلطان قطب الدین حاکم کشمیر ۷۸۹ھ

میں فوت ہوئے۔ تو ان کے بیٹے سلطان سکندر بہت شکن ان کے جانشین ہوئے۔ تو تاریخ اعظمی نے حضرت میر کی وفات پر یہ قطعہ لکھا ہے۔

پیر عارفانِ شاہ ہمدان - کزدمش باغ معرفت بشگفت

عقل تاریخ سالِ رحلت او - سید ماعلی ثانی گفت

مدرجہ ذیل تاریخ وفات و صاحب خزینۃ الاصفیاء نے لکھی ہے۔

پیر ہمدانی علی قرۃ العین نبی - محرم سراہی واقف مانی الضمیر

سالِ رحلت علی نور ہدایت گفت - نیز ہادی سید ہمدان علی میر کبیر

اہل رفعت بدر عشق جلی سے بھی تاریخ وفات نکلتی ہے۔

۵۶۸۶

۵۶۸۶

آپ شیخ شرف الدین منیری قدس سرہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ شیخ
شیخ مظفر بلخی قدس سرہ شرف الدین نے آپ کو اپنے مکتوبات میں امام مظفر کے نام سے

موسوم کیا ہے۔ مناقب الاصفیاء میں لکھا ہے کہ شیخ شرف الدین منیری کے ایک لاکھ مرید تھے ان

میں سے تین سو حضرات واصل باللہ تھے۔ اور تین ایسے بزرگ تھے جو محبوب اللہ تھے۔ ایک جناب

مظفر بلخی۔ دوسرے ملک زادہ مظفر تیسرے مولانا نظام الدین حصاری قدس سرہم تھے۔

حضرت شیخ مظفر بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے والد مکرم جناب شمس الدین بلخی ابتدالی عمر میں ہی

دہلی میں آگئے تھے اور سلطانِ دہلی کے دربار میں ایک عہدہ پر فائز ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد

تارک الدنیا ہو کر اپنی بیوی کو لکھا کہ میں تارک الدنیا ہو گیا ہوں۔ اگر تمہیں میرے اس مقصد سے

اتفاق ہو تو اپنا مال و متاع اپنے بیٹوں کو دے کر میرے پاس آ جاؤ۔ اور صبر و قناعت کی زندگی

اختیار کر لو۔ اس نیک سیرت بی بی نے اپنے دونوں بیٹوں مظفر اور معز الدین کو بٹھا کر کہا کہ تمہارے

باپ نے مجھے تارک الدنیا ہو کر بلا یا ہے۔ میں بھی اس کے اس مقصد میں شریک ہونا چاہتی ہوں۔

میں جا رہی ہوں۔ تمہارے لئے یہ تمام مکانات اور مال و متاع موجود ہے۔ والدہ کی یہ بات سنتے

ہی دونوں بیٹوں نے کہا۔ ہم بھی دنیا کے حلالیق کو ترک کرنا چاہتے ہیں چنانچہ تمام اثاثہ اور مال و
 متاعِ غربا میں تقسیم کر دیا۔ اور والدہ کے ساتھ سفر کے وہلی آپہنچے۔ اگرچہ شیخ شمس الدین بلخی شیخ
 احمد چرم پوش بھاری کے خلیفہ تھے۔ اور شیخ مظفر فرمایا کرتے تھے۔ کہ شیخ احمد صاحب کرامت بزرگ
 ہیں۔ لیکن وہ عالم نہیں ہیں۔ اور مجھے بے علم بزرگ پر اعتماد نہیں ہے۔ مجھے تو صاحب علم بزرگ پر
 اعتماد و اعتقاد ہو سکتا ہے۔ چنانچہ آپ شیخ شرف الدین منیری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور
 مرید ہوئے۔ چونکہ ان کی بیوی آپ کے معمولات ذکر اور دیگر مشاغل میں حارح تھی اور آپ کو اس
 سے فطری محبت بھی تھی۔ آپ نے طلاق دے دی اور حالتِ تجرید میں مشغول حق ہو گئے۔

ایک دن حضرت شیخ مظفر اپنے پیرومرشد کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ حاجی شیخ منہاج الدین
 بھی اسی مجلس میں موجود تھے۔ حج کعبہ کی فرضیت میں بات چل نکلی۔ انہوں نے شیخ کی صحبت سے
 حج کعبہ کو افضل قرار دیا۔ یہ بات سنتے ہی شیخ مظفر کو بڑا غصہ آیا۔ اور بھٹ شروع کر دی کہ پریطریقت
 کی برکات سے کعبہ قریب آجاتا ہے۔ اسے شیخ کی صحبت ترک کر کے حج کعبہ میں جانے کی کیا ضرورت ہے
 اس بات نے طول پکڑا۔ تو شیخ مظفر نے شیخ منہاج الدین کو جوش میں آکر کہا۔ یہ دیکھو۔ کعبہ تو میری آئین
 میں ہے۔ شیخ منہاج الدین نے کعبہ اللہ کو دیکھ کر اپنے خیال سے رجوع کر لیا۔ مگر جب شیخ کو اس
 کرامت نمائی کا علم ہوا۔ تو آپ نے شیخ مظفر کو بلا کر فرمایا۔ تم کراوات کا اظہار کر کے یاد الہی سے غافل
 ہو رہے ہو۔ اب تمہارے لئے واجب ہے کہ حرمین الشریفین کی زیارت کو جاؤ۔ حضرت شیخ مظفر یہ
 حکم سنتے ہی بیت اللہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بیت اللہ شریف پہنچے زیارت سے فارغ ہوئے۔
 تو ہندوستان کو روانہ ہوئے۔ ابھی راستے میں ہی تھے۔ کہ حضرت شیخ شرف الدین منیری کے وصال
 کی خبر سنی۔ دورانِ سفر یہ صدمہ بے حد گراں گزرا۔ ایک رات آپ کی سرور و عالم صلی اللہ علیہ وسلم
 کی خواب میں زیارت ہوئی۔ آپ نے حکم دیا۔ کہ اس سال جلدی سے ہندوستان جاؤ۔ آئندہ اپنے بیٹوں
 کو لے کر پھر آنا۔ آپ دوسری بار مکہ مکرمہ کی طرف گئے تو اپنے بیٹوں کو ساتھ لے گئے۔ اور ساری بقایاں
 عمر دیارِ حبیب میں گزار دی۔

وفات کے قریب تقریباً بائیس دن کھانا نہ کھایا۔ کسی سے بات نہ کی۔ وصال کے وقت اپنے پیرانِ عظام کی امامت اپنے برادر زادہ شیخ حسین کو فرقہ خلافت کے ساتھ دی اور ۱۹۸۸ء میں فوت ہوئے آپ اپنے پیر و مرشد حضرت مینری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے چھ سال تک زندہ رہے۔

شد بخت چوں مظهر دین : مقتدا شیخ متقی بلخی
مختم سال رعتش سرا - ہم بگو زندہ دل ولی بلخی

۱۹۸۸ء

۱۹۸۸ء

اسم گرامی شیخ علی بن شیخ ابو بکر بن شیخ احمد بن شیخ
مولانا زاہد مرغابی قدس سرہ : محمود بن شیخ سہیل تانبادی تھا۔ موضع تانبادجام
کے قریب ہی ایک قصبہ تھا۔ آپ ظاہری علوم میں حضرت شیخ نظام الدین ہروی کے شاگرد تھے۔
لیکن وہ لگاتار اتباع سنت اور ریاضت کرتے رہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے علوم باطن کے دروازے
کھول دیئے آپ صاحب کرامات اور خوارق عالیہ ہو گئے حضرت شیخ جام کے اویسی تھے
آپ حضرت جام کے روضہ مبارکہ کی زیارت کے لئے سر برہنہ اور پاپیادہ جایا کرتے تھے
حضرت خواجہ نقشبند بہاء الدین قدس سرہ آپ کی ملاقات کو گئے تو آپ نے پوچھا۔
حضرت خواجہ آپ کا اسم گرامی کیا ہے۔ آپ نے بتایا مجھے بہاء الدین نقشبند کہتے ہیں۔ فرماتے
گئے میرے لئے بھی نقشبندی فرمادیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ میں تو آپ سے نقش یعنی آیا ہوں
دو دنوں بزرگ ایک غرصہ کے لئے ہم مجلس اور ہم صحبت رہے۔

حضرت مولانا زاہد مرغابی سے تیمور بادشاہ کو بے حد عقیدت تھی جس ہم پر جاتا آپ سے
دعا کا طالب ہوا کرتا تھا۔ آپ کی وفات بروز جمعرات یکم ماہ محرم ۱۹۹۱ء کو ہوئی تھی۔ آپ کا
مزار موضع تانباد میں ہے

جناب شیخ زاہد عابد حق - کہ بود در ادبیائے نامی گرامی
چو از دنیا بفر دوس بریں رفت - با لشش شد ندامت ^{۱۷۹۱} نامی

آپ کا مسکن خطہ پاک شیراز تھا۔ تھان لیب

خواجہ شمس الدین حافظ شیرازی قدس سرہ: اور ترجمان الاسرار کے القاب سے

مشہور تھے۔ آپ کی زبان حق ترجمان سے اسرار غیبیہ کا ظہور ہوتا تھا۔ حضرت عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ آپ کے پیرو مرشد کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ اور سلسلہ تصوف میں کس طائفہ صوفیہ سے تعلق رکھتے تھے لیکن آپ نے جس انداز سے صوفیانہ گفتگو فرمائی ہے۔ اسے کسی سلسلہ کے بزرگ کو اختلاف نہیں ہو سکا۔ صوفیہ کے تمام سلسلوں کے بزرگان دین متفق ہیں کہ حافظ شیرازی کے پائے کا دیوان آج تک کسی صوفی کے قلم نے مرتب نہیں کیا۔ دنیا بھر کے مفکرین آپ کو صاحب کشف و کلمات مانتے ہیں کوئی شخص حالات آئندہ سے واقف ہونا چاہتا ہو تو اسے حضرت حافظ پر فاتحہ پڑھ کر اور پوری توجہ اور عقیدت سے دیوان حافظ کھولے سب سے پہلے جو شعر سامنے آئے اس سے فال برآمد ہوگی۔

شہزادہ دارا شکوہ اپنی کتاب سیکینۃ الادبیاء میں تحریر فرماتے ہیں کہ جہانگیر بادشاہ اپنے والد کی آزدگی سے ڈر کر دربار شاہی سے دور ہو گیا تھا اور الہ آباد میں رہنے لگا۔ وہ ایک دن سوچنے لگا کہ اسے اپنے والد کے پاس حاضر ہونا چاہیے یا نہیں۔ ایک دن اس نے حضرت خواجہ حافظ کا دیوان منگوا یا۔ اور جو صفحہ کھولا اس پر یہ غزل نظر آئی۔

چرانہ در پے عزم دیار خود با شتم - چرانہ خاک رہ کوئے یار خود با شتم
غم غریبی و غربت چو بر نمی تا بم - بہ شہر خود روم و شہر یار خود با شتم
ز مخرمان سراپردہ وصال شوم - ز بندگان حسد و ننگار خود با شتم
چو کار عمر نہ پیداست جاوداں اولیست - کہ روز واقعہ پیش نگار خود با شتم
بود کہ لطف ازل را ہموں شود و حاقط - و گرنہ تا بابد شرمسار خود با شتم

جہانگیر یہ فال دیکھتے ہی اٹھا۔ اور بلا تردد اپنے والد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس واقعہ سے پھر ماہ بعد اکبر بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔ اور جہانگیر بادشاہ بن گیا۔ حضرت دارا شکوہ لکھتے ہیں کہ میں نے اس واقعہ کو اس غزل کے حاشیہ پر دیوان حافظ میں جہانگیر کے قلم سے لکھا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

ملا عبد القادر بدایونی نے لکھا ہے۔ کہ حضرت حافظ شیرازی خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ کے مرید تھے۔ اکثر صوفیاء نقشبند فرمایا کرتے تھے۔ کہ خواجہ شیرازی کے دیوان سے نسبت نقشبندیہ کی خوشبو آتی ہے۔

حضرت خواجہ حافظ کی وفات صاحب نفحات الانس نے ۹۲۰ھ لکھی ہے۔

سان الغیب حافظ پیر شیراز - زدنیا رفت و شد سرور جنت

عیان شد سرور اسالی وصالش - ولی طوطی گلزار جنت

مخبر الواصلین کے موصوف نے آپ کو ان اشعار سے یاد کیا ہے۔ اور انہوں نے آپ کا سنی وفات ۹۱۰ھ لکھا ہے۔

چو شمس الدین حافظ پیر شیراز - بخت رفت زین دنیائے پرخار

وصالش ہشت شمس الدین منور - وگر ہم زبدہ دین شاہ ابرار

۹۱۰ھ

۹۱۰ھ

۱۔ حافظ شیرازی جات ظاہری سے پردہ پوش ہوئے تو آپ کا مزار مرجع طلبان اور مہبط انوار الہیہ بن گیا بقول پیر علی نقی

ہر روزی مطاف اہل دل و قبلہ مردمان صاحب نظر رہا بقرتان میں مقام مصلی پر آسودہ خاک ہوئے۔ اہل محبت آج تک آپ کے

مزار اور زیارت گاہ سے متعلق ہیں۔ دنیائے اسلام کی شاہ میر نے مزار پر پہنچ کر فال لی۔ ان میں شاہ اسماعیل صنوی۔ شاہ عباس کبیر

آزاد خان افغان کے نام قابل ذکر ہیں ۱۱۸۴ھ میں کریم خان زند نے آپ کے مزار پر شاندار گنبد بنایا۔ گنبد کی تعمیر پر حافظ کی غزلیں

لکھوائیں ۱۲۰۳ھ میں طاب پطمران فارس نے چہر مت کرائی۔ ۱۲۹۵ھ معتمد الدولہ فرہاد مرزا آغا نے کیا، ۱۳۳۱ھ ارد شیرزی نے

روضہ کی تعمیر میں بٹا حصہ لیا۔ سید علی اکبر مرحوم نے یہ کہہ کر کہ ایک نفر گنبد پر خواجہ راسخہ است مزار کو اکھاڑ دیا اور ۱۳۱۸ھ میں

والی فارس کے شہزادہ شجاع السلطنہ نے زین الدولہ انجیر کے اسم میں از سر نو تعمیر کرایا ۱۳۵۵ھ میں ایلن کی وزارت تعمیر نے قائم

آپ ظاہری اور باطنی علوم میں جامع تھے۔
مولانا ظہیر الدین خلوتی قدس سرہ زہد و تقویٰ اور ورع میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔ حضرت شیخ سیف الدین خلوتی سے نسبت ارادت رکھتے تھے۔ آپ ہی کی خدمت میں پندرہ سال گزار دیئے۔ قرأت قرآن میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ میں نے قرآن پاک کو اسناد کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں زیارت کی تھی۔ آپ نے فرمایا ظہیر الدین مجھے قرآن سناؤ۔ میں نے اول سے آخر تک حضور کو قرآن سنایا ہے حضور نے مجھے اس عظمت پر آفرین فرمائی تھی۔

آپ چلہ میں بیٹھے تو ہر دسویں دن آپ گندم سے افطاری فرمایا کرتے تھے۔
 آپ کی وفات ۸۳۰ھ میں ہوئی تھی۔ اپنے پیرومرشد کے مزار کے پہلو میں قبرستان خلوتیاں میں دفن ہوئے تھے آپ کے پیر سیف الدین خلوتی شیخ محمد خلوتی کے مرید تھے۔ کہتے ہیں جب آپ خوارزم میں ذکر بالجہر کرتے تو چار میل تک آواز جابجا کرتی تھی۔ ان کا وصال ۸۳۳ھ میں ہوا تھا اور مزار مبارک گورستان خلوتیاں میں گاؤں گاہ چل کے پاس ہے۔
 شیخ ظہیر الدین خلوتی کا سن وفات ان اشعار سے نکلتا ہے۔

بچوں ظہیر الدین بصد عز و وقار - رفت زین دنیا بخت جنتی
 شد ندا از بہر سال وصل او - اہل دین مہدی کامل متقی
 آپ بہت بڑے بزرگ اور صاحب حال تھے۔ ظاہری
شیخ کمال خمیدی قدس سرہ طور پر لباس شعراء میں گزارا۔ مگر حقیقت میں صاحب
 عرفان تھے۔

ایک دفعہ دریا میں سخت طغیانی آئی۔ آپ جس گاؤں میں سکونت پذیر تھے۔ موجوں کی زد میں آ گیا۔ لوگوں کو خطرہ لاحق ہو گیا کہ دریا گاؤں کو بہا لے جائے گا۔ آپ کے پاس صورت حال بیان کی گئی تو آپ نے فرمایا۔ میرا خیمہ دریا کے کنارے لگایا جائے۔ انشاء اللہ

دریا ہٹ جائے گا۔ ایسا ہی کیا۔ پانی اپنی جگہ سے ذرہ بھر آگے نہ بڑھا۔ سفینہ آلا دلیا، کے موٹے
نے آپ کا سن وفات ۱۳۳۲ھ لکھا ہے۔ مگر تذکرۃ العاشقین نے ۱۳۵۲ھ لکھا ہے۔ آپ کا مزار
پر انوار تبریز میں واقع ہے۔

شیخ کامل کمال دین نبی - بود اہل جلال و جاہ و جلال

گفت دل بہر سال ترحیلش - گوزہ ہے آفتاب بدر کمال

ہیم قبول دگر رستم کردم - منبغ حسن ماہتاب جمال^{۱۳۰۳}

آپ بڑے عالی ہمت بزرگ تھے۔ آداب

مولانا سعد الدین نفاذانی قدس سرہ: شریعت اور مقامات طریقت کی حفاظت

کرتے تھے علوم ظاہری اور باطنی میں طاق تھے۔ ترک و تجرید میں معدون تھے۔ صرف و نحو فقہ و

حدیث اور تفسیر کے علاوہ منطوق معقولات و معانی میں یدِ طولی رکھتے تھے۔ مختصر معانی اور مطول

آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ آپ ۱۳۳۲ھ میں فوت ہوئے تھے۔

جناب شیخ سعد الدین اسعد - کہ بود او عالم و عامل بہشتی

جو جسم سال ترحیلش زہاتف - ندا آمد بگو کامل بہشتی

آپ شیخ اسماعیل قدس سرہ کے مرید تھے۔ حضرت شیخ اسماعیل

مولانا محمد شریں قدس سرہ: شیخ نور الدین غزالی کے اجاب میں سے تھے جو شیخ

کمال خجندی کے مصاحب تھے۔ مولانا شریں بڑے صاحب تقویٰ اور درج بزرگ تھے آپ کے

اشعار حقائق و دقائق سے پڑتے تھے۔ مغربی تخلص تھا۔ یہ ان کا ایک مشہور شعر درج کیا جاتا ہے۔

چشم گراہن ست ابرئے این ناز و آن عتوہ این - اوداع اے زہد و تقویٰ الفراق اے عقل دین

آپ کا وصال ۱۳۳۹ھ میں ہوا۔ ایک قول میں ۱۳۳۵ھ میں ہوا جبکہ آپ کی عمر ساٹھ سال تھی

جو شریں رخت از دنیا کے نول بست - بخت یافت از درگاہ حق بار

وصالت بہت شہین قطب واصل - دگر از دل ندا شد تاج ابرار

۵۸۰۸

۵۸۰۸

دوبارہ ہادی حق قطب شہین - رقم شد رحلت آن شیخ حق یار

۵۸۰۹

۵۸۰۹

آپ حضرت امیر کبیر بھدانی کے فرزند ارجمند اور

حضرت شیخ میر محمد بھدانی قدس سرہ خلیفہ اعظم تھے آپ اپنے والد کی وفات کے

بائیس سال بعد خط کشمیر میں وارد ہوئے۔ اور بارہ سال تک ہدایت خلق میں مشغول رہے اور اسلام

کی اشاعت و ترویج میں مصروف رہے سلطان قطب الدین اور سلطان سکندر بہت شکن آپ کے

حلقہ اطاعت میں رہتے تھے۔ یہ صالحہ بی بی تاج خاتون جو حضرت حسن بہادر کی بیٹی تھیں۔ آپ

کے نکاح میں آئیں۔ آپ کی وفات صرف پانچ سال رہی تو وفات پا گئیں۔ سلطان قطب الدین

کے وزیر مملکت ملک سبہد جو آپ کے دست حق پرست پر ایمان لایا تھا کی بیٹی آپ کے عقد ثانی میں

آئی آپ نے بادشاہ کے لئے ایک رسالہ لکھا تھا۔ جو علم تصوف پر مشتمل تھا۔ منطلق کی ایک کتاب سلطان

کے لئے لکھی۔ یہ کتاب رات بھر میں لکھی گئی تھی آپ کی کوششوں سے اسلامی تہذیب نے اس قدر

ترقی کی تھی۔ کہ سارے کشمیر میں مزامیر اور لعود و لعب کی محفلیں بند ہو گئیں تھیں۔ دربار سلطانی کے علاوہ

ڈھول کی صدا کہیں سے نہیں آتی تھی۔

سلطان سکندر نے آپ کے لئے چشمہ کے کنارے ایک خانقاہ عالی شان تعمیر کی تھی۔ یہ عمارت

۱۶۹۸ء میں بنا شروع ہوئی ۱۶۹۹ء میں مکمل ہوئی تھی آپ کے آپ ایک گراں قدر عمل بد نشان تھا۔

آپ نے یہ عمل سلطان سکندر کو دے دیا تھا ۱۶۹۸ء میں سید محمد حج بیت اللہ کو روانہ ہوئے تو

سلطان سکندر کو اسلام کی اشاعت کی تاکید فرمائی۔ بادشاہ نے اس نصیحت پر عمل ہونے کا عہد کیا۔ اور

اس سلسلہ میں ہزاروں بت خانوں کو مسمار کر کے دعوت اسلام عام کرتا رہا تو تاریخ اعظمی میں درج

ہے کہ سلطان سکندر بہت شکن نے جن غیر مسلموں کو دولت اسلام سے نوازا ان کے جنود زناں جمع کئے

گئے تو تین فروارے تھے۔ انہیں تین بار بلایا گیا ۱۸۸۵ء میں سکندرہ پورہ کے بہت بڑے بت خانہ کو سمار کر کے وہاں مسجد تعمیر کی۔ اس مسجد میں تین سو دو ستون قائم کئے گئے اس کی بلندی چالیس ذرعہ شرعی تھی۔ یہ مسجد تین سال کے عرصہ میں مکمل ہوئی تھی۔ اسی مسجد کے علاوہ واری میں اور بھی بہت سی مساجد تالاب اور عالیشان محلات تعمیر کرائے تھے۔

حضرت سید میر محمد ہمدانی حج سے واپسی پر خط کشمیر میں آئے تو کولاب کے مقام پر پہنچے یہ وہ مقام تھا۔ جہاں امیر کبیر واصل بحق ہوئے تھے۔ آپ کا وصال اسی مقام پر ہوا اور اپنے والد کے پہلو میں دفن کئے گئے۔ تواریخ اعلیٰ نے آپ کی وفات کا واقعہ ۱۸۰۹ء لکھا ہے سلطان سکندر بت شکن ۲۵ سال سلطنت کرنے کے بعد ۱۸۲۰ء میں فوت ہوئے تھے۔ ان کی وفات کے بعد امیر تمور گورگانی نے ہندوستان فتح کرنے کے لئے لشکر کشی کی۔ تو سلطان سکندر کے بیٹے شاہی خان المعروف بہ زین العابدین نے امیر تمور کے دربار میں گراں قدر تحائف بھیجے اور اس کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ امیر تمور زین العابدین کے تحائف سے بے حد خوش ہوا۔ اور حکومت کشمیر انہیں کے زیر نگرانی رہنے دی اور خلعت شاہانہ بھی عطا کی۔

سلطان سکندر کی وفات کے بعد ان کا بیٹا سلطان علی تخت نشین ہوا تھا اور اس نے پھر سال نو ماہ حکومت کی۔ اور تارک الدنیا ہو کر اپنے بھائی زین العابدین کو تخت نشین کر دیا۔ خود بیت اللہ کوردانہ ہو گیا۔ ابھی بمقام کپہلی پہنچے تھے۔ تو سلطان علی کی بیوی نے جو راجہ جھول کی بیٹی تھی۔ اپنے خاوند کو سلطنت چھوڑنے پر طعن و تشنیع کی۔ اور حج پر جانے سے وک دیا۔ اور ایک لشکر کے ساتھ دوبارہ حملہ کرنے اور تخت نشینی کے لئے تیار کر دیا۔ ملک سلطان علی کی تیاری کی خبر زین العابدین کو پہنچی۔ تو بارہ مونس سے ایک بہت بڑا لشکر لے کر کپہلی کے راستہ میں قیام پذیر ہوا۔ اور اپنے بھائی سلطان علی پر فتح حاصل کر کے اسے قید کر لیا۔ سلطان علی قید خانے میں ہی واصل بحق ہوا۔

رفت از دنیائے دواں اندر جہاں - چوں محمد سید اہل یقین
گفت تاریخ وصالش اوعیاں - مہرباں عادل محمد میر دین
صاحب ورع و تقویٰ بزرگ تھے۔ علوم
میر سید شریف علامہ عبرجانی قدس سرہ :- حدیث تفسیر میں یگانہ روزگار تھے۔
بیس سال میں ہی مختلف اقسام کے علوم مروّجہ پر دسترس حاصل کر لی تھی۔ اور سلسلہ تدریس جاری
کر دیا تھا۔ آپ کی تصانیف میں سے شرح قطبی۔ سراجی بہت مشہور کتابیں ہیں۔ آج تک درسیات
میں پڑھائی جاتی ہیں۔ تفسیر کشف پر اسرار التزویل، حاشیہ لکھا۔
آپ کی ولادت ۱۰۴۰ھ میں ہوئی۔ مگر وفات ۱۱۰۸ھ میں ہوئی۔

اشرف و اکرم شریف دو جہاں - زینت اسلام پر دین حنیف
ہست تویدش خلیل اہل دل - رحمتش سید ولی حق شریف

سلسلہ شطاریہ کے بانی اور امام طریقت
۱۰۶۰ھ
شیخ عبد اللہ شطاری علیہ رحمۃ اللہ باری :- اور پیشوائے حقیقت تھے۔ آپ نے
رسالہ اشغال شطاریہ میں اپنے سلسلہ عالیہ کے مقامات و احوال قلمبند کئے ہیں آپ کے آبا و اجداد
کی نسبت حضرت شیخ شہاب الدین بہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ طریقت میں آپ شیخ محمد طیفوری
سے بیعت تھے۔ وہ شیخ محمد عاشق اور وہ شیخ خدا قلی اور اپنے والد محمد خدا قلی ماوراہنزی اور وہ
خواجہ ابوالحسن فرقانی اور وہ خواجہ ابوالمنظف مولیٰ ترک طوسی وہ خواجہ ابویزید العسقی اور وہ خواجہ
محمد المغربی اور وہ خواجہ ابویزید بسطامی اور وہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مرید تھے
(رضی اللہ عنہم)

سلسلہ طیفوریہ میں جو شخص سب سے پہلے شطاریہ طریقت پڑھا۔ وہ حضرت شیخ عبد اللہ
تھے۔ شطارا اصطلاح میں تیز رو کو کہتے ہیں۔ مگر صوفیاء میں اس شخص کو شطار کہا جاتا ہے جو فنا فی اللہ
اور بقا باللہ کے رتبہ عالیہ کو حاصل کرے۔ حضرت شیخ عبد اللہ ریاضات اور مجاہدات میں کما حقہ

میں کمال حاصل کر چکے۔ تو آپ کو شطاری کہا جانے لگا۔ سب سے پہلے حضرت شیخ محمد نے آپ کو شطاری کے خطاب سے مخاطب فرمایا۔ اور فرقہ خلافت سے نوازا۔ اور حکم دیا کہ وہ برصغیر ہندوستان (پاکستان) میں جائیں۔ اور جس جگہ قیام کریں معرفت کا غلغلہ برپا کر دیں۔ تاکہ لوگ ہدایت حاصل کر سکیں۔ اگر کسی بزرگ سے ملاقات ہو تو اسے بر ملا کہہ دیں کہ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ تمہیں بخش دیں۔ مگر نہ میرے پاس جو کچھ بھی ہے میں دینے کو تیار ہوں۔ آپ اپنے پڑوسرشد کے حکم پر اپنی معرفت اور ولایت کا اظہار اعلانیہ کرنے لگے اور بلا جھجک کہنے لگے جو بھی اللہ تعالیٰ کی تلاش میں آنا چاہتا ہے۔ میرے پاس آئے۔ میں اسے خدا تک پہنچاؤں گا۔

آپ برصغیر میں پہنچے۔ تو ہندوستان کے شہر لاکھپور قیام پذیر ہوئے وہاں شیخ حسام الدین دراجی سید حامد اور شاہ سید ایک جگہ تشریف فرما تھے۔ شیخ حسام الدین نے کہا کہ شیخ عبد اللہ مسافر ہیں اور مقیم ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ہم ان کے پاس چلیں اور ملاقات کریں۔ چونکہ تینوں حضرات مجلس سماع میں بیٹھے تھے۔ اور انہوں نے جوش سماع میں اپنے کپڑے بھی قوالوں کو ٹاڈ دیئے تھے اور ان کے پاس دوسرا لباس بھی نہیں تھا۔ کہہ پس کہ جائیں۔ اتفاقاً ایک مرید نے شیخ حسام الدین کو روئی والی رضائی پیش کی۔ تو شیخ حسام الدین نے اس رضائی کے تین حصے کر دیئے۔ رنگین کپڑا سید حامد شاہ کے حوالے کیا۔ زہرین اسرید و شاہ کو دیا اور خود روئی پٹھے روانہ ہوئے اور اذ انتم الفقرا فہو اللہ (جب تم فقیر ہو تو تمہارا اللہ ہی اللہ ہے) کا لباس پہنے چلے حضرت حسام الدین کا سر نکلا تھا۔ راستہ میں آپ کا ایک مرید آپ کے لئے پائل کا ایک بیڑہ ایک چوڑے سے پتے میں رکھے لارہا تھا پیش کیا۔ شیخ حسام الدین نے پائل کے پتے تو بانٹ دیئے۔ مگر وہ چوڑا پتہ ٹوپی بنا کر سر پر رکھ لیا اور ایک پرانی سی رسی لے کر کمر بند بنا لیا۔ اور اس ہمت کذائی میں حضرت عبد اللہ شطاری کی ملاقات کو پہنچے۔ شیخ عبد اللہ ان دوستوں کی آمد سے پہلے ہی اذرہ کشف خبردار تھے۔ اپنے نیچے سے نکلے۔ اور فرمایا مجھے ڈر ہے کہ حسام الدین کی آتش فقر سے میرا خیمہ جل جائے۔ اور میرا سب کچھ جلا کر راکھ کر دے۔ چنانچہ چاروں حضرات ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے حضرت عبد اللہ شطاری نے حسب دستور کہا کہ مہربانی

فرما کر میری حالت پر توجہ فرمائیں اور جو کچھ عطا کر سکتے ہیں۔ میری جھولی میں ڈال دیں۔ میں طالب ہوں محتاج ہوں ورنہ مجھے جو کچھ اپنے پیرانِ عظام سے ملا ہے۔ آپ لوگوں کے لئے حاضر ہے۔ شیخ حسام الدین نے انکساری اور تواضع سے کہا میرے پاس تو کچھ نہیں۔ جو آپ کو دے سکوں جو کچھ مجھے اپنے مشائخ سے ملا ہے ابھی تک میں اس کے مطالعہ سے فارغ نہیں ہوا۔ مجھے آپ سے کچھ لینا ہے۔ عبد اللہ شطاری شیخ حسام الدین کے اس جواب سے بڑے خوش ہوئے۔ فرمانے لگے! الحمد للہ میں نے سر زمین ہندوستان میں ایک ایسا عارف کامل دیکھا ہے۔ جس کی پرواز کوئین سے بھی ماورای ہے۔ اس کے بعد آپ جو پور کی طرف روانہ ہوئے۔ اور وہاں ہی شہرت پائی۔ قاضی منیری اور دوسرے عزیزوں سے آپ سے روحانی تربیت حاصل کی۔

ایک دن سلطان ابراہیم شرتی نے آپ کو کہا میں نے سنا ہے آپ خدا رسانی کے دعویٰ دار ہیں میرے لئے نگاہ التفات کیوں نہیں فرماتے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو کسی نہ کسی کام کے لئے پیدا فرمایا ہے تم کاروبار سلطنت میں مشغول رہو۔ مخلوق خدا کو زیادہ سے زیادہ نفع پہنچا سکتے ہو۔ سلطان ابراہیم نے کہا اچھا۔ اس مجلس میں بہت سے لوگ موجود ہیں کسی اور پر ہی توجہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ جو ہر قابل شرط ہوتی ہے۔ سلطان نے کہا۔ اس ملک میں ہزاروں لوگ ہیں کیا ایک بھی جو ہر قابل نہیں۔ بادشاہ کی یہ بات سن کر شیخ پر حالت وجد طاری ہو گئی۔ آپ نے نگاہ اٹھائی۔ دیکھا کہ ایک خوش شکل نوجوان بادشاہ کے سر پر کھڑا مکیاں ہٹا رہا ہے۔ آپ نے اسی پر تصرف فرمایا اُس کے ہاتھ سے رومال گر پڑا بے ہوش ہو گیا۔ بادشاہ کی غلامی چھوڑ کر فقرا میں داخل ہو گیا اور حلقہ مریدان حضرت عبد اللہ شطاری میں داخل ہو گیا۔ یہ دیکھ کر بادشاہ اور دوسرے اہل مجلس حیران رہ گئے لیکن اب مجلس کا رنگ دوسری طرف ہو چکا تھا۔ شیخ کو اس شہر میں رہنا پسند نہ آیا اور اس قسم کی کرامت طلبی کا انداز پسند نہ آیا۔ چنانچہ آپ نے جو پور کو الوداع کہا اور مالوہ کی طرف چلے گئے۔ شاہ مالوہ نے بھی شیخ کو بڑے اعزاز و اکرام سے شہر مند و جو مالوہ کا دار الخلافہ تھا۔ قیام کرنے کے لئے سہولتیں دیں۔ آپ ایک عرصہ تک اس شہر میں مخلوق خدا کی

خدا رسائی کرتے رہے۔

حضرت شیخ عبداللہ کا معمول تھا کہ اگر کوئی شخص مرید ہونے کے لئے حاضر ہوتا تو آپ اس کی تواضع کرتے اور کھانے کو روٹی اور شوربہ عنایت فرماتے اور کسی شخص کو مقرر کر دیتے کہ یہاں کو دیکھتے رہو۔ کہ آیا وہ روٹی اور سالن ایک جیسا کھاتا ہے یا روٹی اور شوربے میں کمی بیشی کرتا جاتا ہے اگر دونوں چیزیں ایک انداز سے سے کھاتا تو آپ اندازہ لگا لیتے کہ یہ اعتدال پسند ہے۔ اور اس کی فراست اور دانشمندی پر معمول کرتے اور اسے کچھ نہ کچھ تربیت باطنی دیتے، اگر ایسا نہ ہوتا تو اس کو بے خبر اور بے اعتدال جان کر کچھ دظائف وغیرہ بتا دیتے۔ تاکہ اُس کی ظاہری صورت حال درست ہو جائے۔ لطائف اشرفی میں لکھا ہے کہ جب میر اشرف جہانگیر رحمۃ اللہ علیہ مالوہ میں تشریف لے گئے عبداللہ شطاری کو ملنے آئے۔ دونوں بزرگوں نے ملاقات کی۔

شیخ عبداللہ شطاری کا وصال ۸۳۲ھ میں ہوا تھا۔ آپ کا مزار قلعہ مندو کے اندر ہے شیخ پیر میرٹھی جو آپ کے سلسلہ شطاریہ کے معروف بزرگ ہیں جہانگیر بادشاہ کے ساتھ قلعہ مندو میں گئے تھے۔ اور شیخ عبداللہ کا بہت عالی شان مزار بنایا تھا۔

جناب شیخ عبداللہ شطاری شاہ والا - چو از دارِ فنا رفتہ مقرب حضرت باری
پے سالِ وصالِ او بسرورِ ازل پر خم - ند آند کہ قطب ہند عبداللہ شطاری

۵۸۳۲

آپ توحید صوفیہ میں سے تھے اور گجرات میں قیام پذیر
شیخ علی پیر و گجراتی قدس سرہ: تھے۔ علوم ظاہر و باطن کے عالم تھے اور صاحب تصانیف
و تالیفات تھے۔ تفسیر رحمانی آپ ہی کی تالیف ہے اور اولیٰ التوحید کے نام سے ایک رسالہ بھی
لکھا تھا جو بڑا مشہور ہوا۔ آپ ۸۳۵ھ میں فوت ہوئے۔

شیخ دین نبی و پیرِ دینی - بود عالی ولی گجراتی
سال و صلش چو از خرد جہنم - گفت کامل علی گجراتی

۵۸۳۵

فرز زمانہ اور فاضل یگانہ تھے۔ دکن کے علاقہ مہایم میں

شیخ علی بن احمد مہایمی قدس سرہ :- سکونت پذیر تھے تفسیر مہایمی آپ کی تالیف ہے۔ جو اہل علم میں مقبول ہوئی۔ آپ کی وفات ۵۸۳۵ھ میں ہوئی۔

شہزاد نیا چودر بہشت بریں - والی ملک دین عسلی ولی
گوصالش علی عدیم المثل ۱ - ہم بخواں زبدہ بہشت علی

۵۸۳۵

۵۸۳۵

آپ آذر بایجان کے رہنے والے تھے۔ مولد تبریز تھا ابتدائی

شاہ قاسم انوار قدس سرہ :- عمر میں شیخ صدر الدین اردبیلی قدس سرہ سے بیعت ہوئے
پھر شیخ اوحہ الدین کرمانی کے خلیفہ شیخ صدر الدین مینی کے مرید ہوئے حضرت خواجہ بہاد الدین
نقشبند سے بھی فیض حاصل کیا۔ آپ کا دیوان حقائق و معرفت کے اشعار سے مالا مال ہے آپ
نے ۵۸۳۵ھ میں وصال پایا۔ مزار پر انوار فرجام میں ہے۔

جناب شیخ قاسم نیر نور - پوشد در خلد آں مرحوم و مغفور
خرد از بہر سال انتقالش ، - بگفتا شاہ سید قاسم نور

آپ کی کنیت ابو بکر تھی۔ ظاہری اور باطنی علوم میں

شیخ زین الدین خوانی قدس سرہ :- جامع تھے اول سے آخر تک اللہ کی توفیق حاصل

ہوئی اور جادہ شریعت اور راہ سنت پر گامزن رہے طریقت میں شیخ نور الدین عبدالرحمان

قریشی مصری قدس سرہ کے مرید ہوئے وہ شیخ سیف نورانی کے مرید تھے۔ اور وہ شیخ تاج الدین حسن

شمیری اور وہ شیخ محمود اصغہانی اور وہ شیخ عبدالصمد نظیری اور وہ شیخ علی ربغش اور وہ شیخ

شہاب الدین ہروری کے مرید تھے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کہتے ہیں آپ کو آخرین عمر میں ایسا

جذب حاصل ہوا کہ رات بھر اپنے آپ سے بھی غائب رہتے اور خاموش پڑے ہوتے۔ آپ ہفتہ

کی رات ۵۸۳۵ھ میں واصل بحق ہوئے۔ پہلے آپ کو قصبہ بالین میں اماں تادفن کیا گیا۔ پھر آپ کی

نقش کو درویش آباد میں لے جا کر دفن کیا گیا۔ پھر وہاں سے بھی ہرات کی عید گاہ کے پاس سپرد خاک کیا گیا۔ آپ کے مزار کو ہر بار پر ایک عالی شان عمارت بنائی گئی تھی۔

جناب پیر زین الدین شیردین - کہ شاہے بود در پیران اسلاف

چو سرور سال ترحیلش ز دل جست - نداشتند زین دین ہادی خوات

آپ اولیاء ہند میں کبار شائخ میں شمار ہوتے تھے۔ شیخ بدیع الدین مدار قدس سرہ^۱ بڑی بڑی عجیب و غریب کرامات کا اظہار ہوتا ہے مقامات ارجمند پر فائز تھے حضرت شیخ مدار کی بزرگی اعلا طہ تحریر میں نہیں آسکتی۔ اخبار الاخبار - معارج الولاہت۔ تذکرہ العاشقین اور مناقب الاولیاء جیسی کتابوں کی سند سے یہ بات صحیح ہے کہ آپ مقام صمدیت پر فائز تھے۔ بارہ سال تک کھانا نہیں کھایا۔ ایک بار جو لباس پہن لیا وہ کبھی سیلا نہیں ہوا۔ آپ اپنے چہرہ منور کو حجاب میں رکھا کرتے تھے۔ ان کے حسن و جمال میں اتنی کشش تھی کہ جو کوئی آپ کو دیکھتا سجدہ میں گر جاتا۔ آپ کا سلسلہ خلافت پیران کبرویہ سے ہوتا ہوا حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔

صاحب معارج الولاہت نے کشف النعمات کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ شیخ عبد اللہ شکی خلیفہ حضرت شیخ طیفور شامی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاحب تھے کے مرید تھے۔ شیخ طیفور شامی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے معجزانہ کمال سے زندہ رکھا اور انہیں حکم دیا تھا کہ فلاں پہاڑ کی غار میں چھپ رہو۔ ایک وقت آئے گا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوگا ان کے ہاتھ پر بیعت ہونا۔ چنانچہ حضور کے زمانہ میں آپ حاضر و بار رسالت ہوتے اور حضور سے کمالات باطنی حاصل کئے۔

حضرت شاہ بدیع الزماں مدار قدس سرہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اولیٰ تھے۔ سید اشرف جہانگیر قدس سرہ نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ شیخ سعد اللہ کیسہ دار کنتوری نے چار دہ خانوادہ سلسلہ تصوف میں سے تھے۔ حضرت شاہ بدیع الزماں مدار نے بھی استفادہ کیا ان

کے جواب میں ایک مکتوب لکھا تھا جس کا نُب لباب یہ ہے کہ مشائخ میں ایک خانوادہ اویسی ہے جس میں اکثر مشائخ عظام ہوئے ہیں۔ اس سلسلہ عالیہ کے سرور حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو باطنی طور پر حضور کی صحبت کے تربیت یافتہ تھے۔ چنانچہ جو ولی باطنی طور پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ کرتا ہے۔ یا کسی دوسرے بزرگ سے فیضان حاصل کرتا ہے اور روحانی طور پر بیعت ہوتا ہے۔ وہ اویسی کہلاتا ہے۔ چنانچہ شاہ مدار بھی ایسے پیر ہیں۔ جنہوں نے باطنی اور روحانی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تربیت پائی اور اویسی کہلاتے۔ بزرگان دین میں سے حضرت ابوالقاسم گرگانی۔ شیخ ابوالحسن خرقانی بھی اویسی ہیں۔ شیخ نظام الدین گنجوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اویسی تھے۔ انہوں نے بھی باطنی فیض حضور سرور کائنات کی روح پر فتوح سے حاصل کیا تھا۔ حاقظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے زمانہ کے مقتدائے مخدومان عالم اسلام تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست روحانی فیض یافتہ تھے۔ آپ کو لسان الغیب کا خطاب اسی وجہ سے ملا تھا۔

خواجہ محمد رشید رحمۃ اللہ علیہ اپنا سلسلہ مدار یہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”بندہ امیدوار رحمت کہ دگار محمد رشید مصطفیٰ جمالی کہتا ہے۔ کہ میں نے اس سلسلہ میں اپنے بھائی محمد تقی سے اجازت حاصل کی تھی۔ انہوں نے شمس الدین محمد الحسینی البخاری انہوں نے حاجی الحرمین الشرفین بایزید انہوں نے شاہ فخر الدین زندہ دل سے۔ انہوں نے سید جن حقی سے انہوں نے قطب الارشاد بدیع الدین مدار سے اور انہوں نے حضرت رسالتاب صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت سلسلہ حاصل کی تھی۔ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)

کہتے ہیں کہ شاہ مدار برصغیر ہندوستان میں تشریف لائے تو سب سے پہلے آپ اجمیر شریف حاضر ہوئے اور خواجہ بزرگ سید حسن سجری معین الدین اجمیری حقی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پاک پر پہنچے اور کھڑے کھڑے ایک چلہ کاٹا۔ اس استفادہ اور حصول بركات کے بعد کالیجا کی طرف روانہ ہوئے۔ صاحب معارج الطائیت نے آپ کا شجرہ نسب از طرف والد اور والدہ یوں درج کیا ہے۔

شیخ بدیع الدین بن شیخ علی بن شاہ طیفور بن شاہ کافور بن قطب بن اسماعیل بن محمد بن حسن
 بن علی بن طیفور بن بہاؤ الدین محمد شاہ بن بدر الدین بن قطب الدین بن عماد الدین بن عبدالحق بن
 شہاب الدین بن طاہر بن مظاہر بن عبدالرحمان بن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہم
 اس طرح آپ کا شجرہ نسب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کی والدہ
 کا اسم گرامی بی بی حاجرہ تھا۔ والدہ ماجدہ کی نسبت سے آپ کا ان واسطوں کے ساتھ شجرہ نسب
 حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے بی بی حاجرہ بنت حامد بن محمود بن عبداللہ
 بن احمد بن آدم بن محمد بن فخر الدین بن طیفور بن محمد بن قوام الدین بن شمس الدین بن سراج الدین بن
 عبدالرحمن بن بلخور بن عبدالرشید بن عبدالمجلیل بن عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ۔

شاہ بدیع الزمان ^{۸۴۰ھ} میں فوت ہوئے۔ صاحب معارج الولاہیت نے آپ کی عمرو
 سو پچاس مکھی ہے۔ نجر الاصلین نے آپ کا سال ولادت ^{۷۱۶ھ} تحریر کیا ہے۔ اور وفات تاریخ
 ۱۸ جمادی الاقل بروز جمعہ المبارک ^{۸۴۰ھ} کی ہے۔ اس طرح آپ کی عمر شریف ایک سو چوبیس سال
 تحریر کی گئی ہے (واللہ اعلم بصورت حال)

شیخ عالم راہنمائے دو جہاں - آن بدیع الدین ولی کا مگار
 مست تویدش فنا شیخ العلوم - ہم امام خلد گوئی بادتار

۷۱۶ھ

۷۱۶ھ

حلتش سلطان مخدوم است و نیز - مہرباں والی حق قطب مدار

۸۴۰ھ

۸۴۰ھ

پارسا سلطان بدیع الدین مدار - بدر خلد سخی حق ہیں سے بھی تواریخ وصال برآمد ہوتی ہیں

۸۴۰ھ

۸۴۰ھ

۸۴۰ھ

آپ کثیری کے برگزیدہ بزرگان دین میں
 حضرت شیخ نور الدین ولی کثیری قدس سرہ سے تھے۔ جامع علوم ظاہری و باطنی

مظہر تجلیات صوری و معنوی تھے۔ زہد و ورع تقویٰ و عبادت میں یگانہ و طاق تھے۔ ریاضت و مجاہدہ اور خلق خدا کی خدمت میں شہرہ آفاق ہوئے ہیں۔ تیس سال کی عمر میں تو بر نصیب ہوئی اور زہد و ریاضت کی وجہ سے متقدمین اور متاخرین کے لئے باعث صداقت قرار ہے۔ جب پہلے پہل آپ کو اللہ کی محبت کے جذبہ نے اپنی طرف کھینچا تو آپ بارہ سال تک بلا کھائے پیئے اور بلا سونے صحرا و بیابان میں ریاضت میں مشغول رہتے تھے جب بھوک ستاتی کاسنی کے پتے پانی میں جوش دے کر پی لیتے تاکہ جان کا سلسلہ قائم رہ سکے۔ پھر اٹنا کھانا پینا بھی چھوڑ دیا۔ اور صرف دودھ کا ایک گلاس غذا بنالی نفس کی خواہشات کے برعکس کسی کام کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے دودھ کو نفس کی خواہش جانتے ہوئے چھوڑ دیا۔ اور اڑھائی سال تک آب جو ہر اکتفا کیا۔ چھبیس سال تک غدہ چکھا تک نہیں۔ جب حضرت میر محمد بن سید میر علی ہمدانی قدس سرہ کشمیر میں تشریف لائے تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی اور پوری طرح استفادہ کیا۔ حضرت میر بڑی عنایت اور مہربانی فرماتے تھے۔ آپ کی تربیت میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ جب میر محمد حج بیت اللہ تشریف کو روانہ ہوئے تو شاہ نور الدین نے سید حسین سامانی شیخ بہاء الدین شیخ سلطان کپہل اور بابا حاجی ادھم کشمیری جیسے بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوتے اور فیض صحبت پاتے۔ اور اس طرح سلوک کے انتہائی مقامات کو حاصل کر لیا۔ اور خطہ کشمیر کے قطب الاقطاب بنے۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ آپ حضرت میر کبیر سید ہمدانی کی خدمت میں حاضر رہے۔ یہ بات درست نہیں ہے۔

صاحب تواریخ اعظمیہ لکھتے ہیں کہ شاہ نور الدین ولی مادر زاد تھے۔ ایام صل میں ہی آپ کی والدہ کی خدمت میں رجال الغیب آتے تھے۔ اور سلام کہتے تھے۔ بی بی کل جو وادی کشمیر کی شہزادی مجذوبہ تھیں ان کا ذکر خیر آگے آ رہا ہے، ابھی آپ کی والدہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انہوں نے بیٹے کی پیدائش کی بشارت دی تھی۔

صاحب الاسرار اور تواریخ اعظمیہ نے آپ کا سال ولادت ۸۵۰ھ لکھا ہے مگر وفات ۸۴۲ھ تحریر کی ہے۔ آپ کے خلیفہ خاص بابا نصیر الدین آپ کی وفات کے موقع پر حاضر تھے۔

انہوں نے عرض کی۔ آپ کی کوئی آرزو ہو تو ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ میری آرزو اللہ ہے اور
غیر اللہ سے مجھے کوئی واسطہ نہیں۔ اس موقع پر آپ نے تین بار حق حق کا نعرہ مارا اور جان جان آفرین
کے حوالے کر دی۔ بابا زین الدین۔ بابا بام الدین۔ بابا لطیف الدین۔ بابا نصیر الدین۔ بابا قیام الدین
قدس سراجم آپ کے خلفائے سے تھے۔ یہ لوگ شاہ نور الدین کی تربیت سے مقامات اعلیٰ کو پہنچے تھے،

جناب نور دین مہتاب عالم - کہ در جہم دو عالم بود منظور
ذہرور اہل عرفان نور دین گشت - پے توید پاکش طرفہ مسطور
ز شمس العارفین جو ارتحالش - دوبارہ ہادی حق نور پڑ نور

۵۸۴۲

۵۸۴۲

آپ حضرت شاہ ابواسحاق خٹکانی عارف بانی
شیخ بہاء الدین گنج شکر کشمیری قدس سرہ کے خلفائے سے تھے۔ شاہ ابواسحاق امیر
کیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ شیخ بہاء الدین نے جب منازل سلوک طے کرنے سے
فراغت حاصل کی۔ تو عربین الشرفین میں حاضر ہوئے اور وہاں سے سیاحت عالم اسلام کو نکلے اور
کشمیر میں قیام پذیر ہوئے۔ قوت حلال کے حصول کی خاطر آپ فتنے کے دانے چنتے اور اپنی دھو
کہ گذرا وقت کرتے۔ اس طرح وہ شہر کے نانباٹیوں سے متعارف ہو گئے۔ کیونکہ غلہ دھو کر ان نانباٹیوں
سے روٹی پکواتے تھے ایک دن ایک نانباٹی کی دکان پر آئے۔ مگر دکان اس وقت بند تھی۔ ہمایوں
سے پوچھا تو لوگوں نے بتایا۔ نانباٹی کا نوجوان بیٹا انتقال کر گیا ہے اور وہ اس مصیبت کے پیش نظر
گھر میں صف ماتم پہے۔ آپ وہاں پہنچے۔ ایک شور مچا رہا تھا۔ اس کے لواحقین اور متعلقین گریہ و
زاری کر رہے تھے۔ آپ نے لوگوں کو روک دیا۔ اور نانباٹی کو بلا کر کہنے لگے۔ تمہارا بیٹا مر نہیں زندہ
ہے۔ اسے دیکھو تو وہی! آپ لوگوں کے ساتھ اس چارپائی کے قریب آئے اور آتے ہی کہا۔ بیٹا! یہ
نیند بے وقت اچھی نہیں اٹھو! اللہ احکم الحاکمین کے حکم سے اٹھو بیٹھو! یہ آواز سنتے ہی مردہ حرکت
میں آیا۔ آنکھیں کھول دیں۔ اس کرامت سے ہزاروں لوگ آپ کے عقیدت مند بن گئے۔

آپ آخر عمر تک خطہ کشمیر میں رہے۔ اور مخلوق خدا کی ہدایت میں مصروف رہے۔ آپ ۵۸۴۹ء میں انتقال کر گئے۔ اور ایک سفر کے دوران ڈاکوؤں کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا۔ آپ کا مزار وادی کشمیر میں ہے۔

بہاء الدین چوہدرین دارفانی - بسالِ رحلتش آں شاہِ عرفان
بہاء الدین سخی اہل دل گو - دگر کن ترجمان بہتاب عرفان

۵۸۴۹

۵۸۴۹

آپ بابا اسحاق مغربی کے خلیفہ نامدار تھے۔ گجرات کے مشہور مشائخ شیخ احمد کتھو قدس سرہ میں سے تھے۔ صاحب معارج الاولایت فرماتے ہیں کہ شیخ احمد کتھو کے پیر و مرشد بابا اسحاق میرٹھ کی طرف آئے۔ دریائے جون دجنا کے کنارے ایک توت کے درخت کے نیچے چند روز یاد خداوندی میں گزارے ایک دن میرٹھ کا ایک دولت مند ہندو شش نامی جس نے زنا رہنا ہوا تھا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ چونکہ وہ بے اولاد تھا۔ اولاد کے لئے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا۔ تمہیں یا حی یا قیوم کے نام کی برکات سے پانچ بیٹے نہیب ہو سکتے ہیں مگر تمہیں پہلا بیٹا مجھے دینا ہوگا۔ اسحاق قدس سرہ ہندوستان سے فراسان چلے گئے اور وہاں کئی سال رہے۔ ایک عرصہ کے بعد وہلی واپس آئے۔ اور آپ کی کرامات و ولایت نے بڑی شہرت حاصل کی۔ کچھ دنوں بعد آپ میرٹھ گئے۔ اور توت کے اسی درخت کے نیچے جو اب تک خشک ہو چکا تھا۔ قیام فرما ہوئے۔ درخت آن واحد میں سرسبز ہو گیا۔ جس سے ہر دیکھنے والے متحیر ہو گیا۔ آپ کی اس کرامت کی شہرت نے سارے شہر کو لپیٹ لیا۔ ہمیشہ بھی حاضر خدمت ہوا۔ اور کہنے لگا۔ آپ کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ بیٹے دیئے ہیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا۔ اب بڑا لڑکا مجھے دے دو۔ ہمیشہ نے آپ کو اپنے گھر بلایا۔ بڑی پر تکلف دعوت دی۔ مگر بڑے لڑکے کو چھپا دیا۔ اور اپنے چاروں بیٹے حاضر کئے۔ آپ نے انہیں دیکھ کر فرمایا۔ مجھے تو بڑا بیٹا چاہیے۔ ہمیشہ نے ایک بیٹے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ حضور یہ بچہ حاضر

ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ بڑا بیٹا نہیں ہے۔ ہمیش نے کہا۔ حضور میں آپ کو اپنے گھرا لیا ہوں۔ آپ دیکھ
یہیں۔ آپ اٹھے۔ اور بلند آواز سے فرمانے لگے۔ بیٹا قوام الدین کہاں چھپے ہوئے ہو۔ سامنے آؤ
لڑکا اسی وقت حاضر ہو گیا۔ اور سر قدموں میں رکھ دیا حضرت شیخ نے اسے ساتھ لیا اور کتھوکے
گاؤں کی طرف لے آئے اور اپنا بیٹا بنا لیا۔ قوام الدین کی عمر پچیس سال کے قریب ہوئی تو انتقال
کر گیا۔ جس سے آپ کو بے پناہ صدمہ اور ملال ہوا۔ مگر ہاتھ غیبی نے آواز دی کہ زیادہ ملال نہ
کردو۔ ہم تمہیں اس بیٹے سے بہتر بیٹا عطا کریں گے جس سے تمہارا سلسلہ جاری اور ساری رہے گا۔ اپنی
دنوں دہلی میں زبردست طوفان آیا۔ تمام ماحول میں اندھیرا چھا گیا۔ دہلی کے شاہی خاندان کا ایک بچہ جسے
اس کی دایہ گھر سے باہر لائی ہوئی تھی۔ تاریکی میں گم ہو گیا۔ اور پھرتا پھرتا ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں
ایک قافلہ ٹھہرا ہوا تھا۔ صبح قافلے والوں نے ایک خوبصورت بچے کو دیکھا تو اسے اپنے ساتھ لے لیا اور
دو آبرہ پنجاب کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہ بچہ ایک شخص نجیب ناسج کے ہاتھ آ گیا۔ یہ شخص پنجاب کے
ایک قصبے دہند دانہ سے رسی کی تجارت کو دہلی گیا ہوا تھا۔ چنانچہ وہ بچے کو اپنے گھر لے آیا۔ اتفاقاً
اس گاؤں میں مولانا شہاب الدین ہمدانی کے پوتے مولانا صدر الدین اسی گاؤں میں گئے ہوئے
تھے۔ وہ جناب ابواسحاق کو ملنے کے لئے کتھوکے تو آپ نے انہیں فرمایا تھا۔ کہ اگر ایک بچہ
اس شکل و صورت کا ملے تو میرے لئے لانا۔ اس قصبہ میں آپ نے جب اس بچے کو غور سے دیکھا تو وہ
واقعاً اسی شکل و صورت کا تھا جس کی خواہش حضرت شیخ اسحاق نے کی تھی۔ چنانچہ آپ نجیب ناسج
سے وہ بچہ لیا اور حضرت کی خدمت میں لے آئے۔ آپ نے اسے اپنی فرزندگی میں رکھ کر پرورش
کی۔ اور اس کا نام شیخ احمد رکھا۔

ان دنوں اس بچے کی عمر چار سال تھی۔ اور شیخ احمد کتھوکے نام پر مشہور ہوا۔ اور نشوونما پاتا
رہا۔ شیخ احمد بارہ سال کی عمر کے ہوئے تھے کہ حضرت اسحاق نے انہیں دہلی میں بزرگانِ عیثیت
کے مزارات کی زیارت کے لئے ساتھ لیا۔ شیخ احمد کے بھائی نے انہیں پہچان لیا اور کہا کہ یہ تو میرا
بھائی ملک نصیر الدین ہے۔ وہ سیاہ اندھیری میں گم ہو گیا تھا۔ اس وقت آپ کے والدین ابھی تک زندہ

تھے۔ انہوں نے اصرار کیا۔ مگر بچے نے شیخ اسحاق سے جدا ہونا قبول نہ کیا۔ ان دنوں مخدوم جہانیاں جہاں گشت قدس سرہ ادرج شریف سے دہلی میں قیام پذیر تھے۔ سلطان فیروز شاہ اور دوسرے امراء سلطنت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ شیخ اسحاق نے اپنے بیٹے شیخ احمد کو کہا۔ اگر تم چاہو تو تمہیں مخدوم جلال الدین جہانیاں سے بیعت کرالو۔ انہوں نے کہا۔ کہ میں آپ کا مرید ہوں۔ آپ ہی میرے مخدوم ہیں۔ مجھے نئی جگہ بیعت کی کیا ضرورت ہے۔ بچے کی یہ بات سنی تو شیخ اسحاق بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا۔ ایک وقت آئے گا کہ ہندوستان کے تہنشاہ تمہارے دروانے پر حاضری دیا کریں گے۔

شیخ اسحاق کی محبت کا یہ عالم تھا کہ شیخ احمد کتھو کو ایک لمحہ کے لئے نہیں بھولتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے شیخ احمد کو بھی جس حسن و جمال سے نوازا تھا۔ کہ جو بھی آپ کو دیکھتا بے اختیار ہو جایا کرتا تھا۔ علم موسیقی میں بھی کمال تھا۔ اور آواز میں سخن وادوں تھا۔ شیخ احمد کی عمر بیس سال ہوئی تو شیخ اسحاق نے آپ کو لباس خلعت سے نوازا۔ اور فرقہ خلافت کے ساتھ ساتھ اپنے پیراں کرام کے تبرکات اور روحانی امانتوں سے بھی نوازا دیا اور خود فوت ہو گئے۔

شیخ احمد کتھو، شیخ اسحاق کی فاتحہ خوانی سے فارغ ہوئے تو تاریخ ستمبر ماہ شعبان ۱۰۷۰ھ میں ایک چلہ میں بیٹھے۔ اکیس کھجوریں اور پانی کا ایک مشکیزہ اپنے ساتھ رکھا۔ اور حجرے کے روانے کو بند کر دیا۔ عید کے دن حجرے سے باہر آئے تو لوگوں نے دیکھا۔ کہ آپ نے چالیس دنوں میں صرف چار کھجوریں کھائی ہیں۔ وہاں سے سفر اختیار کر کے دہلی روانہ ہو گئے۔ دہلی میں مسجد جہاں خان کے ایک گوشے میں اللہ اللہ کرنے لگے۔ ان دنوں مخدوم جہانیاں پھر دہلی میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ اتفاقاً ایک دن آپ اس مسجد میں تشریف لے گئے۔ ابھی پاکی سے نیچے نہ اتارے تھے۔ کہ شیخ احمد کتھو اپنے حجرے سے نکل رہے تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت مخدوم جلال الدین آپ سے بغل گیر ہوئے اور آپ کے کان میں فرمایا۔ اے دوست! تمہارے وجود سے دولت کی خوشبو آرہی ہے چونکہ وہاں بہت سجوم تھا شیخ احمد خاموش رہے۔ اور وہاں سے

نکل کر تجدید کی زندگی اختیار کر لی۔ پورے بارہ سال اسی حالت میں یاد الہی میں رہے۔ اسی دوران سفر کے زیارتِ حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ پھر دہلی آکر سکونت اختیار کر لی۔

۱۸۵۷ء میں امیر تیمور گورگانی نے دہلی پر حملہ کیا۔ فیروز شاہ کا پوتا سلطان محمودان دونوں دہلی کا فرما فرود تھا۔ تیمور سے جنگ کرتا رہا۔ مگر شکست کھا کر دہلی کو تیمور کے رحم و کرم پر چھوڑ کر گجرات چلا گیا۔ امیر تیمور نے دہلی میں قتل عام کے بعد حکم دیا۔ کہ اب دہلی اور اس کے نواح کے بقیتہ سیف لوگوں کو قید کر لیا جائے۔ شیخ احمد کتھو بھی ان قیدیوں میں لائے گئے۔ ان دنوں دہلی قحط سالی کا شکار تھا۔ جنگ کی وجہ سے کھانے کی چیزوں کی سخت قلت ہو گئی تھی۔ لوگ بھوکے مرنے لگے تھے۔ حضرت شیخ احمد جس چار دیواری میں محبوس تھے۔ آپ کے ساتھ اور بھی چالیس آدمی قید تھے۔ شیخ احمد ہر روز ایک ایک تازہ روٹی غائب سے اٹھاتے اور اپنے ساتھیوں کو کھلاتے۔ آپ کی یہ کرامت رفتہ رفتہ امیر تیمور کے کانوں تک جا پہنچی۔ امیر تیمور نے آپ کو اور آپ کے چالیس ساتھیوں کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ معذرت کی اور سب کو آزاد کر دیا۔ پھر یہ بھی اعلان کر دیا۔ کہ شہر کے تمام قیدیوں میں سے حضرت جس قیدی کو چاہیں آزادی دے دی جائے گی۔ آپ نے ہزاروں لوگوں کو آزاد کر دیا۔ امیر تیمور کو آپ سے بے پناہ عقیدت ہو گئی۔

سات ماہ کے قیام کے بعد امیر تیمور دہلی کو چھوڑ کر اپنے وطن واپس ہوا۔ تو شیخ احمد بھی ازراہِ مروت اس لشکر کے ساتھ سمرقند پہنچے۔ وہاں سے خراسان گئے اور پھر گجرات چلے آئے۔ گجرات میں ان دنوں مظفر خان حکمران تھا۔ یہ شخص فیروز شاہ کے مقرر کردہ حاکموں میں سے تھا۔ اسے بھی حضرت شیخ احمد کے ساتھ عقیدت تھی۔ اس نے آپ کی بڑی عزت و توقیر کی۔ اور حضرت شیخ احمد کی آمد کو غنیمت جانا۔ اور التجا کی کہ آپ اب یہاں ہی رہیں۔ حضرت شیخ احمد نے اس کی اس خواہش پر گجرات میں ہی سکونت اختیار کر لی۔

سلطان مظفر خان کی وفات کے بعد اس کا پوتا سلطان احمد تخت نشین ہوا۔ وہ بھی شیخ احمد کا مرید ہو گیا تھا۔ ایک دن سلطان احمد نے التماس کی حضور نبی حضرت خضر علیہ السلام سے ملائے۔

آپ نے فرمایا۔ میں حضرت خضر سے پوچھتا ہوں۔ اگر وہ مان گئے تو بہتر۔ انہوں نے پوچھا۔ تو حضرت خضر نے کہا۔ انہیں چالیس دن تک عبادت خداوندی میں رہنا چاہیے۔ چنانچہ سلطان ایک ماہ تک چلے میں رہے۔ پھر حکم ہوا کہ دوپٹے مزید کاٹیں تین چلے مکمل کر لئے گئے تو سلطان احمد حضرت شیخ احمد کے حجرے میں بیٹھے تھے۔ کہ نماز صبح کے بعد حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے۔ دوران گفتگو سلطان احمد نے درخواست کی۔ حضور مجھے عجائبات دنیا سے کوئی حیران کن چیز دکھائیں۔ آپ نے فرمایا۔ دریائے صابرمتی کے کنارے پر جہاں آج کل صحرا ہے۔ ایک شہر آباد تھا۔ اس شہر کا نام تھا باداں باد۔ وہاں کے لوگ بڑے خوشحال اور امیر تھے۔ ایک دن مجھے بھوک لگی۔ میں اس شہر میں گیا۔ ایک حلوہ فروش کی دکان پر پہنچا اور تیس تنگہ دے کر حلوہ خریدنا چاہا۔ دکاندار نے مجھے دیکھتے ہوا کہا۔ تم مجھے درویش دکھائی دیتے ہو۔ میں تم سے پیسے نہیں لوں گا۔ ہاں۔ حلوہ جس قدر چاہو کھا لو۔ کچھ عرصہ بعد میں پھر وہاں سے گزرا۔ تو وہاں شہر۔ شہر والوں بازاروں اور محلات کا نام و نشان نہیں تھا۔ ان کھنڈرات پر ایک ڈیڑھ سو سال پہلے بڑھا بیٹھا نظر آیا۔ میں نے اس شہر کے حالات دریافت کئے۔ تو کہنے لگا۔ شہر کا حال تو مجھے بھی معلوم نہیں ہے۔ ہاں میں نے اپنے بوڑھوں سے سنا ہے۔ کہ یہاں ایک شہر تھا جس کا نام باداں باد تھا۔ سلطان نے حضرت خضر سے اجازت لی۔ کہ اگر آپ چاہیں تو میں اسی مقام پر ایک شہر آباد کرنے کا حکم دوں۔ حضرت خضر نے کہا۔ ہاں کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن ایک شرط یہ ہے کہ سارے ملک سے ایسے چار اشخاص لئے جائیں، جن کا نام احمد ہو۔ اور انہوں نے اپنی دشواری عمر میں نماز عصر کی سنتیں بھی قضا نہ کی ہوں۔ اور وہ اس شہر کا سنگ بنیاد رکھیں اور اس کا نام احمد آباد رکھا جائے۔ چنانچہ چار ایسے آدمی تلاش کرنے کا حکم دیا گیا۔ سارے ملک گجرات میں صرف دو اشخاص احمد نامی ملے۔ ایک قاضی احمد اور دوسرے ملک احمد تھے۔ لیکن ان دونوں کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ملتا۔ حضرت شیخ احمد نے فرمایا۔ تیسرا شخص احمد میں ہوں۔ سلطان احمد یہ سن کر کہنے لگا۔ چوتھا احمد میں ہوں۔ مجھ سے آج تک عصر کی سنتیں قضا نہیں ہوئیں۔ چنانچہ چاروں مل کر دریائے صابرمتی کے کنارے پہنچے۔ خضر علیہ السلام نے جس جگہ کی نشاندہی کی تھی۔ وہاں تاریخ ہفتم ذیقعدہ ۸۱۳ھ احمد آباد

کی بنیاد رکھی۔ تین سو ساٹھ محلے بنائے گئے۔ ہر ایک محلہ ایک پورا قصبہ تھا۔ موجودہ دور میں کالونی کی تعمیر اسی طرز پر ہو رہی ہے، شہر کے دفاع کیلئے ایک مضبوط قلعہ بنانا شروع کیا گیا۔ ایک مضبوط فسی فیصل تیار کی گئی۔ مگر قلعہ ابھی مکمل نہیں ہوا تھا کہ اس کی دیواریں بہہ گئیں۔ سلطان اس حادثہ سے بٹا برہم ہوا۔ اور مایوس بھی۔ حضرت شیخ احمد کی خدمت میں پہنچ کر اظہارِ تاسف کیا۔ آپ ازراہِ کرم نوازی موقوفہ پر غور کئے تو جلدی۔ توجہ کے دوران آپ کے سامنے ایک جوگی کی صورت سامنے آئی۔ وہ کہنے لگا۔ میرا نام مانک جوگی ہے۔ یہ شہر تو میرا مستقل مقام ہے۔ اب آپ چار حضرات نے اسے اپنا شہر بنا کر اس کا نام احمد آباد رکھ لیا ہے۔ یاد رکھیں جب تک اس شہر میں میرا نام شامل نہیں کیا جائیگا میں قلعہ کی بنیادوں کو ہلاتا رہا کروں گا۔ حضرت شیخ نے ایک محلے کا نام مانک پور رکھ دیا۔ پھر قلعہ تیار کر لیا گیا۔

حضرت شیخ احمد کی عمر شریف ایک سو سال سے تجاوز کر گئی آپ نے شیخ صلاح الدین جوہر چوہدری کا ایک رط کا تھا۔ جو بچپن سے آپ کی زیر تربیت رہا تھا۔ اپنا جانشین بنایا۔ فرقہ خلافت عطا فرمایا۔ آپ ایک سو گیارہ سال کی عمر میں واصلِ بحق ہوئے۔

شرح جلال اور معارج الولاہیت میں لکھا ہے۔ کہ آپ کی ولادت ۱۱۳۸ھ میں ہوئی تھی اور ایک سو گیارہ سال کی عمر میں بمبند جمعرات دس ماہ شوال ۱۱۴۹ھ میں فوت ہوئے۔ یہ زمانہ سلطان محمد بن سلطان احمد بادشاہ گجرات کا تھا صاحب معارج الولاہیت نے آپ کا سن ولادت مخدوم اولیاء اور سن وصال قطب الاولیاء اور سن عمر قطب سے نکالا ہے۔ احمد آباد سے ایک

۱۱۱

۱۱۴۹

۱۱۳۸

فرلانگ کے فاصلے پر آپ کا مزار پر انوار واقع ہے۔ اور موضع سرکنج میں آسودہ خاک ہیں۔

شیخ احمد بود مرغوب حُندرا - رہنمائے حق فقیر بے نظیر

احمد آفاق احمد مجتبیٰ - سرور دین مصرع تویدش بگیر

۱۱۳۸

۱۱۳۸

سال وصال ساک و عالی نجاواں - شد وصالش مقتدا احمد امیر

شیخ احمد فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں زیارتِ روضہ منورہ کو گیا تھا تو میرے ساتھ امام خاں جہانی - شیخ تاج الدین سرکچی اور ایک اور دوست موجود تھے۔ ہم مسجد نبوی میں بیٹھے تھے شام ہوئی۔ تو دوستوں کو کھانے کی فکر ہوئی۔ ہم نے گزارش کی۔ آج ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمان ہیں۔ ہمیں کھانے کی کیا فکر ہے۔ دوسرے دوست تو ادر ادر چلے گئے مگر میں اکیلا مسجد نبوی میں بیٹھا ہا۔ نماز عشا کے بعد میرے ساتھ سونے کے لئے چلے گئے مگر میں تنہا مسجد نبوی میں بیٹھا ہا۔ ایک شخص مسجد کے دروازے سے اندر آکر بلند آواز سے کہنے لگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمان کون صاحب ہیں۔ میں اٹھا بھولی پھیلائی تو اس شخص نے کھجوریں انڈیل دیں۔ میں نے کھائیں۔ ان کی شرنی اور لذت آج تک محسوس کرتا ہوں۔

شیخ احمد کتھو کی خانقاہ میں اتنا کھانا پکایا جاتا تھا کہ ہزاروں لوگ مسافر اور فقراء درویش و مساکین جمع ہوتے اور پیٹ بھر کر کھاتے۔ آپ کے وصال کے بعد بھی یہ لنگر جاری رہا۔ حتیٰ کہ بعض اوقات بادشاہ اپنے لاؤ لشکر سمیت زیارت مزار کے لئے آتے سب کو کھانا کھلایا جاتا تھا کبھی طعام اور کھانے کی کمی نہیں ہوتی۔

آپ کو شیخ الاولیاء کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ آپ شیخ جمال گوہر قدس سرہ - مظفر بلخی کے خلیفہ تھے آپ کا سلسلہ طریقت پانچ واسطوں سے شیخ نجم الدین سے جا ملتا ہے۔ بعض اوقات شیخ جمال اپنے سر پر کھجوری کا طباق اٹھائے جہاں کہیں کوئی بھد کا یا بیمار آدمی دیکھتے اسے کھانا کھلاتے۔ ایک دن شاہ موسیٰ عاشقان اودھی کے گھر تین روز سے فاقہ تھا۔ شیخ جمال گوہر کھجوری کا دیگچہ سر پر اٹھائے ان کے گھر جا پہنچے۔ شاہ موسیٰ نے ان کی اس تواضع کو دیکھتے ہوئے فرمایا۔ جزاک اللہ فی الدارین خیرا۔ اسے جمال۔ اگرچہ تم گوہر دوں کو طرح سر پر دودھ کا مشک اٹھائے کھانا تقسیم کرتے پھرتے ہو۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ تم عشق تقسیم کر رہے ہو۔ اس دن سے آپ کو گوہر کے لقب سے یاد کیا جانے

لگا، حقیقت میں آپ کو جبر قوم سے تعلق نہیں رکھتے تھے،

آپ بڑے عالی مقام بزرگ تھے۔ اپنے پیر و مرشد کی مرضی کے مطابق رہائش رکھتے تھے۔ شاہ موسیٰ عاشقان۔ حاجی شیخ چراغ ہند۔ شیخ فتح اللہ اور سی کے ہم عصر تھے۔ اتفاقاً انہی دنوں مخدوم احمد عبدالحق چشتی اور وہ میں تشریف لائے ہوئے تھے شیخ جمال انہیں کی صحبت میں ایسے ہوئے اکثر اوقات انہی کی خدمت میں رہتے۔ اور شیخ احمد کو فرمایا کرتے تھے کہ پھکرے سے ہندو تک چھان مارا ہے۔ کسی مسلمان کو میں نے اس مقام پر نہیں پایا جیسے اودھ میں شیخ جمال کو دیکھا ہے۔

شیخ احمد کی عادت تھی کہ اپنے ساتھ ایک کتیا رکھتے تھے۔ اس نے ایک بچہ دیا۔ شیخ نے اپنی کیتا کے بچے کی خوشی میں ایک زبردست دعوت کی۔ تمام اجاب اور امراد شہر کو مدعو کیا۔ مگر شیخ جمال کو دعوت پر نہ بلایا۔ دوسرے دن آپ نے شیخ احمد سے شکوہ کیا کہ آپ نے شہر کے تمام امراد اکابر اور اجاب کو دعوت پر بلایا۔ مگر مجھے نظر انداز کر دیا۔ حالانکہ میں تو آپ کا دوست مونس اور یار ہمدرد تھا شیخ نے مسکراتے ہوئے بتایا۔ حضور! یہ دعوت تو کیتا کے بچے کی ولادت کی خوشی میں تھی۔ میں نے دنیا کے کتوں کو بلایا تھا۔ آپ تو انسان ہیں۔ آپ کو کیسے بلا سکتا تھا آپ ^{۸۵۸}شہر میں فوت ہوئے۔

جلال جہاں شیخ اکرم جمال - مکرم شہبہ با جمال ہیشت

بتاریخ رحیل آں شاہ دین - ندا شد کہ عابد جمال ہیشت

آپ کی کیفیت ابو یزید تھی۔ بعد از کسب علوم

مولانا جلال الدین پورانی قدس سرہ - ظاہریہ حضور کی نسبت کی مقامات شریعت

کی اتباع میں ثابت قدم ہوئے۔ بڑے صاحب کرامات اور مقامات عالیہ تھے۔ اگرچہ ظاہری

طور پر آپ کسی کے مرید نہیں ہوئے۔ لیکن وہ براہ راست حضور پر نور صلی اللہ علیہ کے اولیٰ تھے فرمایا

کہ تہ مجھے جب بھی کوئی مشکل درپیش آتی ہے۔ میں تو حضور کے واسطے سے آسانی طلب کر

لیتا ہوں۔

ایک دن آپ نے اپنے دوستوں سے کنگھی طلب کی۔ اور کہا۔ آج میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کنگھی کرتے دیکھا ہے۔ آج میں بھی ضرور کنگھی کروں گا۔ اور اس سنت نبوی کو زندہ کروں گا۔ حضرت شیخ کو شیخ ظہیر الدین سے بڑی عقیدت تھی۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ لیکن بیعت نہ ہو سکے۔

نعمات الانس میں مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ کہ میں اپنے چند احباب کو لے کر مولانا جمال جلال الدین پورانی قدس سرہ کو ملنے گیا۔ ملاقات کی مجلس سے واپس ہونے سے پہلے ہمارے دوست کے دل میں خیال آیا۔ اگر مولانا جمال الدین صاحب کرامت ہیں تو مجھے کشمش کھلائیں تو میں مان جاؤں۔ یہ خیال آتے ہی حضرت مولانا نے ہمیں آواز دی اور ہمارے اس دوست کو اخروٹ دے کر کہا۔ میں کشمش پیش کرنے سے معذور ہوں میرے باغ میں کشمش کے درخت نہیں ہیں۔

آپ کی وفات بروز اتوار ماہ ذیقعدہ ۸۶۲ھ میں ہوئی

شد چو از دنیا جلال الدین بجلد - سال وصل آن شہر والا مکان
میرجنت زبدہ عالم بگو - قطب لاثانی جلال الدین بخوال

۵۸۶۲

۵۸۶۲

آپ آسمان کمال کے چاند صاحب حال و قال بزرگ
شیخ بلال الدین کشمیری قدس سرہ تھے سلطان زین العابدین کے عہد حکومت میں
خطہ کشمیر میں وارد ہوئے۔ علم شیخیت بلند کیا۔ ہدایت کو عام کیا۔ طالبان حق کو راہ حق کی راہ نمائی
کرتے رہے۔ فیوض باطنی عام کرتے گئے۔ آپ کی برکت سے وادی کشمیر میں سلسلہ ہائے کبرویہ۔
نقشبندیہ اور سہروردیہ کا فیض جاری ہوا۔ آپ حضرت شاہ نقشبند بہار الدین کے اولیسی تھے۔
جنہوں نے حضور اکرم سے براہ راست فیض حاصل کیا تھا۔ سلسلہ عالیہ کبرویہ کی نسبت سید

محمد ہمدانی قدس سرہ ولد امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی تھی۔

تو ایخ اعظمی نے آپ کا سال وفات ۸۶۲ھ لکھا ہے۔

روزے جہاں چوں بحکم خدا - نہاں شد دین و دنیا ہلال

زمن گشت در سال تاریخ او - عیاں شمس اقبال بدر الکمال

آپ ہرات کے عطاء مشائخ میں سے ہیں
خواجہ شمس الدین محمد کو سوی قدس سرہ ہرات کے نواح میں ایک قصبہ کو سوہے

آپ کی ولادت اسی قصبہ میں ہوئی تھی۔ آپ شیخ احمد جام کی اولاد میں سے ہیں۔

سفینۃ الاولیاء کے مؤلف فرماتے ہیں کہ شیخ احمد جام نے وہ فرقہ خلافت جو انہیں ابو سعید

ابوالخیر قدس سرہ سے ملا تھا۔ خواجہ شمس الدین کو عطا کر دیا۔ اس فرقہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے پیرا بن مبارک کا ایک ٹکڑا لگا ہوا تھا۔ اس فرقہ مبارک سے کئی قسم کی کرامات اور برکات کا ظہور

ہوا تھا حضرت شیخ احمد جام کی اولاد میں سے ہر ایک اس فرقہ مبارک کا دعویٰ دار بنا۔ ان کی یہ خواہش

تھی کہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے بانٹ لیا جائے۔ مگر ایسا نہ ہو سکا۔ جو بھی اُسے ہاتھ میں لیتا وہ

غائب ہو جاتا تھا۔ آخر کار خواجہ شمس الدین نے اٹھایا تو آپ کے ہاتھ میں محفوظ رہا۔

خواجہ شمس الدین نے اس فرقہ مبارک کو اپنے گھر رکھا۔ تو گھر میں چراغ جلانے کی ضرورت نہ

ہوتی سارا گھر چراغاں ہوتا۔ جہاں بھی فرقہ پڑا ہوتا۔ صلوة و سلام کی آواز آتی رہتی۔ جو اہل الاسرار

میں اس فرقہ کی کرامات بڑی تفصیل سے ملتی ہیں۔

خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ صبح سے شام تک شیخ زین الدین کے طریقہ پر ذکر بالجہر میں

مصروف رہتے۔ آپ کو شیخ بہاد الدین کی مجلس میں بھی حاضری ہوتی تھی۔ ابتدائی حالات میں ان پر وجد

کی کیفیت طاری ہوتی تو آپ بے ہوش ہو جایا کرتے تھے۔ بعض اوقات اس عالم جذب و وجد

میں نمازیں قضا ہو جایا کرتی تھیں فرمایا کرتے تھے کہ ایسے حالات میں مشائخ عظام زین الدین

بہاد الدین عمر جیسے حضرات میری طرف توجہ فرمایا کرتے تھے۔ میں ان بزرگوں کی توجہ سے ہوش میں

نہ آتا۔ آخر کار شیخ الاسلام احمد جام حضرت خواجہ ابوالمکارم کی صورت میں ظاہر ہوتے۔ اور مجھے دم کرتے۔ تو میں ہوش میں آتا اور قضا شدہ نمازوں کو ادا کیا کرتا تھا۔

شیخ شمس الدین شیخ ابن عربی کی تعلیمات سے بے حد متاثر تھے۔ فلسفہ وحدت الوجود کے قائل تھے۔ مسئلہ توحید کو برسر منبر بیان کیا کرتے تھے۔ لوگ ان خیالات کو سنتے جو حضرت محی الدین ابن عربی نے اپنی فصوص الحکم یا فتوحات میں بیان کیے تھے۔ مگر کسی کو زوید کی جرأت نہ ہوتی۔ شیخ سعد الدین کاشغری اور شیخ جلال الدین ابوزید پورانی رحمۃ اللہ علیہما آپ کی مجلس میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ آپ سماع کو بھی پسند کرتے۔ اور حالت سماع میں وجد میں آتے۔ آپ کی مجلس وعظ میں اگر کسی کو کوئی اعتراض ہوتا۔ تو آپ اسی وقت اس کا جواب دیتے۔ اور اس کے دل کی تسلی فرماتے۔

آپ بروز ہفتہ ۲۶ جمادی الاولیٰ ۸۶۳ھ کو فوت ہوئے۔ ہرات کی جامع مسجد کے قریب شیخ ابوزید فقہیہ کے مزار کے پہلو میں آسودہ خاک ہیں۔ حضرت عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی وفات پر یہ اشعار کہئے تھے

شیخ اکمل تدوہ اکمل کہ بود - اہل صورت را بمعنی رہنمون

خواجہ شمس الدین محمد کز غمش - آسماں پوشیدہ دلن نیلگوں

ساخت جادو ساحتِ قدس قدم - خیمہ زد از خطہ امکان بردوں

چرخ دوں چو پایہ قدمش بود - سالِ تاریخش بریں از چرخ دوں

۸۶۳ھ

تاریخ وفات از مولف

رفت شمس الدین چو زریں دار فنا - سالِ نقل او چوں بصد صدق و یقین

ہست شمس الدین اسد مہربان - نیز شمس الدین محمد پیر دین

۸۶۳ھ

۸۶۳ھ

آپ بلند پایہ محدثین اور معروف مفسرین میں شمار

مولانا جلال الدین محلی قدس سرہ: ہوتے تھے نصف جلالین شریف آپ کی تالیف ہے

یاد رہے کہ تفسیر جلالین دو بزرگوں جن کے نام جلال الدین تھے تالیف کی تھی،
آپ کی وفات ۵۸۶۲ھ میں ہوئی۔

چوں جلال الدین شہ اہل جلال - کرد رحلت از فنائے سوائے بقا
آفتاب نعتہ تاریخش بگو - ہم جلال الدین امیر مجتبیٰ
آپ کے والد کا اسم گرامی محمد تھا۔ توشیح میں سکونت رکھتے
مولانا علی توشیحی قدس سرہ: تھے۔ علاء الدین کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ نے تفسیر
کشاف پر حاشیہ لکھا۔ جو مقبول عوام و خواص ہوا۔ آپ کا مصال ۵۸۸۷ھ میں ہوا۔
پرتوانگن شد بجلد جادواں - چوں علی اعلیٰ وحی مہتاب حسن
جنت عالی قدر تاریخ او - ہم علاء الدین علی مہتاب حسن

۵۸۷۸

۵۸۷۸

آپ سید حسن تقی کشمیری کے فرزند
سید محمد امین المشہور یہ بابا امیر ریشی اویسی قدس سرہ:۔ ارجمند تھے۔ آپ نے بابا
جلال کشمیری سے فیض پایا تھا۔ آپ ظاہری علوم اور تربیت سے فارغ ہوئے اور جوانی میں قدم
رکھا۔ کہ والی کشمیر سلطان زین العابدین نے اپنی بیٹی کی شادی آپ سے کرنا چاہی۔ مگر آپ
تارک الدنیا ہو کر وہاں سے چلے گئے۔ اور پہاڑ کی ایک غار میں گوشہ نشین ہو کر یاد خداوندی میں
مشغول ہو گئے۔ اور اس طرح آپ ظاہری اور باطنی کمالات پر پہنچے۔

جس وقت سلطان زین العابدین نے جھیل ولر کے درمیان بمقام لنک پر ایک بلند عمارت
تعمیر کی تو کشمیر کے عوام و خواص کو ایک بڑی دعوت پر بلایا۔ اس مجلس میں حضرت میر بھی مدعو کئے
گئے۔ مگر وہاں بعض حضرات کی نامشروع حرکات دیکھ کر بڑے کبیدہ خاطر ہوئے۔ غصے کے عالم
میں دریا میں پھلانگ لگا دی۔ بادشاہ نے ملاحوں اور غوط خوروں کو حکم دیا کہ آپ کو نکالا جائے
مگر تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔ انہوں نے جس قدر تلاش کی آپ نہ مل سکے۔ اس صورت حال

سے بادشاہ کی طبیعت بڑی بے چین ہوئی۔ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر شہر کی طرف روانہ ہوا۔ لوگوں کے ساتھ جب باغ پشتوہار کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ آپ نہر کے کنارے کپڑے سینے میں مشغول ہیں۔ سلطان اتر آئے اور دوڑ کر قدم بوسی کی نہایت عجز و انکسار سے آپ کو وہاں سے اٹھایا۔ اور کشتی پر سوار کر کے محلہ ملچر پہنچے۔ کشتی سے اتر کر محلہ رنجوشاہ میں قیام فرمایا ہوئے سلطان زین العابدین نے آپ کے لئے ایک وسیع اور عالی شان خانقاہ تیار کی۔

تواریخ اعظمی میں آپ کی شہادت کا واقعہ یوں درج ہے کہ سادات روہتقی کو کشمیر پر اختیارات ملے تو درباری امرانے فیصلہ کیا کہ اس خاندان کو قتل کر دیا جائے۔ جس نے اتنے سال حکومت کی ہے۔ چنانچہ یہ لوگ بادشاہ کے محل پر حملہ آور ہوئے۔ سید حسین وزیر مملکت کو اُس کے چودہ افراد خاندان کے ساتھ قتل کر دیا۔ بعض فسادی محمد امین کے حجرے میں گھس آئے حالانکہ وہ سادات روہتقی میں سے تھے۔ مگر انہیں شہید کر دیا۔ شہادت کے وقت آپ کی زبان پر مندرجہ ذیل اشعار تھے

منم آں رند جہانگیر و میسما نفسے - کہ من این ہر دو جہاں را شتام بخسے

اگر از عشق تو ام سر برودہ گو بردود - لیکن این ستر نہان تو نگوم بکے

من فارغم مصلحت اہل روزگار - میدان یقین کہ کشتن من بہت بے گناہ

انکوں بیاو شعر بخواں بر مزار من - تاروئے ظالمان ستمگر شود سیاہ

آپ نے فرمایا تھا کہ ہمارے غسل کے لئے غیب سے ایک تختہ نمودار ہوگا۔ ہمیں اسی

پر غسل دیا جائے اور پیر و خاک کریں۔ لوگوں نے دیکھا کہ صندوق کا ایک تختہ دریا میں تیرا ہوا

آیا اور حضور کی خانقاہ کے سامنے رک گیا۔ لوگوں نے اٹھایا۔ آپ کو غسل دیا گیا اور خانقاہ

میں دفن کر دیا گیا۔

آپ کی شہادت کا واقعہ ماہ ذیقعدہ ۸۸۹ھ میں ہوا جب کہ سلطان زین العابدین کو فوت

۸۸۹ھ میں فوت ہوئے تھے۔ تواریخ اعظمی نے آپ کی تاریخ وفات شہید کشمیر ۸۸۹ھ

سے لی ہے۔

ہوئے گیارہ سال گزر چکے تھے۔

آپ کی وفات کے بعد ایک واقعہ کتابوں میں درج ہے کہ آپ کے ایک عقیدت مند جس کا نام ملا دولت نے بادشاہ کے وزیر سے ایک گاؤں ٹھیکے پر لے لیا۔ ذالہ باری کی وجہ سے ساری فصل برباد ہو گئی وزیر نے اس آسمانی آفت اور نقصان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اسے مجبور کر دیا کہ وہ ٹھیکے کی رقم ادا کرے۔ اور اس طرح اُس کے گھر کا تمام ساز و سامان ضبط کر لیا اور وہ نان شبینہ کا بھی محتاج ہو کر رہ گیا۔ ایک رات آپ کے مزار پر حاضر ہوا اور روتے روتے سو گیا خراب میں دیکھا کہ میر محمد دم حمزہ شیخ بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہما ایک جگہ تشریف فرما ہیں۔ اور فرما رہے ہیں کہ یہ ظالم وزیر حضرت شاہ نور الدین کے خاندان کا مرید ہے۔ چنانچہ ہمیں شاہ نور الدین کے پاس سفارش کرنی چاہیے۔ یہ بزرگ وہاں پہنچے۔ سفارش کی۔ آپ نے فرمایا۔ میں آج رات اسے تبنیہ کر دوں گا۔ دوسری صبح اسی وزیر نے ملا دولت کو طلب فرمایا۔ اور اس کا اثاثہ البیت واپس کر دیا۔ اور راضی نامہ حاصل کر لیا۔

بفضل خداوند مولیٰ تعالیٰ - چو شد وصل با وصل جانان امین

امین محشم ہست تاریخ او - وگر عارف اہل عرفان امین

۵۸۸۹

۵۸۸۹

آپ سید عالی نسب تھے اور سید شریف جو جانی قدس سرہ کی شیخ محمد میرک قدس سرہ :- اولاد میں سے تھے۔ آپ علوم شریعت طریقت میں کامل تھے۔ عالم و عامل تھے۔ شیخ عبدالحی اسم گرامی تھا۔ آپ کی وفات ۸۸۳ھ میں ہوئی تھی لیکن بعض تذکرہ نگاروں نے ۸۸۹ھ لکھی ہے ہمارے نزدیک پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ اخبار الاخیار کے مولف نے یہ قطعہ تاریخ لکھا ہے۔

نادر العصر شیخ عبدالحی - کہ بوصفش مرزا باں بنود

دقت مزعت بسر رسیدم من - گفتم ابے چوں تو در زمان بنود

سال تاریخ خویش خود فرما - کہ جز او درد در جہاں نبود
گفت تاریخ من بود نامم - بندہ و تقیکہ در میان نبود
ان اشعار میں سے اگر لفظ عبدالحی کے اعداد ۹۵۹ نکلتے ہیں۔ ان میں سے عبد کے اعداد
۹، نکال دیئے جائیں تو ۵۸۸۳ نکلتے ہیں۔

زندہ دل پر شیخ عبدالحی - رفت چوں از جہاں بخت طاق
رحلتش جو ز منعم محسوم - بار دیگر طالب مشتاق
۵۸۸۳

بڑے جلیل القدر بزرگ تھے و جام کے رہنے والے اور مولانا
شیخ علی صوفی قدس سرہ: شیخ زین الدین خوانی قدس سرہ کے مرید تھے۔ ان کی توبہ
تعمیریں لکھا ہے۔ کہ ایک دن لوگ کسی بزرگ کی زیارت کو جا رہے تھے۔ آپ اس وقت
نہیسی باڑی کے کام میں مصروف تھے۔ لوگوں کو جاتے دیکھا۔ تو ان کے دل میں بھی خیال آیا کہ
میں بھی زیارت کے لئے جاؤں۔ ساتھ ہو لئے۔ ان نیک لوگوں کی صحبت اور اس بزرگ کی زیارت
کا یہ اثر ہوا۔ کہ دنیائے کے علائق سے دل اٹھ گیا اور اس دن سے یاد خداوندی میں مشغول
ہو گئے اور پھر اتنی ریاضت کی۔ کہ اولیاء وقت میں شمار ہونے لگے۔

آپ ۹۰۰ میں فوت ہوئے۔

شیخ عالی ہمم علی صوفی - رہبر خلق متقی و ولی !

سال و صلش چو از خسر و حتم - شد ندا مالک بہشت علی
۵۹۰۰

آپ علوم ظاہری اور باطنی میں بڑے بلند
مولانا حسین واعظ کاشفی قدس سرہ: مقامات پر فائز تھے۔ علوم شریعت و طریقت
میں یگانہ روزگار تھے۔ آپ کی ولایت پر تمام مخلوق اتفاق رکھتی تھی۔ دل میں ذوق تھا اور
صاحب حال بزرگ تھے۔ قرآن پاک پڑھتے وقت۔ حالت وجد میں رہتے۔ اور خود رفتہ ہو کہ
قرآن سنا تے آپ بڑے صاحب تصنیف ہیں۔ اخلاق محسنی تفسیر حسینی جیسی کتابیں اب تک یادگار

زمانہ ہیں۔ یہ کتابیں علماء و مشائخ کی نگاہ میں ہمیشہ مقبول و مرغوب رہی ہیں۔

آپ ۹۱۰ھ میں واصل بحق ہوئے۔ آپ حضرت مولانا عبدالرحمن جامی صاحب نجات لائبر
کے مہمصر تھے۔ آپ کی مجلس و عظیم میں ہزاروں لوگ جمع ہوتے اور ہدایت پاتے۔

رہبر دین صاحب علم الیقین - عالم معصوم محمد حسین
شیخ بود سال و صالح عیال - نیز محمد دم محمد حسین

۹۱۰ھ

۹۱۰ھ

اپنے وقت کے بڑے عالم
شیخ جلال الدین بن عبدالرحمن سیوطی رحمۃ اللہ علیہ: دین بلند پایہ فقیہ فاضل
مدت اور بہترین مفسر قرآن تھے۔ آپ کے مہمصر فضلاء سے ایک بھی ایسا نہ تھا۔ جسے آپ سے
مناظرہ کرنے کی ہمت ہوتی۔ آپ نے ہی جلالین کا نصف حصہ اول تالیف کیا۔ اور تفسیر المنثور
مکمل لکھی۔ آپ کی تصانیف کی تعداد چار سو سے بھی زیادہ ہے آپ نے اپنی تفسیر کے دیباچے
میں لکھا ہے۔

قرآن پاک میں دو آیات ایسی ہیں۔ جو حروف تہجی پر حاوی ہیں ایک تو انزل علیکم
الغمام۔ اور دوسری محمد رسول اللہ والذین معہ
اشداء علی الکفار بزرگان دین ان دونوں آیات کریمہ کو قطبین کہتے ہیں۔ آپ نے
ایک جگہ لکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ اصحاب کرام قرآن پاک کے جمع کرنے پر مقرر
تھے معاذ بن جبل۔ عبادت بن صامت۔ اولی بن کعب۔ ابو دردا انصاری اور حضرت ابو ایوب
انصاری رضی اللہ عنہم۔

اقوال صحیح کے مطابق آپ کا وصال ۹۱۱ھ میں ہوا تھا۔

چل عزیز الدین بعد غر و جلال - گشت از دنیا سوئے جنت رواں
سال تاریخ وصال آن جناب - فاضل و افضل شد از سرور عیال

۹۱۱ھ ۹۱۱ھ

پس جلال الدین مقبول خدا ۔ دوستدار حق جلال الدین نجواں

۹۱۱ھ

۹۱۱ھ

آپ عظام مشائخ اور کبریٰ علماء میں سے شمار ہوتے تھے۔
شاہ احمد شرعی قدس سرہ چندیری کے نواح میں رہتے تھے۔ دعوت آیات قرآنی
اور اسمائے الہیہ میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ چنانچہ جمعہ کے دن اسی علم کی قوت سے بادشاہ
دقت کو اپنی طرف متوجہ کیا کرتے تھے۔ اور اپنے پاس بٹھا کر مسلمانوں کے مسائل حل فرماتے۔ آپ کے
پاس ایک ایسی تسبیح تھی۔ اس کا ایک دانہ ہلاتے تو بادشاہ حرکت میں آجاتا۔ دوسرا دانہ گراتے تو بادشاہ
سواری کا حکم دیتا۔ تیسرا دانہ گراتے تو بادشاہ سوار ہو جاتا۔ ہر دانہ گراتے جاتے اور کہتے جاتے اب
بادشاہ وہاں پہنچا ہے۔ اب وہاں آگیا ہے۔ چالیس دانے گرتے تو بادشاہ آپ کے دروازے
کے سامنے ہوتا۔

ایک دن آپ وضو فرما رہے تھے۔ آپ کا ایک غلام جو ہمیشہ آپ کی خدمت میں رہتا تھا۔
اسی تسبیح کو صندوق سے نکال لایا۔ اور جس طرح وہ شیخ کو دانے گراتے دیکھا کرتا تسبیح کو چلانا
شروع کر دیا۔ ناگاہ بادشاہ آپ کے حجرے کے سامنے آ پہنچا۔ آپ نے دیکھا تو حیران رہ گئے
کہ معاملہ کیا ہے کہ آج بادشاہ بلا طلب آ پہنچا ہے۔ بیٹھے گفتگو شروع کی۔ بادشاہ کے جانے کے
بعد معلوم ہوا کہ غلام زاوے نے تسبیح کے دانوں کا عمل کر دیا تھا۔ اور بادشاہ اسی عمل سے
پہنچے تھے۔ آپ ۹۲۰ھ میں فوت ہوئے۔

شہ احمد ان شہ مشرع رسول ۔ چو کہ داز جہاں سوئے خلد ارتحال

جو حتم ز دل سال وے شد ندا ۔ شہ مشرع احمد بساں وصال

ملک زین الدین اور ملک زین الدین

ملک زین الدین وزیر الدین قدس سرہم العزیزین دونوں بھائی تھے جو اپنے زمانے

کے نیک اور سخی۔ دتھے تقویٰ اور ورع عبادت و ریاضت میں بے مثال تھے۔ انبا۔ الانبار۔

کے مصنف لکھتے ہیں۔ ملک زین الدین ہمیشہ کھڑے ہو کر تلاوت قرآن پاک کیا کرتے۔ آپ نے قرآن پاک کے لئے ایک اونچی سی رحل بنوائی ہوئی تھی۔ جو آپ کے سینے تک آتی۔ اگر انہیں نیند کا غلبہ ہوتا۔ تو چھت سے ایک بندھا ہوا سا گردن میں ڈال دیتے۔ جھٹکا لگتا تو بیدار ہو جاتے۔ آپ کے اہل خانہ اور ملازمین بھی آدھی رات کے وقت اٹھتے اور نماز تہجد میں مشغول ہو جایا کرتے۔ وقت چاشت تک ذکر و وظائف میں مشغول رہتے۔ جمعرات کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روح پُرفروش ایک سو سیر چادروں پر فٹل ہوا لند پڑھاتے۔ ان چادروں کو پکاتے۔ اور نیاز ادا کرتے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد پاک کی تقریب پر یکم سے لے کر ایک ہزار تک جمع کرتے جاتے۔ بارہ ربیع الاول تک بارہ ہزار تک جمع ہو جاتا۔ پھر یہ روپیہ درویشوں اور عزیزوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ دونوں بھائی ہر روز ایک ایک قرآن خم کر کے دعا کرتے کہ اللہ ہمیں شہادت کی موت نصیب کرنا۔ ان کی یہ دعا قبول ہو گئی۔

شیخ زین الدین کو ۹۲۶ھ میں ایک بدبہاد غلام نے زہر دے دیا تھا۔ اور شیخ وزیر الدین سلطان ابراہیم کے ساتھ ۹۳۲ھ میں کفار کے ساتھ ایک جنگ میں شہید ہوئے۔ ان دونوں بزرگوں کے مزارات دہلی میں ہیں

تاریخ وفات شیخ زین الدین قدس سرہ:

شیخ زین الدین شہید باصفا - چوں زد دنیا رفت در جنت رسید

بہر تاریخش مروی از نلک - گفت زین الدین شہ عالم شہید

۹۲۶ھ

تاریخ وفات شیخ وزیر الدین قدس سرہ:-

شیخ زین الدین قسیل راہ حق - وصف او بردیس از گفت و شنید

سال ترحیلش چو جسم از حسرد - گفت طالب زندہ دل عاشق شہید

۹۳۲ھ

آپ قاضی جلال الدین لاہوری کے مرید خاص تھے ابتدائی

شیخ یوسف قتال قدس سرہ:- زندگی میں شیخ یوسف بمقام ہفت پل مشغول عبادت

رہے یہ وہی مقام ہے جہاں سلطان محمد تغلق کی عمارتیں اور مقبرہ بھی ہے۔ اسی دوران ایک جلال الدین نامی بزرگ تشریف لائے اور انہوں نے یوسف قتال کو فیضان روحانیت سے نوازا۔ ان بزرگوں سے آپ کو حصہ ملا۔ آپ ۹۳۳ھ میں فوت ہوئے۔

یوسف قتال شاہ باکمال - رفت چوں از دار دنیا در جان

طالب فیاض سالک کن رقم - یوسف ثانی ولی حق ہیں نبوان

آپ ظاہر و باطن میں عالم اور وعظ تقریر میں بے نظیر تھے

مولانا شعیب قدس سرہ :- آپ مجالس وعظ میں قرآن پڑھتے تو لوگ بے قرار ہو جانا کرتے تھے۔ اگر کوئی شخص سر پر بھاری بوجھ اٹھائے ہوتا۔ یا اسے ضروری کام کے لئے جانا ہوتا۔ تو آپ کی تقریر سن کر رک جاتا اور اسے اپنے بوجھ اور سفر کا احساس تک نہ رہتا۔ وقت کے اکابر علماء، صلحاء کی مجلس وعظ میں حاضری دیتے۔

آپ لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد منہاج الدین لاہور سے دہلی آئے اور بڑی محنت سے علم دین حاصل کیا۔ اور دہلی کے مفتی مقرر ہوئے۔ پھر دہلی میں مستقل قیام کر لیا۔ مولانا شعیب کے والد گرامی مولانا منہاج شہر میں تعلیم حاصل کرتے آٹا اور تیل شہر کے لوگوں سے جمع کرتے اور ساری رات مطالعہ کرتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ آٹے سے دیا بناتے اس میں تیل ڈال کر مطالعہ کرتے اور علی الصبح اسی آٹے کی روٹی پکا کر ناشتہ کر لیا کرتے۔ یہ طریقہ علم کی تحصیل اور توکل میں عجیب و غریب تھا۔

جس درویش جلال الدین نے یوسف قتال کو دولت ولایت سے نوازا تھا۔ حضرت مولانا شعیب کے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا مولانا اگر تم ان ظاہری کاموں کو چھوڑ دو تو میں تمہیں ایک ایسا کام بتاؤں کہ تم ان تمام چیزوں سے بے نیاز ہو جاؤ گے۔ آپ نے فرمایا۔ میں بڑی ریاضت اور محنت سے علم حاصل کیا ہے۔ اب اسے یکسر ترک کر دینا مناسب نہیں ہے وہ درویش وہاں سے اٹھے اور یوسف قتال کو روحانیت کی دولت سے مالا مال کر دیا۔

مولانا شعیب ^{۹۳۶ھ} میں فوت ہوئے۔ صاحب اخبار الاخبار نے آپ کا مزار دہلی میں لکھا ہے۔

شد چو از دار فنا در وا چند - پیر واقف صاحب جنت شعیب

بہر سال ارتحال آن جناب - گفت ہاتف صاحب جنت شعیب

آپ شیخ محمد نور بخش شارح گلشن راز کے مرید ^{۹۳۶ھ}
شاہ جلال الدین شیرازی قدس سرہ ^{۹۳۶ھ} تھے۔ آپ سلطان سکندر کے عہد سلطنت

میں مکہ مکرمہ سے ہندوستان آئے۔ اور دہلی میں سکونت پذیر ہوئے۔ عارف وقت تھے۔ ان

سے عجیب و غریب احوال اور خوارق رونما ہوتے تھے۔ مولانا جلال الدین رومی کی مثنوی کو اپنا

رہبر بتاتے تھے اور مثنوی کی خصوصی شرح فرمایا کرتے۔ جس دن سے دہلی میں تشریف لائے۔ آپ کا

دستر خواں کھلا رہا اور چوہا کبھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔ آپ اپنے ہمانوں کو فرنی اور نان کھلاتے

تھے۔ اور کوئی شخص اس نعمت سے محروم نہ جاتا۔

آپ کی وفات ^{۹۴۴ھ} میں ہوئی۔

پر تو انگن شد چو در خلد بریں - آفتاب دین حق ماہ جلال

سال وصل او چو جسم از فرد - گفت شیرازی ولی شاہ جلال

^{۹۴۴ھ} طالبان حق کی تربیت اور

شیخ سلیمان بن عفان المندومی الدہلوی قدس سرہ ^{۹۴۴ھ} ارشاد میں مصروف رہتے

تھے۔ اذکار و عبادات میں مصروف تھے۔ دنیا کا بڑا سفر کیا اور بڑی نعمتیں حاصل کیں۔ آپ کو

تسخیر ارواح اور تصرفات اجسام میں کمال حاصل تھا۔ اس تصرف کی وجہ سے ماضی کے پوشیدہ

امر اور مستقبل کے حالات سے باخبر رہتے تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ قرآن پاک کی تجوید میں

فرید الٰہ تھے۔ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں قرآن سنانے کا شرف حاصل تھا۔

حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جو فرد زمانہ تھے۔ آپ کو قرآن سنانے اور ایک عرصہ

تک آپ کی خانقاہ میں قیام پذیر رہے۔

آپ کی وفات چودہ محرم الحرام کی رات ۹۲۴ھ میں ہوئی۔ آپ کا مقبرہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیاراوشی کے مزار کے عقب میں ہے۔

سیمان دلی ہادی متقی - سفر کرد چوں از جہاں در جہان

شود سال ترحیل آن شاہ دین - ز شاہ ولایت سیماں عیاں

آپ طریقت میں حضرت محمد اعظم جامی کے مرید

شیخ حسین خوارزمی قدس سرہ تھے۔ وہ شاہ علی بیدائی اور وہ شیخ رشید الدین مجید

سفرائی اور وہ شیخ عبداللہ بشاربادی اور وہ شیخ اسحاق ختلانی اور وہ شیخ علی ہمدانی کے مرید

تھے۔ آپ متاخرین بزرگان دین میں سے صاحب کرامات و خوارق تھے آپ کے پیر مخدوم حاجی

اعظم کا وصال ۹۳۶ھ میں ہوا۔ اور شیخ حسین خوارزمی کا وصال ۹۵۸ھ میں ہوا تھا۔

پیر اعظم حاجی بیت الحسام - قطب عالم بود بر ہاں الولی

گفت تاریخ وصال او خرد - ہادی مخدوم سلطان الولی

۹۳۶ھ

تاریخ وفات حسین خوارزمی قدس سرہ:-

حسین دلی خوارزم رہمائے جہاں - مرید حضرت مخدوم بود اہل کمال

بس رحلت او خواں عزیز خوارزمی - حسین قطب ہشتی بہت نیز سال وصال

۹۵۸ھ

۹۵۸ھ

جسی نسبی فضائل میں جامع تھے۔ آپ کے

سید رفیع الدین صفوی قدس سرہ:- آبا و اجداد علماء و صلحا تھے۔ صاحب تفسیر

معینی میر معین الدین آپ کے اجداد میں سے تھے۔ آپ کئی سال تک مدینہ پاک میں مجاور

ربے حدیث اور تفسیر میں مولانا جلال الدین ودانی کے شاگرد تھے۔ آپ کی وفات

۹۵۱ھ میں ہوئی۔ بعض تذکرہ نویس آپ کا سال وصال ۹۵۷ھ لکھتے ہیں۔

شیخ زین سید رفیع الدین - صورت گل چو شد باغ جناں

وصف آن صاحب شاہ صادق الاحوال - صاحب رفعت زمانہ بخواں
۵۹۵۴

آپ بڑے مشائخ اور کبیر

پیر سید عبدالوہاب بن سید عبدالحمید سالوی قدس سرہ: اولیاء میں شمار ہوتے

تھے، بچپن میں اپنے باپ کے ساتھ ایک حوض میں نہا رہے تھے۔ کوئی شخص پانی میں سے ظاہر ہوا۔

اور آپ کو کھینچ کر لے گیا اور گم ہو گیا ایک عرصہ کے بعد آپ اسی حوض سے برآمد ہوئے مگر کھال

دکرات کے خزانے لے کر آئے۔

ایک بار آپ کے والد اپنے شاگردوں کو ہدایہ پڑھا رہے تھے۔ آپ اپنے ہم عمر لڑکوں

کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ ہدایہ میں ایک مشکل مقام آیا۔ جہاں آپ کے والد رک گئے۔ آپ

نے دوڑی سے اپنے والد کو اس مشکل سے نجات دلا دی جو ان ہوئے تو رجال الغیب کے ساتھ

ہم مجلس رہتے۔ ان حالات میں بھی کتابوں کا مطالعہ جاری رکھتے ایک دن آپ اپنے کتاب خانہ

میں مطالعہ میں مشغول تھے۔ کہ ایک شخص عیسائی لباس میں ظاہر ہوا اور کتابوں کی طرف اشارہ کر کے

کہنے لگا۔ یہ کیا ہے؟ اور تم کس شغل میں مشغول ہو۔ یہ بات سنتے ہی آپ نے کتابوں اور مطالعہ کو

ترک کر کے تجوید کا راستہ اختیار کر لیا۔ اور روحانی کمالات حاصل کرنے اور ہمیشہ عبادت خداوندی

میں مشغول رہنے لگے۔

آپ کی وفات ۹۶۵ھ میں ہوئی۔

بفضل واہب و وہاب اکبر - چو شد در خلد والد عبد وہاب

وصال ش سید فیاض گفتم - دگر ہم نیر دنیا عبد وہاب

۵۹۶۵

۵۹۶۵

آپ برصغیر پاک و ہند کے متاخرین اولیاء

سید محمد غوث گوالیاری علیہ الرحمۃ باری: کرام اور مشائخ عظام میں سے تھے آپ کا

سلسلہ طریقت حاجی حمید جو حضرت قاذن شاہ قدس سرہ کے خلفاء نامدار میں سے تھے۔ ملتا ہے۔
 شاہ قاذن نے حضرت عبداللہ شطاری رحمۃ اللہ علیہ سے فرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ سلسلہ ظاہری کے ساتھ ساتھ آپ کو باطنی طور پر حضرت پیر سراں سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ سے فیضانِ روحانی میسر تھا۔ آپ ہی کے فیض سے مرتبہ غوثیت اور اقطابیت پہنچے تھے۔ آپ کے داوانیشاپور کے سادات میں سے تھے۔ آپ نیشاپور سے ہندوستان تشریف لائے۔ یہاں ہی قیام پذیر ہوئے۔
 کہتے ہیں کہ سید محمد غوث گوالیاری چودہ سلسلہ ہائے تصوف کے مقتدا تھے۔ کائناتِ ارض کی سیاحت کی۔ دنیا بھر کے روحانی خانوادوں سے فیض پایا تھا۔ اور بعض حضرات سے فرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ سفر کے دوران ایک کوزہ کندھے پر اٹھائے رکھتے تھے۔ مصیبتی بغل میں موتا تھا۔ اور ایک عصا ہاتھ میں رکھتے جسمانی طور پر بڑے نازک و لطیف تھے۔

صاحب اخبار الاخبار لکھتے ہیں۔ کہ شیخ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے دن حضرت شیخ حمید کی خدمت میں حاضری دی تو حضرت شیخ استقبال کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور آپ سے بغل گیر ہو کر کہنے لگے "محمد غوث آؤ! مرحبا! مرحبا!" حاضرین مجلس نے آپ کا یہ سلوک دیکھا تو پوچھا۔ اس شخص کو غوث کے رتبہ پر پہنچنے سے پہلے ہی غوث کہہ کر پکارنا کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ یہ نیک فال ہے۔ کہ اس کے والد نے پہلے ہی اس کا نام غوث رکھا ہے۔ جس طرح بیٹے کا نام شاہ عالم رکھا جائے تو ابتدا میں ہی وہ شاہ عالم نہیں ہوتا۔ مگر ایک دن آتا ہے کہ اُسے شنشابی ملتی ہے۔

کہتے ہیں کہ ابتدائی عمر میں شیخ محمد غوث اہل دعوت سے تعلق رکھتے تھے آپ ریاضت میں اسمائے اللہ کی دعوت میں مشغول رہتے۔ اس کام کو آپ نے اس مقام تک پہنچایا کہ سارے برصغیر میں آپ کا ثانی نہیں تھا۔ یہی اسماء خداوند آپ کے باطن پر اثر انداز ہوتے چلے گئے اور آپ قطب وقت بن گئے۔ نصیر الدین ہی یوں بادشاہ آپ کے عقیدت مندوں میں سے تھا۔ آپ نے ایک کتاب معراج نامہ تصنیف کی تھی جس میں اپنے عروج اور روحانی کمالات کا ذکر کیا تھا۔ ہمایوں

سلطنت ہند سے محروم ہوا۔ اور اپنا ملک چھوڑ کر ایران چلا گیا۔ تو درباری حاسدوں نے شیرشاہ سوسی کے کان بھرے۔ اور معراج نامہ پیش کر کے کہا۔ اس میں کفریہ کلمات درج ہیں۔ شیرشاہ آپ کو سزا دینا چاہتا تھا۔ آپ گوالیار سے ہجرت کر کے گجرات چلے گئے۔ گجرات کے علماء نے بھی آپ کی مخالفت کی۔ اور ایک محضر نامہ لکھ کر آپ کے قتل کا فتویٰ دیا۔ شیخ وحید الدین نے جو اس وقت علماء گجرات میں بہت بلند مقام رکھتے تھے۔ شیخ سے عقیدت و ارادت رکھتے تھے علماء کی مجلس میں یہ نکتہ اٹھایا کہ معراج نامہ میں جتنے واقعات درج کئے گئے ہیں۔ وہ تو عالم خواب کے واقعات ہیں۔ بیداری اور عام حالات میں یہ واقعات و احوال رونما نہیں ہوتے۔ غرضیکہ اس مجلس میں آپ کا نکتہ نظر پوری شہرت سے پیش ہوا اور آپ نے فرمایا۔ یہ احوال عالم صحو و سکر میں ہیں۔ علماء کرام نے اپنا محضر نامہ واپس لے لیا۔

آپ کے ایک بھائی حضرت بہلول نامی بھی صاحب ارشاد و کرامت بزرگ تھے۔ ہمایوں بادشاہ کو ان سے بے حد عقیدت تھی۔ مگر مرزا ہندال نے آپ کو شہید کر دیا۔

حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری بڑے صاحب تصانیف عالیہ تھے۔ ان میں سے جو اہر خمسہ اور ادغوثیہ۔ اور بحر حیات بہت مشہور ہیں۔

آپ کی وفات ۱۵ رمضان ۹۷۰ھ میں واقع ہوئی تھی۔ مزار پر انوار گوالیار میں ہے۔

محمد غوث سید قطب عالم - چودر وصل خداگر دید موصول

تاریخ و صالحش گفت سرور - محمد متقی سلطان مستبوں

بابا قدس کشمیری المشہور بہرہ ریشی قدس سرہ - مشائخ میں سے تھے۔ قبیلہ
آہن گراں سے تعلق رکھتے تھے۔ مگر ماورزا دلی اللہ تھے۔ شیخ العارفین نور الدین ولی نے آپ کی پیدائش سے ایک سو سال پہلے آپ کی پیدائش کی خوشخبری دی اور آپ کے مراتب و کمالات کا اظہار کر دیا تھا۔ آپ سے بچپن میں ہی ذوق خدا پرستی کے احوال نمایاں ہونے لگے تھے۔ اور طریقہ

ریشاں پر عمل درآمد کرتے تھے۔ ریشی سلسلہ طریقت کشمیر میں بڑا مقبول تھا۔ یہ سلسلہ کبرویہ سلسلہ طریقت کی ایک شاخ ہے۔ کشمیری زبان میں ریش عابد و زاہد انسان کو کہتے ہیں۔ آپ کو اویسی فیضان حاصل تھا۔ بابا قدس بھی اویسی ہی تھے۔ ظاہری طور پر آپ کو کسی بزرگ سے تعلق نہیں تھا، ساری رات قیام کرتے۔ عبادات میں مشغول رہتے۔ خلق محمدی کا عمدہ نمونہ تھے۔ آپ کا دسترخوان مہمان نوازی کے لئے کھلا رہتا تھا۔

آپ ابھی بچے ہی تھے کہ آپ کے گھر ایک مہمان آگئے۔ آپ کی والدہ بازار سے پھلی لینے گئیں تاکہ اس مہمان کی تواضع کی جاسکے۔ پھلی بازار سے لاکر ایک طشتری میں رکھی تھی کہ ایک پرندہ غلیو آزا آیا اور پھلی اٹھا کر لے گیا۔ بابا قدس نے دیکھا تو فرمایا۔ اگر یہ پھلی ہمارا مقدر ہوتی تو غلیو آزا نہ اٹھاتا۔ یہ قدرت کی طرف سے اسی پرندے کا نصیب تھا۔ ورنہ وہ کیوں اٹھاتا۔ آپ یہ باتیں کہہ رہے تھے کہ وہ پرندہ واپس آیا اور پھلی کو اسی طشتری میں رکھ کر اڑ گیا۔

تاریخ اعظمی کے مؤلف نے لکھا ہے کہ بابا قدس ہر وی زندگی کے آخرین حصے میں شیخ مخدوم حمزہ قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بیعت کی۔ اور سلسلہ مہروردیہ میں داخل ہوئے۔ فرقہ خافت حاصل کر لیا۔ حضرت بابا دادو خاکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتابوں میں آپ کے کمالات اور احوال کو تفصیلی طور پر لکھا ہے۔

آپ کی وفات یکم ماہ ذوالقعدہ ۹۸۶ھ میں ہوئی تھی تاریخ اعظمی نے تاریخ وفات میں یہ شعر لکھا ہے۔

یہ شیخ دین بودا ندریں کشمیر اندر عہد خویش - بہر فوٹش شیخ دین بودا مدت تاریخ سال
موتف لکھتے ہیں

شیخ اقدس مقدس عالم - آنکہ فیضش بدو جہاں جام است
رہلتش ہست مخزن الانوار - نیز مخدوم قدس اسلام است

آپ سید عبدالقادر گیلانی لاہوری کے
 سید غیاث الدین گیلانی لاہوری قدس سرہ :- صاحبزادے تھے جن کا ذکر خیر خاندان
 عالیہ قادریہ کے بزرگوں کے باب میں پہلے صفحات پر گزر چکا ہے۔ آپ بڑے بزرگ متقی اور صاحب
 کرامت بزرگ تھے۔ جذب و ذوق کے مالک تھے۔ عام لوگوں میں دولت شاہ کے نام سے مشہور
 تھے۔ مرنگ میں محلہ دولت آباد آپ کے نام پر آباد ہوا تھا۔ اگرچہ آپ کو اپنے والد محترم سے سلسلہ
 قادریہ میں خلافت حاصل تھی۔ لیکن آپ نے دوسرے سلاسل تصوف سے بھی پورا پورا فیض پایا تھا
 لوگ آپ کو پیر سلاسل عظام کہا کرتے تھے۔ آپ کی آبائی نسبت چند ماسلوں سے حضرت عوث الاعظم
 محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ سے ملتی ہے۔

سید غیاث الدین دولت شاہ۔ بن سید عبدالقادر ثانی بن سید جمال الدین بن سید جلال الدین
 بن سید یوسف بن سلطان رشید بن سید ادہم بن سید محمود بن سید اسماعیل بن سید داؤد بن تاج الاقطاب
 سید فتح نصر بن قطب الآفاق سید عبدالرزاق بن عوث الاعظم شیخ عبدالقادر گیلانی قدس سرہ
 سید غیاث الدین کی والدہ ماجدہ امیر بھالونی سیدہ بجا کرمی۔ میر کفایت خان کی بیٹی تھیں۔ ان
 کے بطن میں سے تین بیٹے سلطان اکبر۔ غیاث الدین دولت شاہ اور سید ابوبکر حاجی پیدا ہوئے یہ
 تینوں حضرات مع سید غیاث الدین محبوب و بزرگ تھے۔

آپ کی وفات تاریخ ۲۱ رمضان المبارک ۹۹۰ھ کو ہوئی جبکہ آپ کی عمر شریف بہتر سال
 تھی۔ آپ کے بھائی سلطان اکبر ۲۵ ذیقعدہ ۹۸۹ھ میں ہوئی۔ ان دونوں بھائیوں کے مزارات
 اپنے والد کے مزار کے پہلو میں ہیں۔ سید غیاث الدین کی وفات کے بعد آپ کے بیٹے اکرام الدین المشہور
 بر شاہ بہاگنا سند نشین ہوئے ۲۵ جمادی الثانی ۹۹۳ھ پچیس سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

شاہ دولت ولی اہل کمال - رفت چوں از جہاں بعزت و جاہ
 افضل الاویا ست تاریخش - ہم خرد گفت مرد دولت شاہ

آپ صاحب ریاضت عبادت تھے۔ اور ساکھ عارف
مولانا درویش واعظ قدس سرہ تھے۔ صورت و سیرت میں درویش تھے۔ ساری عمر
 ریاضت اور مجاہدہ میں گزار دی۔ بڑے صاحب ذوق و شوق اور عشق خداوندی میں ثابت قدم
 تھے۔ بعض اوقات صحراء کے پرندوں کے آواز یا کسی بانسری کی لے پر وجد میں آجایا کرتے تھے۔
 اور حق و ہو کے نعرے بلند کرتے۔ آپ ماوراء النہر کے رہنے والے تھے۔ کئی سال تک حرمین الشریفین
 کے مجاور رہے۔ افغانوں کے آخری دنوں ہندوستان میں آئے۔ اور برصغیر کے مشائخ کی مجالس میں
 رہے۔ ۱۹۹۶ء میں واصل بحق ہوئے۔

حضرت درویش واعظ راہنما - بودی شیخ اہل حال و اہل قال
 رفت چوں آخر ازین دار فنا - واعظ ہادی بگو تاریخ سال
 آپ علوی بزرگ تھے مشائخ متاخرین میں ہندو مقام
شیخ وجیہ الدین گجراتی قدس سرہ رکھتے تھے۔ ظاہری علوم میں اتنی استعداد رکھتے
 تھے کہ بہت سی درسی کتابوں پر حواشی لکھے گئے اور تشریحیں لکھیں اگرچہ آپ کی نسبت دوسرے
 سلاسل سے بھی تھی۔ لیکن تربیت و تکمیل اجازت و خلافت طریقہ شطاریہ سے حاصل کی! اور سید محمد غوث
 گوالیاری سے روحانی فیض پایا۔

کہتے ہیں کہ جب شیر شاہ سوری نے سید محمد غوث گوالیاری پر اس بنا پر سختی کرنا شروع کی کہ
 بادشاہ ہمایوں آپ کا عقیدت مند تھا۔ تو آپ گوالیار کو خیر باد کہہ کر گجرات تشریف لے آئے علماء
 نے بھی آپ کے رسالہ معراج نامہ پر اعتراض کئے۔ اور بڑی مخالفت شروع کر دی۔ ایک محضر نامہ
 لکھ کر بادشاہ کے حضور پیش کیا۔ ان علماء کرام میں شیخ علی متقی قدس سرہ جو ظاہری اور باطنی علوم سے
 واقف تھے۔ ان علماء کے ساتھ تھے۔ جنہوں نے اس قتل نامہ پر دستخط ثبت کئے تھے۔ بادشاہ نے
 آپ کو قتل کرنے کا حکم دینے میں تامل کیا۔ اور فرمایا۔ جب تک اس محضر نامہ پر مولانا وجیہ الدین
 دستخط نہ کریں۔ میں قتل کے حکم کی منظوری نہیں دے سکتا۔ حضرت مولانا وجیہ الدین گجراتی سید

محمد غوث کی خدمت میں بہ نفس نفیس حاضر ہوئے۔ اور آپ کی شکل و صورت دیکھتے ہی اس نتیجہ پر پہنچے کہ ایسا شخص کلمات کفریہ نہیں کہہ سکتا۔ فتویٰ کو پارہ پارہ کر دیا۔ آپ کے ہاتھ میں بیعت کرنی اور علماء کرام کو جواب میں کہا کہ تم لوگ ان الفاظ کے معانی اور مطالب سمجھنے سے قاصر ہو۔ اور ظاہری شریعت کی روشنی میں فتویٰ دے رہے ہو۔ یہ باطنی معاملہ ہے۔ شیخ نے یہ تمام باتیں خواب کی کیفیت میں بیان فرمائی ہیں۔ خواب کے واقعات کو ظاہری زندگی کے معاملات پر مامور نہیں کرنا چاہئے آپ کی وفات سینۃ الاولیاء اور مخبر الواصلین کی تحریر کے مطابق ۱۹۹۷ء میں ہوئی۔ آپ کا مزار پڑاوار احمد آباد میں ہے۔ جو زیارت گاہ عام و خواص ہے۔

شیخ عالم وجیہ مین نبی - شد چواز دہر سوئے خلد بریں
فیض حق کن رقم حفیظ بنجواں - سال وصلش بزینت و تزئین

۹۹۸

۹۹۸

نیز داں سال رحلت آل شاہ - صاحب حق کسختی وجیہ الدین

آپ شیخ حسین خوارزمی کے خلفاء میں سے تھے۔ شیخ محمد شریف

بابا ولی کشمیری قدس سرہ کبروی سے فرقہ خلافت حاصل کیا۔ ۱۹۹۹ء میں خوارزم

سے کشمیر آئے اور حضرت امیر کبیر ہمدانی قدس سرہ کی خانقاہ میں قیام پذیر ہوئے۔ اور مرجع خاص و عام بن گئے۔ آپ کا جذبہ استغراق اس حد تک تھا کہ نماز کے دوران رکعتوں کی تعداد

یاد نہ رہتی تھی۔

جس وقت مرزا یادگار ایک بہت بڑا ہجوم لے کر بادشاہ اکبر سے مقابلہ کے لئے نکلا تو خطہ

کشمیر میں بڑی خوریز جنگیں شروع ہو گئیں تھیں حضرت شیخ بابا ولی نے مرزا یادگار کو لکھا کہ اللہ تعالیٰ

نے خطہ کشمیر کی سلطنت شہنشاہ اکبر کے نام لکھ دیا ہے۔ اس سے مقابلہ اور مجاہدہ اللہ کی قضا سے

لڑنا ہے۔ آپ کو ایسے اقدام سے باز آنا چاہئے اور مسلمانوں کو خونریزی سے بچانا چاہئے۔ دوسرے

طرف آپ نے اکبر کے مقرر کردہ ناکم کشمیر کو لکھا کہ میں تمہیں فتح اور کامیابی کی بشارت دیتا ہوں۔

مرزا یادگار آپ کی اس نصیحت پر بڑا غصہ آیا۔ آپ کے کھانے میں زہر ملا دیا۔ چنانچہ آپ اللہ
میں مسموم ہو کر شبید ہو گئے۔ شیخ کامل سے آپ کا مادہ تاریخ نکلتا ہے اور تواریخ اعظمی میں لکھا ہے
کہ آپ کو امیر کبیر کی خانقاہ میں دفن کیا گیا۔

کہتے ہیں آپ نے زہر آلود کھانا کھاتے وقت جب زہر ملا لقمہ اٹھایا تو ایک لمحہ کے لئے رک
گئے مگر پھر قرآن پاک کی یہ آیت پڑھی۔ ذَا لِك تَقْدِيرُ الْعَزِيْرِ الْعَلِيْمِ دِيَه تُوَالْتِكِي تَقْدِيْر
ہے، اور لقمہ منہ میں ڈال لیا۔

ایک بار کشمیری شیعوں نے مذاقاً ایک شخص کا جنازہ اٹھا کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔
اور ادھر ادھر دھاڑیں مارنے لگے۔ کہنے لگے۔ یہ اکلوتا بیٹا والدین کے لئے ایک سہارا تھا۔ اگر آپ
دعا فرمائیں تو زندہ ہو جائے۔ ورتہ آپ ہی اس کا جنازہ پڑھائیں۔ تاکہ اس کی مغفرت ہو جائے
آپ اس کام سے دور رہنا چاہتے تھے۔ مگر ان لوگوں کا اصرار بڑھتا گیا۔ آپ نے بادل نخواستہ جنازہ
پڑھانے پر رضامندی کا اظہار کر لیا۔ مگر ساتھ ہی اس کے والدین کو کہا۔ کہ مجھے جنازہ پڑھانے سے
معذور سمجھا تو بہتر ہوگا۔ مگر انہوں نے بھی اصرار کیا۔ آپ نے جنازہ پڑھایا۔ دوسری طرف عزرائیل
علیہ السلام نے اُس کی روح قبض کر لی۔ جنازے کے بعد تمام شیعہ حضرات مذاق کو تازہ کرنے
کے لئے آگے بڑھے جنازہ کے منہ سے کپڑا اٹھایا۔ تو اسے واقعی مردہ پایا۔ اب وہ صحیح معنوں میں
رونے لگے۔ حضرت کے پاؤں پر گر گئے۔ اور اسے دوبارہ زندہ کرنے کو کہا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ تو اللہ
کے حکم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مر گیا ہے۔ ہاں جنازہ ادا کرنے کے بعد اس کی بخشش کی امید
ہو گئی ہے۔

زدنیائے دوں شد بخلد بریں۔ چو آن شیخ والی ولی متقی

رضا بنی سال تاریخ او۔ وگر زبدہ فیض والی ولی

۱۰۰۱ھ

۱۰۰۱ھ

آپ خواجہ حسن قادری کے تلامذہ تھے۔ امرتسر
میں شیخ یعقوب صوفی کشمیری قدس سرہ: کے تلامذہ میں ایک نام پر نامزد تھے

۱۹۰۰ء میں پیدا ہوئے۔ دس سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا۔ مولانا محمد رحیم مولانا عبدالرحمان جامی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید۔ تھے سے ظاہر علوم پڑھے۔ استاد نے ازرقہ قابیت آپ کا اسم گرامی جامی ثانی رکھا۔ تحصیل علم کے بعد ریاضت اور عبادت میں اس طرح مشغول ہوئے کہ ادیاد اللہ میں شمار ہونے لگے۔ آپ سید امیر کبیر مہدانی رحمۃ اللہ علیہ کے اویسی تھے آپ حضرت شیخ کمال الدین حسینی خوارزمی کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے۔ انہیں کے علم سے سمرقند پہنچے۔ اور حضرت حسین خوارزمی کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ آپ کے والدین اور عزیزوں نے آپ کو ایسے امور سے روکنا چاہا۔ حضرت امیر کبیر مہدانی نے ان لوگوں کو خواب میں متنبہ کر کے روک دیا۔ حضرت یعقوب ہزار درون شوق کے ساتھ کشمیر سے عازم سمرقند ہوئے۔ خانقاہ کے دروازے کے باہر قیام کیا۔ شیخ حسین باطنی طور پر آپ کی آمد سے مطلع ہو چکے تھے استقبال کے لئے تشریف لائے اور آپ کو ساتھ لے کر اندر آئے۔ حضرت یعقوب صوفی نے گزارش کی حضور مجھے خانقاہ کی کسی خدمت میں مامور فرمائیں آپ کو مبلغ کے لئے لکڑیاں لانے کے لئے مقرر کیا گیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں تکمیل و ترتیب سے مراحل سے گزرے۔ فرقہ خلافت عطا ہوا اور پھر کشمیر کو واپس ہوئے۔ آپ کشمیر پہنچے ہی تھے تو علماء و صلحمانے آپ کی مجلس کو حاضری سے بھر دیا۔ آپ کا فیض عام ہونے لگا۔ ارشاد و ہدایت کے دروازے کھل گئے۔ سالکین کی جماعتیں اور طابین کے ہجوم جمع ہونے لگے۔ ایک عرصہ کے بعد آپ کے دل میں اپنے پیر و مرشد کی زیارت کا شوق اٹھا۔ اور آپ پھر سمرقند کو روانہ ہوئے۔ حضرت مرشد گرامی نے آپ کو حرمین الشریفین کی زیارت کا حکم دیا۔ وہاں سے مشہد مقدس کو روانہ ہوئے۔

ان دنوں ایران میں صفوی خاندان حکمران تھا۔ شیعہ لوگ سنیوں کو چن چن کر تکلیفیں دیا کرتے تھے۔ شاہ طہماسپ صفوی کے حکم سے سنی علماء کو قتل کر دیا جاتا تھا۔ شیخ یعقوب نے بادشاہ سے ملاقات کرنا چاہی اور اپنی کرامات اور خوارق کے اظہار سے بادشاہ کو اپنا گویہ بنا لیا۔ آپ نے شاہ طہماسپ کو آمادہ کیا وہ سنیوں کے قتل بے دریغ سے ہاتھ روک لے۔

چنانچہ آپ کی نصیحت کا بڑا خوشگوار اثر ہوا۔ وہاں سے آپ بغداد تشریف لے گئے۔

بغداد میں پہنچ کر آپ نے شیخ المحدثین علامہ ابن حجر مکی قدس سرہ سے ایک جہ مبارک حاصل کیا جو امام الایمہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا تبرک تھا۔ وہاں سے شیخ سلیم حشتی فتح پوری سے ملاقات ہوئی۔ اور سلسلہ عالیہ حشتیہ میں فرقہ خلافت حاصل کیا۔ دور دراز ممالک کے سفر کے بعد آپ دوبارہ خطہ کشمیر میں وارد ہوئے یہ وہ زمانہ تھا کہ وادی کشمیر میں مذہبی اور نظریاتی کش مکش زوروں پر تھی۔ مختلف علاقوں کے حکمران آپس میں جنگ و جدل میں مصروف ہوتے تھے۔ مذہبی تعصب سے ملک کا سکون تباہ ہو چکا تھا آپ نے کوشش کی کہ ان حالات کو بدلا جائے۔ اور حالات کو معمول پر لایا جائے۔ آپ کی کوششوں سے تمام کشمیر پر اکبر بادشاہ کا تسلط ہوا۔ یعقوب خان بڑا متعصب رافضی تھا۔ گرفتار ہو گیا۔ مغل حکمرانوں کے عمل و دخل نے کشمیر میں امن قائم کیا۔ خانہ جنگی ختم ہو گئی۔ اور باہمی اتفاق کی فضا قائم ہوئی۔ آپ تیسری بار خطہ کشمیر سے نکلے اور حرمین الشریفین کے سفر پر روانہ ہوئے۔ ایک سال بعد واپس آئے۔ اور ایک بہت بڑا کتب خانہ جس میں احادیث اور تفاسیر کا خزانہ تھا۔ اپنے ساتھ لائے۔ خلق خدا کو پھر زور علم و عرفان سے مالا مال کرنے لگے۔

آپ کی وفات بروز جمعرات بعد از نماز عشاء ۱۲ ماہ ذیقعدہ ۱۰۰۳ھ کو ہوئی مادہ تاریخ وفات
 شیخ ائمہ - شیخ اہل مجد - شیخ اوصدین - شیخ الباطن - شیخ باکمال سے تواریخ وفات
 ۱۰۰۳ھ ۱۰۰۳ھ ۱۰۰۳ھ ۱۰۰۳ھ ۱۰۰۳ھ

تواریخ اعظمی میں درج ہیں۔ آپ نے بڑی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں جن میں تفاسیر سنک
 الاخبار۔ وامتق و عذرا۔ لیلیٰ محبتوں۔ مغازی انبوت۔ مقامات مرشد۔ پنج گنج خمسہ نظامی پر ایک
 جواب۔ مناسک حج۔ شرح صحیح بخاری۔ حاشیہ توضیح و تلویح۔ تفسیر پارہ تبارک و عسم
 رواج شرح۔ رباعیات۔ رسالہ اذکار۔ دیوان اشعار آپ کی یادگار ہیں۔

چو شد یعقوب زین دہر پر آفت - بساں وصل آن شیخ زمانی
یکے از دل عیاں شد فیض اقطاب - دگر بدر الدجی یعقوب نامی

۵۱۰۰۳

۵۱۰۰۲

سید محمد غوث بن سید فتح محمد بن سید ابوبکر بن
سید عبدالقادر ثمانی گیلانی قدس سرہ

آپ اولیاء عظام لاہور میں شمار ہوتے
تھے۔ والد محترم کے وصال کے بعد
سند ارشاد پر بیٹھے۔ اور ایک کثیر مخلوق

آپ کے حلقہ ارادت میں آئی ۱۰۰۴ھ کے آخر میں فوت ہوئے۔ اور اپنے والد کے مزار کے پہلو میں
دفن ہوئے۔ نواب محمد زمان خان نے جو امرائے مغلیہ میں بڑے جلیل القدر امیر تھے۔ آپ کے مزار
پر کتبہ بنایا۔

چوں محمد غوث از دار فنا - کہ در حلت رفت در دار جنان
جامع فیض است تاریخش بگو - تاج کامل سید الابرار خوان

۵۱۰۰۴

۵۱۰۰۲

آپ شیخ الاسلام احمد جام رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد
شیخ عبدالحق جامی قدس سرہ السامی ہیں سے تھے۔ ہرات کے علاقہ میں موضع زندجان

میں پیدا ہوئے۔ صاحب مقامات بلند اور مدارج ارجمند تھے۔

صاحب سفینۃ الاولیاء فرماتے ہیں کہ عارف حق ملا شاہ فرماتے ہیں کہ جب عبداللہ خان
اوزبک نے ماڈال نہر سے اٹھ کر خراساں پر حملہ کیا تو زندجان میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور
قلعہ فتح کرنے کے لئے دعا چاہی۔ آپ نے فرمایا۔ آج سے نو ماہ۔ نو دن اور نو ساعت بعد یہ قلعہ
فتح ہوگا۔ اس سلسلہ میں جتنی جلدی کی جائے گی۔ بیکار ہوگی۔ تاریخی طور پر شیخ نے جو کچھ کہا تھا۔
ایسا ہی ہوا۔

حضرت ملا شاہ اپنے والد کی روایت کرتے ہیں کہ میں ایک رات حضرت شیخ عبدالحق کی

خدمت میں گیا۔ میرا ارادہ تھا کہ میں عبداللہ انصاری قدس سرہ کے مزار کی زیارت کروں چونکہ اندھیری رات تھی۔ آپ نے ایک خادم کو فرمایا کہ چراغ روشن کرو۔ چونکہ چراغ میں تیل نہیں تھا۔ آپ نے چراغ کو پانی سے بھر لیا۔ اور چراغ کی بتی کو اپنے لعاب دہن سے تر کر لیا۔ اور چراغ ہاتھ میں اٹھا کر چل پڑے۔ راستہ میں تیز ہوا تھی۔ ایک فرسنگ کا فاصلہ طے کیا۔ مگر چراغ جلتا رہا۔ اور آپ حضرت عبداللہ کے مزار پر پہنچ گئے۔ زیارت کے بعد اسی چراغ کی روشنی میں واپس آ گئے آپ کی وفات ۱۰۱۵ھ میں واقع ہوئی تھی۔

رفت چوں در خلد زین دار فنا - گشت عبدالحق بحق موصول حق
از فرد شد سالِ ترحیمش عیساں - ماہ تاباں قطب حق مقبول حق

آپ حضرت شیخ یعقوب صوفی کے مرید اور خلیفہ
میر محمد بن احمد کشمیری قدس سرہ تھے آپ کی وفات کے بعد سندار شاد پر بیٹھے
ترک و تجرید اور تفرید میں یگانہ روزگار تھے۔ توکل میں فرد زمانہ تھے۔ سارا سال گرمی اور
سردی میں ایک ہی کپڑے میں دقت گزار دینے والی کبھلی کے کہنے پر آپ کشمیر سے بکھلی
تشریف لے گئے اور قیام فرما ہوئے۔

اس جامع کمالات کی وفات صاحب تذکرہ القدا نے چہارم محرم الحرام ۱۰۱۵ھ لکھی
ہے۔ مگر تواریخ اعظمی کے مؤلف نے ۱۰۱۵ھ لکھی ہے۔

چوں محمد میر شیر ذر جہاں - رفت از دنیا بفر دوس برس
صاحب فضل است تار بخش دگر - متقی مہدی محمد میر دین

۱۰۱۵ھ

۱۰۱۱ھ

ابتدائی عمر میں کشمیر کے مشہور تاجروں میں
سید یوسف محمد با تنخی کشمیری قدس سرہ سے تھے جاذب حقیقی نے آپ کو اپنی
حرف کھینچا۔ تو آپ تارک الدنیا ہو گئے۔ شیخ یعقوب صوفی سے بیعت ہوئے۔ اور درجہ

کمال کو پہنچے۔ پیر روشن ضمیر کی اجازت سے حرمین الشریفین کی زیارت کو گئے اور اپنے وقت کے مشائخ سے روحانی فیض حاصل کرتے رہے۔ واپسی پر کشمیر میں آئے تو قصبہ بارہ مولیٰ میں قیام کیا۔ اور وہاں ہی السنہ میں واصل بحق ہوئے۔ آپ کی تاریخ وفات السنہ ۱۰۱۱ھ مجد مشائخ سے برآمد ہوتی ہے۔ اور تواریخ اعظمی نے اسی تاریخ کو صحیح قرار دیا ہے۔

یوسف دین نبی معشوق حق - رفت از دنیا چو در سردوس باز

سال وصل او بگویشخ امین - ہم بخواں محسودم محرم پاکباز

۱۰۱۱ھ

۱۰۱۱ھ

عالم۔ عامل۔ شیخ کامل۔ دقائق علمیہ کو حل کرنے

مولانا محمد کمال کشمیری قدس سرہ: والا۔ دقائق کی وضاحت والا جس پر علمی نسبت

غالب تھی۔ ان کے بھائی ملا جمال قدس سرہ) بھی علوم ظاہریہ اور باطنیہ میں یکتا سزے زمانہ تھے

یہ دونوں بھی دنیائے علم میں اپنے جمال و کمال کے ساتھ آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ آپ بابا

فتح اللہ کشمیری کے مرید تھے۔ حضرت خواجہ عبداللہ احوار کی خدمت میں بھی حاضری دی۔ لاہور

اور سیالکوٹ میں مسند علم و ارشاد کے جامے نشین ہوئے۔ ہر جوان اور بوڑھا آپ کے علم سے

ستفیض ہوتا رہا۔

حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی قدس سرہ بھی

آپ کے شاگرد تھے۔

آپ کی وفات السنہ میں ہوئی۔ اگرچہ آپ کو لاہور میں دفنایا گیا۔ مگر حوادث زمانہ کی

وجہ سے آپ کا مزار مبارک محسودم ہو گیا ہے۔ تواریخ اعظمی نے آپ کی تاریخ وفات پر یہ مصرع

لکھا تھا۔ سہ ملحق حق قطب تاج اولیاء ملا کمال

گشت چوں پدرود با حکم خدا - از جہاں کامل کمال اہل خال

شمع نور عارف بگو تاریخ او - نیز ساک تاج سعدنانی کمال

۱۰۱۰ھ

۱۰۱۰ھ

ابتدائی عمر میں خطہ کشمیر میں سکونت رکھتے تھے اور

مولانا شاہ گداہ کا شمیری قدس سرہ :- کاروبار دنیا میں بڑے کامیاب تھے۔ ایک بار

شیخ احمد نادری کی خانقاہ کے سامنے سے گزرے اور شیخ مخدوم موسیٰ نے آپ پر توجہ فرمائی اور

آپ کو دین کے کاموں سے اللہ کی تلاش کے لئے وقف کر دیا۔ آپ کے مرید ہونے اور تھوٹے

عرصہ میں سلوک کے مراحل طے کر کے تکمیل کو پہنچے۔ زہد و ریاضت طاعت و عبادت کشف و

کرامت میں شہرت پائی۔ خلق خدا جو حق درجوں آئے لگی۔ اور راہ ہدایت پانے لگی۔

تواریخ اعظمی نے آپ کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ حجرات کو ۱۰۲۲ھ

میں آدھی رات کے وقت نیند سے اٹھے دنو کیا۔ خانقاہ کے حجرے میں پہنچے۔ مراقبہ میں بیٹھے کہ

ذکر نفی اور اثبات شروع کیا۔ ذکر میں رقت و شدت پیدا ہوئی تو درو دیوار بننے لگے۔ ایک لڑک

بہ پڑا ہو گیا۔ تمام محلے والے جاگ اٹھے۔ اپنے گھروں سے نکل کر خانقاہ کی طرف آئے۔ ایک بہت

بڑا اجتماع ہو گیا۔ سحری سے لے کر چاشت تک ذکر بالہر میں مشغول رہے۔ لوگ کھڑے دیکھنے

رہے۔ بچہ میں سر رکھا۔ اور جان جانِ آفرین کے حوالے کر دی۔

جناب شاہ گدا شاہ جو ان مرد - زردنیافت درو بار حق یار

بفوتش جامع فصل است تاریخ - دگر بارہ نحواں - مشکوٰۃ النوار

۱۰۲۲ھ

۱۰۲۲ھ

آپ کشمیر میں شمال کے تاجر تھے۔

شیخ حبیب اللہ نوشہری کا شمیری قدس سرہ :- اللہ کی تلاش دامنگیر ہوئی تو حضرت

شیخ یعقوب علی کشمیری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مرید ہو گئے۔ ہمارک الدنیا ہو گئے۔ عبادت و

ریاضت میں مشغول رہنے لگے۔ آپ پر ظاہری اور باطنی فتوئات کے دروازے کھل گئے فرقہ

خلافت حاصل کیا۔ جذب و سکرمیں استغراق پایا۔ دنیا اور اہل دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔

سماع اور وجد کو اپناتے۔ غلبہ شوق میں عاشقانہ اشعار ترم سے پڑھتے۔ یہ شعرا ہی کی

اے کہ بہشت بریں بے تو عذابم عذاب - آتش دوزخ ہمہ با تو کلابم و کلاب
 گئی شوق ت چہ کہ دوزمی ذوق ت چہ کرد - سینہ کبابم کباب - دیدہ پرابم پراب
 بے تو نہ سرد و گل بے تو نہ جامم نہ مل - بے تو کد ام ست ماہ بے تو کد ام آفتاب
 حسی بچارہ میں اشک فشاں بزمیں - کرد زراعت چنیں دست و طعام و شراب
 شعری دیوان کے علاوہ بھی آپ کی بہت سی کتابیں نثر و نظم میں مشہور ہوئیں۔ ان تصانیف
 میں اپنے مرشدارشد کے مقامات اور احوال بیان کئے ہیں ۱۹۲۶ء میں غلبہ طاعون میں دصال
 ہوا۔ آپ کا مرشد منو محلہ نوشہرہ میں زیارت گاہ عام خاص بنا۔

چوں حبیب خدا حبیب اللہ - شد بفر دوس زیں سرائے خراب
 رعلتش گو حبیب جامع فیض - ہم نجواں آفتاب عالماب

آپ کشمیر جنت نظیر کے ارباب کبار
شیخ موسیٰ بلدی مری کبروی کشمیری قدس سرہ میں سے تھے۔ ظاہری علوم کی
 تحصیل کے بعد طلب خداوندی میں نکلے۔ سفر کئے۔ حرمین الشریفین پہنچے۔ حج کیا۔ زیارت روضہ
 منورہ کی۔ واپس کشمیر آئے۔ اور شیخ بابا دلی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے۔
 ابھی تکمیل حاصل نہ ہوئی تھی۔ کہ حضرت مرشد کا انتقال ہو گیا۔ خواب میں حضرت مرشد نے حکم
 دیا کہ وہ شیخ خلیل اللہ جو حضرت شیخ حسنی خوارزمی کے خایندہ تھے۔ کی خدمت میں جائیں۔ شیخ موسیٰ
 کشمیر سے بلخ پہنچے۔ مگر وہاں پہنچنے سے پہلے پہلے حضرت شیخ خلیل اللہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ آپ
 کو بڑا افسوس ہوا۔ اور اس تلاش حق میں بڑے مایوس اور حیران ہوئے۔ الہامی طور پر آپ
 کو حکم ہوا کہ حضرت شیخ پایندہ ساکڑی کبروی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ آپ گئے اور
 مرید ہو گئے۔ تین سال تک آپ کی خدمت میں رہے۔ پایہ تکمیل کو پہنچے۔ فرقہ خلافت حاصل کیا۔
 اور کشمیر میں جلائے۔ دلیمر میں سکونت اختیار کر لی۔ ایک خانقاہ تعمیر کرائی۔ عبادت حق میں

مشغول ہو گئے۔ خلق خدا کو ہدایت دینے لگے۔ اکثر ارباب عقیدت سحری کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور آپ کے ساتھ نماز تہجد ادا کرتے شیخ جماعت کہتے ہر بات حضرت شیخ موسیٰ کی خانقاہ میں ہی منبجس تھی۔ کہتے ہیں کہ در سو سے زیادہ ارباب نماز تہجد کی جماعت میں شرکت کیا کرتے تھے۔

تواریخ اعظمی نے آپ کی تاریخ وفات ۱۰۲۶ھ لکھی ہے آپ کا مزار بابا ولی کے مزار کے ساتھ ہے۔

شیخ موسیٰ سے تالیف ملی - شد چنانہ دنیا بھر دوس بویں
سال تہمیش بروردہ عیاں - مستقی راہ نما موسیٰ دین

۱۰۲۶ھ

۱۰۲۶ھ

آپ نے کثیر کے دنیا دار افراد
شیخ محمد شریف کشمیری المشہور بشوک بابا قدس سرہ: ہیں سے تھے۔ ارادت غیبی سے
ابکانات امتغراق طاری ہوئی۔ پہلے تو لوگوں نے آپ کو دیوانہ کہنا شروع کر دیا۔ اور جنوں
کی حالت میں خوابوں اور کشمیری رمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گئے۔ آپ نے اپنے حجرہ خاں
میں طلب کیا عبادت الہی میں مشغول کیا اور مرید بنا لیا۔ آپ نے اپنے دوسرے مریدوں کو
آپ ہی کی نسبتیں دے دیا۔ مرشد گرامی کی وفات کے بعد آپ نے مسند ارشاد بچپائی
اور خلق خدا ہدایت بن کر مل ہو گئے۔

تواریخ اعظمی کے مولف نے آپ کی وفات بتاریخ اکیس محرم الحرام ۱۰۲۶ھ لکھی ہے
آپ اپنے مرشد کے مزار کے پاس ہی دفن کئے گئے۔

شریف از جہاں چون بخت شادانت - خود سال آں شیخ عالم حنیف
بگفتا کہ شیخ ز من ہار است - دوبارہ نجواں اہل عرفان شریف

۱۰۲۶ھ

۱۰۲۶ھ

یہ بزرگ پہلے تو حصار میں رہتے تھے
شاہ نعمت اللہ حصار کی کشمیری قدس سرہ :- سلامین چکان دہر زیادہ مذہب سے
 تعلق رکھتے تھے کے عہد مملکت میں کشمیر میں تشریف لائے۔ آپ کشمیر میں آئے اور مجاہد چہ پل میں
 قیام کیا۔ آپ ہر وقت عبادت خداوندی میں مشغول رہتے تھے ایک بار آپ ایک دنیا دار
 مالدار شخص کے ہاں دعوت پر گئے۔ کھانا کھایا۔ تمام روحانی احوال ضبط ہو گئے۔ قبض کی اس
 کیفیت نے آپ کے دل کو بند کر دیا۔ کئی دن اسی کیفیت پر گزرے ان دنوں میرنازک کا تبارک
 قدس سرہ کی مشیخت کا جھنڈا فضائے شہرت میں ہرا۔ ہا تھا۔ آپ بھی ان کی خدمت میں پہنچے۔
 قلبی کیفیت بیان کی حضرت تیرنے روٹی کھڑا دیا۔ وہ کھاتے ہی دلی عقد کھل گئے میرنازک
 نے فرمایا۔ یا اید۔ آپ کو اپنے حال دل کی خبر تھی۔ در نہ میرنازک کا لقمہ حلال ہر ایک کو نصیب
 نہیں دیتا۔

تواریخ اعظمی نے آپ کا سن و نوات ۱۰۲۸ھ لکھا ہے اور آپ کا مزار پڑاوار چہ پل کشمیر کے
 پاس ہے۔ جو زیارت گاہ خلق ہے۔

شیخ نعمت جو یافت در جنت ۔ از خدا حسن نعمت فرودوس
 مال تاریخ رحلتش از دل ۔ شد ندا حسن نعمت فرودوس

آپ میرشمس الدین شامی قدس سرہ السامی کی اولاد میں
شاہ قاسم حقانی قدس سرہ :- سے تھے آپ حضرت میر بہدانی قدس سرہ العزیز کے
 ہمراہ خطہ کشمیر میں وارد ہوئے۔ اور پھر کشمیر میں ہی قیام فرما ہو گئے۔ شاہ قاسم کو ابتدائی زندگی
 میں ملا تاسم اور حامی قاسم کے ناموں سے یاد کیا جاتا تھا۔ نپاہری علوم کی تحصیل کے بعد شیخ
 محمد ضایفہ کشمیری کی خدمت میں بیعت ہوئے۔ کمالات حاصل کئے۔ اور شاہ کے خطا بہت
 مخاطب ہوئے۔ زہد و تقویٰ۔ مجاہدہ و ریاضت میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ کے سینہ بے کینہ
 میں یاد خداوندی کی باروں کی آگ سلگتی رہتی تھی۔ بسا اوقات آپ کی اس آتش دل سے

آپ کا حجرہ جل اٹھا۔ لوگ بھائے ٹکڑاگ لگنے کی وجہ معلوم نہ ہوتی۔ آپ کے بدن کے رول
رول سے خون کے قطرے بہتے۔ اگر کسی کو یہ نظر اخلاص دیکھ لیتے۔ خدا تک پہنچا دیتے۔ اگر نظر
قہراٹھاتے تو تڑپا کر رکھ دیتے۔

اپنے پیر و دشمن ضمیر کی وفات کے بعد آپ حرمین الشریفین کے سفر کو روانہ ہوئے عراق،
شام اور بغداد میں اولیاء وقت سے ملاقات کی۔ کبرویہ قادویہ سلاسل سے فرقہ خلافت حاصل
کیا۔ سلسلہ نقشبندیہ میں خواجہ دیوانہ سواتی سے فیض پایا۔ حضرت سواتی خواجہ سلام جو یاری نقشبندی
کے خلیفہ تھے سلسلہ چشتیہ میں حضرت شیخ رحم بغدادی سے خلافت حاصل کی۔ کشمیر واپس آئے
اور مخلوق خدا پر رشد و ہدایت کے دروازے کھول دیئے مگر انہوں کو راہ ہدایت دکھائی
اور ہر سلسلہ طریقت کا فیضان عام کر دیا۔

تواریخ دومری نے آپ کا سن وصال ۱۰۳۳ھ لکھا ہے۔ آپ نے اپنی وفات
کے وقت ارشاد فرمایا۔ اس خاکسار کی مقبولیت کی نشانی یہی ہے کہ میری وفات سے چالیس
دن قبل میرے ہی یہ آہن گرہ کی بھٹی سے ایک درخت بلند ہو گا جو سرسبز ہو جائے گا۔ لوگوں
نے دیکھا کہ یہ سرسبز درخت لہرتا رہا۔

شہزاد نیا چو در بہشت بریں - شاہ قاسم ولی خوش قسمت

گفت تاریخ رحلتش سرور - صاحب علم و تسمیۃ النعمت

آپ سوداگر زادہ تھے۔ ابتدائی عمر میں

خواجہ زین الدین ڈار قدس سرہ: تجارت کیا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ

حبیب اللہ نوشہری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مرید ہو گئے۔ مجاہدہ اور ریاضت

میں مشغول رہنے لگے۔ اور اپنے زلمنے کے کامل ہو گئے۔ آپ کو اپنے پیر و مرشد سے اتنی

عقیدت تھی کہ ایک دن عید گاہ کے قریب برسر راہ خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی آپ

نے اپنی صحبت میں رکھنا چاہا مگر آپ نے قائل کیا اور کہا مجھے اپنے پیر و مرشد کی صحبت

ہی کافی ہے۔

آپ بیالیس سال کی عمر ۱۰۴۲ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کا مزار پڑانوار محلہ کابل کشمیر میں ہے۔ اور زیارت گاہ عام و خواص ہے۔

جناب زین دین شیخ معلیٰ . کہ مثل او نہ بڑے زمین است

جو تاریخ وصال اور مجسم . خرد گفتا کہ فاضل زین دین است

آپ سلسلہ شطاریہ کے اعظم خلفاء اور کبریٰ
شیخ پیر میرٹھی شطاری قدس سرہ: مشائخ میں سے بڑے صاحب تصرف اور

مظہر خارق و کرامت تھے۔ بڑے صاحب ذوق و شوق۔ سکر و جذب تھے۔ آپ کے لاتعداد مرید تھے شہر میرٹھ میں سکونت پذیر تھے۔ مغل بادشاہ نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ آپ کے معتقدین میں سے تھا۔

مخبر الواصلین نے آپ کا سن وصال ۱۰۴۲ھ لکھا ہے۔ اور آپ کا مزار پڑانوار میرٹھ کے

مضافات میں ایک قصبہ میں ہے۔

ولی جہاں حضرت شیخ پیر . کہ تم شد بباد کار علم و عمل

بتاریخ وصلش ندا شد ز دل . کہ پیر زماں دستگیر ازل

آپ ظاہری اور باطنی کمالات کے مالک تھے ہزاروں
شیخ ناظر اکبر آبادی قدس سرہ: لوگ بلکہ لاتعداد مخلوق آپ کی صحبت سے خداریدہ

ہو گئے۔ تذکرۃ القدامہ کے مولف دیہی بزرگ مخبر الواصلین کے مصنف ہیں، فرماتے ہیں کہ دیو۔

جن طیور و وحوش آپ کے زیر فرمان تھے۔ ایک دن آپ کی مجلس میں کیمیاگری کے موضوع پر

بات ہو رہی تھی۔ شیخ نے زمین سے تھوڑی خاک اٹھائی۔ ایک خادم کچھ ہاتھ پر رکھی۔ دیکھتے دیکھتے

زر خالص بن گئی۔ ایک دن آپ نے برف کے ٹکڑے پر نگاہ ڈالی تو وہ سبز زرد بن گیا۔ آپ

کے ہاتھ میں تسبیح کے دانے یا قوت خالص بن گئے۔

ایک شخص ایک دوسرے علاقہ سے اکبر آباد حاضر ہوا۔ حضرت شیخ ناظر کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا۔ حضور میرے علاقے میں اس سال بارش نہیں ہوئی۔ سارا علاقہ تھپ کی زد میں ہے۔ لوگ اور مویشی بھوکے مرنے لگے ہیں۔ توجہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بارانِ رحمت سے نوازے۔ آپ نے فرمایا انشاء اللہ اللہ کی رحمت آئے گی۔ وہ شخص اپنے وطن گیا۔ تو معلوم ہوا کہ جس دن شیخ نے دعا کی تھی۔ اسی روز بارش ہوئی تھی۔

ایک دن آپ نے ایک اونٹنی کے خشک پستانوں کو چھو یا تو دودھ پکھنے لگا۔ اتنا دودھ نکلا کہ خانقاہ کے تمام لوگ سیر ہو گئے۔

ایک دن ایک ضعیف بڑھیا روتی دھوتی حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ حضور میرا ایک بچہ تھا۔ جو چاہک فوت ہو گیا ہے۔ چونکہ آپ محبوب خداوندی ہیں۔ براہ کرم میرے بیٹے کو زندہ کریں۔ حضور اٹھے۔ اس بڑھیا کے گھر گئے۔ مردہ بچے کے چہرے سے کپڑا ہٹایا۔ اور دیکھ کر فرمانے لگے۔ یہ بچہ تو زندہ ہے۔ بچے نے اسی وقت آنکھیں کھولیں کر وٹ لی۔ اور بیدار ہو کر بیٹھ گیا۔

ایک دن حضرت کے خادم کے ہاتھ میں ایک چوہی میخ تھی۔ آپ نے فرمایا۔ تمہارے ہاتھ میں پھلی ہے۔ اس نے کہا۔ حضرت نہیں یہ تو چوہی میخ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ غور سے دیکھو۔ یہ تو پھلی ہے دیکھا تو واقعی وہ پھلی تھی۔

حضرت شیخ ناظر پابیانہ لباس پہنا کرتے۔ ہاتھ میں نیزہ اور سر پر ٹوبے کا خود ہوتا۔ جھوک لگتی تو درختوں کے پتے کھاتے۔ شاہجہان بادشاہ آپ کا عقیدت مند تھا۔ شاہی بیگمات ہی آپ سے حسن عقیدت رکھتی تھیں۔ فقہ حنفی پر کار بند تھے۔ طریقت میں سلسلہ چشتیہ۔ قادریہ۔ اور نقشبندیہ اور شطاریہ میں مریدوں کو بیعت فرماتے۔

تذکرۃ القدا، اور مخبر الواصلین میں آپ کی تاریخ وفات تیرہ جمادی الاولیٰ ۱۰۵۷ھ لکھی ہے مزار پر انوار اکبر آباد میں ہے۔

جناب ناظران منظرہ یزدان - کہ شد ظاہر از دہس خرق عادات
ولی اعظم آمد سال وصلش - دگر فرما شہر ملک کرامات

۱۰۵۰ھ

۱۰۵۰ھ

اپنے وقت کے اکابرین میں سے تھے۔ بہت
شیخ محب اللہ اکبر آبادی قدس سرہ: ہی بزرگ اور خداریدہ تھے۔ بیماروں کے
لئے نفس میما کے مالک تھے۔ ظاہری علوم میں علماء وقت میں سربراہ اور وہ تھے۔ صاحب تصانیف
کثیرہ تھے۔ شرح نصوص المحکم آپ کی بہترین تصنیف ہے۔

مخبر الواصلین نے آپ کی وفات ۱۰۵۰ھ مکھی ہے۔ آپ کا مزار بھی اکبر آبادی میں ہے۔

معدن حق شیخ محب اللہ - رفت چو زیں جہاں باوج جان
سال وصالش جو جسم بدل - گشت ندا شیخ محب زماں

آپ خواجہ مسعود پان پوری کے فرزند ارجمند تھے۔ ۱۰۵۸ھ
شیخ بابا علی کشمیری قدس سرہ: عبادت و ریاضت میں بے نظیر تھے۔ توحید پر گفتگو
فرماتے اور بر ملا فرماتے۔ ایک دن ملا شاہ جو حضرت میاں میر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے
آپ کی ملاقات کو کشمیر میں گئے۔ بابا علی کی خدمت میں ایک بوریے پر بیٹھ گئے۔ چونکہ بابا علی
کشمیری زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان میں گفتگو نہیں کرتے تھے۔ اور ملا شاہ سوائے فارسی
کے دوسری زبان استعمال نہ کرتے تھے۔ دونوں بزرگوں نے باہم گفتگو نہ کی۔ آخر ملا شاہ اٹھے اور
اپنا منہ دروازے کی طرف کر کے جانے لگے۔ اور زبان نے کہا: یہاں بوریے کے علاوہ کچھ نہیں
ہے۔ بابا علی نے حاضرین مجلس سے پوچھا کہ ملا قادی کیا فرماتے ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ فرماتے
ہیں کہ یہاں بوریے کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ ازرہ تاسف زمین پر
مارے اور فرمایا۔ اگر یہ بزرگ توحید پر عقیدہ کامل رکھتے۔ تو اللہ کو پالیتے۔ اور بوریہ پر نگاہ نہ رکھتے
یہ بات حضرت ملا شاہ نے سنی۔ تو واپس چلے آئے۔ معذرت چاہی۔ اور قدموں میں بیٹھ گئے۔ اس کے

بعد دونوں بزرگ دوستانہ ماحول میں گفتگو کرنے لگے۔

تواریخ اعظمی نے آپ کا سن وفات ۱۰۵۹ھ لکھا ہے۔ مزار پر انوار کشمیر میں ہے۔
رفت از دنیا بخد جاوداں - چوں علی والا ولی مشتاق حق
فیض حسنی بگو تاریخ او - ہم دگر فرما علی مشتاق علی

۱۰۵۹ھ

۱۰۵۹ھ

آپ انوار حلبیہ اور مدینہ

میر صالح المتخلص بکشفی بن عبداللہ اکبر آبادی قدس سرہ: عالیہ کے مالک تھے علوم

دینیہ اور دنیاوی میں بکثرت زمانے تھے۔ خوارق و کرامت میں مشہور تھے۔ سلسلہ قادریہ کے بزرگ
نعمت اللہ سے فیض پایا تھا۔ دوسرے سلاسل میں بھی بیعت تھی۔ حالت ذوق و وجد میں اشعار
بے نظر پڑھتے تھے۔ کلام میں حقایق و دقائق ہوتے۔ کشفی تخلص تھا۔

۱۰۶۰ھ میں فوت ہوئے۔ مجر الواصلین میں ۱۰۳۵ھ لکھا ہے۔

شد چو از دنیا بفسر دوس بریں - شیخ عالم پیر و صالح متقی
شیخ طیب و صالح و صلش بگو - قطب ہادی میر صالح متقی

۱۰۶۰ھ

۱۰۶۰ھ

آپ برہنہ خیر کے مقتدر اور اکابر علماء کرام

مولانا محمد بن محمد فاروقی جو نپوری قدس سرہ: میں سے تھے جو نپور میں سکونت رکھتے

تھے۔ اپنے دادا شاہ محمد اعیان کے شاگرد تھے۔ مشہور کتاب شمس بازغہ آپ ہی کی معرکتہ آلا را

تصنیف ہے۔ آپ ۱۰۶۲ھ میں فوت ہوئے۔

گشت در خلد برین منزل گزین - شد چو از دنیا محمد مست عشق
سال تر حیلش جبران بخت آمدت - ہم دگر فرما محمد مست عشق

۱۰۶۲ھ

۱۰۶۲ھ

آپ بزرگان دین اور پیران رانخین میں سے تھے۔ دن رات
 شیخ مجتبیٰ شطاری قدس سرہ: اطاعت و ریاضت میں گزارتے۔ علائق دنیا اور اہل دنیا
 سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ مجزا الواصلین میں آپ کا سن وفات ۱۰۶۳ھ لکھا ہے۔

مجتبیٰ چورنت زیں دارفنا - دل بسال وصل آں عالی وقار
 متقی و مجتبیٰ محسوب گفت - نیز معشوق محمد مجتبیٰ

زبدۂ مشائخ عظام۔ قدوۂ اولیاء کرام تھے علم و عمل
 شیخ باقی اکبر آبادی قدس سرہ: میں یگانہ روزگار تھے۔ مجزا الواصلین نے لکھا ہے کہ
 پنجم شوال ۱۰۶۵ھ کو فوت ہوئے مزار اکبر آباد میں ہے۔

علیم و عالم شیخ معسلی - کہ بود اندر دو عالم طاق باقی
 وصالش شیخ باقی طالب آمد - دوبارہ سالک مشتاق باقی

۱۰۶۵ھ

۱۰۶۵ھ

آپ اکابر علماء اور افاضیوں فضلائے زمانہ میں سے
 مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی قدس سرہ: تھے۔ ظاہری علوم میں فرید الدہر اور باطنی رموز
 میں وجد العصر تھے۔ حدیث۔ فقہ اور علم تفسیر میں یکائے زمانہ تھے۔ صاحب تصنیف تھے
 اور حضرت مولانا کمال الدین کشمیری کے شاگرد خاص تھے۔ اگرچہ مولانا عبدالحکیم صاحب تصانیف
 کثیرہ تھے۔ مگر تفسیر بیضادی کا حاشیہ۔ حاشیہ اور مکملہ عبد الغفور آپ کی شہرہ آفاق تصانیف
 ہیں۔ آپ نے اپنے واجب الاحترام بزرگ شاہ بلاول قادری لاہوری کے ارشاد پر حضرت
 غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی مشہور کتاب غنیۃ الطالبین کا فارسی ترجمہ کیا
 تھا۔ آپ کو مغل بادشاہ جہانگیر اور شاہ جہان کے دربار میں مقدر مقام حاصل تھا۔ آپ نے
 بادشاہ کے حکم پر لاہور میں درس قرآن دینا شروع کیا۔ علماء ہند آپ کے فیصلے پر صاہ کرتے
 اور بادشاہ وقت شرعی احکام میں آپ کا فتویٰ ہی قبول کرتے تھے۔ حضرت مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی

نے روحانی طور پر بہت سے بزرگان سے استفادہ کیا۔ خصوصاً حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی
سرمندی سے عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ حضرت شیخ احمد سرمندی کو جس شخص نے مجدد الف ثانی
کا خطاب دیا۔ وہ علامہ عبدالحکیم یالکوٹی ہی تھے۔ حضرت مجدد نے آپ کی علمی قابلیت کا اعتراف
کرتے ہوئے آپ کو آفتاب پنجاب کے لقب سے نوازا تھا۔
مخبر الواصلین نے آپ کا سن وفات ۱۰۶۸ھ لکھا ہے۔

جو عبدالحکیم آل ولی خدا - زدنیائے دُوں شد بخت مقیم
نہا شد پے سال تاریخ او - ولی محسن علم عبدالحکیم

ابتدائی عمر میں بزازی کا کام کرتے تھے۔ اللہ
خواجہ محمد نیازی کشمیری قدس سرہ کی محبت دل میں جاگی۔ شیخ موسیٰ کبروی کشمیری
کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مرید ہوئے اور نہایت مستعدی سے سلوک کی راہیں تلاش کیں۔ بہت
راہ خداوندی میں وقف ہو گئے۔ تارک الدنیا ہوئے۔ عبادت خداوندی کے بغیر کوئی کام نہ ہوتا
اس سلسلہ میں اتنی مدہوشی بے خبری اورستی تھی کہ بعض نماز پنجگانہ میں تعطل پیدا ہوتا۔ جب
یہ خبر حضرت پیر و مرشد کو پہنچی تو آپ نے خواجہ محمد نیازی کو مقام سکر سے بلند کر کے صحرے کے مقام
پر پہنچا دیا۔ مسند ارشاد پر بیٹھے۔ مخلوق کی ہدایت میں مشغول ہوئے۔ ۱۰۶۸ھ میں وفات پائی
چوں ز دین دنیا بخلد جا دواں - یافت جا شیخ نیازی بے نیاز
بہر تار بخش سر و طرفہ تیر - شد ندا شیخ نیازی بے نیاز

۱۰۶۸ھ حضرت علامہ عبدالحکیم بن شمس الدین آفتاب پنجاب، یالکوٹی قدس سرہ یالکوٹی میں پیدا ہوئے۔ پچھتر برس درسی قرآن پاک شروع کیا۔
علی شہر نے دربار مغلیہ میں پہنچا دیا دربار شاہی میں دربار چاندی سے تلمیذ گیا اور چاندی آپ کو بخش دی گئی آپ نے اپنے شاگردوں میں تقسیم
کردی۔ جگہ عطا ہوئی طلباء پر وقف کردی سلطان وقت نے ایک لاکھ روپیہ ہانڈ مقرر کیا۔ غریبوں میں تقسیم کر دیئے تفسیر متبادی کے حاشیہ
اور تکریم عبد الغفور کے علاوہ آپ نے مقدمات تلویح مطوں شرح موافق شرح عقائد تفسیر انی شرح عقائد دو ان شرح شمس شرح
مطالع بنبی جراح الارواح پر گراں قدر حواشی لکھے۔ جو آج تک ساتھ درس نظامیہ کے رہنما ہیں۔ آپ کے حالات حدائق الخلیفہ
ناشر اندام اور کوثر شجرہ المرجان۔ تراخی یالکوٹی دیکھے جاسکتے ہیں (مترجم)

آپ صاحب جذب و مستی بزرگ تھے۔ عام طور پر عالم سکر حکیم سرمد دہلوی قدس سرہ: میں رہتے تھے۔ عشق و مستی اور استغراق میں گذرتی۔ اہل میں یہودی المذہب تھے۔ تو ریت کے حافظ تھے۔ اور اسے خوش الحانی سے پڑھا کرتے تھے۔ پھر مشرف باسلام ہوئے۔ اور اپنے ملک سے دہلی آئے اور یہاں ہی قیام پذیر ہو گئے۔ ظاہری علوم و فنون میں مہارت حاصل کی۔ اور جامع علوم و فنون ہو گئے۔ اچانک عشق مجازی نے اپنے پنجہ میں لے لیا۔ ایک ہندو لڑکے کو دل دے بیٹھے۔ ایک عرصہ تک اسی وادی میں سرگردانِ ملامت رہے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے عشق مجازی سے عشق حقیقی کی توفیق دی۔ دیوانہ وار برہنہ جسم بازاروں میں گھومتے۔ دیرانوں میں چلے جاتے۔ عالم سکر میں نعرہ بلند کرتے رہے۔ اور پھر عمہ اوست کے نظریہ میں سے من خدایم۔ من خدایم من خدایم کہتے۔ علماء عصر نے ان کے خلاف فتویٰ قتل دیا۔ علماء نے اس محضر نامہ پر دستخط کر کے اپنی مہریں نصب کیں اور اورنگ زیب کی خدمت میں پیش کیا۔ اورنگ زیب نے قتل کے حکم پر تصدیق کر دی اور اس طرح سرمد کو قتل کر دیا گیا تواریخ جدولیہ میں لکھا ہے کہ آخرین وقت قتل سے چند لمحے قبل سرمد کی زبان پر یہ شعر تھا اور یہی شعر اس کا آخری شعر مانا جاتا ہے۔

سرجدا کرو از تم شوخے کہ با من یاربود - قصہ کوتاہ شد و گرنہ درد سر بسیار بود
حضرت سرمد کی باعیات گوہر آبدار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ایک زمانہ تک یہ باعیات زبان زد عام و خواص رہیں۔ بجز الواصیین نے واقعہ قتل ^{۱۰۶۰} لکھا ہے۔ آپ کا مزار دہلی میں ہے
اں ولی کہ سرمدش نام است - بود از حبام عشق کبیر مست
- سال قتلش چو از فرد جسم - گشت پیدا کہ سرمد سر مست

ابتدائی زندگی میں نمک فروشی کرتے تھے
شیخ داود المشہور قلید مالو کشمیری قدس سرہ: مگر خواجہ یوسف کابجو کشمیری قدس سرہ
کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کی نگاہ فیضان نے آپ کو شیخ باباعلی بجاوری رجو بابا ہروی

ریشی قدس سرہ کے خلفاء میں سے تھے، اکی خدمت میں پہنچایا۔ مرید ہوئے۔ تکمیل کامل پائی۔ اگرچہ
 اُمّی محض تھے۔ مگر حضرت مرشد کی کامل توجہ سے ظاہری اور باطنی علوم کے دروازے کھل گئے۔
 قرآن و احادیث کو شریعت و طریقت کے معانی سے بیان فرماتے تھے۔ آپ نے بڑی کرامات
 اور خوارق ظاہر ہوئیں۔ پھر تو حلال کی روزی حاصل کرنے کے لئے کاشتکاری کرتے۔

صاحب تاریخ دومری نے آپ کی وفات ۱۰۴۰ھ لکھی ہے مزار پر انوار خطہ کثیر
 میں ہے۔ تواریخ اعظمی میں درج ہے کہ آپ کی وفات کے بعد ملا محسن خوش نویس نے
 جو آپ کے عقیدت مند مرید تھے۔ آپ کا مادہ تاریخ لکھنے کی فکر ہوئی تو صحیح تاریخ کے
 لئے مناسب شعر زبان پر نہیں آتا تھا۔ رات کو حضرت شیخ خواب میں تشریف لائے اور
 ایا۔ ملا محسن فکر نہ کرو۔ میری تاریخ وفات ع غ ہے۔ یعنی ع سے بعد اور غ سے غلام

زدنیابست چوں رخت اقامت - شہ داود شیخ پاک مسعود
 وصالش متقی درویش گفتم - دوبارہ دوستانہ فخر داود

۱۰۴۰ھ

۱۰۴۰ھ

آپ حسینی سید تھے۔ شیراز کے رہنے والے تھے۔ طلب خداوندی کے
 شطاری لاهوری قدس سرہ شوق نے آپ کو شیراز سے ہندوستان
 پہنچایا۔ گجرات آئے۔ اور شیخ وجیہ الدین گجراتی کی خدمت میں پہنچے۔ مرید ہوئے اور تکمیل
 کو پہنچے۔ مرشد کی وفات کے بعد لاہور آئے اور مستقل سکونت اختیار کر لی۔ آپ کی آبائی
 نسبت حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ان واسطوں سے ملتی ہے۔

سید ابوتراب - بن نجیب الدین بن سید شمس الدین بن اسد الدین بن زین الدین المشہور
 زین العابدین بن یونس بن عبدالوہاب بن عبدالبہادی بن ابوالبرکات بن انور علی بن عبداللطیف
 بن محمد شریف بن ابوالمنظف بن سید عبدالباقی بن ابوالحسن بن عبدالعزیز شیرازی - بن سید عبداللہ

بن محمد امین بن قدرت اللہ بن سید موسیٰ بن مسعود بن صادق بنی احمد بن سید باقر بن حسن بن زید بن
جعفر بن محمود بن ہارون بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم۔

شطار یہ سلسلہ تصوف میں آپ شیخ وجیہ الدین گجراتی۔ وہ سید محمد غوث گویاری وہ سید
حمید وہ سید قاذن اور وہ سید عبد اللہ شطاری کے مرید تھے۔ آپ کا سلسلہ قادریہ حضرت غوث الاعظم
کے ساتھ ان واسطوں سے ملتا ہے۔ سید ابوتراب۔ شیخ وجیہ الدین گجراتی۔ سید محمد غوث گویاری
شیخ طینوری حاجی۔ شیخ عبد الفتاح الخطاب بہدایت اللہ سرست۔ شیخ شاہ قاذن۔ شیخ عبد الوہاب
شیخ عبدالرؤف۔ شیخ محمود۔ شیخ عبدالغفار۔ شیخ محمد۔ شیخ عبدالرحیم۔ سید ابوبکر تاج الدین۔ سیدنا
عبدالقادری غوث الاعظم رضی اللہ عنہ۔

سید ابوتراب کے چھ خلفاء تھے۔ قاضی محمد لاہوری۔ آپ کلنزار لاہور کے قریب ہی ہے۔
شیخ فاضل۔ آپ دہلی میں آسودہ خاک ہیں۔ شاہ جمال جن کا مدفن رہتاس میں ہے۔ نعل گدا۔ احمد گدا
شہباز گدا یہ تینوں بزرگ آپ کے پہلو میں آسودہ خاک ہیں۔

آپ کی وفات تاریخ ۱۳ شوال ۱۰۹۱ھ کو ہوئی۔ آپ کا مزار لاہور میں ہے۔
شہ گدا سید ولی مستی۔ بندہ حق خاکپائے بوترا ب
گفت تاریخ وصال او خرد۔ شد ولی سید گدائے بوترا ب
قاضی محمد افضل جو آپ کے دربار کے عالم دین اور خلیفہ خاص تھے ۱۰۹۱ھ میں واصل
بحق ہوئے۔ ان کی تاریخ وفات ان اشعار سے نکلتی ہے۔

کریم اکرم و شیخ مکرم۔ شہ اہل کرم افضل محمد
وصال تطب افضل اہل دل گو۔ دگر پاکیزہ دم افضل محمد

۱۰۹۲ھ

۱۰۹۲ھ

آپ خواجہ مسعود پاپوری

شیخ نجم الدین المعروف بہ بابا ریشی سخی کشمیری قدس سرہ: کشمیری قدس سرہ کے

مرید اور خلیفہ تھے۔ سلوک کے تمام منازل طے کرنے کے بعد موضع کوشی پورہ میں قیام فرمایا ہوئے۔
 کوہ سلیمان کے زیرِ داماں موضع شاہ کوٹ میں سکونت اختیار کی۔ تجرید و تفرید کی حالت میں رہتے
 تھے۔ شاہجہان بادشاہ کشمیر کی سیر کو گئے تو ان کے وزیر اعظم سوار اللہ خان کو آپ سے بڑی عقیدت
 ہوئی۔ ان کے آنے سے کشمیر کے دوسرے امراء اور دنیا دار بھی شیخ نجم الدین کے پاس آنے لگے اور
 اس طرح خلق خدا کی ہدایت کا راستہ کھل گیا۔ خانقاہ اہل صلوات سے آباد رہنے لگی۔ اور فتوحات
 آنے لگیں۔ اور جو کچھ آتاراہ خدا میں صرف کر دیتے۔ ایک دن آپ کی ہمیشہ نے آپ کی اجازت کے
 بغیر ایک اشرفی اٹھائی اور خرچ کر لی۔ اسی وقت اس کے پیٹ میں درد اٹھا۔ اور بے تاب ہو گئی
 آپ نے فرمایا۔ مکین درویشوں کا امتحان نہیں لینا چاہیے۔

تاریخ اعظمی آپ کی تاریخ وصال ۱۰۷۲ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار خطہ کشمیر میں ہے۔

منورگشت از دنیا بسردوس - چو آں شمس الہدای نجم الکرامت
 ز سرور ارتحالش بسوہ گردش - جمال الاصفیاء نجم الکرامت

آپ میر محمد نازک قادری کشمیری کے فرزند ارجمند تھے۔

میر محمد علی کشمیری قدس سرہ :- اگرچہ آپ تین بھائیوں میں سے چھوٹے تھے مگر بڑے
 با عظمت اور خدا رسیدہ تھے۔ پہلے آپ کی بیعت سلسلہ عالیہ قادریہ میں تھی۔ پھر دوسرے سلاسل
 میں بھی بیعت ہوئے۔ اور فیض پایا۔ سلسلہ کبرویہ۔ بہروردیہ سے بھی نسبت تھی۔ اس طرح آپ
 کو پیر سلاسل کیا جاتا تھا۔ ذکر جہد کرتے تو ایک جوش و خروش برپا ہوتا تھا۔ حلقہ فکر میں بیٹھے
 تو ایک سکوت چھا جاتا۔ مہدوتی عہد حکومت میں ایک ایسا واقعہ ہوا کہ ایک ہندو مہادیو اور
 ناظم کشمیر کے پیش کار علی مردان خان نے مل کر غلہ خریدا۔ اور اس کا ذخیرہ کر دیا۔ ان کی ذخیرہ اندوزی
 سے خطہ کشمیر میں قحط پڑا۔ لوگ بھوکے مرنے لگے۔ بادشاہ شاہجہان نے سرکاری ذخائر کا غلہ منڈی
 میں فروخت کرنے کا حکم دیا۔ مگر ان دونوں نے اپنے کارندوں کی معرفت یہ غلہ بھی خرید لیا۔ چنانچہ
 یہ غلہ بھی ذخیرہ اندوزی میں مسرور ہو گیا۔ لوگوں نے دھاوا بول کر اس تنگ دل ذخیرہ اندوز ہندو

بہادری کو زندہ جلا دیا۔ ناظم کشمیر نے اس واقعہ کو بغاوت کا نام دے کر ایک زبردست خط لکھا اور بادشاہ شاہجہان کو سفارش کی کہ ایسے لوگوں کو سزا دی جائے۔ بادشاہ نے کشمیر کے علما، اکابر، صلحا مشائخ کو دہلی میں طلب کیا۔ ان لوگوں میں حضرت میر محمد علی بھی تھے۔ آپ نے مغل دربار میں ذخیرہ اندوزی کی وجہ سے عوام کی جو حالت ہوئی تھی۔ نہایت موثر طریقہ سے بیان کی ستام اہل کشمیر کو معاف کر دیا گیا۔ اور بادشاہ نے کسی کو کچھ نہ کہا۔ بلکہ سرکاری ضلع کے ذخائر خطہ کشمیر میں روانہ کر دیئے۔

واپسی پر حضرت میر سرہند شریف آئے اور الوتقی عروۃ محمد معصوم خلف الرشید شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہما کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس طرح سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں منسلک ہوئے فرقہ خلافت پایا۔ اور کشمیر کو واپس آئے۔

آپ کی وفات ۱۰۶۲ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار پُرانوار کشمیر میں ہے۔

چو شد میر جنت زد دنیا دوں - محمد علی میر روشن ضمیر
بگو منج فضل تاریخ او - دگر بار محمدوم اسلام میر

۱۰۶۲ھ

۱۰۶۲ھ

آپ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ
شاہ نور الحق دہلوی قدس سرہ کے فرزند ارجمند تھے۔ علوم متداولہ میں اپنے والد
کے شاگرد تھے۔ سلسلہ قادریہ میں اپنے والد کے مرید تھے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت خواجہ محمد معصوم اور
خواجہ احمد سعید وزندان حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور
سلسلہ نقشبندیہ کی تلقین حاصل کی۔ اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں مقامات حاصل کئے اور کاملان
وقت میں شمار ہونے لگے۔ آپ نے شرح صحیح بخاری لکھی۔ صحیح مسلم کی شرح لکھی۔ یہ بہترین
تصانیف و تالیفات ہیں۔ آپ کی وفات ۱۰۶۳ھ میں ہوئی۔

نور حق چوں از عطاء ذوالجلال - گشت روشن از جہاں اندر جہان
رطش فیاض آفاق است نیز - نور حق نور قطب عالم بخوان

۱۰۶۳ھ

آپ بابا شریف ناکامی کے خلف الرشید اور حضرت
 بابا زاہد ناکام کو شمیری قدس سرہ:۔ شاہ حقانی قاسم کے خلیفہ طریقت تھے۔ اپنے
 والد سے بیعت ہوئے۔ ابتدائی سلوک کی تعلیم آپ کے زیرِ نگاہ حاصل کی۔ مگر آخر کار حضرت حقانی قاسم
 کی زیرِ تربیت رہ کر تکمیل کی۔

ایک بار حضرت بابا زاہد نماز تہجد ادا کرنے کے لئے اپنے چند خادموں کو لئے اپنے
 پیڑ مرشد قاسم حقانی کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوئے۔ چند خادم چراغ ہاتھ میں
 لئے ساتھ ساتھ تھے۔ طوفان باد و باران نے آگہر چراغ بجھ گئے۔ حضرت نے اپنا انگوٹھ ہونٹوں
 سے لگایا۔ اور شمع کی طرح روشن کر کے راہنمائی کرتے گئے اور حضرت بابا قاسم کی خانقاہ تک جا
 پہنچے۔ حضرت قاسم نے دیکھا۔ تو غصہ سے فرمایا۔ اگر تم اتنے بے صبر تھے کہ راستہ میں کرامتیں دکھاتے
 پھرتے ہو۔ تو ہوا کو حکم کیوں نہیں کر دیا کہ تمہارا اپنا چراغ گل کر دیتی تاکہ لوگ تیرے اس ریاکارانہ
 عمل سے بچ جاتے اب تم اپنی کرامت دکھانا۔ چند دنوں بعد ایک غضب ناک آگ بھڑکی جس
 سے بابا زاہد کا مکان جل کر راکھ ہو گیا اور ان کی کوئی کرامت سامنے نہ آئی آپ اندر گئے اور
 ایک صندوق اٹھانا چاہا تھا کہ چھت کے جلتے ہوئے تختے نہ رو پگتے اور آپ جل کر خاکستر ہو گئے۔
 تو تاریخ اعظمی نے یہ سانحہ ۱۰۸۲ھ میں لکھا ہے۔

کرد رحلت چوزین جہاں فنا - در جہاں شیخ زاہد اہل فلاح
 رحلتش نیک بخت کن تحریر - ہم بخواں شیخ زاہد اہل فلاح

سادات کرام اور شاخ

سید حمید بن سید سعید بن فتح محمد بن حاجی ابو بکر بن [عظام سے تعلق رکھتے
 سید عبد القادر گیلانی لاہوری قدس سرہ] تھے جامع شرافت و نجابت

تھے۔ ظاہری علوم میں ممتاز عام دین۔ ساری زندگی ارشاد و ہدایت میں گذاری۔ چہاں محرم الاحرام
 ۱۰۹۰ھ واصل بحق ہوئے۔ اور اپنے آبائی قبرستان میں آسودۂ خاک ہوئے آپ کے بیٹے آپ کے بیٹے

سندار شاد پر بیٹھے مگر وہ بھی ششہ میں انتقال فرما گئے۔

وفات سید حمید :-

چوں جناب حمید حامد حق - زین جہاں فنا بخلد رسید
اعظم اولیاست تاریخش - ہم نخوان صدر دین سخی حمید

۱۰۹۰ھ

۱۰۹۰ھ

تاریخ وفات سید عبدالقادر گیلانی :-

چوں جناب عبدالقادر شیخ پیر - گشت راہی از جہاں سوئے جان
دارت عشق است تاریخ دگر - عبد قاور متقی معصوم خواں

۱۰۶۶ھ

۱۰۶۶ھ

آپ سید محمد منور کشمیری کے عظیم خلفاء میں سے تھے
میر ہاشم منور آبادی قدس سرہ :- ظاہری علوم مولانا حیدر علامہ کشمیری سے حاصل کئے
حضرت مولانا نے آپ کو اپنا تلمیذ بنا لیا تھا۔ اپنی فرزندگی میں مشرف فرمایا اور اپنے بعد اپنا
قائم مقام قرار دیا۔ آپ کی وفات ۱۰۹۶ھ میں ہوئی۔

رفت رحلت بست از دار فنا - میر ہاشم دستگیر ہاشمی
میر ہاشم صاحب کشف آمدت - سال دس سال آن فقیر ہاشمی

۱۰۹۶ھ

بار خواں سال وصال آن جناب - شاہ سید قطب میر ہاشمی

۱۰۹۶ھ

نواجہ ابوالفتح کشمیری قدس سرہ :- ظاہری حاصل کر لئے۔ پھر خواجہ حیدر چرخ کی خدمت
میں حاضر ہوئے۔ کلمات حاصل کئے۔ ساری عمر تدریس و تعلیم میں گزار دی۔ سیف السابین جو

شیخ کے رد میں ہے۔ آپ کی ہی تصنیف ہے۔ یہ کتاب مقبول آفاق ہوئی۔

صاحب تواریخ اعظمی نے آپ کا سال وفات ۱۱۰۵ھ لکھا ہے اور تاریخ وصال یوں کہی ہے
 خوابہ بو الفتح با ہزار بحسال - رفت اندر ہزار یک صد سال
 آپ کا مزار سلطان زین العابدین کے مقبرہ میں ہے۔

زدنیارفت در حسد معنی - چو آن فتح زماں مفتاح عرفان
 وصالش شیخ قطب الاولیاء گو - وگر قطب جہاں مفتاح عرفان

۱۱۰۰ھ

۱۱۰۰ھ

آپ ملا ابوالفتح کلو کے شاگرد تھے اور میر محمد علی کے خلیفہ اعظم
 بابا حبیب لٹو قدس سرہ تھے۔ ساری عمر متقین و تدریس میں گذری۔ ہر سالہ کے
 مشائخ نے آپ سے استفادہ کیا۔ ۱۱۰۵ھ میں انتقال کیا۔ آپ نے دریا بہت درجہ علم کے کناکے
 دفن کئے گئے۔ مگر تیس سال بعد آپ کی نعش کو پانی کے خطر سے محفوظ کرنے کے لئے وہاں سے
 اٹھایا اور آپ کے گھر میں دفن کر دیا گیا۔

چوں حبیب از دار دنیا رفت بست - سن وصال وصل آن بے قیل و قال
 ہادی مشتاق شیخ صادق است - ہم حبیب اہل دین شیخ حبیب

۱۱۰۵ھ

۱۱۰۵ھ

آپ عمدہ علماء و متقین اور فقہائے
 مولانا محمد امین کانی بلدیری کشمیری قدس سرہ تھے۔ محققین میں سے تھے۔ آپ نے
 بہت سے علوم میں مفید کتابیں تصنیف کیں۔ اور بہت سی کتابوں پر قابل قدر حواشی لکھے۔ بعض
 کتابوں کی شرحیں لکھیں۔ علم فرائض میں نظم و نشر میں رسالے لکھے۔ موجر آپ ہی کی تصنیف ہے۔
 آپ اپنے اوقات کو توکل اور جد سے بسر کیا کرتے تھے۔ علماء کشمیر میں سے اکثر علماء آپ کے شاگرد
 تھے۔ مولانا عنایت اللہ شاہ اور ملا محسن وغیرہ نے آپ سے ہی اکتساب علوم کیا۔ اپنی جوانی میں
 بیٹیوں کے جہیز کی خاطر مندوستان گئے۔ دہلی پہنچے پھیوں نے ایک غلط دوا دہی لی۔ جو دراصل ہیرلی

تھی۔ اور وہ ان طرح انتقال کر گئیں۔ حضرت مولانا نے یہ سانحہ خواب میں دیکھا۔ تو واپس کشمیر آئے اور باقی عمر تدیس میں مشغول رہے۔

تاریخ دومری نے آپ کا سن وصال ۱۱۰۹ھ لکھا ہے۔

رفت از دنیا بعد دوس برین - چوں امین نور یقین شیخ زماں
قطب جنت مقتدا گو رحلتش - ہم دگر فرما علی شیخ زماں

۱۱۰۹ھ

۱۱۰۹ھ

فاضل اکبر اور عالم متجرب تھے۔ ظاہری اور باطنی علوم میں اپنا ثانی
میرزا جو کشمیری قدس سرہ نہیں رکھتے تھے۔ حضرت خواجہ حیدر چرخ کی شاگرد تھے۔

خواجہ محمد سے بھی استفادہ کیا۔ ساری عمر درس و تدیس میں گذاری اور متوکلانہ زندگی گزار دی
۱۱۱۱ھ میں وصال ہوا۔ تواریخ اعظمی نے آپ کی تاریخ وفات شیخ عالمین سے نکالی ہے۔

چو از دنیا بفرودس بریں رفت - جناب شیخ تاجو پیر حق باز

فہنشاہ محبت گو وصالش - دوبارہ پیر کامل تاج ابرار

۱۱۱۱ھ

۱۱۱۱ھ

آپ حسینی سادات

حضرت شاہ محمد قادری سہروردی کبروی کشمیری قدس سرہ کرام میں سے

تھے۔ آپ کو حضرت غوث الاعظم سے نسبت سادات تھی۔ پید شاہ محمد بن سید عبد اللہ بن سید

محمود بن عبد القادر گیلانی۔ بن سید عبد الباسط۔ بن سید حسین بن سید حسن بن سید احمد بن سید

شرف الدین قاسم بن سید شرف الدین علی۔ بن سید حسن ثانی بن سید علی۔ بن شمس الدین۔ بن سید محمد

بن سید شرف الدین بکھی۔ بن شہاب الدین احمد۔ بن سید عماد الدین۔ بن سید ابی صار۔ بن سید قطب آفاق

سید عبد الرزاق بن حضرت غوث العالمین قطب المتیقین مہی الدین ابو محمد سلطان سبید شیخ

عبد القادر گیلانی قدس سرہ نوجوانی میں تنہا۔ ہننے نھے۔ عورتوں سے دور رہتے۔ اختلاف نسوں

تو درکنار نکاح سے بھی دور رہتے۔ آخر کار اجازتِ غیبی سے نکاح کیا۔ ۱۰۹۰ھ میں تاتار کے علاقہ سے کشمیر میں تشریف لائے۔ آپ کے گھر میں تقریباً ایک سو افراد خانہ گزار اوقات کرتے تھے۔ جن میں آپ کے اہل و عیال غریب و فقرا، خدام و عقیدت مند شامل تھے۔ آپ باہن کثرت افراد متوکل تھے کسی دنیاوی کام میں دخل نہ دیتے۔ ہر روز ایک سو سے ایک ہزار تک فتوح آتیں۔ آپ متحقیق کو تقسیم کر دیتے۔ اور دوسرے دن کے لئے کچھ نہ رہنے دیتے۔ سلسلہ قادریہ کا فیضان جاری رہتا اس سلسلہ کے علاوہ مشائخ کبرویہ اور مشائخ سہروردیہ کا فیض بھی عام کیا۔

صاحب تواریخ دومری نے آپ کا سال وصال ۱۱۱۶ھ لکھا ہے آپ کا مزار پُرانوار

خطہ کشمیر میں ہے۔

محمد چوں زدنیارفت بر بست - زہر سن وصال انتقالش
محمد مقدائے ملت آمد - جمال الغیب ہم سال وصالش

۱۱۱۶ھ

۱۱۱۶ھ

آپ بابا جاجا قادری کے فرزند

بابا عثمان قادری سہروردی کشمیری قدس سرہ تھے۔ پہلے اپنے والد گرامی کی

بیعت میں تھے۔ ان کی وفات کے بعد خواجہ محمد طیب - خواجہ ابوالفتح کلوی کی خدمت میں حاضر

ہوئے تکمیل کو پہنچے۔ خواجہ ابوالحسن جو شاہ محمد فاضل لاہوری کے بڑے بھائی تھے۔ وادی کشمیر

میں گئے۔ آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فیضانِ شطاریہ سے بھی حصہ وافر پایا اور

اس طرح کشمیر میں بڑی مقبولیت ملی۔ آپ سے بڑی کرامات اور خوارق ظاہر ہوئیں۔ آپ کی وفات

۱۱۱۶ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار پُرانوار کشمیر کے سرنگر میں محلہ بلیبلنگر میں زیارت گاہ عام و خواص ہے

چوں بہ تقدیر حسدائے متعال - رفت زین دہر محنت عثمان

سال تاریخ وصالش سرور - شد عیال اہل ہدایت عثمان

۱۱۱۶ھ

آپ کشمیری سوداگران کے خاندان سے تعلق
 شیخ محمد قاسم ہشتی سہروردی قدس سرہ: رکھتے تھے۔ عنفوان جوانی میں سفر کو نکلے۔ پٹنہ
 پہنچے۔ حضرت یحییٰ ہشتی سے بیعت ہوئے فرقہ خلافت پایا۔ اور کشمیر میں آئے۔ طلب خدا ابھی باقی تھی
 نصیب الدین سہروردی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور سلسلہ سہروردیہ سے فیض حاصل کیا۔ اور
 خانہ باز کے گاؤں میں قیام اختیار کیا۔ اور مخلوق خدا پر ہدایت اور ارشاد کے دروازے کھول دیئے۔
 صاحب تاریخ دومری نے آپ کا سن وصال ۱۱۱۸ھ لکھا ہے۔

چوں حکم منافی ہر دو جہاں - شد ز دنیا ہاشم اجلال بہشت
 آفتاب حسد گو تاریخ او - ہم بفرما ہاشم اجلال بہشت

۱۱۱۸ھ

۱۱۱۸ھ

آپ کشمیری ہندوؤں میں سے تھے۔ حضرت شیخ نجم الدین
 شیخ عبدالرحیم کشمیری قدس سرہ: المعروف بابا سمی کی مجلس میں پہنچے تو دولت اسلام
 سے مشرف ہو گئے۔ زیر تربیت رہے۔ تلقین و تکمیل کی راہیں کھلیں۔ اور اہل اللہ سے ہو گئے اور
 اسی راہ میں عمر عزیز وقف کر دی۔ صاحب تواریخ اعظمی فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالرحیم نے شیخ نجم الدین
 کے علاوہ شمس الدین کبروی سے بھی فیضان پایا۔ شوال کے مہینہ میں ۱۱۲۰ھ میں وفات پائی۔

ز دنیاے دون شد بخت رواں - چم آں صاحب حال عبدالرحیم
 تاریخ ترجیل او گفت دل - کہ مخدوم اجلال عبدالرحیم

۱۱۲۰ھ

آپ میر محمد کبروی کشمیری کے خلفاء میں
 مرزا حیات بیگ کبروی کشمیری قدس سرہ: سے ہیں۔ شیخ آدم بنوری نقشبندی
 سے بھی فیض صحبت حاصل کیا تھا۔ وادی کشمیر میں علم مشنیت بلند کیا۔ خلق خدا کی رہنمائی کی۔ آپ
 کی محفلیں عشق کے ذوق و شوق سے معمور ہوتیں تھیں۔ جو شخص آتامت و مدہوش ہوتا۔ اسٹنے
 کا نام نہ لیتا۔

آپ کی وفات اسی سال میں بتاریخ ۲ ماہ ذوالحجہ ۱۱۲۰ھ میں ہوئی۔ آپ اپنے باغ حسن آباد جو آپ کا زرخیز تھا۔ آسودہ خاک ہوئے۔

زدنیادوں شہد بخت رواں - چوں آن زندہ دل شیخ اعظم حیات
زغور شید تاریخ وصلش بگو - وگر بارہ کاشف مکرم حیات

۱۱۲۰ھ

۱۱۲۰ھ

آپ میر محمد کبروی کے خلفائے عظام

شیخ حسین لکلی کبروی کشمیری قدس سرہ: میں سے تھے۔ بڑی ریاضتیں کیں۔
بڑے مجاہدوں میں سے گزرے۔ دنیا کے مختلف خطوں کے سفر کئے۔ عجیب و غریب
حالات سے گزرے حرمین الشریفین میں حاضری دی۔ واپسی پر دکن میں قیام کیا۔ سینکڑوں لوگوں
کو سلسلہ کبرویہ میں داخل کیا۔ شاہ عالم اور ننگ زیب بہادر الدین ان دنوں دکن میں ناظم تھے۔
وہ آپ کے معتقد ہو گئے۔ بڑے اخلاص سے پیش آئے۔ حضرت شیخ حسین نے آپ کو بلایا
اور کہا کہ آپ اپنے والد شاہ جہان کی وفات کے بعد سارے ہندوستان کے حکمران بنو گے۔
دکن سے کشمیر کو روانہ ہوتے راستے میں سخت بیمار ہو گئے۔ بڑی مشکل سے وطن پہنچے ۱۱۲۶ھ
میں واصل بحق ہوئے۔

سید والا حسین اہل دل - بود در چشم دو عالم نور عین

سال تہ حیش چو جسم از حسد - شد عیاں ہادی و دین فضل حسین

آپ خطہ کشمیر کے

قاضی حیدر کشمیری المناطیب بہ قاضی خان قدس سرہ: عالم اجل اور فقہیہ
اعظم تھے۔ آپ مولانا عبدالرشید زرگ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ کمالات علمی حاصل کرنے
کے بعد کشمیر سے روانہ ہوئے۔ عالمگیر اور ننگ زیب کے شکر میں ملازم ہو گئے۔ صدر و الصدور

سیادت خان نے آپ جیسے جوہر کو ایک نگاہ دیکھا۔ تو بڑا معتقد ہو گیا۔ بادشاہ کی خدمت میں پیش

کیا۔ بادشاہ نے اپنے شہزادوں کی تعلیم و تربیت پر مقرر کر دیا۔ قابلیت کی شہرت عام ہوئی۔ دہلی کے عہدہ قضا پر مقرر کر دیئے گئے۔ چند سال تک اسلامی عدل و انصاف کا حق ادا کر دیا۔ عہدہ قضا سے انجبرے تو بادشاہ نے آپ کو القضی الاقضاء کا خطاب دیا۔

آپ کی وفات ۱۱۲۲ھ میں دکن میں ہوئی۔ آپ کی نعش شاہی انتظامات کے ساتھ کشمیر پہنچائی گئی۔ اور سرنگر شہر کے باہر ایک باغ میں دفن کر دیئے گئے۔

یافت مسکن بقصر خلد بریں - کہ دحیدر تو از زمانہ سفر

رعلتش خاص دہر حیدر گو - ہم بخواں پر مستم حیدر

۱۱۲۲ھ

۱۱۲۲ھ

آپ کشمیر کے متاخرین مشائخ اور حید
مولانا علیت اللہ شال کشمیری قدس سرہ : علماء میں سے تھے۔ مولانا ابو الفتح

کلو۔ مولانا عبدالرشید زنگر۔ اور خواجہ حیدر چرخنی رحمۃ اللہ علیہم کے بیٹوں سے تحصیل علم کیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے عہد کے علما کلام میں چمکے۔ آپ نے صحاح ستہ کو حفظ کر لیا۔ احادیث کی ترجمانی اور شرح میں بیکتاے زمانہ ہے۔ مولانا روم کی مثنوی بڑے ذوق سے پڑھتے اور اس کے اسرار و رموز کی وضاحت فرماتے ظاہری علوم میں کامل و اکمل ہو گئے تو طریقت کی راہ پر قدم زن ہوئے۔ شیخ صنعت اللہ فاروقی سرہندی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلسلہ عالیہ مجددیہ میں داخل ہوئے۔ پہلی ہی توجہ سے سلطان الاذکار کے اثرات ظاہر ہونے لگے۔ کشمیر آئے۔ مشائخ کبرویہ۔ سہروردیہ میں فیض خاص حاصل کیا۔ یکمیل کے مراحل طے کئے فرقہ خلافت حاصل کیا۔ وعظ و نصیحت سے خلق خدا کو نفع رسانی کی۔ ماہ شعبان ۱۱۲۵ھ میں واصل بحق ہوئے۔

چو شیخ عنایت بلطف الہیہ - زد نیائے دوں یافت در خلد جا

تاریخ ترحیل آں شاہ دیں - بگو با عنایت ولی مقتدر

۱۱۲۵ھ

آپ کشمیر کے مشہور طبیب حافظ محمد شریف

شیخ عنایت اللہ کانی کشمیری قدس سرہ کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ ظاہری اور

باطنی علوم میں یکتائے روزگار ہونے کے باوجود علم طب میں یدِ عیسیٰ کے مالک تھے۔ تاریخ دوسری

کے مولف نے لکھا ہے۔ ایک بار شیخ عنایت اللہ کانی اپنے اجاب کے ساتھ ایک تقریب میں کشمیر

کے خوبصورت علاقوں کی سیر کے لئے نکلے۔ آپ نے فرمایا۔ اگرچہ میرا مصمم ارادہ تھا۔ کہ چند روز مزید

سیر سیاحت میں صرف کرتا۔ مگر میرا دل کہتا ہے کہ مجھے جلدی سے شہر کی طرف واپس جانا چاہیے

اسی دن مجلس میں سے ایک دوست گھوڑے سے گر پڑا۔ ادھر بے پناہ بارش برسے لگی۔ اسی

دوران ناظم کشمیر جعفر خان کا پیغام آیا۔ کہ چونکہ وہ شدید بیمار ہے۔ اس لئے حکیم صاحب فوراً سرنگر

پہنچیں۔ آپ گھوڑے پر سوار ہوئے۔ برستی ہوئی بارش میں سفر کرنے لگے راستہ میں گھوڑا پھسلا۔

حکیم صاحب گر پڑے۔ ابھی شہر نہ پہنچے تھے۔ کہ خبر آئی۔ کہ جعفر خان کا انتقال ہو گیا ہے۔ شیخ

عنایت اللہ تواریخ اعظمی کی روایت کے مطابق ۱۱۲۵ھ میں فوت ہوئے تھے۔

عنایت شیخ عالی والی دیں - چو رحلت از جہاں دہر فرمود

بتاریخ وصالت گفت سرور - عنایت با عنایت ولی جو د

۱۱۲۵ھ

آپ خلیفہ نور محمد پروانہ کے برادر زادہ تھے۔ آپ نے

سلطان میر جو کشمیری قدس سرہ ظاہری اور باطنی تربیت خلیفہ نور محمد سے پائی دنیا کی

مصروفیتوں کے باوجود ریاضت اور عبادت میں وقت گزارتے۔ شیخ محمد امین ڈار اپنے ملفوظات

میں فرماتے ہیں کہ سلطان میر بزرگان دین میں سے تھے۔ اور چاروں سلسلوں سے فیض یافتہ تھے

نسبت قادریہ اور نقشبندیہ آپ کی ذات پر غالب تھی۔ ۱۱۲۵ھ میں انتقال فرمایا۔

چو سلطان میر از جہاں رفت بست - بخت شد آن جلوہ گر ماہ دین

شد از دل بتاریخ ترحیل او - میاں میر سلطان شہنشاہ دین

۱۱۲۵ھ

آپ کی والدہ ماجدہ میر محمد علی بہروردی کی
 میر ابوالفتح قادری بہروردی قدس سرہ برہمی تھیں۔ چونکہ میر محمد علی قدس سرہ کی اپنی
 زینہ اولاد نہیں تھی۔ آپ نے اپنے نواسے کی تربیت اور تعلیم میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں
 کیا۔ رحلت کے وقت انہیں مسند ارشاد پر بٹھایا۔ حضرت میر کے بعد میر ابوالفتح نے بڑی محنت
 اور جانفشانی سے اس سلسلہ طریقت کو جاری رکھا۔ اور مخلوق خدا کو بڑی تن دہی سے راہ ہدایت
 دکھاتے رہے۔ آپ کی وفات ۱۱۲۵ھ میں ہوئی۔ تواریخ اعظمی نے خلیفہ شاہ جیلانی سے تاریخ
 وفات لی ہے۔

حضرت ابوالفتح میر با کمال - شد چو از دنیا بخت جائے گیر

سال تاریخش بقول اہل خبر - داں معنی اشرف الاخلاق میر

بچپن ہی سے خدا طلبی کا جذبہ تھا۔ چار سال کی

۱۱۲۵ھ

شیخ محمد چشتی و کبروی قدس سرہ - عمر میں قرآن پاک کی تعلیم کا آغاز کیا۔ اور مولانا

حیدر چرخی رحمۃ اللہ علیہ کے منظور نظر بن گئے۔ حتیٰ کہ علوم تفسیر حدیث فقہ اور اصول کی تکمیل

کی سلسلہ طریقت میں شیخ محمد علی چشتی قدس سرہ کے مرید ہوئے۔ فرقہ خلافت حاصل کیا۔ ہر وقت

ذکر بالبوہر کرتے۔ اور ذکر خفی سے اجتناب فرمایا کرتے۔ آپ کے خادم اور مرید بھی ذکر بالبوہر میں

لگاتے۔ اس طرح ساری وادی اللہ کے ذکر سے گونج اٹھی تھی۔ آپ ۸۳ سال کی عمر میں ۱۱۲۶ھ

۱۱۲۶ھ کو انتقال فرما گئے۔ کثیر میں اپنے گھر کے پاس ہی دفن کئے گئے۔

بقعر زمین چونکہ مانسہ گنج - نہاں گشت مرشد محمد شفیق

بتاریخ ترحیل او از حسرد - عیاں گشت مرشد محمد شفیق

۱۱۲۹ھ

آپ روس کے علاقہ بسرام

قاضی دولت شاہ حسینی بسوی بخاری قدس سرہ - میں پیدا ہوئے۔ بخارا میں

نشوونما پائی۔ یہ محمد شریف بخاری قدس سرہ کی خدمت میں رہ کر روحانی تربیت پائی۔ ظاہری

و باطنی علوم پر دسترس حاصل کی۔ کجالات علمی و معنوی پر فائز ہوئے۔ ساہا سال ماؤرا ہنر اور شمالی ترکستان کے علاقوں میں لوگوں میں فیض پھیلاتے رہے عمر کے آخرین حصہ میں حرمین الشریفین کی زیارت کو گئے۔ دوران سفر کا سفر سے ہوتے ہوئے وادی کشمیر میں پہنچے تین سال سے زیادہ کشمیر میں قیام پذیر رہے۔ ایک کثیر مخلوق کو خدا رسیدہ بنایا۔ ہندوستان کا رخ کیا تاکہ حج کو جائیں۔ دہلی پہنچے۔ مگر بادشاہ کی التماس پر کچھ عرصہ دہلی میں قیام فرمایا اور اسی دوران فرشتہ اجل آہنچا۔ چنانچہ ۱۵ شوال ۱۱۲۶ھ میں فوت ہوئے۔

رفت چوں از جہاں بخند بریں - شاہ دولت ولی عالی جہاں

گفت تاریخ رحلتش سرور - شاہ ابدال اہل دولت شاہ

۱۱۲۶ھ

آپ وقت کے علماء عظام اور فقہائے

شیخ احمد المشہور بے تلابیون قدس سرہ کرام میں سے تھے۔ اور نگ زیب بادشاہ

کے اتاد محترم تھے۔ اور خود مولانا لطف اللہ جہاں آبادی کے شاگرد رشید تھے۔ تفسیر احمدی تشریح

آیات احکام قرآنی میں ایک عمدہ تفسیر ہے آپ نے تالیف فرمائی تھی آپ ۱۱۲۳ھ میں فوت ہوئے

شیخ احمد چوں بفضل ایزدی - شد ازیں دنیا بخت باریاب

مہدی حق شیخ احمد وصل او - نیز شیخ احمد عالی جناب

۱۱۳۰ھ

۱۱۳۰ھ

لہ: صاحب تذکرہ علماء ہند نے لکھا ہے کہ آپ کا نام تلابیون میٹھوی بن سعید بن عبدالرزاق بن خاصہ صدیقی نسب

حقی مذہب۔ سبکی اہل صالحی بطن اور میٹھی مولد تھے ایک مرتبہ قصیدہ سن لیتے از بر ہو جاتا۔ ایک بار کتاب کو ایک نظر دیکھ لیتے

زبانی یاد ہو جاتی قرآن حفظ کیا۔ ملا لطف اللہ کوڑا جہاں آبادی سے کتابیں پڑھیں۔ محی الدین اور نگ زیب کے محدث بنے

اتاد بنے۔ اور علمی کارناموں کے سربراہ بنے۔ حرمین الشریفین میں نور الانوار شرح منار، ایک نظر دیکھی۔ اور از بر ہو گئی۔

تفسیر احمدی لکھی۔ دہلی میں وفات پائی۔ میٹھی میں دفن ہوئے۔ پروفیسر محمد ایوب قادری ایم اے نے تذکرہ علماء ہند کے

ترجمہ کے صفحہ ۱۵۹ مطبوعہ پاکستان ہٹاریکل سوسائٹی کراچی، میں ان کتابوں کو تفصیلی حالات کے لئے پیش کیا ہے

تاثر الاکرام - بزم تیموریہ - حدائق الخفیہ - نزہۃ النواظر - اجد العلوم - سجنۃ المرجان (ترجمہ)

آپ احمد سیوی ترکستانی کی اولاد و امجاد سے
مرزا کامل کشمیری بدخشی قدس سرہ تھے آپ کے دادا اپنے وطن سے تاشقند
آئے وہاں سے بدخشاں پہنچے اور ایک عرصہ تک قیام پذیر رہے۔ اکبر بادشاہ کے زمانے میں
برصغیر ہندوستان میں آئے۔ دربار میں ملازمت کر لی۔ ملک محمد خان کا خطاب پایا اور کشمیر کی نظامت
ملی۔ ان دنوں مرزا کامل ابھی بچے ہی تھے۔ اور خواجہ حبیب اللہ عطار کے زیر تربیت تھے بارہ
سال کی عمر میں بیعت ہوئے اور دنیا اور احوال دنیائے کنارہ کش ہو گئے۔ ریاضت و عبادت
میں مشغول رہنے لگے۔ پچیس سال کی عمر میں فرقہ خلافت ملا اور مسند ارشاد پر بیٹھے۔ سلسلہ کبریٰ
میں بیعت کرنے لگے۔ آپ مولانا رومی اور خواجہ فرید الدین عطار کے طرز پر ایک کتاب
بمخزماں چار جلدوں میں لکھی۔ یہ کتاب بہترین کتاب ہے۔ ۷۷ سال کی عمر میں حبث البول
کی بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ اور ۲۹ ذوالحجہ ۱۳۱۱ھ میں انتقال ہوا۔ تواریخ دومری نے آپ
کی تواریخ و وفات اس شعر میں کہی ہے۔

سہ در بقا شیخ کامل بحر عرفان - طراوت بخش بزم اہل ایمان
بسوئے عرصہ جنت دواں شد - زہجر چشم جاں گوہر افشاں
گذشتہ از ماہ حج چوبست نہ روز - بیک شبہ شدہ فرودس افروز
بمترگاں گوہر تواریخ سفتہ - ز عالم پیر کامل رفت گفتہ
مؤلف (خزینۃ الاصفیاء) نے یہ تواریخ و وفات لکھی ہے۔

بخت بست چوں رخت اقامت - ازین دنیا مکمل شیخ کامل
رقم شد نظم عالم ارتعاش - وگر فرما مکمل شیخ کامل

عالم با عمل صوفی کامل

شیخ عبداللطیف قادری سہروردی کشمیری قدس سرہ اور عارف خدا تھے

آپ شیخ اسماعیل ابنور ہبلی سے نسبت رکھتے تھے۔ آپ سے بے اختیار کشف و کرامات ظہور

میں آتیں تھیں۔ لقمہ حلال کی تلاش میں رہتے۔ جہاں کہیں رزق مشکوک ہوتا۔ آپ کو غیب سے اطلاع ہو جایا کرتی تھی۔ آپ طعام سے ہاتھ کھینچ لیتے تھے۔ حضرت خواجہ ابوالفتح قلی جو مولانا حیدر علامہ سے نسبت رکھتے تھے آپ کے خاص دوست تھے۔ سلسلہ کبرویہ اور سہروردیہ کے فوائد سے بہرہ ور تھے۔ یہ نسبت خواجہ ابوالفتح کو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے حاصل ہوئی تھی۔ آپ نے اپنی عمر میں جو ایس بار چلہ کشتی کی تھی۔ اس خلوت گزینی کے دوران بجز یاد حق کسی چیز سے سروکار نہ رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ کھانا پینا بھی ترک کر دیتے آپ ۱۱۳۴ھ میں تاریخ ۱۵ شعبان المعظم کو فوت ہوئے۔

شیخ عبداللطیف واصل حق - یافت دراصل حق زدنیابار
فاضل اکبرست تاریخش - نیز فرماخرینہ اسرار

۱۱۳۴ھ

۱۱۳۲ھ

آپ شیخ ابوالفتح شادی پوری کشمیری کے
میر شرف الدین کشمیری قدس سرہ فرزند ارجمند تھے۔ عنقوں جوانی میں راہ
سلوک پر بڑی کامیابی سے گامزن رہے۔ اگرچہ آپ اپنے والد بزرگوار سے بیعت تھے۔ مگر
دوسرے ادیاء اللہ سے استفادہ اور استفادہ کرتے تھے۔ جو مرید بھی آپ کے پاس حاضر
ہوتا۔ آپ اس کی دلی کیفیت سے واقف ہو جایا کرتے تھے۔ تواریخ اعظمی نے آپ کی دنیا
تاریخ گیارہ شوال ۱۱۳۵ھ کو ہوئی۔

بجنت رواں گشت میر شریف - چو زیز میں ردے خود را نہفت
پے سال ترحیل آن شاہ دیں - خرد میرا شرف جو انرد گفت

۱۱۳۵ھ

آپ حسنی سادات میں سے تھے آپ کی آبائی
میر محمد ہاشم قادر گیلانی قدس سرہ:- نسبت حضرت غوث الاعظم سے ملتی ہے۔
میر محمد ہاشم بن سید محمد عیلان بن سید عبداللہ بن سید احمد بن سید عمر بن سید ابراہیم بن

سید حسن بن سید محمد صرمونی بن سید یوسف بن سید عبدالرزاق بن سید سمیون بن سید مسعود
 بن سید محمد بن میر حسن بن حیات میر بن محمد صالح بن حضرت غوث الاعظم قطب العالم محی الدین
 سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ، آپ اعتقاری طور پر کوہ راسخ اور عبارت میں بربے کڑے
 تھے۔ ہدایت میں صاحب المکارم والمکاتب تھے ۱۱۳۲ھ میں کشمیر کے خطبے نظر میں وارد
 ہوئے۔ دن رات تلاوت قرآن میں مشغول رہتے۔ عام لوگوں کی صحبت سے پرہیز کرتے تھے
 نماز فجر سے لے کر اشراق تک ذکر جہر میں مشغول رہتے تھے۔

ثمرات الاشجار اور تواریخ اعظمی نے آپ کی کرامات درج کی ہیں۔
 آپ ہفتم شوال ۱۱۳۵ھ کو فوت ہوئے۔

رفت از دنیا چو میسر ہاشمی - روح او شد وصل با وصل خدا
 گفت تاریخ وصال او فرد - میر سید ہاشمی مجتبیٰ

آپ برصغیر ہندوستان کے اجل عالم اور فقیہ
 مولانا صغر علی قنوجی قدس سرہ تھے۔ علم حدیث تفسیر فقہ صرف و نحو منطق معانی
 میں امام تھے۔ اپنے عہد کا کئی عالم دین ان علموں میں آپ کا ہم پلہ نہ تھا۔ آپ کی تفسیر
 ثواب التزیل، ادبی نکتہ نظر کے کثافت سے بھی بلند پایہ ہے اور علوم شریعیہ میں تفسیر
 بیضادی سے فوقیت رکھتی ہے۔ آپ ہی کی تالیف ہے۔ آپ کی وفات ۱۱۴۰ھ میں ہوئی
 بعض تذکرہ نگاروں نے آپ کا سال وصال اس مصرع سے لیا ہے

شد نہاں آفتاب صبح علوم

۱۱۴۰ھ

۱۔ تذکرہ علماء ہند مولوی رحمن علی مولوی علی اصغر بن عبدالصمد قنوج کے اکابرین میں سے تھے ۱۰۵۱ھ میں پیدا
 ہوئے۔ علامہ قنوجی اور اسد عصمت اللہ سے ابتدائی تعلیم پائی، علامہ زمان کاکوری نے تکمیل کی۔ شاہ پیر محمد گھنوی
 کے مرید ہوئے ساٹھ سال تک تدریس کی۔ علماء فضلاء نے آپ سے تربیت پا کر فضیلت حاصل کی۔ آپ کی یہ تصانیف
 شہور عالم ہوئیں۔ الائیو العلیہ بصرۃ المدارج سلوک۔ النفایس العلیہ تفسیر ثواب التزیل۔ شرح فصوص الحکم
 تفصیلی حالات کے لئے مندرجہ ذیل کتابیں دیکھیں۔ صدائق حنیف یا بحر العلوم۔ مترجم،

چوں علی اصغر سوئے جنت شافت - طرفہ دل تاریخ وصلش کرد یاد

جامع فیض کمال آدم ست - بار دیگر جمع فضل عباد

۱۱۲۰ھ

۱۱۲۰ھ

آپ حضرت بابا عبداللہ کشمیری

بابا محمد مہدی سہروردی کبروی کشمیری قدس سرہ - قدس سرہ کے خلیفہ تھے۔

آپ ہی اپنے پیروشن ضمیر کی وفات کے بعد سنا ارشاد پر جلوہ فرما ہوئے۔ قوت حلال حاصل

کرنے کے لئے زراعت کیا کرتے تھے۔ ایک عرصہ تک بارہ مولیٰ میں قیام پذیر رہے۔ پھر

سری نگر کے شہر میں آگئے اور ہایت خلق میں مصروف ہو گئے۔ محلہ اندروادی میں محفل ذکر و فکر

برپا کرتے تھے۔ یکم ماہ ذیقعدہ ۱۱۵۰ھ میں وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر ایک سو پچیس

سال تھی۔

شیخ مہدی ولی عالی جاہ - رفت چوں از جہاں بخت صاف

سال تاریخ رحلتش سرور - گفت مخدوم مہدی کشاف

۱۱۵۰ھ

شیخ فتح شاہ شطاری قدس سرہ - آپ شاہ لطیف برہانی پوری قدس سرہ کے خلفاء

میں سے تھے۔ آپ کی نسبت روحانیت حضرت شاہ سید محمد غوث گوالیاری سے جا ملتی ہے

آپ برہان سراہی کے مرید تھے۔ وہ شیخ علی بنی زندہ دل کے اور وہ وجہیہ الدین گجراتی کے اور وہ

سید محمد غوث گیلانی گوالیاری قدس سرہ ہم کے مرید تھے آپ ستر سال کی عمر میں پہنچے۔ تو آپ کے

والد کو حضرت شیخ برہان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ارادت سے مشرف فرمایا۔ شاہ برہان

آپ کی ظاہری و باطنی تربیت شیخ عبداللطیف کے سپرد کردی۔ حضرت شاہ عبداللطیف نے

آپ کی ظاہری باطنی تربیت کی باور نہایت جذب دستی میں فتح شاہ سرست کے خطاب سے مشہور

ہوئے حضرت مرشد نے تربیت کے بعد آپ کو لاہور کی ولایت پر مامور فرمایا۔

ایک بار دریائے داوی میں طغیانی آگئی۔ اُس کی موجیں قلعہ لاہور سے ٹکرانے لگیں۔ حاکم لاہور بڑا گھبراہٹا۔ حضرت فتح شاہ سرمست کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور دعا کی استدعا کی۔ آپ نے حاکم لاہور کو فرمایا۔ میرا پیغام لے جاؤ۔ اور دریا کو کہو۔ کہ فتح شاہ نے حکم دیا ہے کہ جہاں سے آئے ہو چلے جاؤ۔ ورنہ قیامت تک تمہارے پیٹ میں ایک قطرہ آب نہیں رہنے دوں گا۔ حاکم وقت گیا دریا فوراً رک گیا اور اس کا پانی اتر گیا۔ اور اپنے مقام پر بہنے لگا۔

ایک دن حضرت شیخ فتح شاہ صاحب قدس سرہ نے برنے کی ایک لکڑی توڑی۔ اور اپنے خادم روشن شیخ کو پکڑ کر فرمایا کہ اسے زمین میں گاڑ دو۔ اس نے ایسے ہی کیا۔ وہ لکڑی ایک دو روز میں سرسبز ہو گئی۔ اور اس میں بوگ و باراگ آئے۔ یہ درخت آج تک مصنف کے زمانہ حیات تک موجود ہے۔ آخر کار ہمارا جہ ربحیت سنگھ نے فرانسس کا مکان تعمیر کرانے کے لئے اس درخت کو جڑ سے اکھاڑ دیا ہے۔ شیخ فتح شاہ شطاری ۱۱۵۰ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کا مزار پرنوار لاہور کے باہر زیارت گاہ عام و خاص ہے۔

فتح شاہ مشکل کشائے دو جہاں - رفت چو در خلد زین دار الحق
 طرفہ سال امتعاش شد عیاں - فتح دین فاج ابواب زمین

عنقوان جوانی میں اللہ کی محبت واچھگیر
 پیر محمد اسماعیل کبروی کشمیری قدس سرہ ہوئی۔ آپ حضرت مولانا محمد شریف کبرویہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مرید ہو گئے۔ تکمیل کے بعد پشاور آئے اور ایک عرصہ تک پشاور میں ہی مقیم رہے۔ مگر کشمیر میں جا کر مستقل قیام فرمایا اور تادم آخر ہدایت خلق میں مصروف رہے۔ آخر کار ۱۱۵۳ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کا وصال ۸۵ سال کی عمر میں ہوا۔

چونکہ اسماعیل پیر بادقار - گشت راہی زیچہان سوئے جان
 سال وصل اوست عالی مرتبت - نیز فضل آل اسماعیل دالی

صاحب تصرف اور صاحب کشف کرامات تھے۔ زہد
 خواجہ ایوب قریشی قدس سرہ: ورع تقویٰ میں جامع الکملات تھے۔ شریعت میں
 عالم دین تھے۔ حقیقت میں کاشف اسرار تھے۔ مخزن امور ہمہ دانی۔ اور عالم علوم ربانی تھے
 افضل العلماء اور اکرم الفقہاء تھے۔ صاحب تصنیف تھے۔ آپ کی مشہور کتابیں: مخزن عشق، شرح منوی
 مولانا روم شرح ایوب سے مشہور تھے۔ مقبول عوام و خواص ہوئی۔ طریقہ عالیہ سہروردیہ میں حضرت
 مفتی حافظ محمد تقی لاہوری قدس سرہ کے مرید اور شاگرد تھے۔ آپ مولانا تقی خلیف الرشید مفتی
 محمد تقی کے داماد تھے آپ کو سلسلہ قادریہ اعظمیہ سے کمال حاصل تھا۔ اور کمالان وقت تھے۔
 یاد رہے کہ حافظ محمد تقی قدس سرہ خواجہ ایوب قریشی کے پیر و استاد تھے اور خواجہ
 ایوب راقم السطور مفتی غلام سرور لاہوری قدس سرہ کے جدِ پنجم تھے۔ ہمارا سلسلہ آباؤی
 حضرت شیخ الاسلام بہاؤ الدین ذکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سے یوں جا ملتا ہے، احقر
 غلام سرور بن مفتی غلام محمد قریشی بن مفتی حق آگاہ رحیم اللہ بن حافظ محمد رحمت اللہ بن مفتی
 حافظ محمد تقی۔ بن مولانا کمال الدین بن مفتی عبد السمیع بن مولانا عقیق اللہ بن مولانا برہان الدین
 بن مفتی محمد محمود بن شیخ الاسلام عبد السلام مفتی و مدرس لاہور بن شیخ عنایت اللہ بن مولانا
 کمال الدین بن شیخ مخدوم المشہور میاں کلاں۔ (جو شہر ملتان سے دہلی کے بادشاہ کے حکم
 پر ہندوستان آئے۔ اور لاہور میں تدریس علوم دینیہ اور فتویٰ نویسی پر مقرر ہوئے) بن
 شیخ جموں بن شیخ قطب الدین بن شیخ شہاب الدین بن شیخ الاسلام شیخ بہاؤ الدین
 ذکریا ملتانی قدس سرہم العزیز۔

یاد رہے کہ راقم کے یہ بزرگ اگرچہ ظاہری علوم شریعت میں یگانہ روزگار تھے وہ
 واعظ۔ مفتی اور مدرس کی حیثیت سے دینی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ مگر ساتھ ساتھ
 یہ بزرگ سلسلہ سہروردیہ میں بزرگان سلسلہ عالیہ کے قدم بہ قدم چل کر کمالات روحانی کو بھی
 حاصل کرتے رہے ہیں جب حضرت میاں کلاں لاہور میں تشریف لائے۔ اور لاہور کے محلہ

علاول خان لہہانی میں قیام پذیر ہوئے۔ اور سفید زمین خرید کر کوٹلی مفتیاں کے نام سے ایک لہہ آباد کی۔ یہ احقر بھی اپنے بھائی حافظ غلام محمد اور عم بزرگوار مفتی غلام رسول اور مفتی غلام محی الدین جو میرے چچا زاد بھائی تھے، کے ساتھ اسی کوٹلی مفتیاں میں قیام پذیر رہا ہے۔ خواجہ ایوب نے مولانا محمد تقی سے فرقہ خلافت حاصل کیا۔ اور شرف فرزندگی سے ممتاز ہوئے تو دنیا کے علاوہ کو پھوڑ کر زہد و ریاضت اختیار کر لی۔ اور ساری عمر عزیز اسی طرح گزار دی۔ آپ اکثر اوقات مولانا روم کی مثنوی پڑھنے میں مشغول رہتے تھے۔

ایک دفعہ ایک شخص حضرت خواجہ ایوب سے مثنوی پڑھ رہا تھا۔ مثنوی مولانا روم کے بعض اشعار جو حقائق و دقائق پر مشتمل تھے۔ اس کی سمجھ میں نہ آتے تھے اور بار بار تکرار کرتا تھا آخر تنگ آ کر بلا حصول معانی حضرت خواجہ ایوب قدس سرہ کی مجلس سے چلا گیا۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ حضرت مولانا جلال الدین رومی بہ نفس نفیس تشریف لاتے ہیں اور فرما رہے ہیں۔ یاد رکھو! خواجہ ایوب میرے اولیٰ ہیں۔ میری ذات سے انہیں روحانی فیض ملا ہے۔ اسے اشعار کے جو معانی وہ بیان کرتے رہے ہیں۔ وہی صحیح ہیں۔ چنانچہ دوسری صبح وہ شخص حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فخر خواہی کی۔ اور مرید ہو گیا۔

خواجہ ایوب قدس سرہ شرح مثنوی میں فرماتے ہیں کہ مجھے شرح مثنوی مولانا روم کے کہنے کا ذوق پیدا ہوا اور دل میں ایک تڑپ پیدا ہوئی کہ بحرِ خار کی شرح ضرور لکھنی چاہیے۔ تو مجھے اپنی بے بضاعتی اور کم علمی کا خیال آیا۔ اور مجھے جرات نہ ہوئی تھی کہ اس عظیم کام کا آغاز کروں میں نے مثنوی اٹھائی اور اس کام کے لئے مثنوی سے راہنمائی حاصل کرنا چاہی۔ جو صفحہ کھولا تو اس کا پہلا شعر یہ تھا۔

اے ضیاء الحق حسام الدین بیا - دے سفال روح سلطان ہدا

مثنوی را شرح و مشروح وہ - صورت امثال اور روح وہ

اس فال کے بعد میں نے ہمت کی۔ اور مصمم ارادہ کرنے کے بعد شرح مثنوی لکھنے میں

بیٹھ گیا۔ چنانچہ یہ کتاب سنہ ۱۰۲۰ھ تک مکمل شرح لکھ ڈالی۔ اور اس اختتام شرح پر یہ قطعہ لکھا۔
 یافت شرح مثنوی مولوی ۔ خلقت اتمام از لطف خدا
 گفت تاریخش بگوش دل خرد ۔ طرفہ شرح مثنوی جانفرد
 خواجہ ایوب قریشی رحمۃ اللہ علیہ بروز جمعرات یکم ماہ جمادی الثانی سنہ ۱۱۵۵ھ کو فوت
 ہوئے آپ کا مزار لاہور میں بی بی حاج اور بی بی تاج کے احاطہ قبرستان میں واقع ہے۔
 جناب خواجہ ایوب مسعود ۔ چو از دنیا بخت گشت موصول
 ز شمس العارفین ایوب مرحوم ۔ عیال سال وصال اوست معقول

۱۱۵۵ھ

شیخ اولیاد ایوب مقبول ۔ خواجہ ایوب پیر باکمال ۔ بہتاب بہشت ۔ شیخ حق کامل دلی

۱۱۵۵ھ

۱۱۵۵ھ

۱۱۵۵ھ

۱۱۵۵ھ

آپ کے شاگردوں میں سے ایک شخص میر محمد علی مرحوم نے آپ کی وفات پر قطعہ تاریخ
 لکھا تھا جو تبرکاً درج کیا جاتا ہے۔

ز درد انتقال شیخ ایوب ۔ کہ گشتہ روح او از وصل حق شاد
 نہ تنہا اہل عالم را جگر سوخت ۔ فلک ہم آہ و ناری کرد بسیار
 چو رفت آن شاعر لفظ ہمہ اوست ۔ چو رفت آن نکتہ فہم و معنی ایجاد
 بچشم سال و صلش از خرد گفت ۔ موح جان بتوحید خدا داد

۱۱۵۵ھ

آپ بابا محمد صدق کبروی کشمیری قدس سرہ
 بابا عبدالباقی کبروی کشمیری قدس سرہ کے خلف الصدق تھے۔ وقت کے
 عظیم مشایخ میں سے تھے۔ عبادت، زہد، ورع اور تقویٰ میں بلند مرتبہ رکھتے تھے
 اپنے والد مکرم کی وفات کے بعد چھوٹی عمر میں ہی سجادہ ارشاد پر جلوہ فرما ہوئے اور خواجہ

شاہ حسین بکھیلی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے تربیت و تکمیل پائی۔ جوانی کے عالم میں سفر پر
 نکلے۔ اور حضرت خواجہ میر ہمدانی قدس سرہ کی قبر کی زیارت کے لئے ختلان کو روانہ ہوئے
 چونکہ ان دنوں اس علاقہ میں سیاسی ابتری اور فسادات کا دور دورہ تھا۔ کابل سے واپس
 ہندوستان آگئے۔ اور وہاں سے حرمین الشریفین کی زیارت کو جا پہنچے۔ اس طرح مدینہ پاک
 کی زیارت کے بعد مختلف اسلامی ممالک سے ہوتے ہوئے سال سال کے بعد واپس آئے۔
 اور کشمیر میں قیام پذیر ہو کر ہدایت خلق میں مشغول ہو گئے۔

صاحب تواریخ اعظمی نے آپ کی سال وصال ۱۱۵۷ھ لکھا ہے آپ کا مزار بابا دلی کشمیری
 کے روضہ کے متصل سری نگر میں ہے اور زیارت گاہ خواص و عوام ہے

رفت باقی چو در اقلیم بعث - دل بسال وصل آن شیخ زماں
 گفت تاج عارفان عارف بگو - ہمہ گر شیخ ابقتا باقی بخواں

۱۱۵۷ھ

۱۱۵۷ھ

آپ ہندوستان کے جید علماء کرام
 مولانا رستم علی بن علی اصغر قنوجی قدس سرہؒ میں سے مانے جاتے ہیں علوم فقہ
 حدیث اور تفسیر میں بڑی دسترس حاصل تھی۔ ہندوستان کے علماء اور ایران و خراساں کے علماء میں
 سے آپ کی رائے پر تمام اتفاق کرتے تھے۔ اتنے علم و فضل کے باوجود انکساری کا یہ عالم تھا
 کہ اپنے آپ کو کترین از درویشان شمار کرتے تھے۔ دن رات تعلیم و تدریس میں رہتے۔ اور مخلوق خدا
 کی ہدایت میں مصروف ہوتے ہزاروں طلباء آپ کے درس سے فیض یاب ہوئے تفسیر جامع صغیر
 آپ کی تالیف ہے۔ یہ تفسیر قرآن پاک کے معانی سمجھنے میں تفسیر جلالین سے بھی عمدہ مانی گئی ہے۔ آپ
 کی وفات ۱۱۵۷ھ میں ہوئی۔

از جہاں رفت چوں بخسبہ بریں - میر رستم علی ولی دلی والی
 گفت سرور بسال رحلت او - میر گل رستم علی ونہی

۱۱۵۸ھ

نیز کن عاشق بہشت نظم - سالِ ترحیل آن تقی و تقی

آپ دہلی کے عظیم

۱۱۷۸ھ

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بن مولوی عبدالرحیم قدس سرہ - اور جید عالم دین

تھے علم و فضل و ورع و تقویٰ میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ ساری عمر عزیز درس و تدریس میں

صرف کردی۔ آپ نے قرآن مجید کی ایک تفسیر الموسوم بفتح الرحمن لکھی۔ جو خواص عام میں مقبول

ہوئی آپ کی وفات ۱۱۸۰ھ / ۱۱۷۹ھ میں ہوئی تھی۔

زدنیا چو رفت اقامت بہ بست - ولی اللہ والی ولی متقی

ذناش بچتم ز شیخ کریم - رقم شدہ گر شیخ اکبر ولی

۱۱۷۹ھ

۱۱۸۰ھ

آپ عالم عامل اور عامل کامل تھے

میر محمد یعقوب گیلانی لاہوری قدس سرہ - آپ قلعہ یعقوب میں رہا کرتے

تھے اور اسمانے ربانی کے زور سے حاکمانہ قوت کے مالک تھے۔ خلق خدا ان سے دین و دنیا

کے فائدے اٹھایا کرتی تھی۔ دیوانہ کتے کے زخمی لوگ آپ کے پاس آتے اور شفا یاب ہوتے۔

آپ کی دعا کے بعد تادم حیات کسی پر دیوانگی کے اثرات نہ رہتے۔ آپ کی نسبت آبائی جناب

غوث الاعظم محی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی سے ملتی ہے۔

میر محمد یعقوب بن میر محمد زمان بن میر محمد حاجی بن میر صدر الدین - بن سید نور الدین بن

سید بدر الدین بن سید جعفر بن سید احمد بن سید مومن بن میر حیدر بن شاہ قمیص قادری رحمن

کا ذکر خیر سلسلہ قادریہ میں گذر چکا ہے، بن ابی الحیات - بن تاج الدین محمود بن بہاؤ الدین محمد

بن جلال الدین احمد بن سید علی جمال الدین قاضی ابوصالح نصر بن سید آفاق شیخ عبدالرزاق بن

شیخ سید سلطان ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہم۔

آپ کی روحانی نسبت پیران قادریہ کے سلسلہ سے یوں درج ہے۔

آپ سید فضل علی لاہوری کے مرید تھے۔ وہ شیخ عبدالرحیم جبرائیل اللہ۔ وہ حاجی محمد سعید لاہوری (جن کا ذکر فی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں لکھا گیا ہے) وہ سید محمد محمود کر دی۔ وہ سید جلال الدین وہ سید شہاب الدین وہ سید جلال الدین عبداللہ وہ سید شمس الدین ابوالوفاء وہ سید شہاب الدین احمد وہ سید قاسم وہ سید عبدالباسط وہ سید بہاء الدین ابوالعباس اور وہ سید بدر الدین حسن اور وہ سید علاء الدین اور وہ سید شرف الدین بھٹی قاتاری۔ اور وہ سید ابوالنصر اور وہ قطب الافاق سید عبدالرزاق اور وہ سیدنا عبدالقادر جیلانی خوث لا اعظم کے مرید تھے (رضی اللہ عنہم) امام میر یعقوب گیلانی نے دوسرے سلاسل عالیہ سے بھی فیض پایا تھا اس طرح آپ معتدلے زمانہ ہوئے۔

آپ کی تاریخ وفات ۲۹ صفر المنظر ۱۱۷۹ھ ہے۔ مگر میر فضل علی نے تاریخ وفات ۴ محرم الحرام ۱۱۷۹ھ حکمی ہے۔ آپ کا مزار پرانوار منگ لاہور کے قلعہ میر یعقوب میں ہے۔ آپ کے تین بیٹے سید محمد یوسف۔ میر سید علی اور میر اسماعیل تھے۔ تینوں صاحب علم و فضل اور ظاہر و باطن مراتب پر فائز ہوئے۔

شد چو از دنیا بفضلس ایزدی - در جناب یعقوب مخدوم الکریم
ارتحالش ہست خورشید جہاں - ہم بخواں یعقوب مخدوم الکریم

۱۱۷۹ھ

۱۱۷۹ھ

آپ اویسیہ خاندان کے کبریٰ مشائخ اور خواجہ حافظ عبدالخالق اویسی قدس سرہ: عظیم اولیاء اللہ میں سے تھے۔ صاحب وجد و سماع تھے۔ ذوق و شوق کے مالک تھے۔ سکر و جذب میں یگانہ روزگار تھے۔ فقر و تجدید میں بڑی ثابت قدمی سے رہے بڑے بلند رتبہ تھے۔ روحانی فیضان جناب حضرت قرنی قدس سرہ سے پایا تھا۔ صاحب اجازت تھے اور تلقین و ارشاد میں معروف ہوتے۔ ساری زندگی لوگوں کی اصلاح و ہدایت میں گزار دی۔ چونکہ آباد اجداد سے علم و فضل کی دولت ملی تھی۔ اس لیے جامع

فضل ظاہری و باطنی ہو گئے۔ حافظ ظاہرین محمود بن حافظ یعقوب آپ کے والد ماجد تھے جن کا فتویٰ چلتا تھا وہ عالم عامل اور حافظ کامل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا راہ دکھانا چاہا تو سب سے پہلے حضرت بلہی شاہ قصوری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے بھائی گل شیر کو بھی ساتھ لے کر حضرت شیخ عبدالحکیم قادری قدس سرہ (جو اس وقت قطب وقت تھے) کی خدمت میں حاضر دی۔ حضرت عبدالحکیم ان دنوں موضع تبنیہ میں رہتے تھے۔ حضرت شاہ عبدالحکیم نے مراقبہ فرمایا تو ان کے بھائی گل شیر کو تو بیعت کر لیا۔ مگر حضرت بلہی شاہ کو فرمایا کہ آپ حضرت شاہ عنایت قادری قدس سرہ کے پاس جا کر اپنا حصہ لے لیں۔ خواجہ عبدالخالق کو فرمایا کہ تمہارا حصہ تو ایک ایسے شخص کے پاس ہے جو اس وقت دنیائے فانی سے رخصت ہو گیا ہے۔ اب اپنے گھر میں گوشہ نشینی اختیار کرو اور اللہ کی عبادت اور بیاضت میں مشغول رہو۔ یاد رہے اس ذکر اور عبادت کے دوران درود مستغاث کا ورد کرتے رہو۔ اس طرح اللہ کی جناب سے تمہارے پیر کا فیض خود بخود آتا رہا کرے گا۔ حضرت خواجہ وہاں سے رخصت ہوئے۔ چند ماہ اسی حالت پر گزرے۔ حجرے میں پڑے رہتے۔ درود مستغاث پڑھتے رہتے۔ ناگاہ ایک دن ایسا ہوا کہ ایک نورانی شخص سامنے آیا۔ اور آتے ہی اسلام علیکم کہا۔ حضرت خواجہ نے سلام کا جواب دیا۔ لیکن جوہنی اس نورانی شخصیت سے آنکھیں ملائیں بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ سارا دن بے ہوش رہے۔ شام کے وقت ہوش میں آئے تو دوبارہ عبادت میں مشغول ہو گئے۔ دوسرے دن پھر وہی واقعہ پیش آیا مگر آپ کو یہ معلوم نہ ہو سکا۔ کہ یہ نورانی شکل والا کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ تیسرے دن زیارت ہوئی تو قدم پکڑ لئے۔ اور نام نامی دریافت کیا۔ اور ان کے مقام و مولد کا پوچھا۔ انہوں نے فرمایا۔ ہمارا نام خواجہ اولیس بن عامر قرنی ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ تمہاری رہنمائی کروں خواجہ عبدالخالق کو بیعت کیا۔ یہ بات سنتے ہی آپ پھر ہوش ہو کر گر پڑے۔ تین دن رات ایسی کیفیت رہی۔ تیسرے دن آپ کے ہمسایہ کے گھر سے سرود کی آوازیں بلند ہوئیں۔ یہ آوازیں ایک شادی کی تقریب سے تھیں۔ آپ نے ان گانے والوں کو اپنے پاس بلایا اور قوالی کرنے کا کہا۔ آپ یہ سرود سن

کروجد میں جھومنے لگے۔ یہ سلسلہ سارا دن رہا۔ ہوش میں آئے۔ تو اپنے تمام متعلقین کو بلا کر
 فرمایا۔ تمہیں مبارک ہو۔ میرا کام مکمل ہو گیا ہے۔ میں نے اپنے محبوب و مطلوب کو پایا ہے۔
 شیخ احمد بن محمود قدس سرہ نے ایک کتاب لطائف نفیسیہ فی فضائل اولیئہ لکھی ہے
 اس میں حضرت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ عبدالخالق قدس سرہ موضع ہانس
 پنجاب دریائے ستلج کے کنارے پر رہتے تھے۔ آپ حالت سکر و وجد میں اس حد تک
 مستغرق رہتے کہ نماز ادا کرنا بھی مشکل ہو گیا۔ جب دوسرے نمازیوں کے ساتھ صف میں
 کھڑے ہوتے۔ تو امام سے اللہ اکبر سنتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑتے۔ رکوع۔ سجود اور دوسرے
 ارکان نماز ادا نہ کر سکتے تھے۔ جب آپ کی حالت سکر زیادہ دیر ہوتی۔ تو قوالوں کو بلایا جاتا وہ
 مسجد کے دروازے کے سامنے سرود کا آغاز کرتے تو ان کی آواز سے آپ بے ہوشی اور سکر
 سے وجد میں آتے۔ آپ اللہ اکبر کے علاوہ قرآن پاک کی آیت کریمہ سن کر بھی بے ہوش ہو جاتے
 سرود کی آواز آتی تو ہوش میں آتے۔ چنانچہ شیخ احمد اسی کتاب میں لکھتے ہیں کہ میں ایک بار
 بذات خود آپ کی خدمت میں موجود تھا۔ زیارت کی۔ آفتاب روحانیت اولیہ سے آپ کا
 چہرہ تاباں ہوتا۔ میں نے آپ کے منہ سے ارشاد تلقین کی باتیں سنیں۔ جس کا اثر زندگی بھر
 میرے دل و دماغ پر رہا۔

آپ کی وفات، رذوالحجہ ۱۱۸۵ھ میں ہوئی۔ مزار پر انوار مبارک پور متصل بہاول پور
 مرجع خلافت ہے۔ آپ کے تین صاحبزادے حافظ صالح محمد۔ ولی محمد اور قطب الدین تھے۔ تینوں
 اولیاء اللہ تھے۔ صاحب کرامت تھے وجد و سماع شوق ذوق کے مالک تھے۔ قطب الدین تو
 عنفوان جوانی میں ہی وجد و سماع کی حالت میں زور سے اڑے اور آسمانوں کی بلندیوں کی
 طرف پرواز کر گئے اور نظروں سے غائب ہو کر ابدالوں میں جا ملے۔ یہ عارف آپ کے خلیفہ
 تھے۔ آپ کا مزار بریلی میں ہے۔ شیخ محرم بھی آپ کے خلیفہ خاص تھے۔ ان کا مزار لہیہ میں ہے
 خواجہ محکم الدین صاحب ایسر بھی آپ کے خلفاء عالی شان میں سے تھے۔

وصل شد چو با ذات حق چون عبد خالق ناموس - رفت روح پاک او بر عرش از فرش زمین
سال او خورشید اجلال از فرود شد جلوه گر - ہم و گر محبوب خالق ہادی راہ یقین

۱۱۸۵ھ

۱۱۸۵ھ

آپ سلسلہ اولیہ کے
ممتاز مشائخ اور خلفاء
محمد عارف بن حافظ محمود قدس سرہ :-
عم زاد حضرت شیخ عبد الخالق اولیہ قدس سرہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ اپنے مرشد سے بڑا روحانی
فیض حاصل کیا۔ صاحب وجد و سماع ہوئے۔ اور اکثر حالت سکر و جذب میں رہتے تھے۔ آپ کا
استغراق اور مستی حد کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ سارے عالم اسلام کی سیاحت کی۔ اس سیر و سیاحت
کی وجہ سے آپ کا خطاب صاحب السیر پڑ گیا تھا۔

آپ جس دن بیعت ہوئے تو حضرت خواجہ عبد الخالق اولیہ نے آپ کو حکم دیا کہ حضرت
چاولہ کے روضہ پر جا کر اعتکاف بیٹھ جاؤ۔ حضرت چاولہ قدس سرہ اولیہ نے مستور امین سے تھے
آپ کا مزار زیارت گاہ خلق تھا۔ شیخ محکم الدین وہاں گئے اور معتکف ہوئے۔ چالیس دن
تک بلا کھائے پئے۔ اعتکاف میں رہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے اور کمالات
کے مقام حاصل کرنے۔ خلوت کدہ سے نکلے روزہ افطار کرنا چاہا۔ دل میں خیال ہے کہ
سامنے بیری کے درخت کے ساتھ سمرخ بیر لگے ہیں۔ ان سے افطار کیا جائے۔ ناگاہ ایک
سفید پوش شخص غیب سے نمودار ہوا اور چند دانے بیرویش کئے۔ اور فرمایا لے لیں ان میووں سے
روزہ افطار فرمائیں اور اب یہاں سے چلے جاؤ۔ کیونکہ تمہارا مقصد پورا ہو گیا ہے۔ حضرت نے
روزہ افطار کیا۔ اور وہاں سے روانہ ہو کر حضرت پیر و مرشد خواجہ عبد الخالق قدس سرہ کی خدمت
میں حاضر ہوئے تو حضرت نے دیکھتے ہی فرمایا کہ جب ہم روزہ افطار کرنے لگے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ
نے حضرت خضر علیہ السلام کو حکم دیا کہ شدرہ المنتہی سے بیرے کر افطاری کے لئے جائیں۔ حضرت

حضرت نے تعمیل حکم خداوندی کے طور پر تمہارے سامنے بیٹھا کر رکھے۔

جب حضرت صاحب ایتر کو ہستان کے علاقہ میں بمقام سنہگل کدہ پہنچے۔ تو وہاں ایک ہندو پنڈت رہا کرتا تھا۔ یہ پنڈت جوگی کی حیثیت سے مجاہدہ کر رہا تھا۔ اس نے دیکھا۔ کہ آنے والے بزرگ بھی صاحب کرامت ہیں۔ آگے بڑھا۔ اور کہنے لگا۔ حضرت یہاں رہنے کے لئے تو کوئی کرامت دکھانا پڑے گی۔ آپ نے فرمایا۔ ہم اللہ کے دروازے کے فقیر ہیں۔ کرامت نمائی ہمارا کام نہیں ہے۔ اگر تم کچھ دکھانا چاہتے ہو۔ تو دکھاؤ۔ جوگی اپنے استدراج کے ذریعے دیکھتے دیکھتے اور چند لمحوں بعد پھر ظاہر ہو گیا۔ اس نے ایسا کئی بار کیا۔ حضرت ایسر نے جوگی سے پوچھا۔ یہ کمال استدراج تمہیں کیسے حاصل ہوا۔ کہنے لگا۔ آج تک میرے نفس یا دل نے جو بات کہی میں نے اس کے خلاف ہی کام کیا میں ساری عمر خواہش کے خلاف کام کرتا رہا۔ اس طرح مجھے یہ کمال حاصل ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تم اسلام قبول کرنے کی خواہش رکھتے ہو۔ اور کیا تمہارا دل چاہتا ہے کہ مشرف باسلام ہو جاؤ۔ کہنے لگا۔ نہیں میرا دل نہیں چاہتا۔ آپ نے فرمایا۔ پھر تم دل کی خواہش کے خلاف کام کرو۔ اور مسلمان ہو جاؤ۔ جوگی اپنے دل کی خواہش کے خلاف اقدام کرنے سے رک گیا۔ آپ نے فرمایا اب تم اپنی خواہش کے خلاف نہیں جاتے تو غائب ہو کر دکھاؤ اس نے سارا زور لگایا۔ مگر قوت استدراج سے محروم ہو گیا۔ اور اپنے آپ کو غائب نہ کر سکا۔ لا جواب اور عاجز ہو کر سر قدموں میں رکھ دیا۔ اور اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے ایک نگاہ سے اسے فیض باطنی سے نوازا اور کمالات تک پہنچایا۔ پھر اس کا نام عبد السلام رکھا۔ اور اس علاقے کے لوگوں کی ہدایت پر مامور فرما دیا۔ اس وقت تک حضرت عبد السلام کا مزار زیارت گاہ خاص و عام بنا ہوا ہے۔

ایک بار دوران سفر جب کہ آپ کا نام محمد وارث آپ کے ساتھ تھا۔ ایک سائل حاضر ہوا اور کہنے لگا۔ حضرت میری چند نوجوان بیٹیوں میں غربت کی وجہ سے ان کی شادی نہیں کر سکتا اگر آپ کرم فرمائیں تو مجھے بانسور و پیہ عطا فرمائیے۔ تاکہ ان کی شادی کر سکوں۔ آپ اس وقت

بڑے خوش وقت تھے اپنا عصا محمد وارث کے ہاتھ سے لیا۔ اور زمین پر نوک گاڑ کر کہا۔ یہاں سے کھود کر پانچ سو روپے کی تھیلی نکال لو۔ تھیلی نکالی۔ اور سائل کو دسے دی۔ سائل لے کر چلا گیا۔ اور بے دریغ خرچ کرتا رہا۔ اس کو غلط فہمی ہوئی کہ اس جگہ بہت سا مال دیا ہوا ہے۔ اب میں جس جگہ ہو گا جا کر اکھاڑ لاؤں گا۔ حضرت تو وہاں سے روانہ ہو گئے وہ ایک دن اسی مقام پر پہنچا اور زمین کھودنے لگا۔ مگر بڑا مایوس ہوا۔ وہاں سے کچھ نہ نکلا۔ پہلا روپیہ بھی خرچ کر چکا تھا۔ روناد ہونا شروع کیا۔ حضرت کے پیچھے بھاگا۔ حضرت رک گئے۔ اور پوچھا اب تمہیں کیا ہوا کہنے لگا۔ حضور میں نے طمع کیا۔ اور طمع کے تینوں الفاظ خالی ہوتے ہیں۔ میں بھی آپ کے انعام سے محروم ہو گیا ہوں سارا واقعہ سنایا حضرت شیخ کو اس پر ترس آ گیا۔ پھر آپ نے اپنا عصا زمین پر مارا۔ اور وہی تھیلی نکال کر اس کے حوالے کر دی۔

حضرت صاحب السیر پر حالت سُکریا کیفیت استغراق طاری ہوتی۔ تو آپ ایک ایک دن ایک ایک ماہ بلکہ بعض اوقات چار چار ماہ تک بے ہوش رہتے۔ ان کیفیت میں آپ کو ظاہری دنیا کی قطعاً کوئی خبر نہ ہوتی۔ آپ راتھی شہر کے قریب ایک تالاب کے کنارے بیٹھ جاتے اس تالاب میں بڑا گہرا پانی تھا۔ بارش کے موسم میں یہ تالاب لبالب ہوتا۔ آپ سماع کی مجلس جاتے۔ حالت وجد میں کود کر تالاب میں کود جاتے۔ ایک بار مجلس سماع برپا تھی۔ آپ پر وجد و حال کی کیفیت طاری ہوئی۔ ہزاروں حاضرین کے ہوتے ہوئے آپ عالم استغراق میں تالاب میں کود گئے۔ اور دیکھتے دیکھتے پانی کی تہ میں چلے گئے۔ لوگوں نے جستجو کی۔ غوطہ خوروں نے سارے تالاب کو چھان مارا مگر ناکام رہے۔ آخر ہار کر صبر کر لیا۔ اور لوگوں نے یہ مشہور کر دیا۔ کہ آپ بھی حضرت شیخ قطب الدین بن خواجہ عبد الخالق قدس سرہ کی طرح ظاہر ہیں آنکھوں سے غائب ہو کر۔ مجال الغیب یا ابدال جہاں کے ساتھ جلتے ہیں۔ چار پانچ ماہ گزرے۔ تالاب کا پانی خشک ہوا۔ گاؤں کے زمینداروں نے تالاب کی مٹی کو اٹھا اٹھا کر اپنے کام میں لانا شروع کر دیا۔ کہ ایک کدال کو کوئی چیز لگی۔ غور سے دیکھا کہ کوئی انسانی بدن زیر زمین دفن ہے۔ نہایت

احتیاط سے اس جسم کو مٹی سے اٹھایا گیا۔ تو حضور صاحب السیر اویسی قدس سرہ کا مجسم جسم تھا۔ آپ اسی طرح حالت استغراق اور سُکر میں ہیں۔ قوالوں کو بلا یا گیا۔ نعت رسول شروع ہوئی تو آپ نے آنکھیں کھولیں۔ ہوش میں آئے۔ تو لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ کہ آپ صحیح سالم ہیں۔ حضرت خواجہ سلیمان قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں ابھی بچہ ہی تھا۔ کہ حضرت صاحب السیر شیخ حکم الدین قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ اس وقت تونسہ کی مسجد میں نماز ظہر ادا کرنے کے بعد مراقبہ میں بیٹھے تھے۔ میں نے دیکھا۔ کہ ایک کابلی پٹھان آپ کے پاس آیا۔ سلام عرض کرنے کے بعد پاس ہی بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔ حضرت میں کسی مرد حق کی تلاش میں ملک بہ ملک پھر رہا ہوں۔ اب قطع مسافت کرتے کرتے پنجاب پہنچا ہوں۔ ابھی تک میرا دامنِ مراد خالی ہے۔ آپ نے سن کر فرمایا مردانِ حق سے نہ دنیا خالی ہے۔ اور نہ کوئی ملک یا شہر ان کے بغیر آباد رہ سکتا ہے۔ وہ ہر ملک اور ہر شہر میں موجود ہوتے ہیں۔ صرف نظرِ حق بین چاہیے۔ نظرِ باطن ہو تو محروم نہیں رہتا۔ اس افغان نے کہا۔ حضور۔ اب میں یہاں سے محروم نہیں جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا تمہارا حصہ تو ایک عرصہ سے ہمارے پاس امانت ہے کیا اپنا حصہ اکٹھا لینے کے خواہاں ہو یا آہستہ آہستہ پٹھان کو بڑا اشتیاق تھا کہنے لگا نہیں حضور میں اسی وقت امانت چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم اس بارگراں کی برداشت نہیں رکھتے۔ اگر سبھی لو۔ تو برداشت نہیں کر سکو گے۔ کہنے لگا۔ میری جان ناتان مشوقِ حقیقی کے قربان ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا۔ آگے آہو اور کلمہ لا اِلهَ اِلَّا اللهُ زبَان سے پڑھو۔ جب اس نے پڑھا۔ شیخ نے بھی اس کے ساتھ پڑھا۔ مگر لا اِلهَ اِلَّا اللهُ کی ضرب جو لگائی۔ تو سائل تڑپ کر زمین پر گر پڑا۔ اور مرغِ سبل کی طرح تڑپنے لگا۔ آخر کار افاق و خیزاں۔ اور تڑپتے تڑپتے حوض میں جا گیا۔ وہ پانی میں گرا ہی تھا۔ کہ حوض کا پانی جوش مارنے لگا یوں معلوم ہوتا تھا۔ کہ دیگ میں پانی ابل رہا ہے۔ حضرت شیخ کی خانقاہ کے درویش بڑی شکل سے اسے پانی سے نکالنے میں کامیاب ہوئے۔ چند لمحے گزرے تو وہ اصل بحق ہو

گیا۔ حضور نے اس شہیدِ عشقِ الہی کی تجہیز و تکفین کی۔ اور سپردِ خاک کیا۔

حضرت خواجہ سلیمان یہ واقعہ بیان فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس وقت وہ مجذوب افغان حوض کے پانی میں گرا۔ تو ایک چڑیا نے حوض کے کنارے سے چونچ بھوک پانی پی لیا۔ اسی وقت مست ہو گئی۔ اسی مستی کے عالم میں اڑی۔ اور مسجد کے مینار پر جا بیٹھی۔ عصر کی نماز کے وقت امام نے اللہ اکبر کی صدا بلند کی۔ تو چڑیا حالت وجد میں آگئی نیچے آئی۔ اور عالم مستی میں زمین پر تڑپنے لگی۔ پھر پرواز کیا۔ اور مینار پر جا بیٹھی۔ اسی طرح امام اللہ اکبر کہتا تو چڑیا زمین پر آگئی۔ تڑپتی۔ اور اڑ کر مینار پر جا بیٹھتی۔

حضرت محکم الدین صاحب السیر قدس سرہ کے نو خلفائے تھے۔ یہ خلفا بڑے بلند مراتب ہوئے۔ انہیں حضور کی فیض تربیت سے خاصا حصہ ملا تھا۔

۱۔ حافظ قمر الدین ساکن کوٹھ قانیم رئیس (آپ نواب سرفراز خان حاکم ملتان کے پیر و مرشد تھے۔

۲۔ شیخ محمد سلیم قریشی ثانی قدس سرہ

۳۔ شاہ ابوالفتح ساکن مؤ (قدس سرہ)

۴۔ خواجہ سلیمان قدس سرہ (ان کا مزار آپ کے پہلو میں ہے)

۵۔ شیخ محمد انور ملتان (آپ بھی حضرت کے پہلو میں آسودہ خاک ہیں)

۶۔ شیخ اللہ داد۔ قدس سرہ آپ ڈیرہ غازیخان کے تھے۔ مگر آپ کا مزار بھی ملتان میں ہے

۷۔ دیوان محمد غوث جلال پور پیر والہ۔ (آپ پیرتال کی اولاد میں سے تھے)

۸۔ شیخ دوست محمد قدس سرہ (آپ کا مزار موضع جہانگیر میں زیارت گاہِ خلق ہے)

۹۔ حافظ عبد الکریم قاری قدس سرہ (آپ قرآن کی قرات اور خوش آوازی میں سارے

پنجاب میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے بعض تذکرہ نگار شیخ جوگی عبدالسلام جن کا واقعہ سابقہ صفحات پر گزر رہا ہے۔ کو بھی آپ خلیفہ دہم شمار کرتے ہیں۔

آپ کا وصال پنجم جمادی الثانی ۱۱۹۷ھ میں ہوا۔ مزار پڑ انوار کوٹ بخشا متصل بہاول پور

میں ہے۔ حضرت شیخ غلام اویس ادیسی قدس سرہ نے آپ کی وفات پر یہ قطع تاریخ لکھا تھا۔
 پیر محکم الدین برفت افسوس شد - روح پاکش طاہر فردوس شد
 از وصالش ہاتقم تاریخ گفت - حمد آں گل گلشن فردوس شد

۱۱۹۷ھ

آپ سادات

سید شاہ حسین بن سید عبدالقادر بن سید حمید گیلانی لاہوی قدس سرہ گیلانیہ میں

سے تھے۔ منظر خارق و کرامات تھے۔ زاہد۔ متقی۔ عالم۔ عامل۔ اور پیر کامل تھے۔ آپ نے عافیتات
 و قبولیت دوڑ کر آئی۔ دنیا و عقبی کے حاجت مند حاضر خدمت ہوتے۔ اور مستفیض ہوتے۔

بادشاہ شاہ زمان کے لشکر کے حملے کے وقت حضرت نے اعلان کیا۔ کہ ہمارا محلہ لشکر کی

لوٹ مار سے محفوظ رہے گا۔ اس لئے ہمارے محلہ کا ایک فرد بھی کسی قسم کا خوف و ہراس نہ کرے۔

امر واقعہ یہ ہے۔ کہ شاہ زمان کے لشکر نے سارے علاقے کو لوٹ مار کا نشانہ بنایا۔ مگر حضرت کے

محلہ کی طرف ایک سپاہی بھی نہیں آیا۔ اگر کوئی محلے میں داخل ہوا بھی اخلاص و عقیدت کے

ساتھ حاضر ہوا۔ اور گردن بھگا کر واپس چلا گیا۔

حضرت کا معمول تھا۔ کہ آپ نے اپنے دروازے کے باہر لکڑی کا ایک تختہ نصب کر دیا

تھا۔ لوگ علی الصبح آتے اور پانی کے پیالے اس تختے پر رکھ دیتے۔ آپ نماز سے فارغ ہو

کر اپنے وظائف اور دیگر معمولات سے اٹھ کر باہر نکلتے اور پانی دم کرنے جاتے۔ لوگ اپنا اپنا

پیالہ اٹھا لے جاتے۔ یہ پانی بیماریوں کے لئے آب شفا ہوتا۔ جو پیتا شفا یاب ہوتا۔ محلے میں ایک

رنگریز فاضل نامی شخص رہتا تھا۔ وہ آپ سے حد کرتا۔ عداوت رکھتا۔ اور اپنے بغض کا اظہار کرتا

رہتا۔ ایک دن اس کی بدبختی یہاں تک پہنچی۔ کہ جس تختے پر لوگ پیالے رکھتے تھے۔ ہر رات

اندھیرے میں گندگی پھینک دیتا۔ لوگ اپنے طور پر اس تختے کو صاف کر دیتے۔ آہستہ آہستہ یہ

خبر حضرت تک پہنچائی گئی کہ کوئی گنہگار شخص یہ حرکت کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تم لوگ صبر کرو۔ ایسا

کرنے والا اللہ کے غضب سے بچ نہیں سکتا خود پھنس جائے گا۔ چند دن گزرے تھے کہ فاضل

ذکر یز کا دماغی توازن خراب ہو گیا۔ وہ گلیوں میں پھرتا۔ اور گندگی اٹھا اٹھا کر کھاتا۔ آخر اسی حالت میں مر گیا نَعَزْ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ الْاَوْلِيَاءِ

ایک دن آپ کی ایک خادمہ بی بی نامی نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر گزارش کی حضور میرے ماں اولاد نہیں ہوتی۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ کرم فرمائے۔ آپ نے دعا کی۔ اور فرمایا تقدیر میں لکھا ہے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ چار بیٹے دے گا۔ ایک تو بچپن میں ہی فوت ہو جائے گا۔ دوسرا دور دراز ممالک کے سفر میں نکل جائے گا۔ اور واپس نہیں آئے گا۔ تیسرا فقیر ہو جائیگا البتہ چوتھا تمہارے پاس رہے گا۔ اور دنیا داری میں ترقی کرے گا۔ ایسا ہی ہوا۔

حضرت شاہ حسین قدس سرہ گیارہ ربیع الثانی ۱۲۰۵ھ میں فوت ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۹ سال تھی۔ آپ کا مزار گوہر بارید مٹھ لاہوری میں واقع ہے۔

چو شد پر تو انگن بخند بریں - حسین آن بچشم جہاں نورین
تباریخ ترحیل آن شاہ دین - بگو شاہ عاشق مکرم حسین

آپ بارہ طرفانی سادات میں سے تھے
آپ کے مشائخ برگزیدہ روزگار تھے
یہ سید شاہ بلاق لاہوری قدس سرہ
الاحترام تھے۔ آپ بڑے عابد۔ زاہد۔ متقی اور خدا پرست تھے۔ اور صاحب جذب و استغراق تھے۔ ہر سلسلہ تصوف سے حصہ فقر حاصل کیا تھا آپ سلسلہ اعظمیہ قادریہ میں چند واسطوں سے نسبت روحانی رکھتے تھے۔ حضرت میاں میر قادری لاہوری کی نسبت سے یہ سیدنا پیران پیر و شکیر غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی تک سلسلہ روحانیت پہنچتا ہے۔

یہ سید بھاون شاہ مرید شاہ بلاق (اپنے والد) جن کا مزار چبارہ چھو کے پاس ہے) کے تھے۔ وہ شاہ عبدالرشید لاہوری۔ وہ شیخ محسن شاہ۔ وہ شیخ محمد ملا شاہ وہ میاں محمد میر بالا پیر لاہوری۔ اور وہ حضرت خضر ستیانی اور وہ سید احمد۔ اور وہ شیخ عابد کبیر اور وہ شاہ ابوالقاسم

اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور وہ شاہ ابوبکر اور وہ شاہ داد اور وہ شاہ سلیمان اور وہ مرید۔

شیخ زید اور وہ شیخ قرشی اور وہ حضرت آلائق عبد الرزاق حلف الصدق غوث الاعظم

سلطان العالم محی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی قدس سرہم اللہ تعالیٰ کے مرید تھے۔

سید بجاون شاہ مادر زاد ولی اللہ تھے بچپن سے ہی آثار بزرگی نمایاں ہوتے بڑے صاحب

کمال و جلال بزرگ تھے۔ اپنے والد مکرم کی وفات کے بعد مسند ارشاد پر جلوہ فرما ہوئے۔ پہلے پہل

موضع مزنگ میں سکونت پذیر ہوئے۔ آپ پر جذب و استغراق کی کیفیت غالب تھی۔ سرویوں

میں شیخ پورہ تشریف لے گئے۔ وہاں ہی تجرید و تفرید کی حالت میں بارہ سال تک عبادت میں

مصروف رہے۔ ایک عرصہ بعد میر پور جو دامن کوہ میں واقع ہے۔ تشریف لے گئے۔ اس علاقہ

کے گلہڑ قبائل کے لوگ آپ سے عقیدت رکھتے تھے۔ ہزاروں لوگ دور دراز سے حاضر ہوتے

اور فیضیاب ہوتے اس قیام کے دوران آپ سے بے پناہ کرامات ظہور میں آئیں۔

ایک دن آپ کی ایک خادمہ جو گانا بجانا جانتی تھی۔ آپ کی مجلس میں حاضر تھی اور گاہی

تھی۔ ناگاہ ایک طرف سے گرد و غبار اٹھنا نظر آیا۔ دُور سے گھوڑ سواروں کا ایک لشکر دکھائی

دیا۔ نزدیک آئے تو معلوم ہوا کہ ایک صاحبزادے اپنے مریدوں کے لشکر کے ساتھ چلے آ

رہے ہیں۔ یہ صاحبزادے پشاور سے چلے اور میر پور آئے۔ سواروں کا ایک اجتماع لے اور

خود پاکی پر سوار تھے۔ مطربہ نے گزارش کی۔ حضور ہم لوگ آپ کے لئے بھی ایک پاکی بنائیں۔

تاکہ آپ بھی اسی شان و شوکت سے سفر کریں۔ حضرت مسکرائے۔ فرمانے لگے۔ اندرون شان

و شوکت ظاہر شان بان سے زیادہ بہتر ہے۔ اگر اس صاحبزادہ نے اتنے انسانوں کو جمع کر لیا ہے

تو تعجب کی بات نہیں یہ سارا آدم زاد ہیں۔ ہم جنس ہیں۔ ان کا جمع ہو جانا تو کوئی بڑی بات نہیں

اگر ہم چاہیں تو ان وادیوں اور جنگلوں سے جنگلی درندوں کو جمع کر لیں۔ اور وہ بے شمار ہمارے

نزدیک جمع ہو جائیں۔ مگر ایسا کرنا اچھی بات نہیں ہے۔ آپ یہ بات فرما ہی رہے تھے کہ

چاروں طرف سے درندے۔ جانور۔ وحوش و طیور بیا بانوں سے ٹکل کر دوڑے دوڑے چلے آ

سہے ہیں۔ بہن اور وحشی جانور یک طرف دوڑے آرہے ہیں۔ حضرت نے دیکھا تو فرمایا تم کدھر چلے آرہے ہو۔ میں نے تو صرف بات کی ہے۔ میں نے تمہیں طلب تو نہیں کیا۔ یہ سنتے ہی جانور واپس چلے گئے۔

شاہ زمان بادشاہ پنجاب کا بل کو روانہ ہوا۔ شاہ زمان کے ایک مصاحب کو سکھوں نے قتل کر دیا۔ اور اس کے علاوہ سکھوں نے سارے پنجاب میں اندھیری گردی پھیلا دی۔ قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ اسی دوران سکھوں کا لشکر جو صاحب سنگھ بیدی کی کمان میں مسلمانوں کو قتل کر رہا تھا۔ پنجاب کے قبضوں اور دیہات میں تباہی مچا رہا تھا۔ وہ مسلمانوں کو جہاں دیکھتا قتل عام کرتا۔ گھروں کو لوٹ لیتا۔ چنانچہ ان ظالموں نے سینکڑوں مسلمانوں کو قتل کر دیا۔ اور علاقوں کے علاقے لوٹ لئے۔ یہ جتھہ میرپور کے قریب پہنچا تو مسلمانوں میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ میرپور کے مسلمان جمع ہو کر حضرت بہاؤن شاہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور کہنے لگے ہمیں مقابلہ کے لئے تیار ہونا چاہیے۔ حضرت نے فرمایا۔ لڑنا یا مقابلہ کرنا بے فائدہ ہے۔ تم بلا فکر اپنے اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔ میں تمام معاملہ اپنے ہاتھ میں لیتا ہوں۔ لوگ آرام سے اپنے گھروں میں جا بیٹھے۔ سکھوں کا لشکر آیا۔ اور میرپور پر حملہ کی تیاریاں شروع کیں۔ پہلے ہی حضرت کی خانقاہ میں داخل ہوئے۔ آپ کا چہرہ درخشاں دیکھا۔ تو سوچنے لگے کہ ایسے لوگوں کو بھی قتل کیا جاسکتا ہے۔ حضرت بہاؤن شاہ نے ایک نگاہ ڈالی۔ یہ سارا ہراول دستہ مسلمان ہو گیا اور کلمہ شہادت کا ذکر کرنے لگا۔ یہ انقلاب آفرین صورت حال دیکھتے ہی سکھوں کے سارے لشکر میں تفرقہ پڑ گیا۔ صاحب سنگھ بیدی نے خود حضرت کی زیارت کی۔ اشرفیوں کا بھرا ہوا ایک طشت لے کر نذرانہ پیش کیا۔ مگر آپ نے یہ نذرانہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ فرمایا۔ اگر خیریت مطلوب ہے۔ تو اپنا سارا لشکر لے کر نکل جاؤ نہیں تو سب کے سب دامن اسلام میں آجائیں گے۔ صاحب سنگھ اپنا لشکر لے کر آگے بڑھا اور دوسری طرف نکل گیا۔

حضرت بہاؤن شاہ کی وفات ۱۲۱۳ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار میرپور میں ہے۔

چوں شد عبد الکریم اے شیخ حق - رفت از دنیا نجات النعمیم
گشت تاریخ وصال او عیاں - متقی پیشوا سید کریم
شیخ فیروز است - دیگر بختیار - سال وصل آن شہ جنت مقیم
۵۱۲۱۳ ۵۱۲۱۳

آپ لاہور کے فضلا اور علماء میں سے تھے
مولوی غلام فرید لاہوری قدس سرہ ظاہری اور باطنی کمالات کے جامع تھے
بڑے عامل کامل - ذاکر اور مشاغل تھے - ساری عمر درس و تدریس میں وقف کر دی - دنیا
اور اہل دنیا سے کوئی واسطہ نہ رکھا طبیعت میں تنہائی اور یکتائی ہی رہی -
آپ نے ۱۲۱۶ھ میں وفات پائی -

چوں فرید آن ناضل دور نیرماں - از جہاں در جنت والا رسیدا
تاج اخیارست سال او دگر - زبدہ دین متقی مرد فرید
۵۱۲۱۶ ۵۱۲۱۶

آپ ہندوستان کے علماء
مولانا عبد الباسط بن مولانا رستم علی قدس سرہ کرام اور فقہائے عظام میں
سے تھے - حدیث و تفسیر و فروع و اصول میں اللہ کی نشانیوں میں سے ایک علامت تھے
آپ علوم قرآنیہ میں ماہر مانے جاتے تھے - اپنے زمانے میں شہرہ آفاق عالم دین مانے
جاتے تھے آپ کی شہرت سارے ہندوستان میں تھی - تفسیر ذوالفقار خانی اور رسالہ عجیب البیان
فی علوم القرآن کے مصنف تھے - علماء و فضلا میں مقبول تھے -
اس جامع تفصیلات عالم دین کی وفات ۱۲۲۳ھ میں ہوئی

عید باسط چوں ز دنیا نقل کرد - سال وصل آں شہ برناو پیر

عادت حق رستم دین کن رقم - نیز فرما صاحب فیض کبیر

آپ جامع اوراق

۱۲۲۳ھ

مفتی رحیم اللہ بن مفتی رحمت اللہ قریشی قدس سرہ

رحمۃ اللعالمین مولف کتاب (فارسی کے جدا مجد

تھے آپ بڑے خدا پرست اور متبرک انسان تھے۔ رحیم و کریم اور عابد و زاہد تھے طبیعت میں

مسکینی اور مزاج میں انکساری پائی جاتی تھی۔ دنیاوی جاہ و جلال اور ظاہری شان و شوکت سے

اجتناب کرتے تھے اپنی ہاتھ کی کھائی سے حلال کی روزی کھاتے تھے۔ اور محنت مزدوری کو

کے روزی کھانے میں عار محسوس نہ کرتے تھے۔ اپنی محنت کا چوتھا حصہ علیحدہ کر کے غرباء میں

تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ باقی تین حصے اہل و عیال میں خرچ کر دیا کرتے۔ ان کا یہ معمول تھا

کہ آج کی کھائی کو کل کے لئے نہ رکھتے تھے۔ حافظ محمد آپ کے سگے بھائی تھے۔ بڑے مالدار

اور خوشحال تھے۔ آپ کو اپنے پاس بلاتے اور کہتے۔ کہ تم نے ہمارے خاندان کی عزت کو برباد

کر دیا ہے جو لوگ کل تک ہمارے محکوم تھے۔ تم ان کے سامنے محنت مزدوری کرتے ہو۔ اگر

تم یہ کام چھوڑ دو۔ تو میں تمہارے سارے خاندان کے اخراجات برداشت کروں گا۔ آپ

کی اس بات کو تسلیم نہ کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے۔ غربت اور تنگدستی اہلبیاری کی سنت ہے

اور حلال روزی کے حصول پر وقت دینا ہمارا ورثہ ہے۔ میں اس چیز کو ترک نہیں کر سکتا

آخری عمر میں بدنی اور جسمی طاقت جواب دے گئی۔ تو کوٹلی مفتیاں کی بڑی مسجد جسے مفتی

کمال الدین نے تعمیر کیا تھا۔ بیٹھ گئے اور تدریس قرآن میں مشغول ہو گئے اور روحانی طور

پر سلسلہ سہروردیہ کی تنقین فرماتے تھے۔ ذکر حق میں احباب کو مشغول رکھتے۔ اور اعمال و

وظائف سہروردیہ پر کار بند ہوتے۔

آپ کی وفات ۱۲۳۵ھ میں ہوئی۔

رحیم اللہ چوشتہ درخشاں اعلیٰ - ندا از بہر سال وصل رضوان
کہ تاج الاتقیاء مہر جمال ست - دگر مفتی شرع اطہر اے جان

۱۲۳۵ھ

۱۲۳۵ھ

آپ سید عبدالکریم بیابان
شیخ نور احمد المشہور حسین بنور قادری قدس سرہ - شاہ قدس سرہ کے خلیفہ
خاص تھے صاحب جذب استغراق جذب دستی تھے خارق و کرامت ظاہر ہوتے۔
حالت جذب میں بتیس سال تک ایک جگہ قیام رہا۔ کھانا پینا ترک کر دیا۔ ذکر نفی و اثبات
کرتے تھے۔ در دیوار شجر و حجر آپ کے ذکر میں شامل ہوتے۔

ایک دفعہ برحد کے زمینداروں کے دو خاندانوں میں زمین کے معاملہ میں تنازعہ
ہو گیا۔ دوسرا فریق زور آور بھی تھا اور سرکش بھی۔ چنانچہ انہوں نے چار سو کھاتے زبردستی اپنے
قبضہ میں کر لئے اور حاکم وقت کے حکم سے پرچیاں بطور نشان قائم کر لیں۔ مظلوم فریق حضرت
کے خدام میں سے تھے۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور صورت حال بیان کی۔ آپ
نے فرمایا تمہاری زمین کا حق تمہیں دے رہا ہوں اور برجیوں کو اکھاڑ رہا ہوں۔ اور جہاں انصاف
سے حق بنتا ہے وہاں نصب کر رہا ہوں چنانچہ دوسرے ہی دن غائب سے یہ برجیاں خود بخود
اپنی جگہ پر نصب ہو گئیں۔ مخالفین نے پھر سرکشی کی۔ زبردستی برجیاں اکھاڑ دیں۔ مگر دوسرے
دن پھر اسی جگہ نصب ہو جاتیں جہاں آپ نے نصب کرائی تھیں۔ ناچار ہو کر مخالف فریق نے
منصف حقیقی کے فیصلے کو مان لیا۔

ایک بار حضرت کی گائیں بھینسیں چوری ہو گئیں۔ لوگوں نے آپ کو اطلاع دی تو آپ
نے فرمایا یہ مولیٰ غلام گاؤں کے زمیندار سے گئے ہیں۔ ان کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ
یہ مال تو نور حسین کا ہے اسے واپس کر دو۔ ورنہ اللہ کے غضب کے لئے تیار رہو۔ انہیں
کہا گیا۔ مگر انہوں نے آپ کے حکم کی پرواہ نہ کی بلکہ حضرت شیخ نور حسین کے متعلق ناگوار اور

گستاخانہ باتیں کہیں۔ آپ کے خدام خالی ہاتھ واپس آگئے۔ اور صورت حال سے آگاہ کیا۔ حضرت کی آتش غضب جوش میں آئی۔ خشک گھاس کا ایک دستہ اٹھایا۔ اس پر دم کیا۔ اسی وقت گھاس میں آگ بھڑک اٹھی۔ آپ نے فرمایا۔ ان چوروں کے گھر۔ اطلاق۔ مال و متاع زراعت و شجر کو میرے اللہ کے غضب نے جلا کر خاکستر کر دیا ہے۔ کہتے ہیں۔ ادھر چوروں کے گاؤں پر اللہ کے غضب کی آگ بھڑک اٹھی۔ سارا گاؤں۔ مال و متاع اور مویشی جل کر راکھ ہو گئے۔ آج تک اس جگہ وہ گاؤں آباد نہیں ہو سکا۔ نعوذ باللہ من غضب الاولیاء۔

آپ ۱۲۳۶ھ میں فوت ہوئے۔ شیخ رسول شاہ آپ کے خلیفہ تھے۔ جو آج تک (تاریخ حیات نوبت کتاب) سند آرائے ہدایت و ارشاد ہیں۔ ایک سال ہوا۔ لاہور تشریف لائے تھے۔ راقم الحروف بھی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ بڑے بابرکت۔ خوش خلق خوش زبان۔ خوش کلام۔ خوش رو اور خوش گو بزرگ ہیں۔ اس خاکسار پر بڑی عنایات فرمائی خصوصی توجہ سے نوازا۔

شیخ نور حسین روشن دل - یافت چو از جہاں بخت بار
رعلتش منظر بحال بگو - نیر ماہ منیر فیض اسے یار
۱۲۳۶ھ

امام المحدثین مقتدائے مفسرین۔ جامع

مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہ :- علوم ظاہری و باطنی۔ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ علم و حلم۔ زہد و ورع۔ تقویٰ و تدریس میں بلند رعب رکھے تھے آپ کے لاتعداد شاگرد اور عقیدت مند پیدا ہوئے۔ آپ کی شاگردی میں نہ صرف ہر صغیر ہندوستان کے طلباء رہے۔ بلکہ عالم اسلام کے اکثر اہل علم آپ کے خوان علم سے بہرہ ور ہوئے تھے۔ ان شاگردوں نے دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچ کر علم و فضل کے چٹھے جاری کئے۔ مسلمانوں کے سیاسی زوال کے اس زمانہ میں اگر آپ کی ذات بابرکات کو خاتم العلماء اور ختم الفضل کہا

جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ آپ نے مختلف علوم پر بڑی بڑی جامع کتابیں لکھیں تھیں جن میں عقائد و نظریات پر سراسر شہادتیں اور شبان المحدثین اہل علم کی راہنمائی کرتی ہیں تفسیر عزیزی جو سورہ بقرہ اور آخرین دو سیپاروں پر مشتمل ہے۔ نہایت مقبول و محبوب خلق ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ تفسیر عزیزی کے مخصوص طرز بیان پر آج تک ہمارے اسلاف میں سے بھی کوئی تفسیر نہیں لکھی گئی۔ کتاب تحفہ اثنا عشریہ شیعہ نظریات و عقائد کے رد میں بے مثال اور لا جواب کتاب ہے۔ آج تک شیعہ علماء اس کتاب کا جواب نہیں دے سکے۔

آپ صحیح اقوال سے ۱۲۳۹ھ میں واصل بحق ہوئے تھے آپ کا مزار پرانوار دہلی میں ہے۔

پرو عبد العزیز آن ولی خدا - کہ دنیا بچشمش نمود و بیسج چیز

برفت از جہاں سال وصلش بجز - امین والی فیض عبد العزیز

۱۲۳۹ھ

سہ :- مولوی رحمان علی تذکرہ علماء ہند میں لکھتے ہیں کہ شاہ عبد العزیز حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ کے نامور فرزند تھے ۱۱۵۹ھ میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام غلام حکیم تھا پندرہ سال کی عمر میں والد مکرم سے علوم عقیدہ و نقیہ میں کمال حاصل کیا والد کی وفات کے بعد مسند ارشاد و قدس پر بیٹھے۔ آپ اللہ کی نشانیوں میں ایک نشانی تھے۔ زبان و قلم تعریف و توصیف سے قاصر ہے، رشوال ۱۲۳۹ھ میں انتقال ہوا۔ شاہ عبد العزیز کا زمانہ مغل نور کا زوالی دور تھا ۱۱۸۲ھ

سلطنت اسلامیہ ہندوستان میں دم توڑ رہی تھی۔ دہلی میں نجف خان کی حکمرانی تھی۔ یہ شیعہ ہونے کی وجہ سے شاہ صاحب کا بدترین مخالف تھا اس کے ہاتھوں آپ کو بڑی اذیتیں اٹھانا پڑیں۔ حتیٰ کہ آپ کو شہر بدر کر دیا گیا۔ جائداد ضبط کر لی گئی۔ ابن تمام آزمائشوں کے باوجود حضرت کا علمی فیضان جاری رہا۔ عزیز الاقتباس۔ رسالہ بلاغت۔ مکتوبات شاہ عبد العزیز و وسیلہ نجات تحقیق الرویا۔ سیر الجلیل۔ میزان الکلام۔ حاشیہ مرزا ہد۔ ملاحظہ جلال شرح مواظ حاشیہ شرح ہدایتیہ الحکمتہ بھی آپ کی علمی تصانیف ہیں۔ مفصل حالات کے لئے دیکھئے۔ مجموعہ حالات عزیزی (ظہیر الدین سید احمد دہلوی) تذکرہ عزیزیہ (قاضی شیر الدین) کمالات عزیزی (نواب مبارک علیخان) آٹھ ماہیہ جلد چہارم۔

مدائق الخلیفہ (مولوی فقیر محمد جمالی) اخبار رنگین۔ تراجم اہل حدیث تذکرہ کا بلان رام پور۔ تراجم الفضلا نوحہ الخواطر (مترجم)

آپ خواجہ صالح محمد بن خواجہ عبدالخالق اویسی

شیخ سلطان بالادین اویسی قدس سرہ :- کے خلیفہ خاص تھے حضرت خواجہ محکم الدین

اویسی قدس سرہ سے بھی فیض پایا تھا۔ اپنے والد کی وفات کے بعد سزاوار شاد پر جلوہ فرما ہوئے اور ایک عرصہ تک خلق خدا کو ہدایت کرتے رہے۔

آپ کی وفات ۱۲۴۱ھ میں بتاریخ چہارم جمادی الثانی کو ہوئی تھی شعرا میں سے

ایک نے آپ کی وفات پر مصرع لکھا تھا آہ خالا خلق بے سلطان شد : آپ کے

فرزند ارجمند شیخ شہاب الدین سجادہ نشین اور شیخ غلام اولیس تاجمنوز (بجیات صاحب خزینۃ الاصفیاء) بقید حیات ہیں۔ اللہ انہیں سلامت رکھے۔

پوسلطان زوار الفتا بست رخت - تو تاریخ ترمیل تو میل آن

ز مخدوم سلطان عرفان بگو - وگر نامور شیخ بالا بخواں

۱۲۴۱ھ

۱۲۴۱ھ

عالم و عامل فقہیہ

مولانا عبدالقادر بن مولانا ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ :- کامل تھے علم

حدیث و تفسیر میں بڑے معروف تھے۔ اپنے تفسیر فتح الرحمن کے نام سے قرآن پاک کا اردو

(ہندی) ترجمہ بڑی فصاحت و بلاغت سے کیا تھا۔ یہ تفسیر اردو کی ابتدائی تفسیروں میں

سے ہے جو بہت مقبول و محبوب خاص و عام ہوئی۔

آپ کی وفات ۱۲۴۲ھ میں ہوئی ہے :-

۱۲۴۲ھ :-

جناب عبد قادر آنکھ ۴ علمش - چومہ روکشن شد از مرتابہ باہی
دلی منظور گو سال وصالش - دوبارہ جوز منظور اہلی

۱۲۴۲ھ

۱۲۴۲ھ

آپ فرخ آباد میں قیام
مولوی محمد ولی اللہ بن سید احمد علی حسینی قدس سرہ: پذیر تھے۔ اپنے وقت
کے علماء عظام میں سے تھے۔ تفسیر نظم الجواہر آپ کی تالیف ہے۔ یہ کتاب ۱۲۳۶ھ میں لکھی
گئی تھی۔ اور کتاب کا نام تاریخی ہے۔ یہ کتاب اسم باسٹمی سے علماء وقت نے اپنے پسند بھی کیا
اور کسی عالم دین نے اس پر اعتراض و تنقید نہیں کی۔

آپ کا وصال ۱۲۴۹ھ میں ہوا تھا۔

چوں ولی اللہ ولی اہل دل - از فنا سوسے بقا بر بست رخت
ارتحال او بگو شمس الضحیٰ - ہم بخواں راعب ولی اے نیک بخت

۱۲۴۹ھ

۱۲۴۹ھ

آپ فاضل کبیر اور عالم باوقیر
مولوی غلام رسول فاضل لاہوری قدس سرہ: تھے۔ آپ کی ذات بابرکات
چشمہ فیض اور سرچشمہ علم و فضل تھی۔ سارے پنجاب میں ایک بھی ایسا عالم دین نہ تھا۔
جس نے آپ کے مدرسہ سے فیض حاصل نہ کیا ہو۔ اور آپ کے علم و فضل میں سارے
پنجاب میں کوئی ثانی نہ تھا۔ ہزاروں اہل علم آپ سے پڑھ کر نکلے۔ اور فضیلتِ علمیہ تک پہنچے

چل غلام رسول طالب حق - از جہاں شد بخت والا

ارتحالش بگو چراغ ولی - ہم وگر کاشف الضحیٰ شد

آپ بڑے عابد و زاہد بزرگ
 شیخ لدھے شاہ مونیہ ساز لاہوری قدس سرہ: تھے۔ متقی تھے۔ خدا ترس
 تھے۔ صاحب علم و خلق تھے۔ آپ خاندانِ قادریہ سے نسبت روحانیت رکھتے تھے۔ لاہور
 میں ہنگی سازی کا کام کرتے تھے۔ یعنی غرباں چھاننی بنایا کرتے تھے۔ اسی ہنر سے حلال کی
 روزی کھاتے۔ اور محنت سے معیشت کا حل کرتے تھے۔ آپ گوشہ نشین تھے۔ اور اپنے دروازے
 اہل دنیا پر بند رکھتے تھے۔ آپ نے اپنے دروازے کے سامنے ایک بڑی چھاننی نصب کی
 ہوئی تھی۔ دروازہ بند ہوتا۔ خریدار آتا۔ تو آپ کے دروازے کا حلقہ کھکھٹاتا۔ حضرت شیخ
 بالا خانہ کی ایک باری سے منہ باہر نکال کر سودا طے کرتے چھاننی لٹکاتے اور رقم اسی طرح
 وصول کرتے۔ خریدار کو آپ کے مال پر اتنا اعتماد ہوتا کہ آپ سے ناقص چیز آنے کا خدشہ تک
 نہ تھا۔ آپ اپنی اس مزدوری کے تین حصے کر لیا کرتا۔ ایک حصہ خود خرچ کرتے۔ تیسرا حصہ اللہ
 اور رسول کے نام پر جمع کرتے۔ اور ہر ماہ غربا و مساکین میں تقسیم کر دیا کرتے۔ تیسرے حصے
 سے نزدیکی غریب رشتہ داروں میں تقسیم کر دیا کرتے۔

بسا اوقات شہر کے چوروں کو بھی آپ سے استفادہ کرنے کا موقع مل جاتا۔ آپ کا
 دروازہ تو بند ہوتا تھا۔ مگر چھاننی آپ نے باہر لٹکائی ہوتی اسے چور لے جاتے۔ حالانکہ
 رات کے وقت آپ اپنے مکان سے چوروں کی اس حرکت کو دیکھا کرتے۔ اور خاموش رہتے
 فرمایا کرتے اگر یہ بد بخت چوری کرنے کی بجائے ایک چھاننی مجھ سے مانگ لیتا۔ تو مجھے ثواب
 مل جاتا۔ اس نے چوری کی۔ جرم کیا۔ مجھے ثواب سے محروم کر دیا۔

لاہور کے بعض تنگ دست لوگ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے حضرت شیخ سے
 قرض لے لیتے۔ آپ خوشی خوشی دے دیتے۔ مگر تقاضا کبھی نہ کرتے تھے۔ بسا اوقات یہ
 قرض دار دوسری تیسری بار قرضہ لے جاتے۔ آپ سابقہ قرضہ یاد دلانے کی بجائے خندہ پیشانی
 سے پیش آتے اور مزید قرضہ دے دیا کرتے قرض خواہ خیال کرتے کہ غالباً شیخ کو سابقہ قرضہ بھول گیا

ہے۔ اگر کوئی قرضہ ادا کرنے آپ کے دروازے پر آتا۔ تو فرمایا کرتے۔ اتنی جلدی بھی کیا تھی آپ نے تکلیف اٹھائی ہے۔ اگر ابھی ضرورت ہو۔ تو رکھو۔ میری طرف سے کوئی فکر نہ کرو۔

وفات سے پہلے ایک قریبی دوست سے بات کر رہے تھے۔ کہ مجھ پر بزرگان سلف کی شفقت کا یہ عالم ہے۔ کہ ایک طرف حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش اپنی طرف بلا تے ہیں۔ دوسری طرف شاہ محمد غوث گیلانی اپنی طرف طلب فرما رہے ہیں۔ اور یہ بزرگ چاہتے ہیں۔ کہ میرا مدفن ان کے پہلو میں ہو۔ میرا دل چاہتا ہے کہ حضرت شاہ محمد غوث کے پہلو میں جگہ ملے کیونکہ خاندان قادریہ کی وجہ سے جناب غوث الاعظم کی پناہ میں رہنا چاہتا ہوں۔ وفات کے بعد آپ کے احباب اور لواحقین میں اختلاف ہوا۔ مگر آپ کی خواہش اور وصیت کے مطابق آپ کو جوار شاہ محمد غوث میں جگہ ملی۔ اور آپ کو وہاں ہی دفن کر دیا گیا۔

مرد مقبول شیخ لدھے شاہ - گشت روشن بجلد مثل خلق
رطنتش رحمت خدا فرما - نیز جو وصل اوز منظر حق

۵۱۲۵۳

۵۱۲۵۲

آپ وقت کے عظیم محدث

قاضی عبدالسلام بن عطاء الحق بدادنی قدس سرہ ۱۰ - اور مشہور مفسر قرآن تھے
آپ نے نظم میں زاوا لا فرت کے نام سے تفسیر قرآن لکھی۔ تفسیر کی تاریخ تالیف ۱۲۴۴ھ ہے
تفسیر کا نام بھی تاریخی ہے۔ یہ تفسیر تقریباً دو لاکھ اشعار آبدار پر مشتمل ہے۔ عوام و خواص میں
بڑی مقبول و محبوب ہوئی تھی۔ آپ کی وفات ۱۲۵۴ھ میں ہوئی۔

رفت چون عبدالسلام از درِ دود - ارتحال او بقولِ حناص و عام

ماہتاب حسن مخدوم آداست - ہم بخواں قاضی حق عبدالسلام

آپ دہلی کے علماء کبار میں سے تھے حضرت

شیخ مولانا محمد اسحاق دہلوی قدس سرہ ۱۰ شاہ مولانا عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

کے نواسے تھے۔ علوم فقہ و تفسیر اور حدیث میں مدارج بلند کے مالک تھے۔ آپ کی وفات
۱۲۶۲ھ میں مکہ مکرمہ میں ہوئی لہ

شیخ اسحاق رہبر آفاق - آنکہ ذاتش بدو جہاں طاقت
دل بسال وصال اوسرور - گفت اسحاق شیخ آفاق است

۱۲۶۲ھ

آپ لاہور کے فاضل علماء کرام میں سے تھے۔ آپ استاد
مولوی غلام اللہ لاہوریؒ کی کل منظر کحالات دینی اور دنیوی ہوئے ہیں۔ علم و علم۔
سخا و عطا میں شہرت رکھتے تھے۔ تدریس و تعلیم میں متقدمین میں سے سبقت لے گئے تھے۔
ہزاروں لوگ آپ کے وسیلہ جمیدہ سے زیور علم دین سے آراستہ ہوئے۔ علوم نثر و نظم صرف و نحو
منطق و معانی۔ فقہ و حدیث اور تفسیر میں یکتائے روزگار تھے۔ علماء کرام میں لاہور
شہر میں جس شخص نے علم علم تدریس بلند رکھا وہ آپ کی ذات گرامی تھی۔ حالانکہ لاہور کا یہ
زمانہ بڑا افراتفری کا دور تھا۔ پنجاب بھر کا کوئی ایسا عالم نہیں تھا۔ جس نے اس چشمہ فیض
سے فیض حاصل نہ کیا ہو۔ آپ کا سارا خاندان علم و فضل کا سرچشمہ تھا۔ آپ کے والد
حضرت غلام فرید اور آپ کے برادر گرامی مولانا غلام رسول فاضل لاہوری دجن کا ذکر
خیر سابقہ صفحات میں گزر چکا ہے، بھی تدریس و تعلیم میں یکتائے روزگار تھے۔

لہ۔ صاحب تذکرہ علماء ہند نے لکھا ہے کہ آپ نے علوم متداولہ کی تحصیل اپنے نانا شاہ عبدالعزیز دہلوی سے کی تھی
قتادی ہندی اور رسائل اربعین آپ کی تصانیف میں سے ہیں آپ کے والد حضرت محمد افضل فاروقی تھے۔ مغل دور کے زوال
اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے پہلے یعنی ۱۸۴۱ء میں آپ ہندوستان چھوڑ کر مکہ مکرمہ چلے گئے۔ جہاں ایک عرصہ رہے
اور ۱۲۶۲ھ میں انتقال ہوا۔ جن علماء کرام نے جنگ آزادی میں حصہ لیا ان میں سے آپ شاگرد مفتی عنایت اللہ کاکوری
صدر آئین بریلی۔ مولانا عبدالجلیل کوٹلی مفتی صدر الدین آرزو شاہ ابوسعید مجددی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے سائے
گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ (مترجم)

آپ کی وفات ۱۲۷۲ھ میں ہوئی تھی۔ اور مادہ تاریخ وفات مرجع الفضلاء سے نکلتی ہے۔

غلام اللہ چوہان دنیا سفر کرد - بسال وصل آن شاہ معنی
بکن اسعد غلام اللہ تحذیر - غلام اللہ حق آگاہ شد ما

۱۲۷۲ھ

۱۲۷۲ھ

آپ جامع اوراق

مفتی غلام محمد قریشی بن مفتی رحیم اللہ لاہوری قدس سرہ:۔ مفتی غلام سرور
لاہوری، اور راقم الحروف کے والد گرامی تھے۔ آپ کا سلسلہ نسبت چند واسطوں
سے حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا طمانی سے ملتا ہے۔ آپ دینی علوم میں اپنے آباؤ
اجداد کی طرح شہرت یافتہ تھے اطاعت و عبادت میں بڑا وقت دیتے ظاہری علوم میں
آپ حضرت مولوی غلام رسول لاہوری قدس سرہ کے شاگرد تھے۔ کم کھاتے۔ کم سوتے اور
بہت تھوڑی گفتگو کرتے۔ رات کا ایک حصہ باقی ہوتا۔ تو بیدار ہو جاتے۔ نماز تہجد طویل
قرأت سے ادا کرتے۔ نماز فجر کے بعد درود پاک پڑھتے۔ پھر نئی اثبات کا ذکر کرتے۔ ذکر اہم
ذات میں مشغول ہوتے۔ دو سپارے تلاوت کرتے۔ اور نوافل اشراق سے فارغ ہو
کہ سجد کے دروازے پر بیماروں اور محتاجوں کے حالات سنتے۔ طبیب کی حیثیت سے
بیماروں کو دوا تجویز فرماتے درر مندوں کے لئے دعا کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا
اور دوا میں شفا بخشی تھی آپ کی طبی شہرت سن کر لاہور کے دور دراز دیہات سے
مریض چلے آتے تھے۔ آپ کا قیام موضع مزنگ میں تھا۔ یہاں بے پناہ لوگ حاضر
ہوتے۔ بیماروں سے فارغ ہو کر کتابت فرماتے کتابت قرآن بطور ثواب و عبادت
کرتے۔ دوپہر کو کھانا کھانے کے بعد قیلوہ فرمایا کرتے تھے۔ پھر نماز ظہر ادا فرمایا کرتے
نماز ظہر کے بعد پھر کتابت فرمایا کرتے تھے۔ اسی دوران آپ کے پاس آپ کے شاگردوں

کا ایک جگٹا رہتا۔ جسے اصلاح خوشنویسی دیتے تھے جو اہل حاجت آتا۔ محروم نہ جاتا۔ نماز عصر کے بعد کھجوروں کی گٹھلیاں چاوری پر بچا دی جاتیں اور آپ خود اپنے احباب کے ساتھ درود پاک پڑھتے آپ کی اس محفل درود میں آپ کے شاگردوں کے علاوہ آپ کے احباب خاص ملک حید خان وریام خان۔ قاسم خان۔ قادر خان افغان وغیرہ شرکت کرتے تھے۔ شام کے بعد بعض شاگردوں کو سبق دیا کرتے تھے۔ آپ کا ہر کام محبت اور خلوص کا آئینہ دار ہوتا تھا۔

آپ کا دقت عزیز قرآن پاک کی کتابت میں گزرتا۔ قرآن پاک کی کتابت مکمل ہوتی تو تین بار اس کا مقابلہ اور موازنہ کرتے اور اغلاط کتابت کی درستگی فرماتے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ساری عمر کتابت قرآن پاک میں گزری۔ سن بلوغت سے آخر تک ایک نماز قضا نہ ہوئی۔ وفات سے پہلے کی تین نمازیں جبکہ آپ پر سکرموت اور بے ہوشی طاری تھی ادا نہ کی جاسکیں۔

آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ بنی آدم اگر چہ سر اپا گنہگار اور پر تقصیر ہیں۔ مگر اس فقیر گنہگار کو اللہ تعالیٰ نے گناہ کبیرہ سے محفوظ رکھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور بزرگان کرام کی عنایت کا ثمرہ ہے۔ اس جامع کمالات کی وفات ۹ ماہ ربیع الثانی ۱۲۶۶ھ کو ہوئی آپ کی وفات سے پانچ سال پہلے فالج کے شدید مرض میں مبتلا ہوئے۔ لیکن اس مرض کی شدت کے باوجود ایک لمحہ کے لئے یاد خداوندی سے غافل نہیں رہے۔ ہمیشہ تسبیح ہاتھ میں رہی۔ اور رواں دواں رہی۔ زبان ذکر خداوندی اور درود پاک میں سرشار رہتی ابتدائی مرض میں تو پورے دو سال تک اپنی چار پائی سے اٹھ کر نماز ادا کرتے تھے۔ بیماری کا غلبہ زیادہ ہوا۔ تو چار پائی سے اٹھنا مشکل ہو گیا۔ تو وضو فرماتے اور چار پائی پر تازہ اینٹ رکھ کر نماز ادا کیا کرتے تھے۔ پورا ایک سال اسی حالت میں گزرا۔ پھر چار پائی پر بیٹھے بیٹھے نماز ادا کیا کرتے تھے۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ اس حالت میں بھی ایک نماز قضا نہیں ہوئی۔ اہل خانہ سے اوقات نماز دریافت فرمائیے اور نماز ادا کرتے۔

آپ نے اپنے درسیانی بیٹے حافظ غلام احمد (قدس سرہ) کو حکم دیا کہ وہ ہر روز بعد از نماز شام آکر ان کے پاس پانچ بار سورہ یاسین کی تلاوت کیا کرے اور آپ کے کانوں میں یہ آواز پہنچایا کرے۔ میرے بھائی حافظ غلام احمد روز شام کے بعد کے آتے اور بڑی خوش الحانی سے سورہ یسین پڑھتے۔ بلکہ سورہ ملک اور سورہ مزمل کا بھی اضافہ کیا کرتے تھے۔ زندگی کے آخرین تین دن اگرچہ آپ کے جسم میں تو انانی نہیں رہی تھی۔ تاہم آپ خود اٹھتے اور اپنے دونوں پاؤں چار پائی سے نیچے لٹکایا کرتے تھے۔ اور فرماتے اس خبیث بچے کو جو میرا اور آپ لوگوں کا دشمن ہے۔ گھر سے نکال باہر کرو۔ اور دروازے بند کر دو تاکہ پھر اندر نہ آسکے۔ یہ بات دو تین بار دہراتے ہم نے محسوس کیا۔ کہ یہ شیطان بعین کی طرف اشارہ ہے ہم نے سنا ہے کہ بسا اوقات نیک بندوں کی وفات سے پہلے شیطان بعین سر ہانے آ بیٹھا ہے اور بچے کی شکل میں ارد گرد گھومتا ہے اور ایمان و دین کی دولت کو لوٹنے کی تدابیر کرتا ہے۔ چنانچہ ایسے حالات میں قرآن پاک کی تلاوت شروع کر دی جا یا کرتی تھی۔ بعض اوقات حافظان قرآن کو بیٹھا کر تواتر کے ساتھ قرآن خوانی کرائی جا یا کرتی تھی۔ اور اس طرح آپ اس وسوسہ شیطانی سے نجات حاصل کرتے تھے۔

نزع کے وقت آپ کے ہاتھ میں تسبیح تو نہ تھی۔ مگر آپ کی انگلیاں حسب عادت کچھ گننے میں مصروف رہتی تھیں۔ لب ہلتے رہتے۔ اور زبان پر ذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ جاری ہوتا۔

یاد رہے کہ میرے والد ماجد کے چھ بیٹے تھے۔ دل محمد۔ سید محمد اولاد و اخفاد۔ حسام الدین۔ حافظ غلام احمد۔ غلام سرور، مولف کتاب خزینۃ الاصفیاء، غلام یسین (قدس سرہم) نین بیٹیاں تھیں۔ ان بیٹوں میں سے دل محمد حسام الدین اور غلام یسین کے علاوہ ایک بیٹی بچپن میں ہی فوت ہو گئے مفتی سید محمد۔ حافظ غلام احمد اور راقم الحروف (مفتی غلام سرور) اور دو بیٹیاں حضور کے سایہ عاطفت میں پروان چڑھیں

آپ نے ہم تمام کو فارسی-عربی کے مختلف علوم سے بہرہ ور فرمایا تھا۔ آخر کار میرے بھائی سید محمد زیارت
 ممالک اسلامیہ کے لئے بعلبئی کے راستے روانہ ہوئے ان کا ارادہ تھا کہ بغداد شریف اور حرمین
 الشریفین کی زیارت کریں مگر سفر کے دوران مٹھن کوٹ کے مقام پر پہنچے تو بخار نے آیا۔ اور دو
 ماہ شعبان ۱۲۸۰ھ فوت ہوئے۔ اس وقت اوقات تالیف کتاب میرے بھائی بہنوں میں
 سے حافظ غلام احمد جو میرے بڑے بھائی ہیں۔ اب تک زندہ ہیں۔ دونوں بہنوں کی
 شادی۔ حسن علی بن لطف علی قریشی اور مفتی صدر الدین بن مفتی احمد بخش بن حافظ مفتی محمدی
 بن مفتی رحمت اللہ یہ تمام بزرگ میرے ہی خاندان میں سے تھے، سے ہوئی مفتی اب میری
 اور بھائی بہنوں کی اولاد میں سے جو لوگ زندہ موجود ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔

مفتی سید محمد کے بیٹے۔ چراغ دین۔ جلال الدین ہیں۔

مفتی غلام احمد کے بیٹے۔ سید علی۔ برکت علی ہیں۔

بڑی بہن سے فخر الدین۔ رفیع الدین اور امین الدین ہیں۔

چھوٹی بہن سے غلام حیدر۔ غلام صفر۔ غلام اکبر اور محمد انور ہیں۔

تاریخ وفات قبلہ گاہی

مفتی دین غلام محمد چو از جہاں - پدر و گذشت یافت ببلک جہاں وصال

گو منظر سلام بتاریخ رحلتش - جان جہاں غلام محمد سخاں وصال

۱۲۶۷ھ

۱۲۶۷ھ

چورنت از جہاں در بہشت بریں - غلام محمد امین محمد

نداشت کہ خورشید دین محمد - زول بہر تاریخ ترمیل او

تاریخ وفات مفتی سید محمد رحمتہ اللہ علیہ

سفر زید چو سید محمد - سوئے وارا بقا خوش حال و خوشتر

سال رحلت او دل ندا کرد - بگور روح مسافر شد مسافر

۱۲۸۵ھ

آپ اویائے متاخرین میں سے تھے
 شیخ احمد شاہ کاشمیری تازہ بلی قدس سرہ :- قطب الوقت تھے غوث زمانہ تھے۔
 سلسلہ عالیہ قادریہ - بہروردیہ اور نقشبندیہ میں صاحب ارشاد تھے۔ آپ شاہ اکبر قدس سرہ
 سے نسبت روحانی رکھتے تھے۔ رات بھر ریاضت و عبادت میں مشغول رہتے تھے دور دراز
 سے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ آپ کی کرامات و خوارق کا بڑا پیر چاہتا تھا۔
 آپ کے زمانہ میں دادی کشمیر میں گاؤ کشی کی قانونی ممانعت تھی۔ مگر آپ کا ایک عقیدت
 مند اس جرم میں گرفتار کر لیا گیا۔ بہاراجہ جموں و کشمیر کا سخت گیر حاکم اس شخص کے درپے آنار
 ہو گیا۔ اس شخص کا بھائی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنے بھائی کی رہائی کے لئے دعا
 کا طالب ہوا۔ آپ کی مجلس میں ایک شخص لال دین موجود تھا۔ یہ بہاراجہ کے دربار میں ملازم
 بھی تھا۔ آپ نے اسے کہا کہ اس غریب کی رہائی کے لئے امداد کریں۔ مگر اس نے کہا حضور!
 یہ کام ناممکن ہے کیونکہ گاؤ کشی کے مقدمہ میں حاکم وقت کسی کی سفارش بھی قبول نہیں کرتا۔
 آپ نے فرمایا۔ پھر میں خود ہی بارگاہ الہی میں عرض کروں گا۔ دوسرے دن وہ شخص برسی کر دیا گیا
 اس جامع کمالات کا وصال ۱۲۴۴ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار پاک کشمیر میں ہے۔

چوں بحکم قضائے ربانی - کرد زین دہر رحلت احمد شاہ
 رحلتش ہست منظر اسلام - نیز سردار جنت احمد شاہ

۱۲۴۴ھ

۱۲۴۴ھ

تَدْتَمَّتْ مَحْزُونٌ شَشْمٌ

مخزن مفہم

عارفات، صالحات، کاملات، طیبات

مطہرات، واصلات

یہی مائیں تھیں جن کی گود میں اسلام پلتا تھا
اسی غیرت سے انسان نور کے سانچے میں ڈھلتا تھا

عارفاتِ اسلام

مناقب ازواجِ مطہرات جنابِ سالتابِ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہٴ حیات سے پہلے سب سے افضل عورت حضرت مریم بنتِ عمران تھیں۔ بعض حضرات نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ خاتون ابنِ عمران کو افضل النساء العالمین لکھا ہے۔ مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور آسیہ بنت مزاحم (فرعون کی بیوی) بھی دنیا کی عورتوں میں سے بہترین اور افضل عورت مانی گئی ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد حضرت خدیجہ الکبریٰ۔ حضرت عائشہ العظمیٰ اور حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہم افضل النساء العالمین ہیں۔ دنیا کی کسی دوسری عورت کو ان ذاتِ بابرکات پر فضیلت حاصل نہیں ہو سکی۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اس وقت تک کسی عورت سے شادی نہیں کی۔ اور نہ ہی اپنی بیٹی کسی کے نکاح میں دی جب تک مجھے اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی۔ سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضور سرور کائنات کی بارہ بیویاں تھیں جنہیں حضور سے

شرف زفات ملا۔ مگر گیارہ کی تعداد پر تمام مورخین کا اتفاق ہے۔

ازواج مطہرات میں سے سب سے پہلی بیوی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا جو آپ کی اول۔ افضل اور اعظم رفیقہ حیات تھیں۔ آپ کی کنیت ہند تھی۔ آپ کے والد کا اسم گرامی خویلد بن اسد بن عبد الغریٰ بن محسی بن کلاب تھا۔ آپ کا آبائی سلسلہ نسب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تنسی پر پہنچ کر مل جاتا ہے۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زابدہ بن الاصم تھا۔ یہ قبیلہ نبی عامر بن لؤی سے تعلق رکھتا تھا۔ سب سے پہلے حضور نے جس عورت سے نکاح کیا وہ آپ ہی تھیں حضور سے شادی سے پہلے سیدۃ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے ایک خواب دیکھا کہ آسمان سے آفتاب نیچے آکر آپ کے گھر میں اتر گیا ہے اور اس کی شعاعیں گھر کی چار دیواری سے نکل کر ساری دنیا کو منور کر رہی ہیں۔ مکہ مکرمہ میں کوئی گھر ایسا نہ رہا جو اس آفتاب کی روشنی سے جگمگانہ اٹھا ہو۔ جس زمانے میں آپ حضور کے نکاح میں آئیں تو آپ کی عمر چالیس سال تھی۔ جبکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف پچیس سال تھی۔ حق مہربس اونٹ مقرر ہوا تھا حضرت کی اولاد پاک جس میں بیٹیاں اور بیٹے شامل تھے۔ آپ کے بطن سے ہوئے تھے حضور کو آپ کی خاطر داری اور پاسداری سب سے زیادہ تھی۔ اہل اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورتوں میں سے سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایمان لائیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا یہ مقام تھا۔ کہ ایک بار حضرت جبرائیل حاضر ہوئے۔ اور عرض کرنے لگے۔ حضور حضرت خدیجہ آپ کی طرف تشریف لا رہی ہیں۔ ان کے ہاتھ میں ایک برتن ہے جس میں آپ کے لئے کھانا لا رہی ہیں۔ آپ انہیں اپنے اللہ کی طرف سے سلام پیش کریں۔ اور انہیں بشارت دیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بہشت میں ایک ایسا گھر تیار کیا ہے۔ جو گول اور شفاف مروارید کا بنا ہوا ہے۔ یہ ایسا گھر ہوگا۔ جس میں کوئی رنج اور غم داخل نہ ہو سکے گا۔ حضور نے حضرت خدیجہ کو اللہ کا سلام پہنچایا۔ تو آپ نے فرط مسرت سے سلام کا جواب دیا۔ اور اللہ کی بارگاہ میں دو نفل شکرانہ ادا کئے۔

خواستگاری قرآن کی آیت کریمہ کے حکم سے ہوئی تھی۔ حضرت زینب ایک ایسی شخصیت تھی جس کے گھر میں حضور با اجازت تشریف لے جایا کرتے تھے ایک بار آپ ابھی سر رہنہ بیٹھی تھیں حضور گئے۔ تو حضرت زینب نے عرض کی۔ یا رسول اللہ میرے نکاح میں خطبہ نکاح اور گواہ کون ہے آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے نکاح پڑھایا۔ حضرت جبرائیل گواہ تھے۔ زندگی بھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب کو فرمایا کرتے۔ کہ تمہارے نکاح کا خطبہ آسمانوں پر پڑھا گیا اور نکاح کے وکیل حضرت جبرائیل تھے۔ حضور کے اس فرمان پر آپ کو بے پناہ فخر تھا۔

آپ کا وصال ۶۱۰ء میں ہوا۔ جبکہ آپ کی عمر شریف پچیس سال تھی۔ حضرت عمر فاروق نے آپ کا جنازہ پڑھایا۔ جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔ حضور کے وصال کے بعد سب سے پہلے ازواج مطہرات میں سے جس نے وفات پائی وہ آپ ہی تھیں۔

زینب آل معصومہ دورِ زمان - از جہاں در جنت الاعلیٰ بر رفت
ہست زیبا سال و صلش زینب - ہم نخواستہ از دنیا بر رفت

۶۵ - ۴۵

۲۰

آپ کا اسم گرامی ام الاسود تھا۔ والد کا نام زمرہ

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا :- بن قیس بن عبد الشمس تھا۔ آپ کا نسب نامہ لوی

تک پہنچ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے جا ملتا ہے۔ والدہ کا نام نبت قیس بن عمرو تھا۔ آپ بعثت کے وقت ہی مکہ مکرمہ میں مسلمان ہو گئی تھیں۔ نبوت کے دسویں سال حضرت خدیجہ کا انتقال ہوا۔ حضرت عائشہ صدیقہ کے نکاح سے پہلے ہی آپ حضور کے نکاح میں آ گئی تھیں آپ کا حق مہر چار سو درہم مقرر ہوا تھا۔ چونکہ آپ کی عمر زیادہ تھی۔ آپ نے ایک رات حضور کی بارگاہ میں التماس کی۔ یا رسول اللہ مجھے آپ کی زوجیت کا فخر حاصل ہو چکا ہے۔ میں تو قیامت کے دن آپ کی ازواج مطہرات کے زمرہ میں اٹھنے کی خواہاں ہوں۔ میری باری سیدہ عائشہ صدیقہ کو عنایت فرمادیا کریں۔ مجھے کسی قسم کی خواہش اور طمع نہیں ہے۔ حضور نے آپ کی

یہ گزارش قبول فرمائی۔ آپ کی وفات ۲۲ھ کے آخر میں، عہد خلافت سیدنا عمر فاروق، ہوئی۔ آپ کا مزار جنت البقیع میں ہے۔

ام اسود زوجہ و بسند رسول - آفتاب دین حق بدر الکمال
رفت چو از این جهان بے ثبات - ز اہد آدعیان سال وصال

۵۲۲

آپ کے والد کا نام حی بن اخطب بن ثعلبہ بن تعینہ
حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اور والدہ کا نام بنت سموال تھا۔ آپ جنگ خیبر کی
فتح کے بعد قیدی کی حیثیت سے مدینہ منورہ میں آئی تھیں حضور نے آپ کو از رہ شفقت
آزاد کر دیا۔ اور اپنی قوم کی طرف جانے کی اجازت دے دی۔ آپ نے انہیں اجازت دی کہ
وہ اسلام لے آئیں تو حضور انہیں اپنے نکاح میں لائیں گے۔ حضرت صفیہ نے اسلام قبول
فرمایا۔ اور کہا مجھے اسلام کی حقانیت پر یقین ہے اور یہی میری آزادانہ اور دلی آرزو ہے۔ اب
میں آزاد ہوں مجھے یہودیوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔ یا رسول اللہ۔ مجھے کفر و اسلام کے درمیان
اللہ اور اس کا رسول زیادہ محبوب ہے۔ مجھے آزادی اور اسلام ہی پسند ہے۔ حضرت صفیہ کے
جذبات سن کر حضور کو بڑی مسرت ہوئی۔ اپنے نکاح کا پیغام دیا۔ مورخین لکھتے ہیں حضرت صفیہ
کی آزادی کا پروانہ ہی آپ کا حق مہر تھا۔ آپ ازواج مطہرات کے زمرے میں آگئیں۔
آپ کی وفات ۳۶ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار گوہر بار جنت البقیع ہے۔

چو محسوبہ شاہ کون و مکان - سفیر ز دنیا شد اندر جہاں
بگو اہل تاریخ ترحیل او - بفرما دگر رفت پاک از جہاں

۵۳۶

آپ کے والد کا نام ابوسفیان تھا۔ والدہ صفیہ
حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابی العاص بن عمیسہ بن عبد الشمس تھا۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی چچی تھیں۔ آپ فرماتی ہیں کہ ابھی حضور نے مجھے اپنے نکاح میں قبول نہیں فرمایا تھا کہ مجھے خواب آیا۔ مجھے کوئی شخص کہہ رہا ہے یا اُمّ المؤمنین۔ میں بیدار ہوئی خواب کی تعبیر دریافت کی تو معلوم ہوا کہ حضور مجھے پیغام نکاح دیں گے۔ دوسرے روز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مدینہ پاک میں حضور سے درخواست نکاح کی۔ جو قبول کر لی گئی۔ نکاح کے وقت آپ کی عمر پچیس سال تھی۔ آپ کا حق مہر چار سو سرخ دینار باندھا گیا۔ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ کا حق مہر چار ہزار درہم تھا آپ کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی۔ بعض مورخین نے سال وفات ۳۱ھ لکھا ہے۔ آپ کا مزار جنت البقیع میں ہے۔

چونکہ ام حبیب زوج نبی - چہرہ در پردہ جان بہشت
رحلت از زکیہ و اُم است - نیز سرور حبیب زیبا گفت

۵۴۲

۵۴۱ ۵۴۲

آپ حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیٹی
حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا :- تھیں۔ والدہ کا نام زینب بنت مطعون بنت حبیب
بن وہب تھا۔ ہجرت کے دوسرے یا تیسرے سال میں حضور کے نکاح میں آئی تھیں۔ آپ کی ولادت
بعثت سے پانچ سال پہلے ہوئی۔ اور وفات ۳۵ھ میں ہوئی۔ آپ کی قبر بھی جنت البقیع
میں ہے۔

چوں جناب حفصہ زوج مصطفیٰ - از جہاں رفت و بخت یافت بار
سال وصل او بقول اہل دین - طالبہ گو نیز پاکیزہ شمار

۵۴۵

۵۴۵

والد کا نام حارث بن ابی ضرار تھا۔ آپ ہجرت
حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا :- کے پانچویں یا چھٹے سال حضور کے نکاح میں آئیں
تھیں۔ اس مخدومہ معصومہ کی وفات ۵۶ھ میں ہوئی۔ جنت البقیع میں مزار پڑاوار بنا۔

جو یہ محسوبہ حضرت رسول - رفت از دنیا چو در خلد بریں
از خرد سالت جناب آدم عیال - ہم بفرما شد ز عالم پاک ہیں

۵۶

۵۶

آپ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا :- کی محبوب ترین بیوی تھیں
آپ کی کنیت ام عبد اللہ تھی۔ اور آپ کا مقام صحابہ میں بڑا بلند تھا۔ مفتی تھیں فقہیہ تھیں
عالمہ تھیں۔ نصیحہ تھیں۔ کلام میں بلاغت و وضاحت تھی۔ حضور نے آپ کی شان میں فرمایا۔
خُذْ وَمِثْنِي دِينَكُمْ عَنْ هَذَا الْحَمِيرِ اَدَمِيرَ دِينِ كَعْدِ
حضرت حمیرہ (مشیر عائشہ) سے حاصل کرو۔

حضرت عائشہ فرمایا کرتی تھیں۔ مجھے حضور پاک نے بڑی فضیلت اور عظمت عطا فرمائی ہے
مجھے اپنی تمام ازواج مطہرات میں سے دس چیزوں میں ممتاز فرمایا ہے۔

۱۔ میں کنواری آپ کے نکاح میں آئی۔

۲۔ میرے علاوہ کسی کے ماں اور باپ نے آپ کے ساتھ ہجرت میں شرکت نہیں کی۔

۳۔ پوری پاک دامن کی شہادت قرآن میں آئی۔

۴۔ میرے نکاح سے پہلے حضرت جبرائیل نے ریشمی کپڑے پر تصویر بنا کر حضور کی خدمت
میں پیش کیا۔

۵۔ میں وہ واحد بیوی ہوں جس کے برتن اور غسلخانے میں حضور غسل فرمایا کرتے تھے
یہ امتیاز کسی دوسری کو نصیب نہیں ہوا۔

۶۔ حضور نماز ادا فرماتے تو میں آپ کے پہلو میں آرام کیا کرتی تھی۔ یہ خصوصی امتیاز
صرف مجھے ہی تھا۔

۷۔ حضور کو میرے ہی بستر پر کئی بار وحی آئی۔ یہ شرف کسی دوسری بیوی کو نہیں ملا۔

۸۔ حضور کے روح مبارک کو قبض کیا گیا۔ تو آپ کا سر میرے پہلو میں تھا۔

۹۔ حضور نے دنیا سے سفر فرمایا۔ تو میرے گھر میں قیام فرمایا۔

۱۰۔ حضور کو میرے ہی مکان دحجرے میں دفن کیا گیا۔

یہ بات پایہ تکمیل کو پہنچی ہے۔ کہ صحابہ نے آپ کو پوچھا۔ کہ آپ کو عورتوں میں سے محبوب ترین کون ہے۔ آپ نے فرمایا۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، لوگوں نے دریافت کیا۔ حضور مردوں میں سے۔ آپ نے فرمایا صدیقہ کا باپ (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) یاد رہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو قیامت کے دن خاتون اول اور خاتون جنت قرار دیا گیا ہے۔ آپ اپنی بیٹی کو فرمایا کرتے تھے۔ میری بیٹی! تم بھی اسے محبوب رکھو جسے تمہارا باپ دل سے چاہتا حضرت فاطمہ نے کہا۔ یا رسول اللہ مجھے وہ سب سے زیادہ محبوب ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عائشہ! مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ تم کس وقت مجھ سے ناراض ہوتی ہو اور کس وقت راضی ہوتی ہے۔ حضور نے وضاحت فرماتے ہوئے کہا جب تم اتھائی خوش ہوتی ہو۔ تو قسم کھاتے وقت کہتی ہو۔ مجھے محمد کے رب کی قسم ہے۔ اور جب تم خفا ہوتی ہو۔ تو کہتی ہے۔ کہ مجھے اپنے رب کی قسم ہے۔ حضرت عائشہ نے کہا۔ یا رسول اللہ۔ آپ نے سچ کہا۔ مورخین نے لکھا ہے۔ کہ سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر صرف چھ سال تھی۔ کہ حضور کے نکاح میں آئیں آپ کا حق بہرہ چاہا۔ وہ ہم سکھا گیا۔ ایک روایت میں پانچ سو درہم تھا حضور نے یہ بہرہ ادا فرمادیا تھا۔

آپ کی وفات ۳۵ شنبہ، ۱۲ ماہ رمضان ۳۵ھ کو ہوئی تھی۔ اس وقت آپ کی عمر شریف چھیا سٹھ سال تھی۔ آپ کے جنازہ میں سارا مدینہ شریک ہوا۔ اتنا بڑا جنازہ اس سے پہلے کبھی نہیں اٹھا تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے امامت جنازہ کرائی تھی۔

عائشہ محبوب ذات احمدی - یافت از دنیا بذات حق وصال

حامدہ گو وصل آل عالی نژاد - نیز محبوب ست سال ارتحال

والد کا نام حارث بن خرن اور والدہ کا نام ہند بنت

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا :- عوف بن زبیر بن حرب ہے۔ ہجرت کے ساتویں سال حضور کے نکاح میں آئیں۔ آپ ساٹھ یا اکتالیسھ میں فوت ہوئیں۔ مزار پر انوار جنت البقیع میں ہے۔

چونکہ میمونہ صاحب عصمت - درجناں گشت بانہی ہمدم
سال وصلش مجیدہ شد ہوا - نیز شہ بے نیاز از عالم

۵۶۱

۵۶۰

نام نامی ہند ابی امیہ تھا۔ ماہ شوال ۳۴ھ میں حضور

حضرت ام سلمہ رضی اللہ علیہا :- کے نکاح میں آئیں۔ آپ کا مہر دس درہم رکھا گیا حضور کے ازواج مطہرات میں سے سب سے آخرین آپ کی وفات ہوئی تھی۔ آپ سوم ربیع الاول ۶۳ھ یا ۶۶ھ میں فوت ہوئیں۔ حضرت ابو ہریرہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ وصال کے وقت آپ کی عمر ۸۴ سال تھی۔ جنت البقیع میں دفن ہوئیں

ام سلمہ ولیۃ معتبول - زوج پاک نبی ہر دو جہاں
ارتحالش ز مہد یہ جہنم - نیز محسوب بہ آمدست عیال

بنات مطہرات رضی اللہ عنہن

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں میں افضل ترین بیٹی حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء تھیں۔ اور عمر ترین حضرت زینب تھیں مگر ہم سن وصال کی ترتیب سے حالات تحریر یہ کہ رہے ہیں۔

آپ حضرت زینب کی پیدائش کے بعد پیدا ہوئی
حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا :- تھیں۔ آپ کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

سے ہوا تھا۔ آپ سے ایک بیٹا پیدا ہوا مگر دو سال کی عمر میں انتقال کر گیا۔ آپ کی ولادت واقعہ فیل کے چونتیس سال بعد ہوئی تھی اور ۲۷ھ میں انتقال ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت جنگ بدر میں شریک تھے۔ مزار پر انوار جنت البقیع میں ہے۔

بنت احمد رقیہ صاحب جاہ - رفت زین و ہر بادل پر غم
سالِ تاریخ اوست قلب نبیؐ - ہم بگورفت سعدہ از عالم

۵۶

۵۶

آپ حضور کی سب سے بڑی بیٹی تھیں حضور نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا :- آپ کو آپ کے خالہ زاد حضرت ابوالعاص بن ربیع کے نکاح میں دیا تھا۔ ایمان لانے کے بعد آپ نے حضرت ابوالعاص سے ہی تجدید نکاح کیا تھا۔ آپ سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی امامہ پیدا ہوئی۔ بیٹا تو سن بلوغت کو پہنچتے ہی فوت ہو گیا۔ مگر امامہ حضرت فاطمہ الزہرہ کی وفات کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نکاح میں آئیں۔ ان کی ولادت تو رسالت سے پہلے ہی ہوئی تھی لیکن وفات ۳۷ھ کو ہوئی۔

جناب زینب والا عقیقہ مصوم - کہ بود زینت فردوس و زیب باغ جہا
پوشد ز دہر بتاریخ رحلت پاکش - ز دل رسید ندا شد و یش ز جہا

آپ حضرت رقیہ کے بعد اور حضرت فاطمہ سے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا :- پہلے پیدا ہوئیں۔ ہجرت کے تیسرے سال حضرت رقیہ کی وفات کے بعد حضرت عثمان غنی سے نکاح ہوا۔ آخر ۳۷ھ کو آپ کا انتقال ہو گیا
ام کلثوم بنت پاک نبی - شد ز دنیا بخت الاعلیٰ
واصلًا چوں سفر ز عالم کرد - گشت تاریخ رحلتش پیدا

۱۳۹ :۔ قلب نبی سے مراد نبی ہے جو یعنی کے لفظ کا درمیانی حرف ہے۔ اسی طرح عالم کے اعداد ۱۳۹

کے اعداد سے نکال دیئے جائیں تو باقی ۲ رہ جاتے ہیں۔ مترجم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی افضل اور

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا :- اکرم بیٹی حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ

عنہا تھیں کنیت ام محمد۔ لقب مبارک طاہرہ۔ اذکیہ۔ راضیہ۔ مرضیہ اور قبول تھا اگرچہ حضرت

فاطمہ حضور کی سب سے چھوٹی بیٹی تھیں مگر حبیبی محبت اور الفت آپ کو اس بیٹی سے تھی۔

دوسری کسی بیٹی سے نہیں تھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ غزوہ بدر سے واپس آئے تو حضور کی بارگاہ

میں حضرت فاطمہ کے رشتہ کی درخواست کی۔ اس وقت سیدہ کی عمر نپندرہ سال تھی۔ آپ کی

درخواست قبول ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بطن سے تین لڑکے۔ حسن۔ حسین اور محسن دینے

رضی اللہ عنہم، تین بیٹیاں ام کلثوم۔ زینب اور رقیہ ہوئیں رضی اللہ عنہن محسن اور

رقیہ تو خور و سالی میں ہی فوت ہو گئے۔ حضرت زینب عبد اللہ جعفر سے بیاہی گئیں حضرت

ام کلثوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں حضرت فاطمہ کی اولاد جو آج

تک موجود ہے۔ وہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے صلب سے ہے۔

حضرت سیدہ عائشہ سے صحابہ نے پوچھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے

زیادہ کسے پیار کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ فاطمہ الزہراء کو لوگوں نے پوچھا۔ نوجوانوں سے

کسے پیار فرماتے۔ آپ نے فرمایا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو۔

ایک دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور کی بارگاہ میں عرض کی۔ یا رسول اللہ۔ آپ

مجھے زیادہ چاہتے ہیں۔ یا فاطمہ کو! آپ نے فرمایا۔ اسی أحب علی نیک۔ و انت

اغتر علی منها۔ مجھے فاطمہ تم سے زیادہ عزیز ہے۔ اور تم عزیز ہو اس کی وجہ سے۔

حضرت فاطمہ واقعہ فیل کے ۴۱ سال بعد پیدا ہوئیں تھیں جبکہ بعثت سے پانچ سال پہلے

پیدا ہوئیں۔ آپ کی وفات منگل سوم ماہ رمضان ۳۳ھ کو ہوئی۔ آپ کا مزار

جنت البقیع میں ہے۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پڑھائی تھی بعض

اقوال میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے امامت فرمائی تھی۔

فاطمہ حاتون دین بنت نبی - نیک صورت نیک سیرت نیک خو
 قرہ چشم نبی مصطفیٰ - زوجہ عالی علی ماہ رو
 بعد شش ماہ از وفات احمدی - کرد رحلت زین جہاں چارسو
 ہو - نیک نام از عرصہ آفاق رفت - شد چو از عالم و تہ سیدہ

۱۱۰

۱۱۰

۱۱۰

صاحب کرامات و خوارق عارفات

سابقہ صفحات میں مصنفِ غلام مفتی غلام سرور لاہور کے
 قدس سرہ حضور سرور کائنات کے ازواج مطہرات اور اہل بیت
 کے چند افراد کا تذکرہ اس لئے اختصار سے کیا ہے کہ صالحات و
 عارفات امت کے حالات کا آغاز مینے و برکت سے ہو جانے
 نبوت کے افراد کے مفصل حالات پر صلحانے امت نے بہتے کچھ لکھا
 ہے۔ اس لئے قارئین سے استدعا ہے کہ ان سے نفوس قدسہ
 کے تذکرہ کو تفصیل سے جاننے کے لئے دوسری کتابوں سے

رجوع فرمائیں (مترجم)

امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ایک

حضرت زاہدہ رحمۃ اللہ علیہا :- خادمہ تھیں جن کا نام حضرت زاہدہ تھا۔ ایک دن

یہ بی بی جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور سلام عرض

کیا۔ حضور نے دیکھا اور فرمایا۔ زاہدہ تم بہت دیر کے بعد آئی ہو۔ خیر تھی۔ کہنے لگیں۔ یا رسول

اللہ! آج میں نے اللہ تعالیٰ کے عجائبات سے ایک عجیب و غریب واقعہ دیکھا ہے۔ حضور نے

تفصیل دریافت کی تو کہنے لگی۔

علی السباح لکڑیاں لینے جنگل کی طرف نکل گئی۔ میں لکڑیوں کا ایک گٹھا اکٹھا کیا۔ باندھا اور ایک پتھر پر رکھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک تیز رو سوار آسمان سے اتر رہا ہے۔ اس نے میرے پاس آکر مجھے سلام کیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر میرا سلام کہنا۔ اور عرض کرنا۔ کہ رضوان کلید بردار بہشت نے کہا ہے۔ کہ آپ کو مبارک ہو۔ کہ آپ کی امت کو بہشت میں داخل ہونے کے لئے تین حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ایک حصہ حساب و کتاب کے بغیر جنت میں داخل ہو گا۔ ایک حصہ حساب میں نرمی کرنے سے جنت میں داخل ہو گا۔ اور ایک حصہ آپ کی شفاعت سے جنت میں جگہ پائے گا۔ یہ کہہ کر وہ آسمان کی طرف اڑا۔ مگر تھوڑی بلندی پر جا کر پھر مجھے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ کہ تم یہ لکڑیاں تو نہیں اٹھا سکتیں۔ اسی پر رہنے دو۔ یہ پتھر خود بخود تمہاری لکڑیاں اٹھا کر گھڑ تک پہنچا دے گا۔ پھر اس نے پتھر کو حکم دیا۔ کہ زاہدہ کی لکڑیاں سیدنا عمر فاروق کے گھڑ تک پہنچا کر آؤ۔ میرے دیکھتے دیکھتے پتھر روانہ ہوا۔ میں بھی ساتھ ساتھ چلتی گئی تھی کہ سیدنا عمر فاروق کے گھڑ پہنچ گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی۔ تو اٹھے۔ اور حضرت عمر کے گھڑ تشریف لائے زاہدہ بھی ساتھ تھی۔ آپ نے پتھر کے آنے کے نشانات دیکھے اور فرمایا۔ الحمد للہ۔ ابھی میں دنیا سے نہیں گیا کہ رضوان نے میری امت کی بخشش کی بشارت دے دی۔ اللہ تعالیٰ نے میری امت کی ایک عورت کو حضرت مریم علیہا السلام کی طرح صاحبِ کرامت بنایا ہے۔

یہی بی بی زاہدہ رضی اللہ عنہا کو فوت ہوئیں۔

زاہدہ مریم صفت عفت مآب - والیہ معصومہ دور زماں
رفت از دنیا چو در خلد بریں - ہادیہ سال وصال او نخواست

بی بی ہاج - بی بی تاج - بی بی نور - بی بی حور

بی بی گوہر - بی بی شہباز رضی اللہ عنہم اجمعین

حضرت مسلم بن عقیل

بن علی رضی اللہ عنہ کی بیٹیاں تھیں اپنے وقت میں زہد و تقویٰ کے لحاظ سے یگانہ افراد

میں سے تھیں ہمیشہ روزہ رکھتی تھیں۔ ایک مہینہ میں ایک دو بار کھانا کھا لیتی تھیں حضرت

امام حسین رضی اللہ عنہ کو سانحہ کربلا پیش آیا۔ یہ بیبیاں اس وقت شام میں موجود تھیں۔

ان حالات کو سنتے ہی میدان کربلا میں پہنچیں۔ دیکھا کہ ظلم و ستم کی تصویر بکھری پڑی ہے۔

سید الشہدا کی شہادت سے دہشت زدہ ہو گئیں۔ وہ حیران تھیں کہ کہاں جائیں عرب کی

سرزمین سے خوف آنے لگا۔ آخر کار غیبی اشارے سے ہندوستان کا رخ کیا۔

تحفۃ الواصلین میں لکھا ہے۔ کہ ان حضرات کو طی الارض کی کرامت حاصل تھی چلتی

چلتی لاہور کے نواح میں پہنچیں۔ خدام اور اصحاب بھی ہمراہ تھے۔ کچھ عرصہ رہیں مخلوق

خدا ان کی برکات سے فیض یاب ہونے لگی۔ ان کے انفاس زاکیات سے اسلام پھیلنے لگا۔

ارادت و عقیدت کا ماحول پیدا ہو گیا۔ یہ خبر لاہور کے فرمانروا کو پہنچی۔ تو سخت غضبناک

ہوا۔ اپنے بیٹے کو ان حضرات کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور حکم دیا کہ وہ یہاں سے چلی

جائیں۔ مگر بیٹا حاضر ہوا۔ تو مرید ہو گیا۔ اور باپ کے گھر جانے کے بجائے وہاں ہی رہ

گیا۔ بادشاہ کو اس صورت حال سے اور غصہ آیا۔ ایک لشکر لے کر روانہ ہوا۔ نزدیک پہنچا

تو ان باگ دامن بیبیوں کو اس کے آنے کی خبر ہوئی۔ دعا کے لئے ہاتھ اٹھے۔ اے بار اللہ!

ہمیں اس سے منظر رکھنا۔ ہم نامحرموں کی صورت دیکھنا نہیں چاہتیں۔ زمین کو حکم ہو وہ

میں پوسندہ کرے اسی وقت زمین پھٹی اور یہ حضرات معصومین زمین کی گود میں چلی

گئیں۔ آپ کے خدام غلام اور عقیدت مندوں کو راجہ نے پکڑا اور تہ تیغ کر دیا۔ اپنے

بیٹے کو اپنے ساتھ لے گیا۔ لیکن شہزادے نے تاج و تخت کو خیر پاد کہا۔ اور ان مزارات

پر مجاور بن کر بیٹھ گیا۔ جب تک زندہ رہا۔ ان مزارات کی خدمت کرتا رہا۔ اب تک ان مزارات کے مجاور اسی راجے کی اولاد میں سے ہیں۔

کہتے ہیں اس شہزادے کا نام شیخ جمال تھا۔ ایمان لانے اور ارادت مندانہ پیش ہونے کے بعد حضرت بی بی باج نے یہ نام تجویز کیا تھا۔ رسالہ تحفۃ الواصلین میں ایک اور روایت بیان کی گئی ہے کہ اس زمانہ میں ایک نجومی علم نجوم میں ماہر تھا۔ اس کا دعویٰ تھا۔ کہ وہ گذشتہ اور آئندہ واقعات کو ستاروں کی مدد سے معلوم کرنے میں کمال رکھتا ہے۔ اور اسے علم غیب پر دسترس حاصل ہے۔ اس نے ان حضرات کے خادموں سے بحث کا آغاز شروع کر دیا جب یہ خبر بی بی صاحبہ کلاں نے سنی۔ تو آپ نے تمام مسافروں اور غریبوں کے لئے کھانا تیار کرایا اور ایک مجلس میں کھانا بھیجا۔ مگر کھانا اس طرح ترتیب سے لگایا۔ کہ نیچے تو بہت عمدہ اور نفیس کھانا گر ان کے اوپر خالی خشک چاول کی کھچڑی پکا کر لگا دی۔ اس سادہ غذا کو دیکھ کر نجومی جسے علم غیب کا دعویٰ تھا۔ بڑا خیر کر کے لگا۔ خادموں کو کہنے لگا کہ مہمانوں کو یہ غذا کھلائی جاتی ہے۔ میں تو یہ کھچڑی نہیں کھاؤں گا۔ خادموں نے اسے بتایا کہ اس کھچڑی کے نیچے نفیس کھانا رکھا ہوا ہے۔ آپ اسے بٹا کر کھائیں جب اسے صورت حال معلوم ہوئی۔ تو سخت شرمندہ ہوا۔ اور اسے محسوس ہوا۔ جو علم غیب کا دعویٰ کھچڑی کے نیچے ایتھوائے کی حقیقت معلوم نہیں کر سکتا۔ وہ کیسا علم غیب ہے۔ وہ شرمندہ ہو کر پتہ پامرید ہو گیا۔

حضرت بی بی پاک دامن کے تاریخی واقعات کی تفصیل کہیں نہیں ملتی۔ مگر یہ بات پر یہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ یہ حضرات قدیم زمانہ کی صاحب کرامات بزرگ تھیں تحفۃ الواصلین نے لکھا ہے کہ حضرت مخدوم علی جویری گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اول اول لاہور تشریف لائے تو ہجرت کی رات کو حضرت پاک دامن کے مزارات پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اور مزارات عالیہ سے دور بیٹھے متوجہ ہوتے تھے۔ یہ ان حضرات کے ادب کا لحاظ تھا۔ اس

سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پاک دامنوں کے مزارات حضرت علی ہجویری کے آنے سے قبل موجود تھے۔ مگر ہم کسی تذکرہ یا تحریر سے یہ معلوم کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ کہ یہ بیابان فلاں خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ یا فلاں سال اور فلاں سن میں لاہور میں قیام پذیر رہیں اور نہ ہی ان کا سال وصال معلوم ہو سکا ہے۔ ان کی بزرگی۔ سیادت اور کرامت کے واقعات تحفہ حمد یہ اور تذکرہ قطب العالم میں بھی ملتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اولیاء کرام ان مزارات سے فیض حاصل کرتے چلے آئے ہیں۔ اب تک ان کا فیض عام جاری ہے۔ سینکڑوں حاجت منداپنی مرادیں پاتے ہیں۔ اپنے مسائل کو حل کراتے ہیں۔ ان حضرات کی ایک خادمہ بی بی حلیمہ المشہور بی بی تنوری کا مزار بھی اسی احاطے میں ہے۔

آپ وقت کی عارقہ کاملہ تھیں۔ اس قدر عالم و فاضل

بی بی شعوانہ عجمی رحمۃ اللہ علیہا :-

تھیں کہ مجلس میں بیٹھتیں اور منہ پر پردہ ڈال کر نہایت

غرض الحالی سے وعظ کہتیں وقت کے عابد۔ زاہد۔ عارف اور علماء آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے اور آپ کے مواعظ سے مستفیض ہوتے کہتے ہیں کہ آپ دوران وعظ بڑی رویا کرتی تھیں۔ لوگوں کو ڈر ہوا۔ کہ کہیں بصارت سے محروم نہ ہو جائیں۔ آپ فرمایا کرتی تھیں۔ دنیا میں اندھا ہونا بہتر ہے۔ کہ قیامت کے دن نابینا اٹھا جائے۔ بوڑھی ہوئیں تو شیخ فیصل ابن عیاض آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے دعا کی التجا کی۔ آپ نے فرمایا فیصل۔ کیا تمہارے اور اللہ کے مابین کوئی ایسا مسئلہ ہے جو میں دعا کروں تو قبول ہو۔ حضرت عیاض نے بات

سلہ ۱۔ حضرت مرتضیٰ مفتی غلام سرمد لاہوری نے اپنی ایک اور کتاب مد بقعہ اولیاء میں اس روایت کو غلط قرار دیا ہے کہ بیابان حضرت مسلم بن عقیل کی اولاد تھیں۔ انکی تحقیق یہ ہے۔ یہ سید احمد توحید ترمذی (م ۶۰۲ھ) کی بیٹیاں تھیں انکے نام عرب خواتین سے مختلف ہیں اور اہل بیت میں ان ناموں کی کوئی صاحبزادی آج تک تاریخ کے صفحات پر نظر نہیں آئی۔ یہ عانعات۔ کلمات غوث زمانہ حضرت توحید

ترمذی مدفات کے بعد شہر چھوڑ کر قلعہ گوجرانگہ موجودہ مقام مزارات کے مشرق کی طرف آکر قیام پذیر ہوئی ۶۱۴ھ کو جلال الدین خوارزم کے تعاقب میں چکیز خان اپنا لشکر لے کر آیا۔ تو اس نے لاہور میں قتل عام کیا۔ ان بیبیوں نے ان تاناریوں کے ظلم و تشدد سے بچنے کے لئے اللہ سے اپنی حفاظت کی دعا مانگی۔ جو قبول ہوئی اور زندہ در زہ میں چلی گئیں۔ روپوں کے پلے زمین سے باہر نظر آتے تھے

سن کر نعرہ مارا بے ہوش ہو گئے۔

بی بی شعوانہ کی وفات سکنۃ الاولیاء نے ۱۷۵۰ھ لکھی ہے۔

چو شعوانہ از دار دنیا بر رفت - شدہ زیب خلد اندر جنان
تاریخ ترحیل آن نیک ذات - نعیمہ - معینہ - یقینہ بخوان

۱۷۵۰ ۱۷۵۰ ۱۷۵۰

آپ بصرہ کی عابدہ تھیں حضرت معاذ عدویہ

بی بی غفیرہ العابدہ رحمۃ اللہ علیہا:۔ کی مجلس میں شرکت کرتی تھیں۔ اللہ کے
خوف سے اتنی روئیں کہ آنکھیں بے نور ہو گئیں۔ لوگوں نے پوچھا کہ نابینائی نے آپ کو کتنا
دکھ دیا۔ بولیں۔ اللہ سے محبوب ہونا اس درد سے زیادہ دردناک ہے۔ اقوال صحیحہ میں آپ
کی وفات ۱۷۵۰ھ میں ہوئی تھی۔

چوں غفیرہ از جہاں - پڑفت - رفت در جنت بعز و با کمال
زندہ دل نیک است سن حلتش - عابدہ محمود گو سال وصال

۱۷۵۰

۱۷۵۰

آپ امت محمدیہ کی عارفات میں سرفہرست

حضرت بی بی رابعہ رحمۃ اللہ علیہا:۔ ہیں۔ مقتدین میں آپ کا مقام بہت
بلند ہے۔ صاحب کرامات و درجات تھیں۔ آپ کے اوصاف حمیدہ تحریر و تقریر سے
کہیں زیادہ ہیں۔ پیران عظام اور مشائخ کرام باطنی مسائل کے حل کے لئے آپ کی طرف
رجوع کرتے رہے ہیں۔

حضرت سفیان ثوری جیسے بلند پایہ علماء کرام وائمہ عظام آپ کی خدمت میں حاضر

ہوا کرتے تھے۔ حضرت رابعہ ساری رات نماز میں کھڑی رہتیں۔ بسا اوقات سحر تک ایک

پاؤں پر کھڑے ہو کر نماز ادا کرتیں تھیں۔ عام حالات میں ایک رات کے اندر ہزار ہزار

رکعت نماز پڑھتیں۔

تذکرہ الاولیاء کے مصنف نے لکھا ہے کہ ایک بار حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا حج بیت اللہ کے ارادے سے نکلیں۔ ایک صحرا میں سے گذر رہی تھیں گوڑے پر سامان لدا ہوا تھا۔ صحرا کے دریا پنچیس تو گدھا مریا۔ قافلہ والوں نے کہا۔ آپ کا سامان ہم اٹھالیتے ہیں۔ آپ ہمارا ساتھ دیں فرمانے لگیں۔ میں تمہارے بھروسہ سفر نہیں کر رہی۔ مجھے تو اپنے اللہ پر بھروسہ اور توکل ہے قافلہ چلا گیا۔ اور ایک ہی رہ گئیں۔ سجدہ میں سر رکھ کر دعا کی۔ اے اللہ! کیا بادشاہ ایک مسافر عورت سے یہ سوک کیا کرتے ہیں؟ پہلے تو مجھے اپنے گھر کی زیارت کے لئے سفر اختیار کرنے کی ہمت دی۔ پھر راستہ میں لا کر میرا گدھا چھین لیا۔ اور مجھے تنہا صحرا میں لا کھڑا کیا۔ ابھی دعا پوری نہیں ہوئی تھی۔ کہ گدھا کان بھاڑتا ہوا اٹھا۔ حضرت بی بی نے رختِ سفر دوبارہ لاوا اور مکہ مکرمہ پنچیں۔ راوی کہتا ہے کہ ایک عرصہ کے بعد میں نے وہی گدھا دیکھا۔ کہ حضرت رابعہ نے فردخت کر دیا۔

سکینۃ العارفین میں آپ کا یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے۔ کہ آپ چار بہنیں تھیں آپ سب سے چھوٹی جو تھی بہن تھیں۔ اسی وجہ سے آپ کا نام رابعہ رکھا گیا تھا جس رات آپ پیدا ہوئی تھیں۔ آپ کے باپ کے گھر میں اتنا کپڑا بھی نہ تھا۔ کہ آپ کے بدن کو پیٹا جاتا دینے میں اتنا تیل نہ تھا کہ رشتی رتی۔ آپ کی والدہ نے آپ کے والد کو کہا کہ فلان ہمسائے کے پاس جاؤ۔ اور تیل لے آؤ۔ رابعہ کے والد نے اپنے دل میں عہد کیا تھا۔ کہ اللہ کے بغیر کسی سے کچھ نہیں مانگیں گے۔ لیکن مجبوراً ہمسائے کے دروازے پر آئے دروازہ کھٹکھٹایا۔ مگر کوئی جواب نہ آیا۔ گھر والے سوئے ہوئے تھے۔ دل تنگ ہو کر واپس آگئے اور مایوس ہو کر سو گئے۔ خواب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا: تنگ دل نہ ہو۔ اور غم نہ کرو۔ یہ سچی جو آج پیدا ہوئی ہے۔ یہ سیدہ ہے ضعیفہ ہے۔ اس کی روحانی روشنی دنیا کو روشن کرے گی اور میری امت کے لئے ہزار لوگ اسی کی شفاعت سے بخشے جائیں گے۔ اگر تم غربت کی وجہ سے غم زدہ ہو تو صبح اٹھ

کہ امیر بصرہ کے پاس جانا اور میری طرف سے ایک رقعہ لکھ لینا اور کہنا کہ تم ہر رات ایک سو بار درود پاک پڑھا کرتے تھے۔ اور جمعرات کو چار سو بار درود پڑھتے تھے۔ اس جمعرات کو درود پڑھنا بھول گئے ہو۔ اس کا کفار چار سو دینار بنتا ہے۔ حامل رقعہ کو دے دو اور امیر بصرہ سے چار سو دینار لے کر خرچ کر لینا۔

حضرت رابعہ کے والد نیند سے اٹھے۔ روئے۔ خط لکھا۔ اور صبح امیر بصرہ کے پاس جا پہنچے۔ امیر بصرہ کے حاجب کو خط دیا۔ تاکہ وہ امیر بصرہ کی خدمت میں پیش کرے۔ امیر بصرہ خط پڑھ کر بڑا خوش ہوا۔ چار سو دینار پیش کئے۔ دس ہزار دینار بطور شکرانہ عام غریبوں میں تقسیم کئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یاد فرمایا ہے دوسرے دن خود پائے چشم حضرت رابعہ کے والد کے گھر حاضری دی۔ قدموں میں سر رکھ دیا۔ اور بڑی عزت و تکریم سے جدا ہوئے۔

جس دن حضرت رابعہ حج کو روانہ ہوئیں۔ تو ابھی راہ میں ہی تھیں کہ دیکھا کہ کعبۃ اللہ استقبال کو آ رہا ہے۔ حضرت رابعہ نے کعبۃ اللہ کو آتے دیکھ کر فرمایا۔ مجھے بیت اللہ نہیں چاہیے۔

مجھے رب کعبہ چاہیے۔ اسی سال سلطان ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ حج بیت اللہ کو گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ کعبۃ اللہ اپنے مقام پر نظر نہیں آ رہا۔ حالانکہ آپ گھر سے چلے تو ہر

قدم پر دو دو نفل نماز ادا کرتے گئے اور اس طرح چودہ سال لگے پھر جا کر بلخ سے مکہ مکرمہ پہنچے تھے۔ فرمانے لگے۔ کیا میری بینائی میں کمی آگئی ہے۔ کہ بیت اللہ نظر نہیں آ رہا۔ ہاتھ نے آواز

دی۔ آپ کی نظر کی کوتاہی نہیں دراصل کعبۃ اللہ ایک نیک بی بی کے استقبال کو گیا ہوا ہے۔

حضرت ادہم نے دیکھا کہ حضرت رابعہ بصرہ آ رہی ہیں۔ اب کعبہ اپنی جگہ قائم ہے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا۔ رابعہ یہ کیا شور کرا مت ہے جو تم نے دنیا میں برپا کر رکھا ہے۔ کہ کعبۃ اللہ

کو اپنے استقبال کے لئے بلا رہی ہو۔ حضرت رابعہ فرمانے لگیں۔ ابراہیم شور تو تم نے برپا کر

رکھا ہے کہ چودہ سال سے ایک ایک قدم پر نفل ادا کرتے آ رہے ہو۔ اور چودہ سال دیر کہ

کے اللہ کے گھر میں حاضر ہوئے ہو۔ ابراہیم نے کہا۔ رابعہ مجھے چودہ سال اللہ کی نماز پڑھتے

صحرا میں گزرے۔ آپ نے فرمایا۔ تم چودہ سال اللہ کی نماز میں رہے میں عمر بھر اللہ کے
نیاز میں رہی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ تم اللہ کے گھر پہنچے۔ تو وہ اپنی جگہ پر نہ تھا۔ میں نیاز مندانہ
حاضر ہوئی تو وہ مجھے لینے آگے بڑھا۔

لوگوں نے حضرت رابعہ سے پوچھا تم اللہ سے محبت رکھتی ہو۔ آپ نے فرمایا۔
ہاں۔ لوگوں نے پھر پوچھا۔ تم شیطان سے دشمنی کرتی ہو۔ کہنے لگیں مجھے دوست کی
دوستی سے فرصت ہی نہیں کہ کسی سے دشمنی کروں۔

مشارح کرام میں دو حضرات حضرت رابعہ لبر یہ کی زیارت کو گئے۔ دونوں بھوکے
تھے۔ اور تھکے ہوئے تھے۔ وہ دل میں کھانے کی آرزو لئے پہنچے۔ حضرت رابعہ نے
دو روٹیاں جو رات کی پڑی ہوئی تھیں پیش کیں۔ مگر اسی وقت دروازے پر ایک سائل
نے آواز دی۔ کہ اسے روٹی دی جائے۔ حضرت رابعہ نے دونوں روٹیاں اٹھائیں
اور سائل کو دے دیں۔ دونوں ہمان بڑے حیران ہوئے اور مایوس بھی۔ مگر تھوڑی دیر کے
بعد ایک کینز دروازے میں داخل ہوئی اس کے سر پر ایک دسترخوان تھا۔ اور کہنے لگی
میری مالکہ مخدومہ نے یہ روٹیاں آپ کے لئے بھیجی ہیں۔ حضرت رابعہ نے روٹیاں گئیں۔ تو اٹھا
تھیں۔ حضرت رابعہ نے کہا۔ یہ روٹیاں واپس لے جاؤ۔ یہ میرے لئے نہیں ہیں کسی اور کی ہونگی
تہا ری مخدومہ کو غلطی لگی ہے۔ واپس گئی۔ تو وہی مالکہ نے کہا۔ میں تو بیس روٹیاں بھیجا جانتی تھی۔
بیس روٹیاں دیں تو وہ کینز دوبارہ حاضر ہوئی۔ حضرت رابعہ نے بیس روٹیاں میں اور ہمان
کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کہا۔ دو کے بدلے تو اللہ تعالیٰ نے بیس روٹیاں مقصد کی ہوئی تھیں
ہمان حضرت رابعہ کے اس انداز ہمان نوازی کو دیکھ کر حیران ہوتے رہے۔ حضرت رابعہ نے فرمایا۔ جب
تم میرے پاس آئے تو مجھ احساس تھا کہ تم بھوکے ہو۔ مگر میرے پاس صرف دو روٹیاں تھیں۔ ان
دو روٹیوں سے تمہارا پیٹ نہیں بھر سکتا تھا۔ سائل آیا۔ میں نے اللہ سے تجارت کی۔ وہ دو کے
بدلے بیس دیتا ہے۔ میں نے روٹیاں اس کے راہ میں دے دیں مجھے یقین تھا۔ اللہ تعالیٰ ضرور

بیس روٹیاں دے گا۔ کنیز آئی میں نے گنیں اٹھا رہے تھیں۔ یہ کمی نہیں ہو سکتی تھی۔ میں نے واپس کر دیں۔ یہ حساب میں غلطی کی وجہ سے تھیں۔ بیس آئیں تو تمہارے لئے حاضر کر دیں۔

ایک بار بصرے کے چند مسخرے از رہ مذاق حضرت رابعہ کے پاس آئے۔ اور کہنے لگے۔

رابعہ مردوں کو اللہ تعالیٰ نے تین ایسی فضیلتیں دی ہیں۔ جن سے عورتیں محروم ہیں

۱۔ مرد کامل العقل ہوتے ہیں۔ جب کہ عورتوں کو ناقص العقل قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے

دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے۔

۲۔ عورتیں ناقص الدین ہوتی ہیں۔ ہر ماہ انہیں چند دن غار سے محروم رہنا پڑتا ہے۔

۳۔ آج تک کوئی عورت پیغمبری کے منصب پر فائز نہیں ہوئی۔

حضرت رابعہ بصریہ نے ان لوگوں کی باتوں کو سنا۔ اور فرمایا عورتوں کو تین ایسی فضیلتیں عطا

کی ہیں جن سے مرد محروم ہیں۔

۱۔ آج تک کسی عورت نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔

۲۔ عورتوں کے ہاں محنت نہیں ہے۔ یہ خاصہ صرف مردوں کے لئے ہے۔

۳۔ مردوں میں جتنے انبیاء۔ اولیاء۔ صدیق اور شہداء ہوئے ہیں عورتوں نے جنے ہیں اور

انہوں نے ہی انہیں پرورش کیا ہے۔

حضرت رابعہ ابھی سن بوعثت کو نہیں پہنچی تھیں۔ کہ آپ کے والدین انتقال کر گئے۔ ان

دنوں ملک میں قحط پڑا ہوا تھا۔ آپ کی دوسری بہنیں بتلاش رزق کے لئے ادھر ادھر چلی گئیں حضرت

رابعہ بھی بصرہ سے نکلیں۔ کسی سفاک آدمی نے آپ کو پکڑا۔ اور فروخت کر دیا۔ رابعہ نئے مالک کے

پاس خدمت گزاری میں مصروف رہیں۔ رات کو اللہ کی عبادت میں مشغول ہوتیں ایک رات حضرت

رابعہ سجدہ میں سر رکھے اللہ کی بارگاہ میں رو رو کر التجا کر رہی تھیں۔ اے اللہ۔ تو جانتا ہے۔

کہ اگر میرا اختیار ہوتا۔ اور آزاد ہوتی۔ تو تیری اطاعت و عبادت میں ذرہ بھر بھی کوتاہی نہ کرتی

لیکن مجھے ایسے شخص کی خدمت گزاری کے لئے بھی وقت دینا پڑتا ہے۔ جو تیرے مقام سے

نادانگہ ہے دعا کے دوران آپ کے سر پر ایک چراغ معلق ہوتا اور خود بخود روشنی پھیلا رہا تھا حضرت رابعہ کے مالک نے حضرت رابعہ کو اس حالت میں دیکھا۔ بے بند سے اٹھ بیٹھا۔ بڑا متفکر تھا۔ اور دل میں سوچنے لگا۔ میں ایسی نیک بی بی کو اپنی خدمت میں مصروف رکھتا ہوں۔ یہ کسی طرح مناسب نہیں۔ مجھے تو ان کی خدمت کرنا چاہیے۔ دوسرے دن صبح کے وقت حضرت رابعہ کو بلا یا۔ آزادی کا پروانہ دیا۔ حضرت رابعہ ایک صحرا میں چلی گئیں اور ہمہ وقت یاد خداوندی میں بسر کرنے لگیں۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس میں کبھی کبھی حاضر ہوتیں۔ حضرت خواجہ بھی آپ سے نہایت شفقت فرماتے۔

ایک دن آپ اپنے حجرے میں مشغول بعبادت تھیں۔ بڑی تھکی ہوئی تھیں۔ بے خوابی اور تھکاوٹ نے اثر کیا سو گئیں۔ رات کو چور آیا۔ آپ کی چادر پر ہاتھ ڈالا۔ اور باہر جا گئے لگا لگا۔ راستہ نہ ملا۔ چادر چھوڑ دی۔ دروازہ نظر آ گیا۔ مگر پھر لالچ نے مجبور کیا۔ چادر کھینچی۔ مگر راستہ نہ ملا۔ وہ بار بار ایسا کرتا رہا۔ آخر کار حجرے کے ایک کونے سے آواز آئی۔ کہ حیران ہونے کی کوئی بات نہیں۔ اس نے اپنے آپ کو ہمارے پُرد کیا ہے ہم اس کی چادر کی خود حفاظت کریں گے۔ تم تو چور ہو۔ یہاں ابلیس جیسی طاقت کو ہمت نہیں ہوتی کہ نقصان پہنچا سکے۔ یاد رکھو۔ اگر ایک سوتا ہے تو دوسرا دوست کی نگرانی میں جاگتا ہے۔

ایک دفعہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اپنے چند دوستوں کو لے کر حضرت رابعہ بصری کے گھر گئے۔ اس وقت حضرت رابعہ کے گھر چراغ نہیں تھا۔ بہانوں کی ہولت کے لئے آپ نے اپنی انگشت شہادت کو اپنے لبوں سے پھویا اور چراغ کی طرح روشن کر دیا اور اس طرح صبح تک چراغ جلتا رہا۔

ایک دن خواجہ حسن بصری نے رابعہ بصریہ کو مشورہ دیا کہ نکاح کر لو۔ رابعہ نے کہا نکاح کی ضرورت تو جسم کو ہوتی ہے۔ میں تو اپنے جسم کو فنا فی اللہ کر چکی ہوں۔ جب حضرت رابعہ کی موت کا وقت قریب آیا۔ آپ صاحب فراموش تھیں۔ اکابران

وقت آپ کی عیادت کے لئے پہنچے۔ کہنے لگی۔ اٹھو! میرے پاس اللہ کے رسول (فرتے) آرہے ہیں انہیں بیٹھنے کی جگہ دو۔ لوگ اٹھے۔ آواز آئی۔ يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطَهَّنَةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكَ رَاضِيَةً مُّسْرِيَةً، فَأَدْخُلِي فِي عِبَادِي وَأَدْخُلِي جَنَّتِي اس کے بعد کوئی آواز نہ آئی۔ لوگ پھر آپ کے پاس آئے۔ دیکھا۔ کہ آپ کا روح قفس عنقریب سے پرواز کر چکا ہے۔

حضرت رابعہ کی وفات ۱۸۵ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار آج تک بصرہ میں زیارت گاہ

فلانت ہے۔

رابعہ چوں زین جہاں چاروبو - رفت در دبار جنت یافت بار
سال تاریخش ز مسکیناں بگو - بار مسعودہ بنواں اے باوقار

۱۸۵ھ

۱۸۵ھ

والد کا نام حسن بن زید تھا۔ آپ قدیم محدث تھیں۔ مصر میں
بی بی نفیسه قدس سرہا پید ہوئی۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مصر گئے تو آپ
سے احادیث کی سند حاصل کی۔ حضرت امام شافعی کا انتقال ہوا تو آپ کا جنازہ بی بی نفیسه کے
گھرے جایا گیا پھر تدفین ہوئی۔ آپ کی وفات ماہ رمضان ۲۰۹ھ میں ہوئی۔

چونکہ معصومہ زبان نفیہ - شد ز عالم بجنّت الا علی
رحلتش جو ز لفظ صدیقہ - بار لفظش مقدسہ فرما

۲۰۹

۲۰۹

آپ خراسان کی عارفات میں سے تھیں۔ مکہ معظمہ کی
فاطمہ نیشاپوریہ قدس سرہا - مجاور رہیں کبھی کبھی بیت المقدس کی زیارت کو بھی
جایا کرتی تھیں۔ حضرت بایزید بطامی رحمۃ اللہ کی بڑی تعریف فرمایا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے
تھے۔ اور کہا کرتے تھے "میں نے ساری عمر میں ایک مرد اور ایک عورت دیکھی ہے۔ عورت

فاطمہ نیشاپوریہ ہیں۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا۔ آپ کے نزدیک اس زمانے میں مرد حق اور بندگان ترین شخصیت کونسی ہے۔ آپ نے فرمایا: میں مکہ معظمہ میں ایک عورت کو دیکھا ہے۔ جس کا نام فاطمہ نیشاپوریہ ہے۔ آپ ضم معانی قرآن کو واضح طور پر بیان فرمایا کرتی تھیں۔ اور مجھے ان کا انداز بیان بڑا پسند آتا ہے:

سفینۃ الاولیاء کے مصنف نے آپ کا سال وفات ۲۲۳ھ لکھا ہے۔

شد چو از دنیا بفرسوس بریں - صوفیہ والا ولیہ فاطمہ

بہر سال ارتحال آل جناب - شدند از دل جمیلہ فاطمہ

۵۲۲۳

نیز وصل روز اکبر شہ عیاں - باز دل آگاہ جمیلہ فاطمہ

۵۲۲۳

۵۲۲۳

آپ کا مات۔ عارفات۔ فاضلات اورواصلات میں سے

بی بی تحفہ قدس سرہ: جس میں حضرت سری سقلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک

رات بڑا مضطرب تھا۔ مجھے رات بھر مزیندہ نہ آئی میں اٹھا۔ اور گھر سے باہر جانکلا۔ میں نے

سرکاری ہسپتال رشافانا کا رخ کیا۔ تاکہ وہاں مصیبت زدہ لوگوں کو دیکھ اپنا اضطراب

اور غم ہلکے کر سکوں۔ مجھے وہاں ایک ایسی لڑکی دکھائی دی جو حسی صورت سے مزین تھی۔ خوبصورت

کپڑے پہنے ہوئے تھی۔ اور اس سے مہک آ رہی تھی لیکن بایں ہمہ اس کے دونوں ہاتھ پاؤں

بندھے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی زار و قطار رونے لگی۔ اور بڑے دردناک اشعار پڑھنے

لگی۔ میں نے ہسپتال کے نگران سے پوچھا۔ کہ یہ کون لڑکی ہے۔ اس نے بتایا۔ یہ ایک امیر آدمی

کی کنیز ہے جو پاگل ہو گئی ہے۔ اس امیر آدمی نے اسے ہسپتال میں داخل کرایا ہے اور اس

کے ہاتھ پاؤں باندھ رکھے ہیں۔ میں نے لڑکی سے حال پوچھا۔ تو اس نے مجھے چند اور اشعار

ناتے جن میں تو جید معرفت بھری ہوئی تھی۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ پاگل نہیں، یہ تو عاشقاں الہی میں سے ہے میں اس کی حالت زار پر بڑا سوچا۔ مجھے پوچھنے لگی کہ سقظی تم کیوں رو رہے ہو۔ میں نے پوچھا تمہیں میرا نام کس نے بتایا ہے۔ کہنے لگی جس نے تجھے یہاں پہنچایا ہے۔ اسی نے مجھے نام سکھایا ہے۔ میں پھر ہسپتال کے نگران سے ملا۔ اور کہا۔ اس لڑکی کو چھوڑ دو۔ یہ بیمار نہیں ہے۔ اس نے میری بات سنی۔ اسے کھول دیا۔ اور کہا تم یہاں چاہو جا سکتی ہو۔ وہ کہنے لگی بہسری! میں کیسے جا سکتی ہوں۔ میں ایک امیر آدمی کی کینز ہوں۔ میرے حقیقی مالک نے ایک مجازی مالک کے قبضہ میں دے رکھا ہے اگر وہ اجازت دے دے تو میں چلی جاؤں گی۔ ورنہ مجھے صبر کرنا ہوگا۔ ہم یہی باتیں کر رہے تھے کہ اس لڑکی کا مالک آپہنچا۔ اور اس نے ہسپتال کے نگران سے دریافت کیا کہ تحفہ کہاں ہے۔ اس نے بتایا۔ کہ فلاں کمرے میں ہے۔ اور میری سقظی اس کے پاس بیٹھے ہیں۔ وہ بڑا خوش ہوا۔ اندر آیا۔ مجھے سلام کیا۔ بڑی عقیدت سے پیش آیا۔ میری سقظی فرماتے ہیں۔ میں نے اس امیر آدمی کو کہا۔ یہ لڑکی عقیدت اور احترام کی مستحق ہے۔ یہ کس گناہ کی پاداش میں پابند سلاسل ہے۔ اس نے بتایا۔ یہ پاگل ہو گئی۔ نہ کھاتی ہے۔ نہ سوتی ہے حتیٰ کہ اس نے میری بھی نیند حرام کر دی ہے۔ میری زندگی کا سارا اثاثہ ہی ایک لڑکی ہے۔ میں نے اسے بیس ہزار روپیہ دے کر خریدا تھا۔ مجھے امید تھی کہ خوش شکل ہے خوش اندام ہے۔ پھر خوش آواز ہے۔ یہ مجھے سکوں دے گی۔ اگر فروخت کروں گا تو نفع دے گی۔ ایک رات یہ گانا گاتا رہی تھی۔ ناگاہ رونے لگی۔ ساز توڑ دینے۔ اور دیوانہ ہو گئی۔

حضرت سقظی رحمۃ اللہ علیہ نے اس امیر آدمی کو کہا۔ کہ اس کینز کی قیمت مجھ سے وصول کرو۔ بلکہ کچھ نفع بھی لے لو۔ وہ کہنے لگا۔ آپ ایک درویش انسان ہیں۔ اتنا روپیہ کہاں سے ادا کرو گے حضرت سقظی نے فرمایا تم یہاں ٹھہرو۔ میں روپیہ لاتا ہوں خود روتے روتے اپنے گھر گئے۔ اس وقت آپ کے پاس ایک روپیہ بھی نہ تھا۔ اللہ کی بارگاہ میں گر پڑے روتے روتے

کہنے لگے۔ اے اللہ! میں نے اس دنیا دار سے خالی ہاتھ سودا کر لیا ہے۔ مجھے اس کے سامنے
 شرمسار نہ کرنا اسی وقت کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ اٹھے تو دیکھا کہ آپ کا ایک دوست تھا
 اور کہنے لگا۔ آج مجھے خواب آئی ہے۔ اور ہاتھ نے آواز دی ہے کہ سونے سے بھری ہوئی چند
 تھیلیاں لے جا کر آپ کی خدمت میں پیش کروں۔ اور آپ کو خوش کر دوں۔ تاکہ وہ تحفہ کو خرید سکیں۔
 حضرت سری سقطی فرماتے ہیں۔ اُس کی بات سن کر میں سجدہ میں گر پڑا۔ سونے سے بھری ہوئی تھیلیاں
 اٹھائیں اور ہسپتال اس امیر آدمی کے سامنے ہا رکھیں۔ ہسپتال کے نگران نے دیکھتے ہی کہا۔
 سقطی۔ مرجبا! آؤ۔ تحفہ تو اللہ کی نیک بزرگ ہے اس کا مرتبہ بڑا بلند ہے۔ مجھے آج ہی ہاتھ
 نے آواز دی ہے۔ کہ تحفہ پہلوی برگزیدہ بندیوں سے ہے یاد رکھو۔ اسے کوئی تکلیف نہ ہو۔
 اسی اثنا میں تحفہ کا مالک آگیا۔ وہ رو رہا تھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ رونا کیسے ہے۔ میں تحفہ کی قیمت
 اس پر تمہارا منافع پیش کرنے آیا ہوں۔ میں قیمت کے علاوہ پانچ ہزار نفع دے رہا ہوں
 وہ کہنے لگا۔ میں نے اسے اللہ کے لئے آزاد کر دیا ہے۔ آپ گواہ رہیں۔ میں سارے مال
 سے دستبردار ہو رہا ہوں۔ مجھے اگر چہ رات ہاتھ نے سرزنش کی ہے اور حکم ہوا ہے کہ تم
 تو اس دنیا سے ہماری طرف آرہے ہو۔ کینزوں کی خرید و فروخت میں کیا لوگے۔ ہسپتال
 کے نگران نے کہا۔ میں بھی آج سے تمام مال و دولت سے دست بردار ہوتا ہوں۔ اس کا نام
 احمد بن متنی تھا۔ وہ یاد الہی میں مشغول ہو گیا۔

تحفہ آزادی حاصل کرنے کے بعد اپنے خوبصورت کپڑے اتار دیئے اور غریبوں کو دے
 دیئے اور خود بوریہ پہن لیا۔ اور دیکھتے دیکھتے گم ہو گئی۔ حضرت سری سقطی فرماتے ہیں میں نے
 اسے تلاش کیا مگر وہ سارے شہر میں کہیں نہ ملی۔ کچھ عرصہ کے بعد میں نے حج کا ارادہ کیا احمد
 بن متنی اور وہ امیر آدمی جس نے تحفہ کو آزاد کیا تھا۔ بھی میرے رفیق سفر ہے۔ ہم تینوں سفر
 حج پر روانہ ہوئے۔ احمد تو راستے میں فوت ہو گئے۔ اور تحفہ کا سابقہ مالک بیت اللہ شریف
 پہنچے طواف کرتے کرتے ایک طرف سے مجھے ایک دردناک آواز سنائی دی۔ اس آواز سے

کان آٹنا تھے۔ وہ وہی شعر پڑھ رہی تھی۔ جو میں نے کبھی سنے تھے۔ میں اس آواز کے پاس گیا۔ دیکھا۔ تو ایک خستہ حال عورت بیٹھی تھی۔ مجھے کہنے لگی سرتی ہتھارا کیا حال ہے۔ مجھے پہنچاؤ۔ میں وہی تحفہ ہوں۔ جسے تم نے آزاد کر دیا تھا۔ حضرت سرتی فرماتے ہیں۔ تحفہ اپنی جوانی اور صحت سے محروم ہو چکی تھی۔ ضعیف بیمار اور نحیف تھی۔ میں نے کہا۔ تم نے ہم سے بھاگ کر کیا کھمایا۔ کہنے لگی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی قربت کی قوت دی ہے اور اپنے غیروں سے بے نیاز کر دیا میں نے کہا، ہسپتال کے نگران احمد بن منشی بھی آرہے تھے۔ وہ تو راستہ میں فوت ہو گئے کہنے لگی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ اسے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتوں سے اتنا مالا مال کیا ہے کہ کوئی آنکھ آج تک نہیں دیکھ سکی تھی۔ وہ بہشت میں میرا ہمسایہ ہے۔ اور خوش خوش رہتا ہے میں نے کہا ہتھارا آقا بھی امسال میرے ساتھ حج کرنے آیا ہے۔ اس نے آنکھیں اٹھا کر دیکھا زریب دعا کی۔ اور کعبۃ اللہ کے سامنے ہی گر پڑی۔ میں نے دیکھا کہ اس کا وصال ہو چکا ہے! میر آدمی نے جب اُسے مردہ دیکھا۔ تو اس کی لاش پر گر پڑا۔ اور رونے لگا۔ میں نے اسے اٹھانا چاہا مگر وہ بھی فوت ہو چکا تھا۔ میں نے ان دونوں کی تجہیز و تکفین کی اور وفادیا۔

یہ واقعہ ۲۲۵ھ میں ہوا تھا۔

تحفہ آن والی ولایت دل - بود عالی ولیہ مسعودہ
رحلتش زندہ دل ولیہ خواں - نیز ندا محب مسعودہ

۵۲۲۵

۵۲۲۵

آپ ممتاز ولی اللہ شیخ ابی عبد اللہ خفیف رحمۃ اللہ علیہ کی بی بی ام محمد قدس سرہا۔ والدہ ماجدہ تھیں اپنے وقت کی صالحات و قانات میں سے تھی۔ ان کے مشاہدات اور مکاشفات معروف زمانہ ہیں اپنے بیٹے کے ساتھ حجاز کے سفر میں گئیں۔

ایک بار شیخ عبد اللہ خفیف رمضان کے آخری عشرہ کے دوران قیام الیل کیا کرتے تھے

شب قدر کی سات کو کوشش کی کہ لیلۃ القدر کے انوار سے مستفیض ہوں۔ چنانچہ چھت پر نماز ادا کر رہے تھے۔ آپ کی والدہ اپنے حجرہ میں بیٹھیں اپنے پے کی اس نیک تنار پر متوجہ تھیں۔ ناگاہ اس رات کے انوار نمودار ہوئے۔ آواز دے کر کہنے لگیں۔ بیٹا جو چیز تم چھت پر تلاش کرنے بیٹھے ہو۔ مجھے حجرے میں نصیب ہو گئی ہے۔ حضرت خنیف چھت سے نیچے آئے اور والدہ کے حجرے میں شب قدر کے انوار کو پالیا۔ اور والدہ کے قدموں پر گر پڑے۔

اُمّ محمد کا انتقال ۵۳۱۲ھ میں ہوا۔

حضرت ام ولد والیہ - شد چو از دنیاے دُول اندر جہاں
ارتحال او چو جسم از خسرو - گفت دل معصومہ دل آگاہ خواں

آپ کا نام نامی سلیمانہ تھا۔ والد کا اسم گرامی حسین بن
بی بی اُمّہ الواحد قدس سرہا۔ اسماعیل تھا آپ علوم تفسیر اور فقہ میں یگانہ روزگار
تھیں۔ حدیث اور فرائض میں اپنا تانی نہ رکھتی تھیں۔ آپ کو امامہ کا خطاب ملا تھا۔ ماہ رمضان المبارک
۵۳۱۲ھ میں ہوئی جب کہ نوے سال کی عمر تھی۔

امّہ الواحد ولیہ باوتار - یافت از دنیا چو باحق اتصال

بادشاہ دین بگو تا ریخ او - قطبہ دوراں نجاں سال وصال

آپ کے والد گرامی کا نام نامی قاضی ابو بکر بن کامل
بی بی اُمّہ اسلام قدس سرہا۔ بن خلف تھا۔ آپ حضرت شیخ محمد اسماعیل اجلانی کی
شاگردہ تھیں۔ بڑے فضائل اور کمالات کی مالک تھیں۔ شیخ زاہدی اور ابو علی قدس سرہا آپ
کے ہی شاگرد تھے۔ آپ ظاہری اور باطنی علوم میں عاملہ اور کاملہ تھیں۔

سکینۃ الاولیاء نے آپ کی ولادت ۵۳۱۸ھ اور وفات ماہ رجب المرجب ۵۳۹۵ھ میں لکھی ہے

شہ عفت ولیہ اُمّ اسلام - کہ آمد ختم بر دے نام تفصیل

تولیدش سلیمہ اُمّ اسلام - بگو سرور فقیر سالِ ترحیل

آپ کے والد ماجد کا نام شاقور تھا۔ آپ حافظ قرآن
 بی بی میمونہ واعظہ قدس سرہا :- تھیں اور بے نظیر واعظہ تھیں۔ ایک دن وعظ فرما
 رہی تھیں۔ فرمانے لگیں کہ انسان اپنے لباس کو حلال کے مال سے تیار کرے۔ اور پہن کر
 گناہ سے اجتناب کرے تو وہ لباس جلدی نہیں پھٹتا۔ میں نے جو پیرا بن پہن رکھا ہے۔ یہ
 میری والدہ نے تیار کیا تھا مجھے ستائیس سال ہو گئے ہیں کہ پہنا تھا۔ مگر آج تک ویسے ہی
 نیا معلوم ہوتا ہے۔

آپ کے ایک بیٹے شیخ عبدالغفور نقل کرتے ہیں کہ ہمارے گھر کی ایک دیوار بڑی
 پرانی تھی اور بوسیدہ تھی۔ مجھے ہر وقت خطرہ رہا کرتا تھا کہ اچھی گری۔ میں نے ایک بار اپنی والدہ
 سے کہا اس دیوار کو از سر نو بنالیا جائے۔ تاکہ گر نہ پڑے۔ میری والدہ نے ایک کاغذ کا ٹکڑا
 لیا۔ اس پر کچھ لکھا اور مجھے کہا کہ اسے دیوار پر چسپان کر دو۔ میں نے ایسا ہی کیا یہ دیوار
 بیس سال تک ویسے ہی رہی۔ میری والدہ فوت ہو گئیں میں نے ایک دن وہ کاغذ
 دیوار سے اُتار دیا۔ کاغذ اتارا ہی تھا۔ کہ دیوار گر پڑی
 بی بی میمونہ کا انتقال ۳۹۵ھ میں ہوا تھا۔

حضرت میمونہ آن بیدار دل - رفت از دنیا چو درخسدریں
 بہر سال ارحمال آن جناب - شدرواں از عقل دریائے یقین

والد کا اسم گرامی محمد بن علی بن عبداللہ تھا۔ آپ ابن معول
 بی بی ام محمد قدس سرہا :- کی مجلس کی فیض یافتہ تھیں۔ صدق و صلاح اور ورع و
 تقویٰ میں یگانہ روزگار تھیں۔ زہد و ریاضت میں بے مثال تھیں۔ آپ کی ولادت بلعادت
 ۳۷۴ھ میں ہوئی اور وفات حسرت آیات ۳۶۶ھ میں ہوئی۔

آپ کا مزار حضرت ابن معول کے پہلو میں ہے۔

حضرت اُمّ محمد اُمّ دین - ساکھ بودست در راه خدا
طاہرہ محبوبہ کامل بگو - سال تویدش بقول اصفیاء

۵۳۷۴

رطنتش معصومہ صدیقہ است - شد بدل از ہاتف غیبی ندا

۵۳۶۰

آپ کبار عارفات و صالحات میں
بی بی سیدہ خدیجہ واعظہ قدس سرہا: تھیں حضرت غوث الاعظم یہ نا
عبدالعا در جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی پھوپھی تھیں۔ کہتے ہیں ایک بار جیلان میں خشک سالی ہو
گئی۔ لوگ بارش کے لئے دعا کرنے باہر نکلے۔ دعا کی مگر بارش نہ ہوئی۔ آخر کار تمام لوگ
حضرت بی بی خدیجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بارش کے لئے دعا کی درخواست کی آپ
انھیں۔ اپنے صحن میں چھاڑو دیا۔ اور کہنے لگیں۔ یا اللہ! میں نے چھاڑو دے دیا ہے۔ اب
اس پر آب پاشی تو فرما دے! اسی وقت بادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا۔ اتنی بارش ہوئی کہ
تمام علاقہ سیراب ہو گیا۔

آپ ۳۷۵ھ میں ۴۳ سال کی عمر میں فوت ہوئیں۔

چل خدیجہ سیدہ باغرد جاہ - یافت از دنیا بقرب حق وصال
عاشقہ تحریر کن ترمیصل او - محرم حق سیدہ وال ارتحال

۵۳۷۶

۵۳۷۶

آپ کے والد کا اسم گرامی احمد بن محمد بن ابی حاتم
بی بی کریمہ مروزیہ قدس سرہا: تھیں۔ آپ بڑی عالمہ۔ عابدہ اور بزرگ تھیں صوری
اور معنوی رموز کی جامع تھیں۔ ظاہری اور باطنی علوم میں یکتا تھیں۔ حدیث کا درس دیا کرتی
تھیں۔ آپ کی وفات ۳۶۳ھ میں ہوئی تھی۔

سفینۃ الاولیاء میں تذکرۃ النساء کے حوالے سے سالِ وفات ۱۲۶۵ھ لکھا ہے۔

چول کریمہ مکرمہ اہلسل کرم - رفت از دنیا بخسبہ جاودان
شد ز دل زاہد بدیعہ عارفہ - سرور سال وصالِ اوعیال

۵۴۶۶

والد کا اسم گرامی حسین بن حسن تھا۔ آپ کی مجلس میں

بی بی فاطمہ واعظہ قدس سرہا :- نیک عورتیں آئیں اور آپ کے وعظ سے فیض آیا

ہوئی تھیں۔ آپ کی وفات ۱۲۶۵ھ میں ہوئی۔

فاطمہ چول از جہاں پڑ فنا - رفت با حق یافت جنت در وصال
فاطمہ منصور گو تاریخ او - ہم بخواں مشوقہ سال ارتحال

۵۵۲۱

سیدہ عالی قدر تھیں زہد و ریاضت میں کمال

فاطمہ بنت نصر بن عطار قدس سرہا :- رکعتی تھیں۔ مجاہدہ میں مقام بلند کی مالک

تھیں۔ بڑے مدارج پر فائز تھیں کہتے ہیں اپنی ساری زندگی میں صرف تین بار گھر کی چار دیواری

سے باہر قدم رکھا۔ آپ کی وفات ۱۲۶۳ھ میں ہوئی

فاطمہ عالمہ کنز فضل خولیش - بڑوز دنیا کش بخت خدا

سال وصالش چو بستم ز دل - گفت بگو مشفقہ اولیا

آپ حضرت شیخ نظام الدین ابوالموید قدس سرہ کی

بی بی سارہ قدس سرہ :- والدہ تھیں۔ ریاضت و عبادت میں بے نظیر تھیں۔

فقہیہ اور بزرگ تھیں۔

ایک بار دہلی میں بارش کی کمی سے خشک سالی ہو گئی۔ خلق خدا حضرت شیخ نظام الدین

ابوالموید کی خدمت حاضر ہوئی۔ حضرت شیخ منبر پو تشریف فرما ہوئے۔ اللہ کے حضور میں

انجائے باران کرتے وقت اپنی والدہ ماجدہ کا ایک پرانہ کپڑا اپنی جیب سے نکالا۔ اور اپنے ہاتھوں پر رکھ لیا اور کہنے لگے۔ اے اللہ۔ اپنی نیک بندی کے اس کپڑے کی طینت ہمیں ناامید نہ فرما۔ اور بارش بھیج دے دعا کے فوراً بعد بادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا اور شدید بارش ہوئی۔

حضرت بی بی سارہ کا سال وفات ۶۳۸ھ تھا۔ آپ کا مزار دہلی میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ کے متصل ہے۔

رفت چوں سارہ زین جہان فنا - گشت در جنت حسنا والی
گفت تاریخ رحلتش سرور - قدس اللہ سرہ العالی

۶۳۸ھ

آپ اپنے زمانہ کی صالحات۔ قاتات۔ اور عارفات بی بی فاطمہ سام قدس سرہ ۱۰۰۰ میں سے تھیں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء اور دوسرے بزرگان جنت کے ملفوظات میں آپ کا ذکر ملتا ہے کہتے ہیں کہ حضرت سلطان المشائخ بی بی فاطمہ کے روضہ میں بہت مشغول ذکر رہا کرتے تھے حضرت فرید الدین گنج شکر فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فاطمہ سام کو عورتوں کی شکل میں مردحت بنا کر بھیجا ہے آپ کو حضرت شیخ مسعود شکر گنج اور شیخ نجیب الدین ترک سے رابطہ تھا اخبار الاخبار میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین دہلوی فرمایا کرتے تھے کہ بی بی فاطمہ سام بڑی صاحب تقویٰ اور باصلاحیت عورت تھیں وہ نہایت بوڑھی ہو چکی تھیں جب میں نے انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ ایک محبوب خدا عورت تھیں۔ بعض اوقات مناسب احوال خود اشعار کہتیں۔ ان کا ایک شعر مجھے ابھی تک یاد ہے۔

ہم عشق طلب کنی وہم جاہ بخواہی - ہر دو طلبی ادے یسر نشود

آپ ۶۴۲ھ میں فوت ہوئیں۔ آپ کا مزار دہلی کے قرب و جوار میں ہے۔

جناب فاطمہ خاتون فردوس - چو از دنیا بخت یافت آرام
بسال ارتحال آل شہدین - خود فرمود پیر فاطمہ سام

۵۶۴۳

حارفہ زمان تھیں مستجاب

نبی بی قرسم والدہ فرید الدین گنج شکر قدس سرہا: الدعوات تھیں زبان
سے جو فرماتی پورا ہو جاتا۔ صاحب سیر الاولیاء۔ اخبار الاخیار۔ معارج العلامت فرماتے
ہیں کہ حضرت فرید شکر گنج قدس سرہا ہنسی سے ابو دہن (شکر گنج) آئے۔ اور قیام فرما
ہوئے تو شیخ نجیب الدین متوکل کو ہنسی روانہ فرمایا۔ تاکہ اپنی والدہ کو اپنے ساتھ ابو دہن
لے آئیں۔ شیخ نجیب الدین وہاں پہنچے۔ دوران سفر عین صحرا میں والدہ کو پانی کی ضرورت ہوئی
اپنے بیٹے سے پانی مانگا۔ مگر وہاں پانی کہیں نہیں تھا۔ شیخ نجیب الدین نے والدہ ضعیفہ کو ایک
درخت کے سایہ میں بٹھایا اور خود پانی کی تلاش میں ادھر ادھر پھرنے لگے۔ واپس آئے تو والدہ
کو وہاں نہ پایا۔ بڑے حیران ہوئے پریشانی کے عالم میں ادھر ادھر بھاگے۔ مگر نہ مل سکیں حضرت
گنج شکر مسعود رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صورت حال نہایت پریشانی میں
بیان کی۔ آپ نے فرمایا۔ ارواح طیبہ کے لئے کلام اللہ پڑھا جائے۔ غریب و مساکین کو طعام کھلایا
جائے۔ شیخ نجیب الدین نے ویسا ہی کیا۔ ایک عرصہ گزر گیا۔ والدہ نہ ملیں۔ ایک بار اسی راہ میں
دوران سفر حضرت شیخ نجیب الدین کا گزرا اسی درخت کی طرف ہوا۔ دل میں سوچ رہے تھے
کہ اتنا عرصہ ہوا۔ والدہ کا کوئی پتہ نہیں چلا۔ شاید اس صحرا میں کوئی نشان یا ہڈیاں ہی مل جائیں
پھرتے پھرتے ایک جگہ پہنچے۔ چند انسانی ہڈیاں نظر آئیں خیال آیا۔ ہونہ ہونہ میری والدہ کی
ہڈیاں ہوں گی۔ کسی شیر یا درندے نے انہیں ہلاک کر دیا ہو گا۔ ان ہڈیوں کو جمع کیا۔ انہیں
اپنے تھیلے میں ڈالا اور حضرت فرید شکر گنج کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا حال سنایا۔ آپ
نے فرمایا۔ وہ ہڈیاں میرے سامنے لاؤ وہ تھیلہ اٹھالائے جھاڑا۔ تو وہ بالکل خالی تھا۔ بڑے

حیران ہوتے والدہ کی گمشدگی اور پھر بڑیوں کی گمشدگی کا واقعہ بڑا عجیب و غریب تھا۔
آپ ۱۹۴۳ء میں فوت ہوئیں۔

زونیارفت در سردوس والا - چوآن ام العشرید عالی عطیہ
پے تاریخ وصل آن صفائش - نداگر دید لاثانی ولیہ

۵۶۴۳

آپ حضرت خواجہ نظام الدین دہلوی سلطان المشائخ قدس
بی بی زینب خاتون سرہا سہ کی والدہ بزرگوار تھیں، بڑی بزرگ، صالحہ صاحبہ عفت
و عمت عورت تھیں حضرت سلطان المشائخ فرمایا کرتے تھے میری والدہ کے سامنے کوئی مشکل
کام آتا۔ تو اس کا نتیجہ انہیں پہلے ہی معلوم ہو جایا کرتا تھا۔ میرا اپنا بھی زندگی بھر یہ معمول رہا ہے
کہ اگر مجھے کوئی مہم یا مشکل درپیش آتی تو میں اپنی والدہ کی قبر پر چلا جاتا۔ مشکل پیش آتا۔ ایک
ہفتہ یا کم از کم ایک ماہ میں مشکل حل ہو جاتی تھی۔

اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ جن دنوں سلطان علاء الدین خلجی حضرت سلطان المشائخ کے
خلاف ہو کر ایذا رسانی پر آمادہ ہوا تو اس نے حکم دیا کہ سلطان المشائخ پر جہنم کی پہلی تاریخ
در بار میں پیش ہو کر میں در نہ میں سخت سزا دوں گی۔ یہ حکم سنتے ہی حضرت اپنی والدہ مرحومہ کے مزار
پر حاضر ہوئے۔ اور کہا۔ بادشاہ دلی طود پر مجھے نقصان پہنچانے اور ایذا رسانی کے دوپے ہے
اگر پہلی تاریخ تک میرا کام نہ ہوا۔ تو میں مزار پر آنا بند کر دوں گا۔ حضرت نے فرزندانہ ناز سے یہ
بات تو والدہ کی بارگاہ میں کہہ دی۔ مگر دوسری طرف پہلی تاریخ کو سلطان قطب الدین اپنے امیر
خسرو خان کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ یکم ماہ جمادی الاخری
والدہ کا یوم وفات تھا۔ میں نے ایک ماہ قبل دیکھا کہ والدہ کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح
دھمک رہا ہے۔ میں دیکھتے ہی والدہ کے قدموں پر گر پڑا۔ یہ چاند کی پہلی تاریخ تھی۔ ماہ نور مبارک
پیش کی۔ میری والدہ نے مجھے اٹھایا اور بلا تامل کہا اگلے ماہ کس طرح مبارک دوں گے میں سمجھ

گیا۔ والدہ کی وفات کا وقت آپہنچا ہے۔ میں کانپ گیا میرا دل بیٹھ گیا اور میری آنکھوں سے آنسو نہ نکلے۔ میں نے کہا مجھے کس کے حوالے کئے جا رہی ہو، فرمانے لگیں۔ کل بتاؤں گی اور حکم دیا کہ رات شیخ نجیب الدین کے گھر گزارو۔ میں وہاں چلا گیا۔ رات کے آخرین حصہ میں ایک خادمہ آئی اور کہا۔ تمہاری والدہ مہتیں یاد فرما رہی ہیں کہنے لگیں تم نے کل جو بات پوچھی تھی۔ اس کا جواب سن لو۔ اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھاؤ۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور آسمان کی طرف اٹھا کر کہنے لگی۔

”اے اللہ میں اپنے بیٹے کو تمہارے حوالے کرتی ہوں“ یہ کہتے ہی واصل بحق ہو گئیں۔
 آپ جمادی الاخر کی یکم تاریخ ۶۴۸ھ کو فوت ہوئیں۔ آپ کا مزار حضرت شیخ نجیب الدین متوکل قدس سرہ کے مزار کے پہلو میں دہلی میں ہے۔

حضرت ام نظام الدین ولی ۔ رفت از دنیاے دوں اندر خباں

نام نامی آتش زینجا گفتمہ اند ۔ شد زینجا سال وصل اوبیان

۵۶۴۸

آپ اپنے وقت کی صالحات میں سے تھیں۔ دہلی میں سکونت
 بی بی اولیاء قدس سرہ :- رکھتی تھیں صاحب الاخبار الاخیر نے لکھا ہے کہ آپ
 چالیس دن تک اپنے حجرے میں رہتیں۔ اسی دوران اپنے ساتھ چالیس کھجوریں رکھ لیتیں۔ چالیس دن
 مکمل ہوتے تو کھجوریں تمام کی تمام موجود ہوتیں۔

سلطان محمد تغلق آپ کا عقیدت مند تھا۔ آپ کی وفات ۶۵۵ھ میں ہوئی۔

رفت از دنیا چو در حنلد بریں ۔ عارفہ والا ولیہ اولیاء

ارتحال او چو جہتم از فرد ۔ مستقیہ گشت از رضوان ندا

۵۶۵۵

آپ حضرت رکن الدین ابوالفتح ملتانی قدس سرہ کی والدہ
 بی بی راستی قدس سرہ :- ماجدہ تھیں آپ بڑی عابدہ زاہدہ تھیں۔ راستی اور درستگی میں

یگانہ عصر تھیں۔ قرآن کی حافظ تھیں۔ ہر روز ایک قرآن پاک ختم کرتی تھیں۔ اپنے خسر حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہ سے نسبت بیعت تھی۔ آپ کا وصال ۶۹۵ھ میں ہوا۔ مزار ملتان میں پاک دروازہ کے باہر واقع ہے۔ جمعرات کو لوگ جوق در جوق فاتحہ خوانی کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ لیکن مردوں کو مزار کے اندر جانے کی اجازت نہیں ہے۔

راستی مخدومہ عالم کہ بود - راست رو چوں تیر اندر راستی

ہست مخدومہ وصال پاک او - سال ترحیلش چو از من خواستی

آپ خطہ کشمیر بے نظیر کی عارفہ کاملہ
عارفہ کاملہ بی بی لکھ کشمیری قدس سرہ تھیں۔ آپ بی بی ملالی کے نام سے
 شہرت رکھتی تھیں۔ کشف القلوب اور کشف قبور میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھیں۔ خواتین و کرامت
 میں اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھی۔ آپ کے والدین نے سلطان رنجو شاہ کے ساتھ
 اسلام قبول کیا تھا۔ اور حضرت جلیل شاہ کشمیری جنہوں نے وادی کشمیر میں اسلام پھیلایا تھا کی خدمت
 میں حاضر ہوئیں۔ بی بی لکھ بھی اپنے والدین کے ساتھ ہی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس وقت
 آپ کی عمر زسال تھی۔ حضرت جلیل شاہ نے آپ کو اپنی بیٹی بنا لیا۔ اور بڑی نظر شفقت رکھتے
 تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ لکھ بی بی۔ عارفہ کاملہ ہوں گی۔ آپ جوان ہوئیں۔ تو والدین نے
 آپ کی شادی ایک شخص سے کی۔ جو آپ کے مقام اور عرفان سے ناواقف تھا۔ بی بی لکھ ظاہر میں
 گھر کا کام کاج کرتیں مگر رات بھر یاد خداوندی میں مشغول رہتیں۔ دن کے وقت کام کے دوران
 میں یاد خداوندی سے غافل نہ ہوئیں۔ لیکن حتی الوسع کوشش کرتیں کہ ان کے مقام سے کوئی
 شخص واقف نہ ہو۔ مگر جب مجازب حقیقی نے اپنی طرف زیادہ کھینچا تو ظاہری امور خانہ داری
 سے دُور رہنے لگی۔ اس طرح آپ کے رشتہ دار اور خاوند آپ سے بیگانہ رہنے لگے تعلقات
 خراب ہو گئے۔ حتیٰ کہ آپ کے خاوند کو آپ سے دلی ناسازگی پیدا ہو گئی اور وہ دل ہی دل
 میں آپ سے کینہ رکھتا۔

ایک دن آپ چشمہ آب سے پانی کا گھڑا سر پر اٹھائے پانی لا رہی تھیں۔ غاوند چھپے سے آیا اور آپ پر زور سے ایک لالھی ماری۔ گھڑا ٹوٹ گیا۔ مگر اللہ کے حکم سے پانی منجمد ہو گیا۔ جو گھر لے آئیں۔ اور اسی پانی سے گھر کی ضروریات کو پورا کیا۔ صحرا میں جہاں پانی کے چند قطرے گرے وہاں سے چشمہ آب جاری ہو گیا۔

جس سے مخلوق خدا کو فائدہ پہنچے گا۔ آپ کی اس کرامت کو دیکھ کر لوگ جوق در جوق آپ کی زیارت کو آنے لگے دُور نزدیک مہرت ہوئی آپ کے گھر کے ارد گرد سینکڑوں ضرورت مند بیٹھے رہتے۔ اس صورت حال نے آپ کے معمولات پر اثر ڈالا۔ اور گھر کا سکون بھی درہم برہم ہو گیا آپ نے گھر سے مکمل طور پر ترک تعلقات کر لیا۔ اور یاد حق میں مشغول ہو گئیں۔ دن رات ویرانوں میں پھرتی رہتیں۔ اپنے اور بیگانوں سے رخ پھیر لیا۔ حتیٰ کہ کھانا اور پینا بھی چھوڑ دیا گیا۔ بیابانوں میں برف و باران کے دوران لباس اور خوراک سے بے نیاز گھومتی رہتیں۔ بے خور و خواب بادل پر بیچ و تاب لبر اوقات کرتیں۔ بسا اوقات حالت جذب و سکر میں عاشقانہ اشعار پڑھتی رہیں کشمیری زبان میں جو اشعار سنتا۔ بے خود ہو جاتا۔ آپ کو دنیا اور اہل دنیا تو کیا۔ اپنے آپ سے کی بھی خبر نہ ہوئی۔

ایک دن بی بی لعل حالت سُکر و مستی میں عریاں بازار میں گھوم رہی تھی۔ ناگاہ دُور سے حضرت بیل شاہ آتے دکھائی دیئے ڈر گئیں۔ اور چیخ کر کہنے لگیں لوگو مجھے کپڑے پہناؤ ویرد آ گیا۔ مرد آ گیا۔ میں ننگی ہوں مجھے شرم آتی ہے۔ بازار سے بھاگ کر ایک ماں بانی کی دکان میں گھس گئیں۔ وہاں ایک تنور گرم تھا۔ اس میں کود گئیں۔ اور آگ کے شعلوں میں جا بیٹھیں۔ لوگ دوڑے دوڑے آئے۔ کہ لعل بی بی جل گئی۔ دیکھا تو آپ تنور میں بڑے سکون سے بیٹھی ہیں۔ حضرت بیل شاہ بھی اس صورت حال کو دیکھ کر آئے۔ فرمایا اللہ بیٹی یہ کیا شور ہے۔ جو جہاں میں ڈال رکھا ہے۔ تنور سے باہر نکلو اور اپنا کام کرو۔ لہذا آپ کی بات سن کر تنور سے باہر نکل آئیں لوگوں نے دیکھا۔ کہ آپ کے جسم میں خوبصورت لباس بدن پر چادر اور سر پر سرخ رومال بندھا ہوا

ہے حضرت کو دیکھ کر کہنے لگیں۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ بازار میں تشریف لارہے ہیں تو کپڑے پہننے نہ بیسی ہو گئے تھے۔ مجھے اور کوئی جگہ نہ ملی تو میں آ بیٹھی۔

آپ ۱۷۷۷ء میں فوت ہوئیں۔ یہ زمانہ سلطان شہاب الدین بادشاہ کشمیر کا تھا۔ تواریخ اعظمی کے مؤلف نے آپ کی وفات کا واقعہ لکھا ہے کہ حسین جگہ آج جامع مسجد بجیارہ بنی ہوئی ہے اسی جگہ آپ آئیں۔ بہت سے لوگ وہاں موجود تھے۔ آپ نے حاضرین کو فرمایا۔ یہاں سے سب لوگ چلے جائیں اور مجھے یہاں تنہا رہنے دو۔ لوگ چلے گئے تو آپ کے جسم عمیری سے نور کا شدہ اٹھا جو آسمانوں تک پہنچا۔ یہ آپ کی روح تھی جو جسم سے جدا ہوئی۔

چون بجاناں داد جاں شد در بہشت . لّل دوی مجذوبہ عالی مکان

سرور اسال و صبال طرفہ تر . رحمت حق گو د مجذوبہ بخواں

۵۷۶ھ

۵۷۶ھ

اگرچہ اس عارفہ وقت کا عارفانہ کلام کشمیر کے صغیر و کبیر کی زبان پر ہے مگر ہم آپ کا ایک شعر تبرکاتاً درج کرتے ہیں۔ جو اہل ذوق کی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

لا الہ یوزم گیوم و سوسہ الّا اللہ یوزم گیوم ش

سجود ترا دم موجود در تم او فوعا صی لّل لا مکان ،

ترجمہ میں نے جب لا الہ کو سمجھ لیا۔ تو میرے دل میں وسوسے پیدا ہونے لگے۔ جب

میں نے الّا اللہ کو سمجھ لیا تو میرے شبہات جاتے رہے۔ میرا دل مطمئن ہو گیا۔ میں نے سجدہ چھوڑا

تو سجود کو پالیا۔ واحد کا تصور کیا۔ تو موجود کو پالیا۔ اب اس حال میں لّل مکان سے لا مکان

پر ہے۔

حضرت میراں محمد شاہ موج دریا بخاری

نبی بی فاطمہ سیدہ گیلانی قدس سرہا۔ لا ہودی قدس سرہا کی زوجہ محترمہ تھیں۔

اور سید صفی الدین کی والدہ محترمہ تھیں۔ آپ سادات گیلانیہ میں سے تھیں۔ آپ کے والد کا

اسم گرامی سید عبدالقادر ثالث بن سید عبدالوہاب بن سید محمد بالا پریگیلانی تھا۔ آپ نہایت ہی بزرگ۔ عابدہ۔ زاہدہ اور متقیہ تھیں۔ آپ صاحب کرامت و خوارق تھیں۔ شرافت و نجابت و راشت میں ملی تھی۔ بی بی کلاں (بڑی بی بی صاحبہ) کے نام سے شہرت رکھتی تھیں۔ ایک بار آپ اپنے گھر میں تھیں۔ آپ کی چادر مبارک کسی وجہ سے مشکوک ہو گئی۔ جسے دھو کر آپ نے دھوپ میں ڈالا۔ تاکہ خشک ہو جائے چونکہ عصر کا وقت تھا۔ سورج کی دھوپ صرف آپ کے صحن کے اسی درخت کے ایک کونے پر پڑ رہی تھیں۔ جو گھر کے ایک گوشے میں تھا۔ آپ درخت کے پاس آ کر کہنے لگیں۔ میں تو تمہاری شاخوں پر چادر ڈالنا چاہتی ہوں۔ مگر تمہاری شاخیں تو بہت اونچی ہیں۔ فوراً درخت نے اپنا سر جھکا دیا۔ آپ نے چادر ڈالی اور درخت پھر اپنی جگہ کھڑا ہو گیا۔ حضرت موج دریا اپنے گھر میں بیٹھے۔ یہ سارا ماجرا دیکھ رہے تھے۔ چادر کو درخت پر پھیلا دیکھا تو حیرانی سے اٹھے۔ انہیں اندازہ ہوا کہ بی بی صاحبہ خود درخت پر چڑھ گئی ہیں۔ ورنہ اتنی اونچی شاخوں پر چادر کا پہنچانا ناممکن تھا۔ جب آپ اندر آئیں تو حضرت نے نہایت غصے سے ڈانٹا کہ پردہ نشین جیادار عورتوں کو اونچے درختوں پر چڑھنا مناسب ہے۔ حضرت بی بی نے بتایا۔ میں درخت پر نہیں چڑھی تھی۔ درخت نے خود سر جھکا کر میری چادر کو پھیلا لیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر ایسا ہے۔ تو اٹھو میرے سامنے جس طرح درخت پر چادر ڈالی ہے۔ اسی طرح اتار دو۔ حضرت بی بی صاحبہ ایں درخت کے پاس گئیں۔ اور درخت نے اسی طرح سر جھکا دیا۔ آپ نے اپنی چادر اتار لی۔ حضرت موج دریا نے آپ کی کرامت دیکھی تو پوچھا کہ تم نے یہ رتبہ کیسے حاصل کیا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ تو میرے آباء و اجداد کی برکات میں سے ہے۔

آپ کا وصال ۱۶۱۵ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار حضرت موج دریا بخاری کے مزار

کے پہلو میں ہے۔ اور گنبد کے نیچے زیارت عام و خاص ہے۔

شد ز دنیا چون جناب فاطمہ - سرمہ چشم جہاں شد خاک او
غوث اعظم بود جد آں جناب - اعظم آمد وصال پاک او

۵۱۰۱۶

آپ حضرت میاں میر قادری لاہوری قدس سرہ
بی بی جمال خاتون قدس سرہ کی ہمیشہ تھیں۔ آپ عارفات و کلمات میں سے
تھیں۔ ترک و حجب میں راجعہ وقت تھیں۔ طریقہ فقر و سلوک اپنے بھائی۔ اپنی والدہ اور
اپنی دادی سے حاصل کیا تھا۔ آپ سے بے شمار کرامتیں اور خوارق ظاہر ہوئی ہیں۔

سفینۃ الاولیاء کے مولف جناب دارا شکوہ فرماتے ہیں کہ ایک بار آپ نے دو سیر
غلہ اپنے ہاتھ سے ایک برتن میں ڈالا۔ آپ کا معمول تھا کہ ہر روز ضرورت کے مطابق اسی
برتن سے غلہ نکالیں۔ رشتہ داروں۔ سائلوں اور فیروں کو تقسیم کرتی رہیں۔ یہ سلسلہ ایک
سال تک جاری رہا۔ کسی نے دیکھ لیا۔ تو یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔

ایک دن کسی عقیدت مند نے مچھلی کا شکار کر کے۔ بی بی جمال کی خدمت میں پیش کی۔
آپ اس وقت تشریف فرما تھیں۔ مچھلی پر نگاہ ڈالی تو نور کی ایک کرن نمودار ہوئی۔ فرمانے
لگیں۔ یہ بڑی بابرکت مچھلی ہے۔ اسے محفوظ کر لو۔ کہتے ہیں ایک عرصہ تک وہ مچھلی آپ کے
حوض میں محفوظ رہی۔ اس سے بڑی برکات حاصل ہوتی رہیں۔ اور ایک عرصہ تک آپ کے
حوض میں رہی۔

آپ کی وفات ۱۰۴۹ھ میں ہوئی۔

عارفہ خاتون دین بی بی جمال - ذات او آمد سعیدہ اعظمہ
ارتحال او چو جسم از حسد - شد ندا از دل و حیدہ اعظمہ

۵۱۰۳۹

ختم شد

مجاذیب و مجاہدین اسلام

خاکسارانِ جہاں را بختارت منکر
توجہ داتی کہ درین گرسوار باشند

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ مجذوب ہانسی (ہندوستان) میں رہا کرتے تھے۔ یہ وہی میاں سرننگا قدس سرہ ہے۔ زمانہ تھا جب حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ بھی ہانسی میں قیام پذیر تھے۔ میاں سرننگا بسا اوقات حضرت گنج شکر کی مجلس میں آکر بیٹھتے حضور بھی آپ سے بے حد محبت کرتے۔ حضرت گنج شکر کے خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار راشی قدس سرہ دہلی میں تشریف لائے اور سجادہ مشنیت پر جلوہ فرما ہوئے۔ تو میاں سرننگا مجذوب بھی دہلی میں آگئے۔ حضرت نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے مسجد تشریف لاتے تو راستے میں میاں سرننگا مجذوب دوڑے دوڑے آتے اور آپ کی قدم بوسی کرتے اور رونا شروع کر دیتے اور کہا کرتے کہ ہانسی میں مجھے آپ کی صحبت میسر ہوتی تھی۔ مگر دہلی میں آکر ہجوم خلق کی وجہ سے اس نعمت سے محروم ہو گیا ہوں۔ آپ اس کی باتیں سنتے تو بڑے معنوم ہوتے۔ اُسے تسلی دیتے ایک بار آپ نماز جمعہ سے فارغ ہوئے اور سرننگا کو ساتھ لے کر ہانسی چلے گئے۔ اس سفر کے بعد ہانسی میں میاں سرننگا مجذوب کا انتقال

ہو گیا۔ سن وفات ۶۲۶ھ ہے۔

سرننگا جاذب جذب الہی - کہ روحش طاہر خلد بریں است
چو جہتم از فرد سال وصالش - ندا آمد کہ عاشق قطب دین است

آپ اہل حال میں سے تھے۔ اور صاحب تصوف

سوپہن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ: بھی تھے۔ آپ غیر مسلم تھے دامن اسلام میں جگہ

لی حضرت شیخ علاء الدین ابو دہنی قدس سرہ کی جو حضرت فرید الدین گنج شکر قدس سرہ کے پوتے

تھے۔ — خدمت میں بہتے عشق و مستی میں مجذوب ہو گئے۔ ساری عمر اپنے پیرو مرشد کی

خدمت میں گزار دی۔ آپ کی عادت تھی۔ کہ بعض اوقات کئی کئی ہفتے کھانا نہ کھاتے اور پانی

نہ پیتے لیکن جب کھانے پر آتے تو کئی کئی آدمیوں کا کھانا بیک وقت کھا جاتے اور پوری

مشک پانی پی جاتے۔ ایک بار آپ چونے کے ایک ڈھیر پر بیٹھے تھے۔ اور چونا کھانے لگے۔

لوگوں نے پوچھا۔ سوپہن کیا کھا رہے ہو۔ کہنے لگے کیا کروں۔ یہ بد بخت نفس ہمیشہ کھانے

کی خواہش کرتا ہے۔ آج اسے چونے کی مار ماروں گا۔

آپ کی وفات صاحب شجرہ چشتیہ نے ۶۲۸ھ لکھی ہے۔

شیخ سوپہن صاحب جذب الہ - بود بر چرخ یقین بدر الکمال

شد چو در فردوس از ہاتف عیاں - بس صلیب جاذب آمد ارشمال

آپ حضرت شاہ اعلیٰ کی اولاد میں سے تھے

شیخ حسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ: اور قصبہ راڑے سے تعلق رکھتے تھے۔ عام

طور پر دہلی کے بازار میں گھومتے نظر آتے تھے۔ سلطان سکندر لودھی کے عاشق تھے کہتے

ہیں۔ اس دعویٰ عشق سے تنگ آکر سکندر لودھی نے آپ کو کئی بار قید خانے میں بند کر دیا

مگر وہ ہر بار قید سے نکل جاتے اور بازاروں میں گھومتے نظر آتے۔ ایک بار سلطان لودھی

اپنے گھر پر تشریف فرما تھے۔ تو اچانک شیخ حسن مجذوب نمودار ہوئے۔ سلطان نے پوچھا کہ

آپ یہاں کدھر آگئے۔ فرمایا۔ میں تمہارا عاشق زار ہوں۔ تمہیں دیکھنے چلا آیا ہوں۔ بادشاہ کو بہت غصہ آیا۔ اٹھا۔ اور آپ کو پکڑ کر آپ کا سر کونوں سے دھکتی ہوئی انگلیٹی میں رکھ دیا۔ چند لمحوں تک سر آگ میں رکھا رہا۔ مگر جب آپ کو چھوڑا گیا۔ تو صحیح سلامت تھے۔ آپ سالہ میں فوت ہوئے۔ آپ کا مزار دہلی میں ہے۔

بچوں حسن مجذوب حسن الاولیاء - گشت در فردوس اعلیٰ جائے گیر
بہر سال ارتحالِ آل ولی - گفت سرور عاشق صادق امیر

آپ وقت کے مشہور مجاذیب اور

شیخ ابو دین مجذوب نازنولی قدس سرہ - مجاہدین میں سے تھے۔ نازنولی میں آپ کی کرامات و خوارق عام ہوئیں۔ اکثر اوقات بازار میں گھومتے۔ مگر جہاں ایک بار بیٹھ جاتے بیٹھے رہتے اور کسی کسی روز وہاں سے نہ اٹھتے اپنے آپ باتیں کرتے کبھی زار زار روتے اور کبھی بے پناہ تہقیر لگاتے کبھی تالیاں بجاتے اور کبھی گانا گاتے۔ پھٹے پرانے کپڑے جمع کرتے ہاتھوں اور پاؤں میں لوہے کی زنجیریں باندھ لیتے آپ کا تکیہ کلام یہ تھا۔ خدایا بیا۔ اور خدایا برو۔ خدایا بندیش۔ غرض کہ ہر شخص کو خدا کے نام سے پکارتے۔

علامہ محمد نازنولی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے مجھے بتایا کہ میں ابھی شیر خوار بچہ ہی تھا میں سخت بیمار ہو گیا۔ زندگی کی امید نہ رہی۔ والدین مجذوب وہاں سے گزرے۔ اور کسی کو مٹی کا آنخورہ دیا۔ اور کہا۔ اسے فلاں کے گھر لے جاؤ۔ وہ آنخورہ میری والدہ کو دے دیا گیا۔ انہوں نے اس آنخورے سے ایک ٹھیکری لی۔ اور میرے بازو پر باندھ دی اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت دے دی۔ صحت کی خوشی میں میرے والد نے اللہ دین مجذوب کو اپنے گھر بلایا۔ آپ نے آتے ہی فرمایا۔ خدایا کوئی ٹھنڈی چیز۔ خدایا کوئی ترش چیز۔ خدایا کوئی میٹھی چیز دو۔ میرے والد نے اسی وقت چاول پکوائے۔ اس پر شکر ڈالی۔ پھر وہی کا ایک پیالہ پیش کیا۔ حضرت نے بڑی رغبت سے کھائے۔

علامہ محمد نازنولی ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔ میں نے چند روپے نذرمانی تھی۔ مجذوب
 الہ دین کی تلاش میں نکلا۔ کئی جگہ تلاش کیا۔ نہ ملے۔ شہر کے ایک کونے میں کوڑے کرکٹ
 کا ڈھیر تھا۔ میں نے دیکھا۔ کہ کوئی شخص گندے کپڑوں میں بیٹا پڑا ہے۔ میرے دل میں آیا۔
 کہ یہ کوئی مردہ لاش ہے۔ میں قریب گیا تو اس میں حرکت آئی۔ میں نے ہلایا۔ تو دیکھا کہ
 الہ دین تھے۔ سر جھاڑ کر اٹھ بیٹھے اور کہنے لگے۔ خدایا لاڈ کیا لائے ہو؟ میں جو روپے نذر
 لایا تھا۔ پیش کئے۔ اور کہنے لگا۔ خدایا یہاں گندگی ہے۔ بھاگ جاؤ۔ میں شہر چلا آیا۔
 صاحب اخبار لاخیا نے آپ کی وفات گیارہ شعبان بوقت صبح ۹۲۶ھ میں لکھی ہے
 تاریخ وفات مجذوب صادق سے نکالی ہے۔

۹۲۶ھ
 اللہ دین از جہاں چوں رخت بلبت - قدم اندر جہاں بہنا دیکدست
 چو سال انتقال او بجمتم - ز ہاتف شد ندا صوفی سرمست

آپ دہلی میں رہتے تھے۔ خواجہ قطب الدین

میاں معروف مجذوب قدس سرہ :- بختیار کے روضہ کے پاس بیٹھا کرتے۔
 پاس ہی شیخ برہان الدین بلخی کا مقبرہ تھا۔ اس میں پڑے رہتے حالت جذب دُکھ کے
 باوجود علم تکبیر میں بے مثال تھے۔ شہزاد شاہ بادشاہ سوری نے دہلی کا قلعہ ویران کر دیا تھا۔
 تو آپ بھی دہلی سے غائب ہو گئے۔ اس کے بعد آپ کو کسی نے نہیں دیکھا۔ اگرچہ آپ کا
 سن وفات معلوم نہیں ہو سکا۔ مگر دہلی کے قلعہ کی تباہی ۹۲۷ھ میں ہوئی تھی۔

ہندوستان کی سرزمین میں یہ مجذوب صاحب

شاہ منصور مجذوب قدس سرہ :- کرامات جلیبہ ہوئے ہیں۔ کشف کی دولت
 میسر تھی۔ ہمایوں بادشاہ گجرات پہنچے۔ تو ایک درباری کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ تاکہ
 دربار میں تشریف لائیں۔ اس درباری کے پاس تیروں کا ایک ترکش تھا۔ آپ نے ایک
 تیر نکالا۔ اس کا سراکٹ کر پھر ترکش میں رکھ دیا۔ وہ شخص بادشاہ کی خدمت میں آیا اور

صورت حال بیان کی۔ ہمایوں نے کہا مجھے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مہم فتح نہ ہوگی۔ اور ہمیں بے سرو سامانی کے عالم میں واپس جانا ہوگا۔ تاہم ہماری جان بچ جائے گی۔ کیونکہ شاہ منصور نے ہمارے تیر کو ترکش میں رکھ دیا تھا۔

شیخ سید عبدالوہاب قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ شاہ منصور مجذوب نے شاہ بکھاری کے وضو کا باقی ماندہ پانی پیا تھا۔ اس دن سے مجذوب ہو گئے۔ آپ کی وفات ۹۴۷ھ میں ہوئی تھی۔

شاہ منصور شد چو از دنیا - گشت با وصل این دی موصول
گفت تاریخ رحلتش سرور - شاہ منصور عابد مستبول

۹۴۷ھ

آپ کو شیخ علاء اول بلاول بھی کہا جاتا ہے
شیخ علاء الدین مجذوب قدس سرہ :- کشف حال اور دلوں کے اسرار سے واقف تھے۔ آپ کی خدمت میں جو بھی آتا۔ اس کی دلی کیفیت آپ پر عیاں ہوتی۔ ابتدائی زندگی سامانہ میں گذاری۔ پھر دہلی میں چلے آئے۔ طالب علموں کے پاس رہا کرتے۔ جذبہ حقیقی کا زور ہوا تو اکبر آباد چلے گئے۔ ایک عرصہ تک مجرد رہے۔ ایک عرصہ کے بعد آپ سے کرامات کا ظہور ہونے لگا۔ تو مخلوق خدا آپ کے ارد گرد منڈلانے لگی۔ آپ بھی ضرورت مندوں کی طرف توجہ فرمایا کرتے تھے۔ بے اولاد لوگ آپ کی دعا سے صاحب اولاد ہوجاتے تھے اخبار الاحیاء کے مولف نے لکھا ہے کہ میرے چچا زرق اللہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک بار میرا ایک بیٹا گم ہوا۔ مجھے بڑا صدمہ ہوا۔ میں اس کے غم میں نڈھال ہو گیا۔ میں نے سوچا اس غم سے بچنے کے لئے یا تو صدقہ کروں یا قرآن کی تلاوت کرتا رہوں۔ اسمائے الہیہ کا ورد کرتا رہوں۔ اسی دوران مجھے شیخ علاء الدین مجذوب کے پاس جانے کا اتفاق ہوا۔ میرا دل چاہتا تھا۔ کہ جو وہ حکم کریں میں اس پر عمل کروں گا۔ مجھے دیکھتے ہی فرمانے لگے۔

قرآن پاک کی تلاوت سب سے اچھا عمل ہے۔ فَنَافُتُرًا وَمَاتِيَسًا مِنَ الْقُرْآنِ
 ابو قرآن سے آسان آیات ہوں انہیں پڑھتے رہیں نے ابھی چند آیات کی قرآن خوانی
 کی تھی۔ کہ میرا بیٹا آگیا۔

اجار الاخيار میں آپ کا سن وفات ۹۴۴ھ لکھا ہے اور علاء الدین مجذوب سے
 مادہ تاریخ وفات لیا ہے۔ آپ کا مزار پر انوار اکبر آباد میں ہے۔

شیخ مجذوب حق علاء الدین - شد چو واہرہ سے زجنت باب
 رعلتش ہست داتف سمرست - نیز سمرست سیندا قطاب

۵۹۴۷

۵۹۴۷

آپ دہلی کے اکابر کی اولاد میں سے
 شیخ حسن بودلہ مجذوب ہلوی قدس سرہ: تھے۔ وہ فطری اور پیدائشی طور پر
 مجذوب تھے۔ آپ کے اوضاع و اطوار عام دنیا کے لوگوں سے مختلف تھے عجیب و غریب
 شکل و صورت تھی۔ بسا اوقات ننگے پھر کرتے۔ لوگ جو کچھ دیتے تو انوں کو بخش دیتے یا
 دوسرے حاضرین پر نچا اور کر دیتے۔ وقت کے ایک شیخ نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ
 آپ بارگاہ رسالت میں حاضر ہیں۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرانے کی
 خدمت میں مشغول ہیں۔ بعض حاجی مکہ مکرمہ سے واپس آتے تو دہلی آکر کہتے امسال ہم نے
 شیخ حسن بودلہ کوچ کے موقع پر دیکھا ہے۔

اجار الاخيار میں آپ کا سال وفات ۹۶۳ھ لکھا ہے۔ اور مزار دہلی میں ہے۔

پورفت از دہر دنیا متصل شد - بوصل حق حسن محبوب احسن

عجب تاریخ وصل جلوہ گر شد - ز محبوب الہ مجذوب احسن

۵۹۶۳

آپ سید حاجی عبدالوہاب
 سید شاہ ابوالغیث بخاری مجذوب قدس سرہ: بخاری قدس سرہ کے فرزند

ارجمند ہیں۔ جن کا ذکر خیر خانوادہ سہروردیہ میں گزرا ہے۔ آپ اکثر کامل شکر اور حالت مستی میں رہتے تھے۔ جن دنوں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اپنے ہم شعبوں سے التماس کرتے کہ انہیں سبق یاد کرائیں۔ اور فرمایا کرتے تم نے تو ساری عمر پڑھتے رہنا ہے۔ مجھے اور کام بھی کرنے ہیں۔ اللہ ہی جانتا ہے۔ کہ میرا کیا حال ہونا ہے۔ چنانچہ آپ نے مروجہ علوم اور متداولہ کتب پر عبور حاصل کر لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے جذبہ مستی سے رشتہ کر لیا۔ اور آپ مجذوب ہو گئے۔

ایک دفعہ آپ کے گھر پر روٹیاں پکائی جا رہی تھیں تو اسخت گرم تھا۔ آپ باہر سے آئے دونوں پاؤں تو بے پر رکھ لئے۔ مگر آپ کو کچھ نہ ہوا۔ اور کسی قسم کی سوزش پاؤں پر نہ آئی۔ ایک دن اپنے بزرگوں کے مزارات کی زیارت کو گئے۔ فاتحہ کے بعد کہنے لگے اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو میں بھی کل تک آپ لوگوں کے پاس سوؤں گا۔ گھر آئے۔ اپنے اجاب عزیزوں اور خدمت گزاروں کو اپنے پاس بلایا۔ اور کہنے لگے۔ بتاؤ میرے لئے کس طرح روو گے۔ ایک بار رو کر دکھاؤ۔ چنانچہ آپ اسی روز وفات پا گئے۔ آپ کی وفات ۱۹۶۷ء میں واقع ہوئی تھی۔

یہ غیث از جہاں چوں رخت بست - شد بردیش جنت الفردوس بار

بہر تاریخ وصال آنجناب - شد عیاں سپہ بخاری بے نیاز

۵۹۶۷

بڑے صاحب حال اور صاحب جذب بزرگ

شیخ عبداللہ ایدال دہلوی قدس سرہ تھے۔ بازاروں میں رقص کرتے رہتے اور ہندی میں دو ہڑے گاتے پھرتے تھے۔ ایک دن بیمار ہو گئے۔ گھر والوں کو کہا مجھے گھر کی دہلیز پر بٹھا دو۔ لوگوں نے کندھوں کو سہارا دے کر آپ کو گھر کی دہلیز پر بٹھا دیا۔ اور گھر آگئے آپ وہاں سے غائب ہو گئے۔ تلاش بسیار کے باوجود نہ مل سکے۔ اس دن کے بعد آپ کو کسی نے بھی نہ دیکھا۔

اخبار الاخیار کے مؤلف نے لکھا ہے۔ کہ میرے عم مکرم جناب رزق اللہ فرماتے ہیں

کہ میں گجرات گیا۔ وہاں لوگوں کی زبانی شیخ عبداللہ ابدال کا تذکرہ سنا۔ لوگ آپ کی بے حد تعریف کرتے۔ میں نے کہا۔ وہ یہاں کدھر آگئے وہ تو دہلی میں تھے۔ میں کچھ دنوں بعد دہلی آیا تو انہیں وہاں موجود پایا۔ آپ کی تاریخ معلوم نہیں ہو سکی۔

آپ اجمیر شریف میں رہا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ بابن مجذوب قدس سرہ :- جو اجکان معین الدین اجمیری کی درگاہ کے دروازے پر پڑے رہتے تھے۔ بڑے مقامات اور تصرفات کے مالک تھے۔ حضرت حمزہ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں ابتدائے عمر میں اجمیر شریف گیا۔ میں نے بابن مجذوب کو دیکھا۔ میں کٹار اور دوسرا اٹھ بدن سے لگائے کھڑا تھا۔ بابن مجذوب نے مجھے پکڑ لیا اور کہا یہ کیا ہے؟ میں نے بتایا کہ یہ ہتھیار ہیں۔ انہیں اپنے پاس رکھنا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے میرے پاس دو کنگھیاں بھی تھیں۔ دونوں لے کر دوڑ پھینک دیں۔ اور ایک کنگھی اپنی طرف سے مجھے دی۔ میں نے دیکھا کہ اسی وقت میرے سر کے بال مونڈھ گئے۔ اور میں بالوں سے محروم ہو گیا۔ اسی وقت یہ خبر آئی مجھے شیخ احمد مجدد نے دی۔ کہ قاضی کریم الدین کا بیٹا تارک الدنیا ہو کر اجمیر شریف آیا ہوا ہے۔ مجھے اپنے گھر لے گئے۔ مجلس میں دیکھا کہ بابن مجذوب بھی موجود ہیں۔ کھانا کھانے لگے۔ تو بابن ہر ایک کو ایک ایک لقمہ کھلاتے جاتے تھے۔ لوگ بھی تبرکاً کھاتے جاتے۔ کسی نے کہا حضرت قاضی کریم الدین کا بیٹا بھی مجلس میں موجود ہے اسے بھی کچھ عنایت ہو۔ سامنے ایک طشت پڑا تھا۔ اٹھایا۔ اور ان کے سامنے لے گئے۔ میں وہاں اٹھا۔ تو میں نے محسوس کیا۔ گویا آج فتوحات کے دروازے کھل گئے ہیں۔

سلطان بہادر شاہ والی گجرات بچپن کے زمانہ میں اپنے والد سے رنجیدہ ہو کر اجمیر شریف آگیا وہ حضرت خواجہ کے مزار کی زیارت سے دل کو تسکین دینا چاہتا تھا۔ ان دنوں اجمیر کے علاقے پر ایک ہندو حکمران تھا۔ اس نے حضرت کے دربار میں بھی بت رکھا دیئے تھے اور اس دربار کو بھی ہندوؤں کا معبد بنا رکھا تھا۔ شہزادہ بہادر شاہ نے اسی دن عہد کر لیا۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ نے

مجھے اقتدار دیا۔ تو میں اس مقدس مزار کو بتوں سے پاک کر دوں گا

ابھی یہ ارادہ کیا ہی تھا کہ باین مجذوب نے اپنے طور پر سلطان بہادر کے ارادے کو بھانپ لیا۔ اور زور سے اپنی دایہ جس کا نام شاداں تھا۔ آواز دی۔ شاداں شاداں۔ دوڑو یہ تختہ اونچا کر لو۔ بادشاہ قریب آ گیا ہے۔ بہادر شاہ نے باین مجذوب کی اس بات کو اپنے لئے نیک فال خیال کیا۔ اور اجمیر سے چلا گیا۔ تخت پر بیٹھتے ہی اجمیر شریف پر حملہ کر دیا۔ اور وہاں پیر حمید اسلام لہرا کر دربار سے تمام بت ہٹا دیئے۔ اور اجمیر میں اسلام کا بول بالا ہونے لگا۔ شیخ باین مجذوب تمام تذکرہ نگاروں کے اتفاق سے ۹۶۷ھ میں فوت ہوئے۔

ازین دنیا چورخت زندگی بست - بخت یافت جا سرت باین
بسال ارتحال آل شہ دین - بگو قطب الہداسرت باین

۹۶۷ھ

آپ کا اسم گرامی عبد الغفور تھا۔ آپ کا وطن کالپی تھا

بابا کہور مجذوب قدس سرہ :- ابتدائی عمر میں راہ سلوک پر بڑی ریاضتیں کیں۔ لوگوں

کو پانی پلاتے تھے۔ رات کے وقت غریبوں کے گھروں میں جاتے اور ان کے برتن پانی سے بھر

دیا کرتے تھے۔ آخر کار جذبہ حقیقی نے انہیں مجذوب بنا دیا۔ گویا میں آئے آپ پر فتوحات

کے دروازے کھل گئے۔ عام طور پر حالت استغراق میں رہتے تھے۔ جب حالت عام میں آتے

تو چمنوں کے چند دانے کھا لیتے لباس صرف اتنا ہی پہنتے جس سے ستر عورت ہو۔ لوگ آپ

کی خدمت میں بڑے عمدہ اور نفیس کپڑے لایا کرتے تھے۔ تو آپ ان سے لے کر غریبوں میں

تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ بعض اوقات پوست کے پتے کھاتے۔ آپ کا سلسلہ روحانیت شاہ مدار

سے متا تھا۔ آپ بسا اوقات غیب کے اسرار سے آگاہ کر دیا کرتے تھے۔

اخبار الاخبار میں آپ کی وفات ۹۶۹ھ میں لکھی ہے۔ ایک تذکرہ نگار نے لفظ کہور مجذوب

۹۶۹ھ

سے تاریخ وفات نکالی ہے۔

رفت از دنیا چو در خسد بریں - مست الفت عاشق صادق کہور
سال تاریخ وصال آنجناب - بہت صادق پاک بن عاشق کہور

۵۹۶۹

لاہور میں قیام پذیر تھے۔ وقت کے مجاذب
میاں مونگر مجذوب رحمۃ اللہ علیہ بن میں سے تھے۔ جذبہ قوی کے مالک تھے۔
صاحب اخبار الاخبار لکھتے ہیں کہ ہم ایک بار لاہور گئے۔ شیخ حسن بودلہ سے ہمیں بہت انس
تھا۔ وہ بھی ہمارے ساتھ ہی تھے۔ ایک دن میاں مونگر بھی ہماری مجلس میں آ پہنچے ان کی نگاہیں
شیخ حسن بودلہ پر پڑیں فرمانے لگے۔ تم یہاں کیوں آئے ہو۔ تمہیں ان حضرات سے کیا واسطہ
ہے۔ شیخ حسن اسی وقت مجلس سے بھاگ گئے۔ اس دن کے بعد کسی نے انہیں لاہور میں نہیں
دیکھا۔ دہلی دروازے تک دوڑتے نظر آئے۔

آپ کی وفات سنہ ۱۰۰۰ میں ہوئی۔

جناب شیخ مونگر عاشق مست - چو در خسد معلی یافت توفیق

چو سال ارتحالش جنت سرور - عیاں شد از معلی پیر تحقیق

لاہور میں قیام پذیر تھے۔ بڑے بلند قامت

شیخ یوسف مجذوب قدس سرہ :- جسم مہیب شکل اور توانا تھے۔ بہت بڑی
پگڑی زیب سر رکھتے تھے۔ صاحب کشف جلی اور اشراق باطن تھے۔

شیخ قطب العالم فرماتے ہیں میں نے ایک بار شیخ یوسف کو لاہور کی منڈی میں کھڑے
پایا۔ بڑی عارفانہ اور پراسرار گفتگو فرما رہے تھے۔ مجھے دیکھا۔ تو بڑی رازدارانہ باتیں کرنے لگے
ایسی ایسی باتیں ظاہر کیں۔ جو علام الغیوب ہی جانتا تھا

اپنے زمانے کے کامل مجذوبوں میں سے تھے

جہتی شاہ مجذوب کشمیری قدس سرہ :- کشف و کرامات میں ایک علامت تھے

جو شخص بھی آپ کی خدمت میں آتا۔ مافی الضمیر سے واقف ہو جاتا۔ اگرچہ دیوانہ وار باتیں کرتے مگر سننے والے اپنا مطلوب و مقصود پالیتے۔ آپ شیخ مخدوم حمزہ کشمیری کے زمانے میں اور بابا داود خاکی قدس سرہ کی مجلس میں آیا کرتے تھے۔ یہ دونوں بزرگ جیتی شاہ پر بہت شفقت فرمایا کرتے تھے۔ مسائل طریقت و حقیقت کی تکرار فرماتے۔ دونوں بزرگ کبھی کبھی وقت نکال کر اس مجذوب کی تلاش میں نکلتے جہاں کہیں پاتے بیٹھ جاتے۔ اور گفتگو کیا کرتے تھے۔ تواریخ اعظمی کے مولف نے آپ کی وفات ۱۹۸۱ء لکھی ہے۔ آپ نے اپنی وفات سے چند ماہ قبل ہی اپنی موت کے بارے میں فرما دیا تھا۔

جو بھی آپ کے پاس آتا۔ فرماتے۔ تمہارا دوست جیتی شاہ فلاں تاریخ کو فوت ہو گا۔ آپ کا مقبرہ کشمیر شیخ ہر وی ریشی کشمیری کے مزار کے پاس ہے۔

شیخ جیتی شاہ مجذوب خدا - یافت چوں با وصل ربی با وصال
وصل پاکش مست عشق ہو نجواں - بار دیگر کن بیاں فیض کمال

۱۹۸۱ء

۱۹۸۱ء

آپ کو مادی شاہ کے نام سے شہرت ملی
شاہ بدیع الدین مجذوب قدس سرہ :- تھی سرمست جام محبت مدہوش شراب
عشق تھے۔ ہمیشہ کوہ و بیابان میں پھرتے رہتے۔ لوگوں سے ملاقات کم کرتے تھے اہل دنیا
سے کوئی سروکار نہ تھا۔ موسم سرما میں برف باری ہوتی۔ آپ ساری رات کھلے میدانوں میں گزار
دیتے۔ نہ انہیں برف کی ٹھنڈک اثر کرتی۔ نہ برفانی ہوائیں تنگ کرتیں۔ ایک تہہ بند باندھتے
جس سے ستر بوجھ رہتا۔

صاحب تواریخ اعظمی فرماتے ہیں کہ شیخ مادی شاہ مجذوبوں میں سے قومی الجذبہ تھے۔
آپ کی زبان نہیں تھی۔ تموار برہنہ تھی۔ آپ کی زبان سے جو کچھ نکلتا پورا ہو جاتا۔ جذبہ سکرو صحو کے
باوجود توحید پر گفتگو کرتے اور بر ملا کرتے۔ اس وقت کے علماء نے آپ سے اختلاف کیا اور آپ

آپ پر قتل کا فتویٰ صادر کیا۔ حاکم کشمیر آپ کے سکر و جذب کی وجہ سے آپ کو معذور خیال کرتا تھا اور اس فتویٰ کے باوجود مزارے موت کی توثیق نہیں کی۔ آپ ۱۹۹۲ء میں فوت ہوئے۔ آج تک ان کی قبر سے ہیبت و جلال نمایاں ہوتا ہے۔ جو شخص آپ کے مزار پر پہنچ کر جھوٹی قسم کھاتا ہے عذاب میں مبتلا ہوتا ہے۔

سرورِ عشاق مجذوبانِ حق - شاہ بدیع الدین ولی روشن ضمیر
رفت از دنیا چو درخسد بریں - سالِ وصلِ اوست مرمت کبیر

۱۹۹۲ء

آپ کشمیر کے خداریدہ مجذوبوں میں
خواجہ داؤد مجذوب کشمیری قدس سرہ: سے تھے۔ جذب و استغراق اور بے خودی
غالب تھی بعض اوقات اس جذب وستی میں اپنی پرواہ نہ کیا کرتے تھے۔ اپنے کھانے پینے کی خبر نہ
تھی۔ اپنی خواہش سے لقمہ منہ میں نہ رکھتے تھے۔ کئی کئی سال خاموش پڑے رہتے۔ کسی سے بات
نہ کرتے۔ اگر کوئی ضرورت مند حاجت مند آپ کی خدمت میں آتا۔ ازراہ کشف اسکی ضرورت
سے واقف ہو جاتے۔ اور بے ملاحظہ فرماتے۔ کہ تمہارا کام حسب مراد ہوگا۔ یا نہیں۔

تاریخِ اعظمی کے مولف فرماتے ہیں ۱۰۲۵ھ میں وادی کشمیر میں ایک دبا پھوٹ پڑی۔
ہزاروں نوجوان اور بوڑھے اس موذی مرض کا لقمہ بن گئے۔ مخلوق خدا آپ کی خدمت میں حاضر
ہوئی۔ دعا کی درنراست کی فرمایا۔ یہ اچھا ہوگا۔ کہ تم لوگوں کی جگہ میں اپنی جان کی قربانی دے دوں
یہ کہتے ہی جان جان آفرین کے پُرد کردی۔ اسی دن سے طاعون کی دبا وادی کشمیر سے نکل گئی۔
آپ کی وفات ۱۰۲۶ھ میں ہوئی تھی۔

زدنیائے دنی رختِ سفر بست - چو آں شیخِ زمن داؤد مجذوب
بتاریخش بگو داؤد اعظم - وگر قطب الحسن داؤد مجذوب

۱۰۲۶ھ

۱۰۲۶ھ

آپ خواجہ میر نازک کے خلف الصدق تھے ظاہری
میر محمد یوسف قادری قدس سرہ: اور باطنی کمالات سے مرصع تھے! اپنے والد بزرگوار
کی وفات کے بعد مندار شاہ پر جلوہ فرما ہوئے۔ کچھ عرصہ تک مخلوق خدا کی ہدایت میں مصروف
رہے۔ جذب و استغراق اور مدہوشی ہر وقت غالب رہتی۔ ایک وقت آیا۔ کہ مکمل طور پر مجذوب
حق ہو گئے۔ آپ نہم ماہ محرم الحرام ۱۰۲۶ھ میں فوت ہوئے۔

چوں محمد علی دلی عالی ۔ شد بخت بفضل ربانی
سال تاریخ رعتش سرور ۔ شد انداز تاج شاہ نورانی

۱۰۲۶ھ

بنگال میں بمقام راج محل رہا کرتے تھے۔ صاحب
شاہ مرتضیٰ مجذوب قدس سرہ: تصرفات صحیحہ اور کشف صدوقیہ کے مالک تھے۔
شراب پیتے۔ اور عارفانہ اشعار کہتے۔ سماع اور وجد میں پورا غلو کرتے۔ شاہ نعمت اللہ بنگالی
سے جو اپنے وقت کے صاحب تسخیر ملوک اور امراتھے۔ دشمنی رکھتے تھے۔ اور انہیں برا بھلا کہتے
رہتے۔ اور کہا کرتے یہ طالب مولیٰ انہیں۔ شاہ نعمت اللہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن مرتضیٰ مجذوب
ہمارے گھر آ گئے۔ گھر کے اندر ایک پلنگ بچھا ہوا تھا۔ آپ اس پر جا بیٹھے۔ اور کہنے لگے
برائے منانا۔ لوگ اپنے شکاری کتے کو بھی اپنی چار پائی پر بٹھا بیٹے ہیں۔ یہ بات ان کی انکساری کی
علامت تھی۔ کہ اپنے آپ کو کتے سے تشبیہ دے دی۔

معارج الولاہیت کے مؤلف نے آپ کی بہت سی کلمات لکھی ہیں۔ بسا اوقات راج
محل کے تالاب میں غوطہ زن ہوتے کئی کئی روز پانی میں غرق رہتے۔ راج محل سے غوطہ مارا
ہوا کئی دن کے بعد دوسرے مقامات سے سر باہر نکالتے۔ اگرچہ صاحب معارج الولاہیت
نے آپ کے تفصیلی حالات لکھے ہیں۔ مگر سن وفات نہیں لکھا۔ آپ کا مزار پرانوار مقام ہوتی
پر ہے۔

معارج الولايت میں لکھا ہے کہ آپ پٹنہ میں رہتے
شاہ و قاضی مجذوب قدس سرہ: تھے۔ حالت قوی کے مالک تھے۔ جو بھی آپ کے
پاس جاتا۔ اس سے قبل کہ وہ اپنا مطلب بیان کرتا۔ آپ اس کا جواب عنایت فرما دیا
کرتے ایک بار پٹنہ کے لوگوں سے ناراض ہو گئے۔ جلال میں آکر ایک پھونک مار دی۔ پٹنہ
شہر میں آگ بھڑک اٹھی۔

آپ الہ آباد کے مجذوب تھے۔ جس پر دم کرتے
شاہ فیروز مجذوب قدس سرہ: تندرست ہو جاتا۔ اکثر اوقات ننگا پھرتے۔
مزدیات زندگی کے لئے جانوروں اور چار پاؤں سے اپنی خوراک حاصل کر لیا کرتے۔ آپ کے
زمانے میں ایک بھٹیاریں جو کہ فاحشہ عورت تھی نے آپ کو حالت جذب میں دیکھا۔ تو کہنے لگی۔
میاں فیروز انسان چار پاؤں سے بہتر ہے۔ اگر تم کو کوئی ضرورت ہو تو میں موجود ہوں۔ چار پاؤں
کے پاس کیوں جاتے ہو۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا تم برس بازارنگی ہو جاؤ۔ میں بھی یہاں ہی ننگا
ہو جاتا ہوں۔ کہنے لگی۔ بھلے آدمی یہ بازار ہے۔ شارع عام ہے۔ ایک گوشے میں چلے جائیں
تو اچھا ہے۔ یہ بات سن کر فیروز میاں جوش میں آگئے کہنے لگے۔ مکار عورت! فیروز تو اپنے
آپ کو عام لوگوں کے سامنے رسوا کرنا چاہتا ہے۔ اور تم اللہ کے سامنے رسوا ہونا چاہتی
ہو۔ اور لوگوں کا احترام کرتی ہو۔ دفعہ وفان ہو جاؤ۔

آپ مادر زاد مجذوب تھے۔ اکثر ننگے پھرتے۔ اور
بابونخوشگی رحمۃ اللہ علیہ: شہر تصور کے بازاروں میں گھومتے۔ جانوروں اور
پندوں سے بڑی محبت کرتے۔ جو بھی ملتا اسے فرمائش کرتے بھھے ایک طوطا لے دو۔ حالت
ننگہ میں جو باتیں کرتے۔ ان میں اسرار و معارف ہوتے۔ جس بیمار پر ہاتھ ملتے شفا یاب ہو جاتا۔
معارج الولايت کے مصنف فرماتے ہیں۔ ایک شخص کا بیٹا سخت بیمار ہو گیا۔ اس کی
بیوی نے اسے کما کسی طرح بابونخوشگی مجذوب کو گھر لے آؤ تاکہ بچے پر ہاتھ لے اور اسے صحت

حاصل ہو جائے۔ وہ گیا اور خوشگی کو حیدر بہانہ کر کے اپنے گھر لے آیا۔ مگر خوشگی دروازے پر آ کر رگ گیا۔ اور کہنے لگا میں اندر نہیں جاؤں گا۔ اور مردے پر ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ اور یہ کہتے ہوئے دروازے سے لوٹ گیا۔ دس بارہ روز گزرے تھے۔ کہ لوط کافوت ہو گیا۔ دادو نامی پٹھان قصور سے بجا پور چلا گیا۔ ایک عرصہ تک اس کی خیر خیر نہیں آئی تھی دادو کی والدہ نے بابو خوشگی کو بلایا۔ اور پوچھا کہ دادو کب آئے گا۔ آپ نے فرمایا وہ تو آسمانوں پر سیر کر رہا ہے۔ چند روز بعد خیر آئی کہ دادو کا انتقال ہو گیا ہے۔

آپ سادات لاہور سے تعلق رکھتے تھے لاہور
درویش محمد مجذوب قدس سرہ شہر سے نکل کر قصور کے ایک گاؤں نظام پور
 میں چلے آئے۔ اور مجذوب ہو گئے۔ بسا اوقات صحرا و بیابان میں بسر کرتے۔ یا بزم گھومتے
 رہتے۔ ان کے بھائیوں نے کئی بار کوشش کی کہ انہیں گھر لایا جائے۔ مگر وہ نہ مانتے۔ ایک
 بار بیل گاڑی پر بٹھالیا گیا۔ مگر بیل گاڑی اپنی جگہ سے ہل نہ سکی۔ بیل گاڑی سے اتارا جاتا تو
 وہ چل پڑتی۔ ایسا کئی بار ہوا۔ کہ آپ کو سوار کرایا گیا تو بیل گاڑی ایک قدم نہ چل سکی۔ آخر گا
 سنگ آ کر انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ ایک دفعہ لوگوں نے آپ سے پوچھا۔ محمد خان پٹھان
 سفر پر گیا ہے۔ کب واپس آئے گا۔ فرماتے لگے وہ تو گھر کے اندر ہے۔ معلوم کیا گیا۔ کہ وہ تو
 واقعی گھر آ چکا تھا۔

ایک بار آپ کے ایک مخالف نے دل ہی میں چاہا۔ کہ ان کے پیچھے سے ہو کر انہیں ایک
 لاٹھی مارے۔ تاکہ وہ ہمیشہ کے لئے دہشت زدہ ہو جائیں۔ اس نے لاٹھی ماری۔ مگر وہ حیران رہ
 گیا کہ وہ لاٹھی ایک دیہاتی کے جاگلی۔ آپ کی صورت تبدیل ہو گئی تھی۔ مارنے والا بڑا شرمندہ ہوا
 کہ میں نے کسے مارا ہے۔ چند قدم آگے بڑھے تو آپ پھر اپنی اصل صورت میں جا رہے تھے۔ اور
 مارنے والے کو پھر تعجب ہوا۔ کہ وہ تو درویش محمد ہی تھے۔

آپ حضرت حاجی محمد نوشاہ گنج بخش قادری
 شیخ مٹھا مجذوب نوشاہی قدس سرہ: - قدس سرہ کے خاص مریدوں میں سے
 تھے۔ ان کا ذکر خیر مخزن دوم سلسلہ عالیہ قادریہ اعظمیہ میں گزر چکا ہے، آپ بڑے عجیب و غریب
 حالات اور احوال کے مالک تھے۔ بسا اوقات حیوانات سے گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ جس چیز پر
 توجہ فرماتے اس میں فوراً تبدیلی آجاتی۔ اگر کسی انسان پر نگاہ التفات ڈالتے تو اسے مت
 بادۃ الست کر دیتے۔ جذب و استغراق میں رہتے۔ آپ کی وفات ۱۱۱۵ھ میں ہوئی۔

شیخ مٹھا پیر دین مجذوب حق - رفت از دنیا بخت یافت جا
 سال ز حلیش چو جسم از خرد - گشت از ہائف ندا شیر خدا

۱۱۱۵ھ

آپ حضرت حاجی محمد نوشاہ قادری
 سید شاہ عبداللہ مجذوب نوشاہی قدس سرہ: - کے خاص مریدوں میں سے تھے
 مقبولان حق سے شمار ہوتے تھے۔ ہمیشہ بے خود رہتے۔ صاحب تذکرہ نوشاہی لکھتے ہیں
 کہ آپ نواب میر مرتضیٰ خان کے بیٹے تھے۔ جو عالمگیری سلطنت کا ایک امیر کبیر تھا۔ آپ
 ہفت ہزاری منصب پر فائز تھے ایک بار حضرت نوشہ قادری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔
 تو ایک نگاہ التفات سے تارک الدنیا ہو گئے کثرت فرائض سے دست بردار ہو گئے۔
 بذب و مستی نے مناصب اور علایق دنیا سے محفوظ کر دیا۔ ان دنوں حضرت نوشہ گنج بخش مرض
 موت میں صاحب فراش تھے۔ حضرت شاہ عبداللہ آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ خدمت میں
 رہے۔ مگر حضرت نوشہ کے رعب و جلال کے پیش نظر اظہار مدعا کرنے سے قاصر تھے۔ آخر باہر
 آئے تو ایک رقعہ لکھا۔ کہ اگر آپ کی توجہ خاص سے مجذوب ہو جاؤں تو دنیا کے مصائب
 اور علایق سے پھوٹ جاؤں، حضرت نوشہ نے فرمایا۔ کہ شاہ عبداللہ کو کہہ دو۔ کہ اس حالت
 میں مخلوق خدا کا زیادہ نائدہ ہے۔ فرائض سرانجام دو۔ مگر علم باطنی سے سرشار ہو کر یاد خداوندی

میں مشغول رہو۔ لیکن عبداللہ شاہ نے پھر التماس کی کہ مجھے مجذوب بنا دیا جائے حضرت نوشہ نے اپنا ایک کھیس اپنے خلیفہ شیخ صدرالدین کے ہاتھ بھیجا اور فرمایا شاہ عبداللہ کے ساتھ دریا تک جانا۔ جب دونوں دریائے چناب کے کنارے پہنچے تو شاہ عبداللہ کی حالت تبدیل ہونے لگی۔ مست و مجذوب ہو گئے۔ حالت استغراق کا غلبہ ہو گیا۔ یہ غلبہ ایسا ہوا کہ کسی سے کوئی تعلق نہ رہا۔ تن تہا دریاؤں کے کنارے اور بیا بانوں میں گھومنے لگے بادشاہ عالمگیر کو آپ کی حالت کی خبر ملی۔ تو ان کے مناسب موقوف کر دیئے۔ اور ان کے بجائی کو سہ ہزاری کا عہدہ دے دیا۔ اور ان کے اہل و عیال کے لئے نقد وظیفہ اور جاگیر مقرر کر دی آپ کی وفات ۱۱۳۱ھ میں ہوئی۔

چو از دنیا بفر دوس بریں رفت - جناب شیخ عبداللہ مجذوب
بتاریخ وصال آں شہ دین - بخود فرمود سید شاہ مجذوب

۱۱۳۱ھ

آپ حضرت نوشہ گنج بخش کے مرید اور خدمتگار
نانو مجذوب نوشاہی قدس سرہ :- تھے۔ ایک دن آپ نے حضرت نوشہ سے سنا
کہ جنت میں تمام لوگ بغیر دارِ دہی کے ہوں گے۔ آپ نے موچنا پکڑا اور دارِ دہی کے تمام
بالا اکھاڑ دیئے۔ حضرت نوشاہ گنج بخش کی وفات کے بعد آپ قلعہ رہتاس کی طرف چلے
گئے وہاں کوہ بیابان میں گھومتے رہتے تھے۔ پہاڑی لوگوں کو آپ کے متعلق یہ غلط فہمی ہوئی کہ
آپ کے پاس بڑا مال و دولت ہے۔ چنانچہ آپ کو شہید کر دیا گیا۔ سال شہادت ۱۱۳۲ھ تھا۔
زدنیارفت در فردوس اعلیٰ - چونو شاہ حق ہیں عاشق مست
زر ضواں سال تر حلیش بچتم - بگفتا کعبہ دین عاشق مست

۱۱۳۲ھ

صاحب تذکرہ نوشاہی لکھتے

حافظ طاہر کشمیری نوشاہی مجذوب رحمۃ اللہ علیہ :- ہیں کہ آپ حضرت ملا شاہ

قادری جو حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ تھے، کے مرید ہوئے۔ مگر حضرت ملا شاہ سے آپ کو روحانی دولت نصیب نہ ہوئی بے اعتقاد ہو کر گلے میں زنا رڈالامنہ کالا کر لیا۔ اور قلندروں کی ایک جماعت میں جاملے۔ آزادانہ ان کے ساتھ شہر بہ شہر پھرتے رہتے اسی دوران حضرت نوشہ گنج بخش کے دروازے پر گداگر کی حیثیت سے جا پہنچے۔ حضرت نوشہ قدس سرہ نے تمام قلندروں کو غلہ عنایت فرمایا۔ مگر حافظ طاہر کو کچھ نہ دیا۔ قلندر روانہ ہوئے تو حافظ طاہر مایوس اٹھے اور دل سے پُر درد آہ کھینچی۔ حضرت نوشہ اس قلبی کیفیت سے واقف تھے آواز دی۔ طاہر تم کہاں جا رہے ہو؟ ہمارے پاس آؤ۔ حافظ طاہر نے آپ کی زبان سے اپنا نام سنا۔ تو حیرت زدہ ہو گئے۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نوشہ نے اپنے ایک خادم کو حکم دیا۔ کہ اٹھو! اور اس شخص کے پیرا ہن کے نیچے سے زنا ر اتار لو۔ زنا ر اتار لیا۔ اور اسے توڑ کر حافظ طاہر کو اپنا مرید بنا لیا۔ اس شہنشاہ روحانیت کی ایک نگاہ سے حافظ طاہر کئی منازل طے کر گئے۔ تکمیل حاصل کی۔ آپ کا جذب و استغراق اس وجہ سے ہوا۔ کہ صحرا و بیابان میں مارے مارے پھرتے۔ ننگے پاؤں اور پھر ستر ضروری کے مطابق کپڑا پہنتے۔ کرامات کا ظہور ہونے لگا۔ آپ کی وفات ۱۱۳۶ھ میں ہوئی۔

زین جہاں فنا بخسلا بریں - رفت افسوس طاہر مجذوب
سال تاریخ رحلتش سرور - گفت قدوس طاہر مجذوب

آپ لاہور میں صاحب جذب مجذوب

معصوم شاہ مجذوب لاہوری قدس سرہ تھے۔ خوارق و کرامات کا ظہور ہوتا اپنے اجاب سے بڑی پُر معنی گفتگو کرتے تھے۔ جذب و استغراق کی حالت طاری ہوتی تو مدتوں خاموش رہتے اور کسی کی طرف التفات نہ فرماتے۔ دنیا اور اہل دنیا سے بے نیاز رہتے ہمیشہ اپنے سامنے آگ روشن رکھتے آج بھی لاہور میں ایک ایسا محلہ موجود ہے جو ٹھہری معصوم شاہ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ اسی محلے میں سکونت رکھا کرتے تھے۔ بارہ سال تک اپنے

دروازے کی دہلیز پر ڈیرا جلتے بیٹھے ہے اور لکڑیاں جلا کر آگ روشن رکھی۔ یہ آگ لکڑی کی دہلیز کے ساتھ جلتی رہتی۔ مگر دہلیز کو نقصان نہیں پہنچا کرتا تھا۔ آج بھی ان واقعات کے چشم دید لوگ موجود اور زندہ ہیں۔ مولف کتاب کے زمانے میں جنہوں نے آپ کی زیارت کی تھی۔ حضرت معصوم شاہ کے گھر کی دہلیز اور وہ مقام آج تک زیارت گاہ عام و خاص ہے۔

شیخ شہاب الدین راقم الحروف (مفتی غلام سرور لاہوری قدس سرہ) کے اجاب میں سے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ایک ہندو عورت جو ضعیف بوڑھی تھی کشیدہ کاری کے کپڑے لئے حضرت معصوم مجذوب کے دروازے کے سامنے سے گزری۔ حضرت معصوم شاہ اٹھے اور دوپٹے ہاتھ سے پھین لئے اور آگ میں ڈال دیئے جو دیکھتے دیکھتے جل گئے چونکہ فقیر مجذوب الحال تھے ضعیفہ روتے پٹتے اپنے گھر چلی گئی۔ دوسرے دن نور محمد نامی نمبردار سے اپنا حال زار بیان کیا۔ نمبردار کہنے لگا۔ فقراء و نیازاری تو نہیں کرتے۔ شاہ اس میں بھی کوئی حکمت ہو۔ عورت کو لئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا۔ حضرت یہ غریب بوڑھی عورت تو محنت مزدوری کر کے لوگوں کا کام کرتی ہے۔ آپ نے انہیں آگ میں پھینک کر جلا دیا ہے۔ اس بیچاری کا تو کوئی ذریعہ معاش نہیں رہا۔ ان کپڑوں کے مالکان اسے جرمانہ بھی کریں گے۔ حضرت معصوم شاہ مسکرائے اور فرمایا۔ میں نے اس کے کپڑے جلانے تو نہیں۔ میں نے تو آگ میں اس لئے پھینک دیئے تھے۔ کہ کشیدہ کاری کے کام میں جو غلطی رہ گئی ہے۔ ٹھیک ہو جائے۔ آپ اٹھے۔ اور دھکتے ہوئے انگارے ایک طرف ہٹائے اور تمام کپڑے صحیح سلامت نکال لئے۔ اور اس عورت کے حوالے کر دیئے اس عورت نے دیکھا۔ کہ کشیدہ کاری میں ایک حسن اور پختگی پیدا ہو گئی ہے۔

آپ کی وفات ۱۲۱۷ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار لاہور میں لوہاری دروازے کے باہر ہے
 آن شہ کون و مکان معصوم شاہ - جو ذاتش طالب مطلوب عشق
 سال وصل او چو جستم از خسر - گفت اے سرور۔ بگو مجذوب عشق

آپ روشن ضمیر فقیر تھے۔ مجذوب تھے۔
حقیقہ شاہ مجذوب لاہوری قدس سرہ: صاحب لکرتے۔ جذب و محبت
 کے مالک تھے۔ ابتدائی عمر میں جاموں کا کام کیا کرتے تھے۔ جذب حقیقی نے حضرت مستقیم
 شاہ کو راہ مستقیم دکھایا۔ اور ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس سے آپ کی زندگی کا رخ پلٹ
 گیا۔ ایک دن مستقیم شاہ ایک زمیندار کی مجامت بنانے اس کے کھیتوں میں گئے۔ آپ
 مجامت بنانے میں مشغول تھے کہ ایک فقیر قلندرانہ انداز سے وہاں ہی آپہنچا۔ آپ نے فرمایا
 مستقیم! میں پیسا ہوں۔ مجھے پانی کا ایک پیالہ تو پلا دو۔ مستقیم! اسی وقت اٹھے۔ اور دُور
 سے ایک پیالہ پانی کالائے اور اس فقیر کو پلا دیا۔ پانی ٹھنڈا تھا۔ فقیر خوش ہو گیا۔ ٹھنڈا
 پانی پیا۔ مگر گرم لگا ہے۔ مستقیم شاہ کے چہرے پر ڈالیں۔ نگاہ پڑتے ہی مستقیم شاہ تڑپے
 اور مدہوش ہو گئے۔ اور زمین پر تڑپنے لگے۔ اور مجذوب بادہ الٹ ہو کر بیابانوں میں
 گھومنے لگے۔ کئی سال تک دشت و صحرا میں گزارے۔ پھر موضع فیض پور خورد و جولاہور
 کے مغرب میں شرق پور روڈ پر واقع ہے، قیام فرما ہوئے۔

فیض پور کا سکھ حاکم عطر سنگھ نے اپنے گاؤں سے شیشم کا ایک بہت بڑا درخت
 کاٹ کر لاہور لانا چاہتا تھا۔ سارے گاؤں کے لوگ جمع کئے گئے۔ اور اس بھاری لکڑی
 کو بیل گاڑی پر لاد رہے تھے۔ مگر ان کے لئے اتنا بوجھ گاڑی پر لادنا ناممکن تھا۔ اسی اثنا
 میاں مستقیم کا اسی طرف گزر ہوا۔ آپ نے لوگوں کو ایک مشکل اور ناکام کوشش میں
 پایا۔ آگے آئے۔ اور فرمایا۔ اگر تم تمام لوگ دُور بہت جاؤ تو میں اکیلا اسے بیل گاڑی پر
 رکھ دوں۔ لوگ متعجبانہ ہٹ گئے۔ میاں مستقیم نے بڑی آسانی سے لکڑی اٹھائی اور گاڑی
 پر رکھ دی۔ اس دن سے آپ کی کرامت افشاء ہو گئی۔ اور لوگ آپ کو دیکھ کر عقیدت
 سے بھک جاتے۔

آپ کی وفات ۱۲۴۰ھ میں ہوئی۔ مزار فیض پور خورد میں آج تک زیارت عوام ہے

زینہاں چوں بخت اسلی - یافت جا مستقیم روشن دل
 بہر تاریخ رحلت آں شاہ - شد ندا مستقیم روشن دل
 آپ مست الست فقیر اور مجذوب تھے شہر کے
 تاجے شاہ مجذوب قدس سرہ :- بازاروں اور جنگلوں میں گھوما پھرتے گفتگو سنانہ
 کرتے تھے شہر کے لوگ آپ کے معتقد تھے بعض اوقات خوارق و کرامات کا ظہور ہوتا کشف
 کے ذریعہ بعض غائب کے اسرار بیان فرمایا کرتے تھے۔ استغراق وستی میں کھانے پینے کی خبر نہ
 ہوتی۔ اگر کوئی اپنے طور پر کھانا سامنے رکھتا تو کھا لیتے ورنہ کئی کئی دن ناقہ مست رہتے تھے
 آپ نے سکھ سلطنت کے زوال کی خبر کئی سال پہلے ہی دے دی تھی۔ آپ کی وفات ۱۲۶۱ھ
 میں ہوئی تھی۔

رفت از دنیا چو در حسد بریں - شیخ تاجی شاہ پیر راہنا
 ست مجذوبے بگو تاریخ او - نیز عاشق مست کامل راہنا

۱۲۶۱ھ

۱۲۶۱ھ

بڑے صاحب حال اور ذوق انسان تھے
 فقیر نظام شاہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ :- سکر استغراق میں رہتے۔ لاہور میں قیام
 پذیر تھے۔ بے پناہ مخلوق عقیدت مند تھی۔ ولایت اور کرامت کاملہ کے مالک تھے۔ عام طور
 پر کوچہ و بازار میں گھوما کرتے۔ مگر کبھی کبھی درزیوں کا کام بھی کرنے لگتے شراب پیتے اور
 مست رہتے۔ منشیات کھاتے اور مدہوش ہوتے۔ بایں ہم کشف قلوب کے مالک تھے۔
 بات عارفانہ کرتے۔ اور اپنے وقت کے نبض شناس اور حاس فقیر تھے۔ جو آتا۔ غریبوں
 میں تقسیم کر دیا کرتے۔

لاہور میں جس دن دیپ سنگھ کا وزیر بہرا سنگھ قتل ہوا۔ تو اس دن عید الاضحیٰ تھی علی الصباح

نظام شاہ مجذوب لاہور میں مسجد محلہ سادھوال (اندرون بھائی گیٹ) میں تشریف لائے۔ یاد

رہے کہ یہ محلہ میرا (موتلف کتاب) اپنا محلہ تھا۔ اور تمام نمازیوں کو مخاطب کر کے فرمانے لگے۔

کہ پرانی صفیں اٹھا دو۔ اور نئی صفیں بچھا دو۔ یہ بات سنتے ہی نمازیوں نے اندازہ لگایا کہ آج کوئی انقلاب آنے والا ہے۔ یہ بات خالی از واقعہ نہیں ہو سکتی۔ نظام شاہ یونہی زور نہیں دے رہے۔ چنانچہ دوپہر سے پہلے ہی سارے لاہور میں یہ خبر عام ہو گئی کہ ہیرا سنگھ قتل کر دیا گیا ہے۔ دیپ سنگھ کے ماموں جواہر سنگھ نے دریائے راوی کے کنارے پر ہیرا سنگھ کو

لے لیا۔ یہ واقعہ لاہور میں رنجیت سنگھ کے جانشینوں کی خانہ جنگی کا ایک اہم واقعہ ہے۔ ہیرا سنگھ درہل رنجیت سنگھ کے وزیر دھیان سنگھ کا بیٹا تھا۔ جو بہار اور رنجیت سنگھ کو بے حد عزیز تھا اس کے نام پر ہیرا منڈی مشہور ہوئی ہیرا سنگھ نے اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے قلعہ لاہور محاصرہ کر لیا۔ اور شاہی مسجد کے میناروں پر توپیں مدد سے نصب کر کے قلعہ میں گولہ باری شروع کر دی اس لڑائی میں ہیرا سنگھ مارا گیا۔ بجیت سنگھ بھاگتے ہوئے مارا گیا۔ اور اس طرح قلعہ پر ہیرا سنگھ کا قبضہ ہو گیا۔ اس نے بہار اور رنجیت سنگھ کے کم سن بیٹے دیپ سنگھ کو تخت پر بٹھایا۔ اور خود وزیر بن کر حکومت کرنے لگا۔

ہیرا سنگھ نے اپنے دو بڑے دشمن بھیت سنگھ اور اس کا چچا زاد بھائی تھا، اور سردار عطر سنگھ ندھاں والیہ تھے۔ بھیت سنگھ کو ہیرا سنگھ نے درس و ڈامیاں کے قریب ایک لڑائی میں مار دیا اور عطر سنگھ تھکے تھکے روز لاہور آ پہنچا۔ اور ۲ مئی ۱۸۴۴ء کو دریائے ستلج عبور کر کے بھائی ہیرا سنگھ کے تعاون سے آگے بڑھا۔ مگر عام سکھوں کی لڑائی میں مارا گیا۔

ہیرا سنگھ وزیر کا ایک مشیر پنڈت بھلا تھا۔ وہ ہیرا سنگھ کا استاد بھی تھا۔ اور پرہت بھی وہ اقتدار کے نشہ میں اتنا بدمست تھا۔ کہ کسی کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔ یہاں تک کہ بہارانی جنڈاں جو دیپ سنگھ کی والدہ تھی۔ اس کے ماموں سردار جواہر سنگھ کو بھی خاطر میں نہ لاتا تھا۔ ان لوگوں نے سکھ فوج کو ہیرا سنگھ اور پنڈت بھلا کے خلاف بھڑکایا۔ جنہوں نے ۲۱ دسمبر ۱۸۴۴ء کو دونوں کو لاہور سے بھاگتے ہوئے قتل کر دیا۔ نقوش صفحہ ۱۲۰۔ لاہور نمبر، یہ واقعہ سکھوں کی تاریخ میں بڑا اہم واقعہ ہے۔ جسے نظام شاہ مجذوب نے پرانی صفیں الٹ دو سے ظاہر کیا تھا۔ مریم

قتل کر دیا۔ اور خود وزارت کا قلمدان سنبھال بیٹھا ہے۔

راقم الحروف (مفتی غلام سرور لاہوری قدس سرہ) اپنا چشم دید واقعہ پیش کرتا ہے۔ مجھے ایک بار غسل کی حاجت تھی۔ صبح صبح گھر سے اٹھا۔ کتاب ہاتھ میں لی۔ اور اپنے استاد مولوی غلام اللہ صاحب کے پاس مسجد مورال میں جا پہنچا۔ میرا ارادہ تھا۔ کہ وہاں میں غسل کروں گا۔ اور وہاں ہی نماز فجر ادا کروں گا۔ اور نماز کے بعد سبق پڑھوں گا۔ میں مسجد میں پہنچا۔ میں نے دیکھا۔ کہ حضرت نظام شاہ نماز فجر سے قبل ہی چراغ کی روشنی میں ایک کتاب پڑھ رہے ہیں۔ میں آگے بڑھا۔ حضرت استاد کرم کو سلام کرنا چاہا اور پھر غسل خانہ کی طرف جاؤں گا۔ میں استاد کے سامنے حاضر ہوا۔ سلام علیکم عرض کیا۔ نظام شاہ اپنی جگہ سے اٹھا۔ میری گردن پر ایک گھونٹہ مارا۔ اور چلا کر کہا۔ بے ادب۔ غسل کی حالت میں مسجد میں آئے ہو۔ اور اپنے استاد کو سلام بھی کر رہے ہو۔ میں نے استاد کے سامنے ہی توبہ کی اور اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ اور وہاں سے یدھا غسل خانے کی طرف چلا گیا۔ غسل کے بعد نماز ادا کی استاد کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوا۔ نظام شاہ دوبارہ میرے پاس آیا۔ اور فرمایا۔ یہاں میری گتاسی سے ناراض اور شکستہ دل نہ ہونا۔ میں بے اختیار تھا۔ میں نے عرض کی۔ میں نے غلطی کی سزا پالی ہے۔ اور صبح تھی۔ اس میں آپ تو تصور وار نہیں ہیں۔

جب انگریزوں کی عملداری آئی۔ تو ان دنوں نظام شاہ۔ میانہ شریف لاہور کے قبرستان میں قیام پذیر تھے۔ اور قبرستان میں ہی اپنے لئے ایک کمرہ بنا لیا تھا۔ ایک لکڑی کی زنجیر جسے کاٹھ کہتے ہیں۔ تیار کی۔ ایک دن ایک جوگی جو لاہور میں گداگری کرتا تھا۔ پکڑا اور اس کاٹھ میں جکڑ دیا اس طرح جو بھی حالت مستی میں آپ کے ڈیرے پر جاتا۔ اسے کاٹھ مار دیتے۔ یہ جوگی سارا دن جکڑا رہا۔ آزاد ہوا تو اس نے انگریزی عدالت میں آپ کے خلاف جس بے جا مقدمہ کر دیا۔ لاہور کے حاکم (ڈپٹی کمشنر) نے شہر کے کو تو ال خدا بخش کو حکم دیا۔ کہ نظام شاہ کو پیش کیا جائے تاکہ وہ جواب دعویٰ پیش کریں۔ خدا بخش خود حاضر ہوا۔ کہ بندہ آپ کا عقیدت مند

ہے۔ مگر حکم حاکم کے پیش نظر آپ کو عدالت میں پیش کرنے پر مجبور ہے۔ آپ نے فرمایا۔ بابا۔ ہم ان ظاہری حکمرانوں کی عدالت میں حاضری دینے سے معذور ہیں۔ ہم تو اپنے حکم الحاکمین کی عدالت میں پیش ہونا جانتے ہیں۔ اگر آج اس عادل حقیقی نے اپنے ہاں نہ بلایا۔ تو کل آپ لوگوں کو اختیار ہوگا۔ بلکہ ہم برضادِ غیبت آپ کے ساتھ چلیں گے۔ کو تو ال چلا گیا۔ اُسے یقین تھا کہ نظام شاہ بھوٹ نہیں کہتے۔ دوسرے دن آکر لے جاؤں گا۔ دوسری صبح شہر میں یہ خبر عام ہو گئی کہ نظام شاہ فوت ہو گئے ہیں۔ ایک بے پناہ ہجوم خلق آپ کے جنازہ میں شریک ہوا۔ اور میانی کے قبرستان میں ہی دفن کر دیئے گئے۔

آپ کی وفات ۱۲۶۹ھ میں ہوئی تھی۔

عاشق حق نظام شاہ جہاں - چوں برفت از جہاں بحق پیوست

سال مجذوب پیر خواں سالش - ہم بدان عاشق ازل مرست

۱۲۶۶ھ

۱۲۶۶ھ

آپ مجذوبانِ باکمال۔ اور سرستانِ صاحبِ حال
 متان شاہ مجذوبِ قدسِ سرور :- بزرگوں میں سے تھے۔ تارک الدنیا مستغنی لمہج
 تھے۔ دنیا اور اہل دنیا سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ بڑھنے سر اور بڑھنے پالا ہور کے کوچہ و بازار
 میں پھرا کرتے تھے۔ کبھی کبھی دیرانوں میں نکل جاتے۔ سخت سردیوں میں ایک بھورے کیل
 میں سبر کرتے۔ مگر سوال کا لفظ بھی زبان پر لاتے۔ لوگ نذرانے پیش کرتے۔ مگر آپ نگاہ میں
 نہ لایا کرتے تھے۔ جو نذرانے سامنے ہوتے ضرورت مند حضرات خود ہی اٹھا کر لے جاتے اگر
 بچ جاتے تو خود اٹھا کر لوگوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ بعض اوقات برتن ساز کلاوں کے
 پاس چلے جاتے۔ اور مٹی کے برتن بننے دیکھتے رہتے تھے۔ ایک وقت آیا کہ انہوں نے خود
 برتن سازی شروع کر دی۔ اور اس خوبصورتی سے برتن بناتے کہ دیکھنے والے دیکھتے رہ جاتے
 خود ہی باتیں کرتے ہتے جو دوسروں کی سمجھ میں نہ آتی تھیں۔ ایک بات کو دس دس بار تکرار

کرتے تھے۔ بھوک متانی تو درختوں کے پتوں پر اکتفا کرتے۔

رنجیت سنگھ کو آپ سے بے پناہ عقیدت تھی۔ وہ آپ کے پاس حاضری دیتا۔ نذرانہ پیش کرتا۔ مگر آپ توجہ نہ فرمایا کرتے۔ بلکہ جواب میں گالیاں دیتے تھے۔ آپ سے بے پناہ کرامات اور خوارق کا ظہور ہوتا۔ ایک دفعہ راقم الحروف (مفتی غلام سرور لاہوری) مزنگ سے لاہور آ رہا تھا۔ جب میں حضرت شاہ اسماعیل محدث لاہوری کے مزار کے پاس پہنچا (ہال روڈ) تو میں نے دیکھا کہستان شاہ سڑک کے عین درمیان سنگے بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں دوسرے لوگوں کے ساتھ انہیں دیکھنے کو کھڑا ہو گیا۔ اٹھے اور چاہہا داتیل جو مزار کے پاس ہی ہے۔ کی طرف بڑھے۔ کنویں سے ایک مٹی کی ٹنڈا تاری۔ چند اینٹیں جمع کیں اور ان سے دیگدان بنا کر ٹنڈا پر رکھ دی پاک کے ساگ کے چند پتے توڑے۔ اس میں ڈالے۔ خشک درختوں کی لکڑیاں جمع کیں۔ اور نیچے آگ لگا دی۔ اور ایک تالی ماری تو لکڑیوں میں آگ بھڑک اٹھی ساگ کہنے لگا۔ ہانڈی جوش میں آگئی۔ اب آپ میری طرف متوجہ ہوئے اینٹ اٹھا کر مجھے کہنے لگے۔ جھاگ جاؤ یہاں کیا لینے کھڑے ہو۔ میں ڈرا۔ مگر میں آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہستان شاہ جس چیز پر تصرف کرتا ہے اس کی طرف ایک اشارے سے دوڑی چلی آ رہی ہے۔ وہ جس طرف ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ چیزیں کھنچی چلی آتی ہیں۔ جدھر نظر اٹھاتے ہیں۔ جب نشاہ چیزیں دوڑ دوڑ کر پاس آتی جاتی ہیں۔

شیخ و باب الدین لاہوری میرے مفتی غلام سرور لاہوری قدس سرہ، نہایت شفیق دوست تھے ایک بار ہم چند روز شہر سے باہر ایک ریت کے ٹیلے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمیں بھوک نے تیا کھانے کو کوئی چیز نہیں تھی۔ ہم نے دیکھا کہستان شاہ چلے آ رہے ہیں۔ میں نے کہا کہستان شاہ آئے ہیں۔ ہمیں کھانے کے لئے کچھ نہ کچھ دیں گے۔ میں نے کہا ہی تھا کہستان شاہ نے مڑ کر ہاتھ اٹھایا۔ اور غائب سے چند روٹیاں پکڑ کر ہمارے حوالے کر دیں۔ ہم نے کھانا شروع کیں یہ روٹیاں روغن بھی تھیں اور گرم بھی۔

ایک تاریخی واقعہ ہے کہ ایک بار بہار اوجہ رنجیت سنگھ کا ایک مصاحب امام شاہ کسئی وجہ سے امرتسر میں گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے عزیزوں نے حضرت شاہ سے دعا کی التماس کی جو شخص امام شاہ کی فریاد سے کرستان شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ سنا تا ہے کہ میں نے اچھا سا کھانا پکایا۔ حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ اور دل ہی دل میں امام شاہ کی رہائی کا سوچنے لگا۔ آپ نے بڑی رغبت سے کھانا کھایا۔ مجھے دو انگلیوں سے اشارہ کیا۔ اور تسلی دی۔ اسی دن امام شاہ کو امرتسر سے رہا کر دیا گیا۔ اور پھر وظیفہ یومیہ مقرر کر دیا گیا۔ حضرت متان شاہ کی وفات ۱۲۴۳ھ میں واقع ہوئی تھی۔

چواند نیا بفر دوس بریں رفت - شہ متان حق دیوانہ عشق
 بسال ارسنال آں شہ دین - بگو عاقل ولی مستانہ عشق

۱۲۴۳ھ

خاتمہ الکتاب

الحمد للہ والمنفۃ کہ یہ محزن عجیب اور خریزہ غریب بامداد غیبی اور توفیق لاریبی مکمل ہوا ہے اور ہماری دلی خواہش کے مطابق پایہ تکمیل کو پہنچا ہے۔ یہ کتاب اجاب کی منظور نظر بنی ہے۔ اجاب نے اسے بے حد پسند کیا ہے۔ اگرچہ اتنا بڑا تذکرہ بزرگان دین لکھنا میری ہمت سے باہر تھا۔ لیکن اولیاء اللہ کی توجہ خاص اور تصرفات کی برکات سے یہ گنج گراں مایہ تیار ہوا ہے۔ اس تذکرہ کی تکمیل میں پورے دو سال صرف ہوئے ہیں۔ ماہ شوال ۱۲۸۱ھ میں اختتام ہوا۔ لیکن جن بزرگوں کی وفات ۱۲۸۳ھ میں ہوئی تھی۔ ان کے حالات اختتام کتاب کے بعد داخل تذکرہ کئے گئے ہیں۔

اہل علم و دانش کے لطف و کرم سے یہ بات بعید نہیں ہوگی۔ بندہ بے ہنر غلام سرور جسے فنِ سند و تاریخ یا نظم و تذکرہ نگاری پر کمال کا دعویٰ نہیں۔ لیکن چونکہ دنیا میں میرے لئے کوئی اور ذریعہ نجات اور حضرت و اہلب العظایات کے ہاں کوئی وسیلہ نہیں تھا اپنی عاقبت کے متعلق بڑا متروڈ تھا۔ اس لئے جناب رسالتاب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئمہ کبار اولیاء اللہ کے صفات و کرامات کے بیان کو ہی شفیع المجرین۔ ہادی المضلین۔ جل المتین تصور کرتے ہوئے۔ اظہار کا ذریعہ بنایا۔ مجھے ان حضرات کے دامان کرم پر بھروسہ

ہے انہیں کے دامن کا بہارا ہے۔ اور اس طرح یہ کتاب اہل کمال کا تذکرہ فکر سامنے آگئی ہے۔ مجھے امید ہے کہ میدان حشر میں یہ سراپا گناہ غلامانِ درگاہ اور خادمانِ اویاد میں سے اٹھے گا۔ اور حضرات امت اپنے کترین غلاموں میں سے شمار کریں گے۔ واللہ الموفق والمفلح

قطعہ آغاز و اختتام کتاب خزینۃ الاصلیاء :-

گشت پر از عطائے ایزد پاک - کثر خوبی و گنج محسوبی
ابتدائش خزینہ خوب است - انتائش خزانہ خوبی

۵۱۲۸۱

۵۱۲۸۰

مت اشراق اول پر قطعہ تاریخ طبع اور کنور چندی لہائی نہال خلف را جیہ لال بہادر گلشن بکھنوی

چو شد طبع این نسخہ را جلد ثانی - کراماتِ خاصاں حق شد ہویدا
نہال از سیراد بیا گفت سانش - کتاب کرامات مقبول و زیبا

۶۱۲۹۰

